بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے ، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مُستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحرُ العلوم علّامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۱۱

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ

بہانے لاوینگے تمہارے پاس جب پھر کر جاؤگے اُنکی طرف

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم نہ مانینگے تمہاری بات ہمکو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اُسکا رسول پھر جاؤگے

اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتاویگا تمکو جو کر رہے تھے

مروی ہے کہ غزوہ تبوک سے تخلف کرنے والے منافقین کچھ اوپر اسّی آدمی تھے پس اللہ تعالےٰ نے انکے حال سے آگاہ فرمایا کہ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ تمہاری طرف اعتذار کرینگے جب تم لوٹوگے انکی طرف - اعتذار یہان باطل عذر کرنے کے معنی مین ہے ضمیر الیکم راجع با نحضرت صلعم و مومنین ہے اور ہوسکتا ہے کہ تشریف کے واسطے فقط آنحضرت صلعم کو بصیغہ جمع یاد فرمایا ہو کیونکہ آگے لفظ قل سے جواب دینے کا حکم فقط آنحضرت صلعم کو متعین ہے اگرچہ ہوسکتا ہے کہ جمیع مومنین کی طرف سے آنسرور صلعم کو حکم جواب ہو - لیعتذرون الیکم - مین اشارہ ہے کہ انکا اعتذار بغرض دنیاوی فقط تمہاری ہی طرف ہے نہ حضرت حق تعالےٰ کی طرف - اذا رجعتم الیہم - فرمایا اور اذا رجعتم الی المدینہ نہین فرمایا اس لیے کہ اہل مدینہ وغیرون کو سب کو شامل ہے اور مبنی اعتذار کا ملاقات پر ہے نہ مدینہ پہونچنے پر لہٰذا بطریق بیان واقع کے اس قید کو ذکر فرمایا والحاصل غیب سے خبر دی کہ جب تم لوگ اے مومنو اس سفر تبوک سے واپس ہوکر ان منافقون سے جو بغیر عذر و اجازت بیٹھ رہے ہین ملوگے تو تمہاری پاسداری کے لیے تم سے اعتذار یعنے جھوٹے عذر کرینگے قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا حکم دیا کہ اے محمد صلعم تو کہدے کہ تم اعتذار مت کرو - ظاہر یہ ہے کہ صریح اُنسے یہ امر کہدینے کا حکم دیا جس سے انکا جھوٹ ظاہر ہوا اور فضیحت ہون اور احتمال ہے کہ انکے حال سے اعلام مقصود ہو کیونکہ حدیث کعب رضی اللہ عنہ مین جو انشاء اللہ تعالےٰ آگے آویگی ظاہر ہے کہ معتذرین کے اعتذار پر آنحضرت صلعم نے چشم پوشی کی تھی پس شاید عموماً ان منافقون و دوسرون سب سے چشم پوشی فرمائی یا صاف کہکر پھر تعرض نہ کیا ہو وسیاتی - بالجملہ پہلے تو اعتذار کا بے فائدہ ہونا تبلایا کہ عذر مت کرو پھر اُسکا سبب فرمایا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نکرینگے یعنے اعتذار بے فائدہ مت کرو کیونکہ مقصود اعتذار سے یہ کہ ہم سچے سمجھے جاوین سو ہم تمہاری تصدیق ہرگز نہ کرینگے اسکا سبب یہ ہے کہ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ہم کو اللہ تعالےٰ نے تمہارے اخبار سے آگاہ کر دیا ہے یعنے اس غزوہ سے پیچھڑنے مین جو تمہارے دلون کے بھید شر و فساد کے بدون کسی واقعی عذر کے تھے اُن خبرون سے ہمکو اللہ تعالےٰ نے آگاہ کر دیا پس تمہارا عذر جھوٹ معلوم ہے پس تمہاری تصدیق ہرگز ہم نہ کرینگے - وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ اور آئندہ دیکھیگا اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو اور اُسکا رسول - یعنی اللہ تعالےٰ نے آگاہ کر دیا ہے کہ تمہارے دلون پر نفاق کی مہر ہے تو تم کبھی نیک کام نہ کروگے چنانچہ آئندہ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو دیکھیگا اور اُسکا رسول - قولہ و رسولہ عطف ہے اسم پاک برتر عز و جل کی طرف اور بیچ مین عملکم فاصل ہے تو اسمین تنبیہ ہے کہ مدار ثواب و عقاب اللہ تعالےٰ کا دیکھنا ہے اور بعض نے کہا کہ یہان دیکھنا بطریق عموم مجاز ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا دیکھنا یہ کہ ثواب و قبولیت فرماوے اور رسول اللہ صلعم کا دیکھنا یہی دیکھنا ہے - فافہم

یعنی حقیقت دیکھ کر ۱۲

اور بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا کہ دیکھنا آیندہ وقت کی طرف نسبت کرنے سے مراد اُنکے افعال کا اظہار علی العموم ہی اور بعض نے
لکھا کہ شاید اسمین اُنکو توبہ کی گنجایش دی ہی کہ دیکھو آیندہ تم توبہ کرکے سچے ہوجاتے ہو یا نفاق پر اصرار رکھتے ہو اور احتمال ہی
کہ خبر غیب کی تصدیق وازدیاد ایمان کے لیے مومنون کو دکھلانا منظور ہو کہ تمھارے نفاق استمراری کے مطابق تم سے اعمال جو دنیا
مین صادر ہونگے وہ مومنین دیکھینگے اسطرح کہ اللہ تعالی کی تقدیر اُن مین بروجہ نفاق جاری رہیگی جیسے خبر فرمائی ہی۔ ثُمَّ تُرَدُّونَ
إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اے الی اللہ تعالے۔ پھر تم موت طبعی سے لوٹا دیے جاؤگے طرف عالم الغیب والشہادۃ کے
یعنی طرف اللہ تعالے کے جو غیب وظاہر سب جانتا ہی پس یہ وہم مت کرنا کہ اللہ تعالے تمھارے اعمال دیکھکر جانیگا بلکہ وہ تمھارے
دلی بھیدون کو بلکہ جہان تک تم نہین جانتے ہو سب کو خوب جانتا ہی۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پس اوتعالے عالم الغیب تم کو تمھارے
اعمال سے خبردار فرماویگا تم کو دلی نفاق وکفر سے مطلع کرکے اُسی کے موافق بدلا دیگا اور معلوم ہی کہ نفاق کا بدلا جہنم کا سب سے
نیچا طبقہ ہی۔ ف ۔ عرائس مین ان آیات کے رموز حقایق کو دقیق اشارات مین بیان کیا چنانچہ لکھا کہ قولہ تعالے لیس علی الضعفاء
ولا علی المرضی الخ ۔ حاصل معنی منصوص یہ ہین کہ ضعیفون ومریضون وفقیرون پر تخلف کرنے مین کچھ گناہ نہین ہی۔ اور بطریق اشارت اسمین
حق تعالے نے اہل مراقبہ وحضور وعشاق ومستغرقین کی ایک قوم کو معذور فرمایا جنھون نے مجاہدہ مین جسم کو گھلا دیا اور ریاضت مین نفس کو
بیمار ڈالا اور دوام ذکر وجولان فکر مین دل کو گلا دیا پس مشاہدہ لقاء مین دنیاے فانیہ سے نکل گئے پس ضعفاء وہ بندے ہین کہ بار محبت
اُٹھانے سے ضعیف ہین اور مرضی جو تلخی عشق سے بیمار ہوگئے ہین اور فقراء وہ ہین جو مقام تجرید وتفرید مین دونون جہان سے خارج
ہوگئے ہین پس عبودیت کی راہ سے محض فضل کے ساتھ اُنکی طرف سے عتاب کو اُٹھا لیا کیونکہ تیغ محبت سے قتل ہوکر دروازۂ وصال پر
گرے پڑے ہین ضعف اُنکا ازراہ شوق ہی اور اُنکا مرض ازراہ محبت ہی اور اُنکی فقیری ازراہ رضاء ہی یعنے قضاء الٰہی پر کمال خوشی سے
راضی ہین پھر یہ لوگ اللہ تعالے کے دین اور اُسکے رسول صلعم کی سنت پر شفقت رکھتے ہین اس راہ سے اُنکا وصف زیادہ فرمایا بقولہ اذا
نصحوا للہ ورسولہ۔ یعنی بندگان حق عزوجل کو اللہ تعالے کی راہ اور اُسکے رسول صلعم کی سنت سکھلاتے اور تعلیم معرفت مین سعی و
شفقت کرتے ہین۔ پھر مکر وقہر سے اُنکا خلاص ہونا بیان فرمایا بقولہ تعالے ما علی المحسنین من سبیل۔ یعنی جلال وجمال کے مشاہدہ والون پر
ازراہ عتاب کے حجاب کو راہ نہین ہی کیونکہ حق تعالے نے ازل ہی مین اُنکو اپنی رحمت سے پسند کرلیا اور معرفت مین قصور اُنکا معاف کردیا ہی
کیونکہ تمام مخلوق اُسکی عظمت وکبریاء کی برداشت سے عاجز ہی لہذا فرمایا واللہ غفور رحیم۔ یعنی عاجزی اُن لوگون کی اُسکی معرفت عظمت و
کبریائی مین ثابت اور اُنکی تقصیر متحقق ہی پس فضل قدیم سے اُنکے قصور کو معاف کیا۔ بعض اکابر نے کہا کہ جسکو قدرت نہو اُسپر گناہ نہین ۔
قاسم رح نے کہا کہ جو کوئی سب احسان اللہ تعالے ہی کی طرف سے اعتقاد کرے اُسپر کسی کو راہ نہین۔ قال الشیخ مجھے ایک نکتہ ظاہر ہوا
کہ جن بندون کو احسان قدیم سے سرفراز کرکے محسن کیا اُسکے مقبول بارگاہ ہونے کو کوئی گناہ وکوئی فعل ہو تغیر نہین دے سکتا اور محسن ہونا اُسکا
اللہ تعالے کے احسان سے ہی کہ اسکو شہود عطا فرمایا اور شہود یہ ہی کہ اللہ تعالے کے سواے کسی کا کچھ وزن اپنی نگاہ مین نہ دیکھے تاکہ
کوئی شخص اسپر اپنی احسان کی راہ نہ پاوے پھر ان فقیرون کے سچے ارادے کو جو اپنی جان قربان کرنے مین رکھتے ہین وصف کے ساتھ بیان
فرمایا بقولہ ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم آہ یعنے سواے اللہ تعالے کے کسی کو نگاہ مین نہین رکھتے حتی کہ مشاہدہ مین جو حلاوت پاتے ہین
وہ بھی نگاہ مین نہین رکھتے بلکہ اللہ تعالے ہی کا مقصود ہونا اُنہین ثابت رہتا ہی اور قولہ لتحملھم۔ یعنی مشاہدۂ الٰہی مین تو اُنکو اپنے ساتھ لیجاؤ

کہ ہمیشہ مشاہدہ مین رہین اور کبھی طرفۃ العین دور نہ رہین پھر پوری آیت سے انکا سخت غم جو حقوق طریقت گم ہونے مین انپر طاری ہوا بیان فرمایا بقولہ تعالے قلت لا اجد ما احملکم علیہ-یعنی تمام عالم مین سوائے حق عزوجل کے کوئی ایسی چیز نہین جو قابل برداشت ہو- تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الخ- اسمین بیان ہے کہ حزن سے رونا ایسے بندون کی شان ہے جو مقام ارادت مین ہون اور جو لوگ کہ عارف کامل ہین وہ اللہ تعالے کی فرحت سے روتے ہین- نصر آبادی رح نے کہا کہ قولہ لتحملھم الخ- یعنے اللہ تعالے کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے اور اسی پر بھروسا کرنے مین انکا حامل ہووے- اور نیز مخالفت کا بوجھ انکے سر سے دور کرے- پھر اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ عتاب فقط اُن لوگون پر ہے جو دنیا پر تکیہ کیے خوش بیٹھے ہین بقولہ تعالے انما السبیل علی الذین یستاذنونک وھم اغنیاء الآیہ- یعنے یہ لوگ مخالف اہل اللہ ہین اور ہوائے نفس کے تابع ہوکر رضوان الٰہی سے باز رہے- نصر آبادی نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مذمت کو تونگرون پر لازم کردیا کہ جنھون نے اپنے اموال واملاک پر اعتماد کرکے بے پروائی اختیار کی اور اگر حق عزوجل پر اعتماد کرتے تو تونگری سے ملامت ضرور نہین ہے پس متوکل علی اللہ تعالے ہوکر لایق مدح ہوتے- واضح ہو کہ نفس کے واسطے بہت سے فریب ومکر ہین جنکو بندۂ مومن بسبب صدق یقین کے اللہ تعالے کے فضل سے جانتا اور اپنے آپ کو بچاتا ہے بخلاف اہل نفاق کے کہ وہ فریب نفس کی تصدیق کرتے ہین حالانکہ خفی مکر مین پڑکر عمدًا کھلے مکر وغدر مین مبتلا ہوجاتے ہین اسی واسطے قولہ تعالے یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم الآیہ مین تنبیہ موجود ہے کہ منافق فریب خوردہ کے عذر پر اعتماد نہین پھر انکا دروغ قسم کھانا بیان فرمایا بقولہ

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ

اب قسمین کھاوینگے اللہ کی تمھارے پاس جب پھر کر جاؤگے انکی طرف تا اُنسے درگذر کرو سو درگذر کرو اُنسے وہ لوگ

رِجْسٌ ۡ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ

ناپاک ہین اور اُنکا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا اُنکی کمائی کا قسمین کھاوینگے تمھارے پاس کہ تم اُنسے راضی ہوجاؤ

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝

سو اگر تم راضی ہوگے اُنسے تو اللہ راضی نہین بے حکم لوگون سے

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ عنقریب قسم کھاوینگے منافقین اللہ تعالی کی تمھارے لیے جب تم لوٹ کر ان کی طرف جاؤگے یعنے جب تبوک سے واپس ہوکر اُنسے ملوگے تو تم سے قسم کھاوینگے کہ ہم لوگ پیچھے رہنے مین معذور تھے- قسم کو اللہ تعالی کے نام پاک سے صحیح کیا تاکہ منافقون کی بیباکی ظاہر ہو کہ اپنے خالق جل شانہ کے نام پاک کے ساتھ دروغ قسم مین ایسے بیباک ہین- قولہ لکم مین اشارت ہے کہ ایسی بزرگ قسم کو جھوٹ کھانا خالی تمھارے واسطے عمل مین لاوینگے- اوپر کی آیت مین اور اس آیت مین تکرار نہین بلکہ دونون کا سیاق الگ الگ ظاہر ہے زیادہ تطویل کی ضرورت نہین- چنانچہ اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ تمھاری خوشنودی کے واسطے قسم دروغ بنام پاک حق عزوجل کھاوینگے- لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ تاکہ تم اُنسے اعراض کرو یعنی انکو گھر کو چھوڑ کو نہین پس غایت مقصد انکو اس کبیرہ گناہ فسق سے تمھاری رضامندی تھی کہ تم انکو ملامت نہ کرو- فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ سو تم اُنسے منھ موڑلو- اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلف کرنے والون مین سے کسی پر عتاب نہین فرمایا اگرچہ انکا جھوٹا ہونا بذریعہ وحی کے جانتے تھے پس متخلفین جاہل منافق اپنی نادانی سے آپکے جھوٹی قسمین کھاکر عذر بیان کرکے رخصت ہوتے جاتے اور یہ نجانتے کہ وحی الٰہی سے فضیحت ہوچکے ہین- آیت مین وہ نکتہ ہے جو حدیث صحیح

ہین ہی کہ مومن جھگڑالو بدزبان پردہ فاش کرنے والا نہین ہوتا- اور اشارہ ہی کہ حلم الٰہی سبحانہ اختیار کرے کہ باوجود منکے دروغ قسم کے چونکہ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کے واسطہ سے دنیاوی مقصود چاہا تھا وہ پورا کردیا- اور آدمی کو پوشیدہ بات مین اپنی نیت کا پھل ملتا ہی اور آیت مین اشارہ مومنون کے شرف پر ہی کہ انکی رضامندی کے لیے اُنسے منافقون نے دروغ حلفی کی تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اچھا تم اُنسے منھ موڑلو- اگر کہا جاوے کہ انھون نے اعراض ہی چاہا تھا بدین معنی کہ ہم کو معذور رکھکر ہم سے معذورون کا برتاو رکھین اور اللہ تعالےٰ نے بھی اعراض کا حکم دیا تو جواب یہ کہ اعراض دوطرح کا ایک اعراض صفح جیسے عالم کسی جاہل سے اعراض کرتا اور دوم اعراض مقت جیسے یہان ہی کہ انھون نے اعراض صفح چاہا اور ملا انکو اعراض مقت کیونکہ آگے فرمایا- اِنَّھُمْ رِجْسٌ یہ لوگ پلید ہین- رجس بمعنی پلید ہی اور یہ مبالغہ ہی کہ یہ نہین بلکہ عین پلید ہی ہین اس لیے کہ اُنکے افعال جملہ قبیح تھے- یعنی دین اگرچہ نصیحت ہی اور مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا واجب ہی مگر تم کو اُن منافقون سے اعراض کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ بالکل نجس ہین تو اُنسے پاک اعمال کی امید مت رکھو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکو نجس مخلوق فرمایا وہ علیم و خبیر ہی پس نصیحت کہ جس سے پاک ہوکر داخل جنت ہون انمین بیکار ہی ایسے پلید کا ٹھکانا جنت نہین- وَّمَاْوٰىھُمْ جَھَنَّمُ اور انکا ٹھکانا جہنم ہی یعنی درک اسفل جہان آگ کے صندوقون مین بند ہونگے پھر اُن صندوقون کے کھلنے کی کسی طرف راہ نہوگی- جیسے انھون نے دنیا مین اللہ تعالےٰ عزوجل سے کفروانکار کیا اور اسکے رسول صلعم سے دشمنی و اسکی جناب مین بدزبانی کی اور مومنون سے سخت عداوت کی اور دنیا کے واسطے قبیح و بدافعال کیے پس جہنم انکا ٹھکانا ہی جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلا اُن بدافعال کا جنکو دنیاوی زندگی مین کماتے تھے پس اللہ عزوجل نے ظلم کچھ نہین کیا جبکہ فرما دیا کہ دنیا پر سکون کروگے اور اعمال بد کے مرتکب ہوگے تو برخلاف مومنون نیکوکارون کے تمھارے لیے جنت نہین بلکہ دوسرا ٹھکانا جہنم ہوگا پس انھون نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ حکم او تعالےٰ شانہ کو نہ مانا اور یہ کام کیے- يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ منافق لوگ جھوٹی قسمین تمھارے واسطے اُس غرض سے کھاتے ہین کہ تم اُنسے راضی ہوجاؤ- حیف ہی کہ مخلوق کی رضامندی چاہتے ہین اور خالق جل سلطانہ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھاتے ہین- حدیث صحیح مین ہی کہ جس بات مین حضرت خالق عزوجل کی نافرمانی ہوتی ہو اسمین کسی مخلوق کی تابعداری نہین ہی لہذا ان منافقون کو مخلوق کی رضامندی چاہنے سے کچھ فائدہ نہوا اور حق تعالےٰ نے فرمایا- فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ سو اگر تم لوگ اے مومنون منافقون سے راضی ہوجاؤ تو انکو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ راضی نہین ایسی قوم سے جو فاسق ہون- حاصل معنی یہ ہین کہ یہ منافق عجب احمق ہین کہ تمھاری رضامندی چاہتے ہین حالانکہ تمھاری رضامندی انکے کون کام آویگی جبکہ اللہ تعالےٰ انسے راضی نہو پس سمجھدار ہوتے تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی رضامندی چاہتے جس سے سب راضی ہوجاتے- بجاے لا یرضی عنہم کے لا یرضی عن القوم الفاسقین- مین انکی تقبیح ہی کہ یہ قوم فاسق ہین- بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ شاید یہ معنی ہون کہ اگر منافقون کو قابو ملجاوے کہ فریب سے کسی گروہ اہل ایمان کو اپنے حال سے ملتبس کردین تو انکو یہ ممکن نہوگا کہ اللہ تعالےٰ کی جناب مین تلبیس کرسکین کہ پھر انکی پردہ دری نہو اور انپر عذاب نازل نہو- بالجملہ آیت سے مقصود یہ کہ اعراض و عدم التفات کا حکم دینے کے بعد منع فرمادیا کہ انسے راضی نہوا اور انکے عذرون سے فریب مت کھاؤ- واضح ہو کہ اہل نفاق مین گانون و پوردبے کے گنوار بھی تھے پس بیانی منافقون کا اور مومنون کا حال بھی بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ-

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ

گنوار سخت منکر ہیں اور منافق اور اسی لائق کہ نہ سیکھیں قاعدے جو نازل کیے اللہ نے

رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ

اپنے رسول پر اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ٹھہراتے ہیں اپنا خرچ کرنا چٹی اور تاکتے ہیں

بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ

تم پر زمانہ کی گردشیں انہیں پر آوے گردش بری اور اللہ سب سنتا ہے جانتا اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا

اللہ پر اور پچھلے دن پر اور ٹھہراتے ہیں اپنا خرچ کرنا نزدیک ہونا اللہ سے اور دعا لینی رسول کی سنتا ہے وہ

قُرْبَةٌ لَهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

انکے حق میں نزدیکی ہے داخل کریگا انکو اللہ اپنی مہر میں اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ع

اس کلام میں اعلام ہے کہ گنواروں میں کفار و منافقین ہیں اور مومنین بھی ہیں بھر ان منافقوں کا کفر و نفاق بہ نسبت اوروں کے زیادہ سخت ہے اور وے احق ہیں کہ حدود الٰہی سے واقف نہوں چنانچہ ابراہیم تابعی رح سے روایت ہے کہ زید بن صوحان رحمہ اللہ کے پاس ایک اعرابی آکر بیٹھا اور وے اپنے شاگردوں سے حدیث کرتے تھے اور نہاوند کے جہاد میں انکا ہاتھ کٹ گیا تھا تو اعرابی بولا کہ واللہ مجھے آپ کی باتیں تو بھلی معلوم ہوتی ہیں ولیکن مجھے آپ کے ہاتھ سے کچھ شک پڑتا ہے یعنے چوری میں نہ کاٹا گیا ہو تو حضرت زید نے کہا کہ تجھے کیا شک ہوتا ہے یہ تو بایاں ہاتھ ہے اعرابی بولا کہ واللہ مجھے نہیں معلوم کہ دایاں کاٹا جاتا ہے یا بایاں تو زید نے کہا کہ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ عز وجل نے۔ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ اعراب بصیغہ جمع ہے لیکن عرب کی جمع نہیں کیونکہ عرب تو ہر ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ملک عرب میں ساکن ہو خواہ شہر کا ہو یا قصبہ کا یا گاؤں کا اور اعراب بالفتح وہی لوگ ہیں جو بدو ہو کر گاؤں میں رہتے ہوں۔ کما قال سیبویہ رح پس جیسے ہندی میں گنوار کا لفظ اہل شہر کو ناگوار ہے ویسے ہی عرب میں اعرابی ہے بلکہ جو شخص کہ گاؤں میں بسے اور بدو ہو وہ اعرابی ہے کہ درحقیقت بادیہ نشین ہیں جہاں جہاں گھاس پانی ملتی ہے وہیں اپنے ڈیرے لیے پھرتے ہیں کہیں قیام نہیں اگرچہ بعضے کسی پردہ میں رہ پڑیں اور عربی وہ ہیں جو قصبہ و شہروں میں بستے ہوں لہذا مہاجرین و انصار کو اعراب نہیں کہہ سکتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام نے عرب میں نشو و نما پایا تو عربی ہوئے پھر حذف کرکے عرب کہلائے یہاں تک کہ جو انکے ملک میں ہو اور انکی زبان بولے وہ عرب کہلاتا ہے اور بعض نے کہا کہ عرب نام اس لیے ہوا کہ انکی زبان انکے ضمائر کی معرب ہے یعنے صاف صاف بخوبی تمام مظہر ہے کیونکہ زبان عرب میں جو بلاغت و فصاحت ہے اور کسی زبان میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ آیت کریمہ میں اعراب سے مراد وہی لوگ ہیں جو بدو یعنی دیہات کے گنوار ہیں تو انکو فرمایا کہ اعراب اشد ہیں از راہ کفر و نفاق کے۔ یعنی انکا کفر و نفاق زیادہ سخت و شدید ہوتا ہے واجدر ان لایعلموا اور زیادہ سزاوار ہیں کہ نہ جانیں حدود اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا۔ یعنی قرآن مجید و سنت مطہرہ کے حدود اور شرائع سے واقف نہوں۔ کیونکہ گاؤں میں وحشی رہتے ہیں اور اہل علم سے ملتے نہیں اور کتاب و سنت کو سنتے نہیں پس نادانی سے انکا کفر و نفاق بھی سخت ہوتا ہے۔ یہیں سے

بعض نے کہا ہے ٭ وہ مرددہ مرد را احمق کند ٭ عقل را بے نور وبے رونق کند ٭ یعنی گنوار پنجاتا آدمی کو احمق وبے عقل کردیتا ہی۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالے علیم حکیم ہی اُسنے اپنے علم وحکمت سے گنواروں کو گنوار کیا۔ واضح ہو کہ یہ صفت اعراب کی بمنزلہ صفت جنس ہی جیسے کہا جاتا ہی کہ عورت کی ذات نکارہ ہی حالانکہ بعض عورتیں اللہ تعالے کی درگاہ میں بڑے مرتبہ والی ہین لہذا اعراب کی تقسیم فرمائی بقولہ۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا اے یتخذ ما ینفق فی سبیل اللہ غرامتہ وخسرانا۔ اور اعراب میں سے بعض وہ ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتا ہی اُسکو دانڈ دیا جانتا ہی کیونکہ دار آخرت وثواب کا یقین نہین رکھتا وخوف قتل وغیرہ سے جو کچھ دیتا ہی وہ اسکے نزدیک گویا ڈانڈ وبرباد ہی۔ مروی ہی کہ نزول آیت کے وقت ایسے گنوار بنو اسد وغطفان تھے۔ اور یہ امر بھی اُنکی جہالت پر متفرع ہی کہ جفاء وغلظت قلب سے اس انتظام عجیب دنیا دی کہ امتحان گاہ اور اسکے بعد جزا وسزا کو باوجود دلائل قدرت الٰہیہ کے نہین سمجھتا بلکہ مطمح نظر اُسکا یہی دنیاے فانیہ ہی پس جو کچھ اسکو صدقات راہ الٰہی مین بخوف اسلام دینے پڑتے ہین انکو ڈانڈ وبرباد سمجھتا ہی۔ وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ دوائر جمع دائرہ وہ حالت کہ نعمت سے بدلکر سختی وبلیت پر ہوجاوے گویا امر شر مین مستعمل ہی جیسے لفظ گردش۔ تربص بمعنی انتظار یعنے اور ایسا گنوار انتظار کرتا ہی تمہارے حق مین گردش زمانہ کا یعنی زمانہ پلٹے اور تم مغلوب ہو تو وہ چھوٹ جاوے۔ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ انھین پر بُری گردش رہے۔ یہ اُنکی بدخواہی کے مانند انیر اہل ایمان کی طرف سے خود اللہ تعالے عزوجل نے بددعا فرمائی۔ یہ بھی مومنون کے لیے تشریف ہی اور چونکہ مومنون کی لاعلمی مین اُنکے بدخواہ تھے باوجود خیرخواہی اہل ایمان کے تو اُنکی طرف سے بددعا فرمانے مین اشعار ہی کہ گنواروں کی ناحق بدخواہی کے عوض مومنون کے بددعا کرنے سے پہلے قبول فرمائی گئی اور یہ امر معلوم ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے چاہے وہ واقع ہی تو یہ بددعا بمنزلہ اخبار غضب الٰہی کے ہی کیونکہ قبول سے واقع ہوگئی۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہی کہ یہ کلام بددعا نہو جو از قسم جملہ انشائیہ ہی بلکہ جملہ خبریہ ہو پس مومنون کو بھی آگاہ کردیا کہ گردش بد انھین گنواروں ہی پر ہی اور ظاہر کلام شیخ سیوطی رح سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہین کہ جملہ خبریہ ہی کیونکہ لکھا۔ السوء بالضم والفتح اے یدور العذاب والھلاک علیھم لا علیکم۔ سوء بضم سین مہملہ بقراءۃ ابوعمرو وابن کثیر رح اور بالفتح قرارت باقی قراء رحمہم اللہ تعالے اور معنی تفسیری یہ کہ عذاب وہلاک کی گردش انھین گنواروں پر ہوگی تم پر نہوگی۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالے بندوں کی باتوں کو جو زبان سے کہین سنتا ہی جو دل مین رکھین جانتا ہی یا جو افعال کرین وہ جانتا ہی پس ہر ایک کے لیے اُسکے فعل عمدی کو موافق اُسکی نیت کے بدلا فرماتا ہی۔ اب دوسری قسم اعراب کا بیان فرمایا بقولہ۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور اعراب مین بعض وہ ہی کہ یقین لاتا ہی اللہ تعالے پر اور روز آخر یعنے قیامت پر جسمین دنیا کے اعمال نیک وبد کا ہر ایک بدلا پاویگا لہذا فرمایا۔ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ اے تقربۃ عند اللہ۔ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ووسیلۃ الی صلوات الرسول لہم اے دعوات الرسول لہم۔ اور لیتا ہی یعنے سمجھتا ویقین کرتا ہی اس چیز کو جو اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتا ہی تقرب اللہ تعالے کے نزدیک اور وسیلہ طرف حاصل ہونے دعاؤں رسول اللہ صلعم کے یعنی اپنے صدقات وخیرات کو اللہ تعالے کے نزدیک تقرب جانتا اور رسول اللہ صلعم کی دعائین حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھتا ہی۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی اوفی رض کہتے ہین کہ میرا باپ اپنی قوم کے صدقات لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میرے لیے دعا فرماوین تو آپ نے فرمایا کہ اللھم صل علی آل ابی اوفی۔ علماء رح نے کہا کہ صلوات کی لفظ سے دعا کرنا مخصوص بشان پاک آنحضرت صلعم ہی اور دوسرے کو اس لفظ سے اختیار نہین ولیکن سنت ہی کہ جو شخص صدقات لینے پر مقرر ہی وہ جس صدقہ دینے والے سے وصول کرے تو اُسکو دعا دیدے۔ حاصل آنکہ اعراب

مین ہر فرد بشر کافر ومنافق نہین بلکہ بعض اُنمین سے سچے مومن ہین کہ ایمان صحیح رکھتے اور جو کچھ صدقہ دیتے اُسمین قربت الٰہی کی امید اور صلوات الرسول صلعم کی تمنا رکھتے ہین ۔ پس اعراب مین جنسے یہ بات ہو انکو ثواب بھی بہت زیادہ ہو جیسے اس زمانہ مین بعد زمانۂ وفات سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جو صدق نیت سے عامل خیر ہین انکو تھوڑے عمل نیک مین بہت بڑا ثواب ملتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح سے یہ مضمون ثابت ہو اور دیکھو آیت مین اللہ عزوجل نے ان اعراب کے واسطے فرمایا۔ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ آگاہ ہو کہ یہ نفقہ اُنکے لیے قربت ہو یعنی اس سے اُنکو تقرب حاصل ہوا۔ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ضرور انکو اللہ تعالے اپنی رحمت یعنی جنت مین داخل فرمائیگا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ البتہ اللہ تعالے غفور رحیم ہو۔ اس کلام مین اللہ تعالے نے کمال فضل ظاہر فرمایا کہ اول حرف تنبیہ۔ اَلَا۔ سے دوم حرف اِنَّ تحقیقیہ سے ۔ سوم جملہ اسمیہ وتصریح لفظ قربت سے اور چہارم سیدخلہم کے حرف سین سے جو تحقیق وتوقع پر دلالت کرتا ہو اور پنجم وعدۂ ادخال رحمت کی تنعیص سے ششم تذئیل بقولہ ان اللہ غفور الخ سے کلام کو تاکید فرمایا ۔ زہے نصیب اُن بندون کے جو اس نعمت سے سرفراز ہین روایت ہو کہ یہ لوگ مانند جہینہ و مزینہ وغیرہ کے ہین ۔ واضح ہو کہ یہ لوگ ان اعراب مین سے بفضل الٰہی ممتاز تھے پس اُنپر قیاس نہ کرنا چاہیے اور سیاق کلام مشعر ہو کہ علماء واہل علم واہل صلاح وتقوی واہل عقل سے جنکو دین کی سمجھ حاصل ہو دور رہنا امر مکروہ ہو کیونکہ سمجھ موٹی وبھدی اور قلب سخت وغلیظ ہو جاتا ہو اسیواسطے آنحضرت صلعم کو جب اُس اعرابی نے ہدیہ بھیجا اور آپ نے کئی گونہ بھیجکر تب اُسکو راضی کیا تو فرمایا تھا کہ مین نے قصد کیا کہ کسی شخص کا ہدیہ قبول نہ کرون سوائے قریشی یا ثقفی یا انصاری یا دوسی کے بات یہ تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ سے مکہ وطائف ومدینہ ویمن وغیرہ شہرون ہی کے رہنے والے ہین پس رقیق القلب وسلیم الطبع سمجھدار ہین ۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من سکن البادیۃ جفا الخ ۔ یعنے جو شخص کہ بادیہ مین بسا وہ جافی القلب یعنی دل کا موٹا وسخت ہو جاتا ہو اور جو شکار کے پیچھے ہوا وہ غافل ہو جاتا ہو اور جو سلطان پاس گیا وہ فتنہ مین پڑجاتا ہو ۔ رواہ البیہقی والنسائی وابوداؤد واحمد والترمذی وقال حسن غریب ۔ ابوہریرہ رضہ نے مرفوع روایت کی کہ جو بدوی ہوا وہ جافی ہوا اور جسنے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا اور جو دربار سلطانی مین گیا وہ فتنہ مین پڑا ۔ اور جس کسی نے آپسے سلطان کا قرب بڑھایا وہ اللہ تعالی سے دور ہوتا گیا ۔ رواہ البیہقی وابوداؤد ۔ معنی قولہ جو دربار سلطانی مین گیا آہ یعنے دنیا کی طرف راغب ہو کر دین کی طرف سے فتنہ مین پڑجاتا ہو ۔ اور قولہ جس کسی نے آہ سلطان جو صاحب سلطنت وحکومت ہو جب اس سے تقرب بڑھایا تو جتنا تقرب ودنیا کی چاہ بڑھتی جائیگی اُسیقدر اللہ تعالے سے دور ہوتا جائیگا ۔ سچ فرمایا حضرت صلعم نے اور یہ خبر غیب ہو اگرچہ عرب کے لوگ سلطان اور اُسکی شان شوکت دنیاوی اور اُسکے یہان کی دروغگوئی وخوشامد وبیہودگی سے واقف نہ تھے پھر آخر جب زمانہ خلافت نبوت ختم ہو گیا اور اسلام مین سلطان ہونے لگے تو اُسکو تجربہ کے موافق پایا اور کیون نہین کہ کلام نبوت بوحی الٰہی سبحانہ وتعالے ہو ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ ومن الاعراب من یتخذ ما ینفق مغرما الآیۃ یہ حال اُن دنیاداروں کا ہو جنھون نے معرفت نپائی کہ جان فدا کرنا حقیر سمجھتے تو مال کیا چیز ہو بقول کسے ؎ زینہار از آب شمشیرت کہ شیران رازان ✤ تشنہ لب کشتی وگردن را در آب انداختی ✤ پس دنیادارون کا یہ حال ہو کہ تکلف کے ساتھ دکھلانے سنانے ناموری کے لیے خرچ کرتے پھر اُسکو بھی ڈانڈ سمجھتے ہین یعنے ناموری کے لیے اس راہ مین جسمین کچھ لہو ولعب نہین بمجبوری اُٹھاتے ہین ورنہ شہوات نفسانی مین ناموری کے لیے خرچ کرتے کہ اُسمین جس حظ نفس کو چاہتے ہین وہ آنکھون کے سامنے ہو بخلاف اس صورت کے کہ اُنکو معرفت نہین کہ اس خرچ مین کیا طلب کرتے ہین اور اگر مطلوب کو جانتے تو اُنپر جان فدا کرنا بھی آسان ہوتا ۔ بعض نے کہا کہ جو شخص مال ومتاع وغیرہ کسی چیز

مین اپنی ملکیت دیکھتا ہی اسکو یہ چیز خرچ کرنا ڈانڈ معلوم ہوتا ہی اسی سے منافقین کو جہاد مین اپنی جان کا خوف ہوتا تھا اور جو شخص ان چیزون کو اپنے پاس عاریت سمجھتا ہی اور ملکیت اللہ تعالےٰ خالق عالم ذو الجلال والاکرام کی جانتا ہی وہی سچا ہی اور وہ جو کچھ خرچ و خیرات کرنے کی توفیق پاتا ہی تو بہت غنیمت جانتا ہی - یہ کلام لطیف ہی - پھر اللہ تعالیٰ نے اعراب مین سے ایسے بندون کو مستثنیٰ کیا جنکے دلون مین نور ایمان و ہدایت کی تجلی فرماکر اللہ تعالےٰ و اسکے رسول پر ایمان کی توفیق دی پس وہ جو کچھ خیرات کی توفیق پاتے ہین اسکو غنیمت جانتے و تقرب و صلوات کے امیدوار ہوتے ہین چنانچہ فرمایا ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر الآیۃ - پس یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قربات کے امیدوار ہین یعنی پردہ کھل جاوے اور مشاہدہ ملجاوے اور وصال کی امید لگائے ہین پس اہل ایمان کا یہی حال ہی کہ لقاء الٰہی کے امیدوار رہتے ہین لہذا اصحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر - یعنی منتظر ہین کہ کب موت تشریف لاوے قولہ وصلوات الرسول یعنے اکرم الاولین والآخرین اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاے شریف حاصل ہونے کے امیدوار ہین تاکہ اس سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک مزید قرب و منزلت حاصل ہو - پھر حق تعالےٰ نے اسکو قبول فرمایا بقولہ الا انہا قربۃ لہم - یعنی یہ انکے لیے وسیلہ قربت بحق تعالےٰ باہل وسیلہ ہی - پہلے انکو اپنی ہستی قربان کرنے کی توفیق دی پھر انکا وصف فرمایا - سیدخلہم اللہ فی رحمتہ ضرور عنقریب اسکی جنت مین جو مقام رضوان و منزلت دیدار بلا حجاب ہی جگہ پاوینگے پس کمال رحمت اسکا مشاہدہ ہی - بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی قرب الٰہی چاہتے تو جو کچھ فدا و قربان کرگیا اسکو حقیر و ہیچ نظر آویگا حتی کہ اپنی جان حقیر قربان کریگا اور فخر دیگا پس سچے طالب کی یہی پہچان ہی اور جو ایسا نہو وہ سچا نہین اور کیونکر قرب الٰہی پاوے جو ہردم ایسی چیز سے قرب بڑھاوے جو اللہ سبحانہ سے دور کرنے والی ہی اور وہ دنیاے فانی ہی - پھر اللہ تعالےٰ نے ایسے پاک برگزیدہ بندون کا وصف فرمایا جو سبقت کرکے مجلس کرم و تدانی فکان قاب قوسین او ادنیٰ - کے ذوق وصال سے بہرہ وافی لے گئے اور انکے پرتو انوار سے انکے اہل جوار بحکم قولہ اولئک قوم لا یشقی جلیسہم - انکے ادنیٰ مجالس مین واصل ہوئے بقولہ تعالےٰ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

اور جو لوگ قدیم ہین پہلے وطن چھوڑنیوالے اور مدد کرنیوالے اور جو انکے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی اُنسے

وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور وہ راضی اُس سے اور رکھے ہین واسطے اُنکے باغ نیچے بہتی نہرین رہا کرین انمین ہمیشہ یہی ہی بڑی مراد ملنی

جب مخلوق انسانی مین سے اہل کفر و نفاق کا مردود ہونا و اصناف منافقین شہری و دیہاتی و انکے افعال و اطوار قبیحہ کا حال اور ایک گروہ اعراب کے مقبول و مقرب ہونے کا حال معلوم ہوگیا اور دیگر اصناف منافقین وغیرہ جنکا حال خفی تھا بسبب اسکے کہ اخفاء نفاق مین مثل باریک وسوسہ نفس و شیطان کے جو بصورت امر خیر ہوتا ہی بہت کوشش رکھتے تھے اور جیسے اکثر نقیر ریاکار کا حال پوشیدہ ہوتا ہی ایسے اصناف باقی ہین تو درمیان مین بسلسلۂ تقرب بعض اعراب مقبولین کے اعلیٰ طبقۂ اہل قرب و درجات اور ائمۂ اہل منزلت و سادات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال جنمین بالتبع صنف اہل قبول از اعراب بھی بطفیل شامل ہوجاوے بیان فرمایا بقولہ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ قولہ السابقون الاولون مبتدا من تبعیضیہ یعنی مہاجرین و انصار مین سے جو سابقین اولین ہین اور

بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہی یعنے سابقین اولین وہ جملہ مہاجرین وانصار ہین اور شاذ قراءۃ مین والانصار بالرفع ہی معطوف بر قولہ السابقون پس من المہاجرین - مین من تبعیضیہ ہی یعنے مہاجرین مین سے سابقین اولین اور جملہ انصار - قولہ والذین اتبعوہم عطف بر مبتدا یعنے السابقون - اور قولہ باحسان متعلق بفعل - اتبعوہم یعنے اتباع باحسان کی - یعنے محسنین ہونے کے ساتھ متبع ہوئے اور بعض علماء تابعین نے کہا کہ نیک کامون مین جو عموماً نیک نظر آتے ہین اتباع کی اور جن کامون کا بھید پوشیدہ ہی کہ عوام کو وہ لباً نیک نہین کھلتے انمین اتباع لازم نہین کی پس باحسان کا تعلق اتبعوہم سے تعیین کرتا ہی کہ اتباع باحسان کی شرط واسطے ثبوت خبر یعنے رضوان الٰہی کے فقط والذین اتبعوہم کے ساتھ ہی اسیواسطے شیخ تابعی محمد بن کعب نے استدلال کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کو بلا شرط اللہ تعالےٰ نے بکمال رحمت بخش دیا بلکہ سب پر اپنا رضوان نازل فرمایا - قولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - خبر مبتدا ہی یعنے سابقین الی سے مطلقاً اور انکے تابعین سے بشرطیکہ تبعیت باحسان ہو اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور یہ سب اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے - واضح ہو کہ محمد بن کعب کی استدلال سے معلوم ہوا کہ قولہ من المہاجرین والانصار - مین من بیانیہ ہی یعنے جملہ صحابہ مہاجرین وانصار مراد ہین پس والذین اتبعوہم سے بعد صحابہ کے جو لوگ قیامت تک ہون وہ داخل ہین اور اسمین اتفاق ہی کہ والذین اتبعوہم سے اصطلاحی تابعین فقط مراد نہین یعنے فقط وہی لوگ جنکو اصطلاح مین تابعین کہتے ہین یعنے ہر وہ مومن جسنے کسی صحابی کو دیکھا ہو اور آنحضرت صلعم کو نہ دیکھا ہو پس یہی مقصود نہین ہان تابعین رحمہم اللہ اس تقدیر پر والذین اتبعوہم مین داخل ہین اگرچہ حدیث صحیح مین یہ آیا ہی کہ میری امت مثل باران رحمت کے ہی کہ کوئی جانتا نہین کہ اول بہتر ہی یا اخیر - اور یہ بھی ثابت ہی کہ تم لوگون پر جو وقت آتا جائیگا وہ اگلے وقت سے گھٹا ہوا ہی ہوگا یہان تک کہ تمھاری وفات ہو جاوے - ولیکن بدلائل قطعیہ بمانند قولہ تعالےٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ وصحاح احادیث کے اہل ایمان نے اجماع کیا ہی کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام امت مابعد سے افضل واکرم ہین جیسا کہ آخر مین انشاء اللہ تعالےٰ یہ مسئلہ مذکور ہوگا - اب تفسیر معلوم کرو کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا - وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ - شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ مراد انسے وہ صحابہ ہین جو بدر کے جہاد مین شریک تھے یا مراد سب صحابہ ہین جنکو چھوڑ کر آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ اور وہ لوگ جنھون نے سابقین اولین کی اتباع کی - قال الشیخ یعنے قیامت تک جو اتباع کرین - بِاِحْسَانٍ فی العمل یعنے نیک کام کرنے مین - اولیٰ یہ کہ باحسان فی الفعل کہا جائے تاکہ قول وعمل وغیرہ ہر نیکی کو شامل رہے رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - اللہ تعالےٰ ان سب سے راضی ہوا یعنی انکی اطاعت کرنے سے راضی ہو یعنے انکو ثواب جمیل وفضل کبیر دیا - وَرَضُوْا عَنْهُ اور یہ سب کے سب اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے یعنی ثواب الٰہی سے نہایت خوش ہوگئے - مترجم کہتا ہی کہ واضح کرکے اس مقام کا بیان اسطرح ہی کہ اگر من تبعیضیہ ہی تو سابقین اولین سے آخر وقت تک کے جملہ صحابہ مین سے وہ جماعت مراد ہین جو سابق اول ہین مہاجرین مین سے بھی اور انصار مین سے بھی - اور انکے واسطے عمل باحسان وغیرہ کی کوئی قید نہین لگائی پس معلوم ہوگیا کہ انکے جملہ افعال داخل ثواب ہین اور یہ فضل الٰہی ہی پس انکے سوائے جو باقی صحابہ رہے وہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان - مین داخل ہین اور چونکہ لفظ عام ہی لہذا بعد زمانہ صحابہ کے قیامت تک والے اہل ایمان انکے طفیل مین اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہین مگر اس شرط سے کہ اتباع باحسان ونیکوکاری ہو پس معنی یہ ہوے کہ صحابہ مین سے سابقین اولین کے گروہ سے اور باقی صحابہ و قیامت تک والے مومن جنھون نے سابقین کی اتباع باحسان کی ہو سب سے اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور یہ سب بندے اپنے اللہ تعالیٰ سے راضی ہوے اب بیان معرفت سابقین اولین باقی رہا

سعید بن المسیب وغیرہم نے فرمایا کہ سابقین اولین وے صحابہ ہین جنھون نے دونون زمانہ بھی پایا جب کہ آنحضرت صلعم بحکم الٰہی بجانب بیت المقدس نماز پڑھتے تھے - یہ ابتداءِ ورود مدینہ منورہ کا زمانہ تھا پھر قریب ڈیڑھ برس بعد ہجرت کے قبلہ بجانب کعبہ معظم تحویل فرمایا- شعبی رح نے کہا کہ وقت بیعۃ الرضوان واقع ہوئی یعنے مقام حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال تک والے صحابہ ہین اور عطاء بن یسار نے فرمایا کہ جو صحابہ جنگ بدر مین تھے وے سابقین ہین جنگ بدر ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوئی بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال مین اختلاف رفع کرنا ممکن ہو باین طور کہ انتہا سابقین اولین کی بیعۃ الرضوان کے وقت تک تھی- ولیکن مفسر رح نے من تبعیضیہ کی صورت مین فقط یہی قول لیا کہ وے اہل بدر ہین- پس معروف اطلاق اہل بدر کا صرف انھین تین سو تیرہ [۳۱۳] صحابہ پر ہی جو واقعہ بدر مین حاضر تھے اور اُنکے فضائل صحاح احادیث مین بہت ہین لیکن اسوقت مدینہ مین اور بہت سے صحابہ موجود تھے جنکو آنحضرت صلعم نے ساتھ جانے کا حکم نہین دیا تھا بوجہ اسکے کہ لڑائی کا قصد نہ تھا پس بیان سابقیت واولیت جسمین مفہوم زمانہ شامل ہی اُسکے الفاظ سے مقام اسکو مقتضی ہی کہ اہل بدر سے معنی عموم مراد ہون یعنے جو صحابہ بروقت واقعہ بدر کے موجود تھے خواہ واقعہ جنگ مین حقیقۃً حاضر ہون یا حکماً شریک ہون پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہی اور اظہر قول شعبی رح ہی کہ بیعۃ الرضوان تک والے سابقین ہین اور اگر من المهاجرين کے بعد قولہ والانصار بالرفع ہو تو سبقت باعتبار ہجرت کے ہوگی اور ہجرت سابقہ وہ ہی جو قبل صلح حدیبیہ یعنی زمانہ بیعۃ الرضوان سے پہلے واقع ہوئی پس اُسوقت والے مہاجرین سابقین ہین اور اسوقت تک کے نصرت والے انصار سابقین ہین پھر اُنکے بعد والے اُنکے ساتھ لاحق ہین جیسا کہ قولہ والذین ہاجروا من بعد الآیۃ آخر سورۃ انفال اسپر دلیل ہی اور یہ صریح مؤید قول شعبی رح ہی فافہم- اور علیٰ ہذا قراءۃ متواترہ من المهاجرين والانصار بالجر کی صورت مین بھی یہ توجیہ مستقیم ہی- کما لا یخفی- شیخ ابو منصور بغدادی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہی کہ تمام صحابہ مین سے چارون خلفاء افضل ہین اُنکے بعد عشرۂ مبشرہ بالجنۃ کے باقی چھ یعنے دس صحابہ کے لیے قطعی جنتی ہونے کا وعدہ آنحضرت صلعم کی زبان پاک سے وارد ہوا انھین چارون خلفاء بھی ہین پس انکے بعد چھوٹون باقی افضل ہین پھر اُنکے بعد اہل بدر پھر اہل اُحد پھر اہل بیعۃ الرضوان ہین- اور علی قاری رح وغیرہ نے لکھا کہ بالاجماع آنحضرت صلعم کا دیکھنے والا مومن جسکو صحابی کہتے ہین تمام غوث و قطب وغیرہ سے جنھنے آنحضرت صلعم کو نہین دیکھ پایا ہی افضل ہی- یہ سب تو بیان اس تقدیر پر تھا کہ من تبعیضیہ ہو اور اگر من بیانیہ ہو تو یہ معنی ہوئے کہ سابقین اولین جو جملہ صحابہ مہاجرین و انصار ہین جنکو چھوڑ کر آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا اُنسے اور اُنکے اتباع باحسان کرنے والون سے جو کوئی قیامت تک ہو سب سے اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور وے اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے- اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالےٰ نے تو سابقین اولین کو فرمایا اور تم کہتے ہو کہ سب صحابہ مراد ہین تو جواب یہ کہ سبقت واولیت امر اضافی ہی پس والذین اتبعوہم - اپنے پچھلون سے سب صحابہ مقدم و سابق ہین- اور یہی محمد بن کعب کا قول ہی کہ سب صحابہ مراد ہین چنانچہ ایک شخص نے اُنسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال بلحاظ اُنکے آپس کے بعض جھگڑون کے دریافت کرنا چاہا تو اسی آیت سے استدلال کر کے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے بدون قید احسان فی العمل کے اُنکو کرامت فرما کر تکرم فرمایا پس مجھکو اُنکے حال سے بحث کرنے سے کیا مطلب ہی ہان اُنکے بعد والون کے حق مین یہ شرط کر دی کہ باحسان اُنکے متبع ہون تو اللہ تعالےٰ کی رضا پاوینگے- اس شخص نے کہا کہ واللہ مین نے گویا آج تک- اس آیت کو بجانا یہان تک کہ مجھے محمد بن کعب سے معنی سمجھ مین آئے- ولیکن واضح ہو کہ اس تقدیر پر مرجع کلام الٰہی کا مقصود راز کی طرف ہوگا کیونکہ قیامت تک کے بلکہ نزول آیت سے بعد مسلمان ہونے والے وقت نزول کے ظاہر نہ تھے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ یعنی وے اللہ تعالیٰ سے راضی ہوے اور اللہ تعالےٰ اُنسے راضی ہوا حالانکہ قیامت تک والون سے جو موجود و پیدا نہین

ہوے ہین یہ رضا کہان ظاہر ہوئی پس مراد یہ ہی کہ ازل مین ہرایک امر اللہ تعالے کے یہان مقدر اور اُسکے علم مین بلا تفاوت قبل وجود کے معلوم ہی پس ازل ہی مین اُنکے واسطے برگزیدہ کرنا اور طرفین سے رضامندی متحقق ہوگئی پس یہ تشریف بدون علت وسبب کے ہی کیونکہ افعال الٰہی معلل باغراض نہین وہ جو چاہے کرے اور جو کرے عین حکمت ہی اور اہل سنت کا تقدیر پر اجماع ہی اور ہو سکتا ہی کہ یون کہا جاوے کہ یہ امر فقط والذین اتبعوہم۔ کے حال مین ہی اور اُنکے حق مین شرط باحسان کی لگائی ہی پس اسمین معنی شرط ملحوظ ہین اگرچہ بحرف شرط نہو یعنی جو کوئی اتباع کرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس طرح کہ اعمال مین محسنین سے ہو تو وہ مستحق رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ ہی اور یہ نظیر احکام صوم وصلوٰۃ ہی کیونکہ خطاب بحرف نداء کے واسطے منادی کا حضور ضروری ہی حالانکہ یا ایہا الذین آمنوا سے جہان خطاب ہی وہان مخصوص بحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نہین بلکہ قیامت تک جو کوئی ہو بلا فرق داخل ہی وتحقیق الکلام فی الاصول۔ اور اگر یون کہا جاوے کہ یہ منقبت اُن حضرات کی ہی جو موجود تھے اور معنی یہ ہین کہ سابقین اولین از مہاجرین وانصار سے اور اُنکے باحسان اتباع کرنے والون سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے یعنی رضوان الٰہی اُنکو حاصل ہوگیا تو یہ اُنکے واسطے کامل فضیلت ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ کمال فضیلت اور نہایت مراد ہی پس ہلاکی وبربادی ایسی قوم کی جو اُن بزرگون سے بغض رکھے یا بدی کرے خصوص تمام صحابہ کے سردار بعد رسول اللہ صلعم کے اور سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پس فرقہ رافضیہ عجیب بیوقوف عقل کے اندھے اور دل کے اوندھے ہین کہ آیات مین ذرا غور نہین کرتے اور اللہ تعالے عزوجل جن بندون سے ایسی رضامندی فرماوے اُنسے یہ فرقہ رافضہ عداوت کرکے حق تعالے سے عداوت کرتے ہین نعوذ باللہ تعالے من ذالک۔ مترجم کہتا ہی کہ درحقیقت یہ فرقہ شقی ازلی ہی اور جو اُنسے محبت کرے وہ اُنکے ساتھ بسبب موالات کے جہنمی کیونکہ آیت کریمہ مین ہرایک معنی اور ہر تقدیر پر حضرات خلفاء اربعہ وکرام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس تشریف الٰہی مین داخل ہین چنانچہ اس تقدیر پر کہ سابقین اولین سے اعلیٰ طبقہ صحابہ اور اُنکے متبعین سے مابعد کا طبقہ تا نزول آیت کریمہ مراد ہو تو بھی ان سب سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے اور جب اسطرح موکد تراضی متحقق ہوگئی تو پھر اللہ تعالے کی رضا کی مخالفت کرنے والے شیطان کی رضا چاہتے ہونگے۔ واضح ہو کہ اس تقدیر پر بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیامت تک کے متبعین داخل ہوجاوینگے اس لیے کہ والذین اتبعوہم۔ فرمایا ہی پس مدار رضوان کا اُن حضرات سابقین کی اتباع ہی لہذا جو مومن نیکوکاری واحسان کے ساتھ مراد اُنکا متبع ہی اور اسمین دلیل ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرنا وسیلۂ رضوان الٰہی ہی اور حدیث مین ہی کہ میرے صحابہ ستارون کے مانند ہین جسکی تم اتباع کرلو مراد کو پہونچ جاؤگے۔ اور منجملہ ان دلائل کے جو مثبت اس امر کے ہین کہ عموماً سب مراد ہین اور تمام لوگ مابعد کے شامل ہین جیساکہ محمد بن کعب رح کے کلام کا نتیجہ ہی یہ حدیث ہی جو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کہ جب یہ آیت اُتری تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری تمام امت سب کے واسطے ہی اور بعد رضامندی ملجانے کے پھر سخط نہین۔ یعنی اللہ عزوجل نے رضامند ہونے کو ظاہر کردیا پھر اپنے فضل سے ناخوش نہوگا۔ پھر واضح ہو کہ مرد صالح تھوڑے تامل کرنے سے سمجھتا ہی کہ یہ رضوان الٰہی امر مقصود سے ہی جو اُنکو اسوقت حاصل ہوچکا اگرچہ بطریق کمال وہ رضوان فی الجنۃ ہی۔ فافہم پھر بعد رضوان کے فرمایا وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ابن کثیر رح کی قراءۃ مین۔ من تحتها الانہار۔ ہی۔ یعنی اور مہیا فرمائین اُن بندون کے لیے جنتین جنکے نیچے نہرین جاری ہین خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا درحالیکہ ہمیشگی والے ہین اسمین ہمیشہ۔ ابداً تاکید ہی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ مجموع جو بیان ہوا یا انمین سے ہرایک امر فوز عظیم ہی

وقد مر تفسیر نحوما فی الآیۃ مرارا- ف-۱- علماء نے اتفاق کیا کہ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا
ایمان لائین- پھر روایات مختلف ہین کہ دوسرا کون شخص ہی پس بعض نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہین اور اکثروں کے نزدیک
اسوقت دس برس کے تھے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بعد خدیجہ رضہ کے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور عروۃ بن الزبیر نے کہا کہ زید بن حارثہ
اور شیخ اسحق بن ابراہیم کہتے تھے کہ اختلاف نہین بلکہ یہ معنی ہین کہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مردان آزاد مین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ
ایمان لائے اور لڑکون مین سے علی بن ابیطالب رضہ اور موالی مین سے زید بن حارثہ رضہ پس یہ لوگ سب سے پہلے سبقت کرنے والے
ہین- اور انصار مین سے وہ چھ آدمی ہین جو زمانۂ جاہلیت مین موسم حج مین کفار قریش سے معاہدہ کرنے گئے تھے اور آنحضرت صلعم
کی دعوت اسلام کرنے پر معاہدہ وغیرہ چھوڑ کر رات مین گھاٹی پہاڑ پر ایمان لائے اور واپس ہوکر دوسرے سال بارہ آدمی سے بیعت
کی اور ایمان لائے پھر تیسرے سال ستر آدمی مشرف ہوے پس یہ لوگ انصار مین سے سب سے سابق ہین- پھر لوگ گروہا گروہ ایمان
مین داخل ہوگئے جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر عثمان بن عفان و زبیر بن العوام اور عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحہ
رضی اللہ عنہم ایمان لائے پھر لوگ پے درپے ایمان لاتے گئے- اور پہلے مذکور ہوا کہ آیت مین سابقین اولین سے کون لوگ مراد ہین
اہل بدر یا بیعۃ الرضوان یا جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم علی ما مر مفصلا فتذکر- امام رازی وغیرہ نے یہان ایک قول یہ لکھا کہ ہجرت و نصرت
کی راہ سے سابقین مہاجرین و سابقین انصار مراد ہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے مطلقاً سابقین فرمایا- اور یہ نہین کہا کہ کس امر مین
سابق ہین تو لفظ مجمل رہا پس لفظ سے اجمال رفع کرنے کے واسطے ضرور ہوا کہ اُسکو پھیرا جاوے ایسی چیز کی طرف جس سے مہاجرین و
انصار ہوئے ہین اور وہ ہجرت و نصرت ہی پس سبقت براہ ہجرت و سبقت براہ نصرت مراد ہوئی- مترجم کہتا ہی کہ مین نے بھی
سابق مین اسطرف اشارہ کیا ہی فتامل- اور میری توجیہ اور اس تقریر اور قول شعبی رحمہ اللہ کے اجتماع سے بڑی قوت اس قول کی
ہوگئی کہ اہل بیعۃ الرضوان مراد ہین فافہم واللہ اعلم- واضح ہو کہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان- سے اہل سنت کے واسطے کمال تسکین
ہی اسواسطے کہ یہی فرقہ ہی جو آنحضرت صلعم و آپ کے صحابہ رضہ کی اتباع پر بدون کسی تغیر و تبدیل و اختراع و بدعات کی اقتدا کرتا ہی
مسئلہ شیخ محمد بن الفضل بخاری رح نے کہا کہ جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یار غار ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہی اور
شیخ دہلوی و ایک جماعت علماء نے اکثر فرقہ رافضہ کے مرتد ہونے اور اُنکے ساتھ مناکحت جائز نہونے کا فتوی دیا ہی اور شک نہین
کہ جو فرقہ ان لوگون مین سے جو اپنے کو شیعہ کہتے ہین قطعیات کے منکر ہین وے مرتد ہوکر دائرہ ایمان سے خارج ہوگئے- مسئلہ
سبّ الصحابہ رضی اللہ عنہم کبیرہ گناہ ہی اور بعض نے کہا کہ انکار اُنکے بندگان مرضی ہونے کا بسبب اس آیت کریمہ و دیگر آیات کے کفر
دار تداد ہی- نعوذ باللہ منہ- ابو سعید خدری رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لاتسبوا اصحابی الحدیث یعنی میرے صحابہ کو بدی
کے ساتھ مت یاد کیجیو کیونکہ تم مین سے اگر کوئی کوہ اُحُد کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو اُنمین سے کسی کے ایک مُد برابر نہ پہونچیگا اور نہ آدھے
مُد برابر- شراح رحمہم اللہ نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اگر کوئی شب و روز بلا وقفہ عبادت کرے اور خیرات کرتا رہے بلکہ جسقدر اسکے
حیطہ امکان مین نہین بلکہ عادۃً اس سے محال ہی فرض کرو کہ اسقدر بجالاوے تو بھی کسی صحابی کے ایک ادنی مقدار عمل خیر کو بھی نہین
پہونچیگا اور ظاہر ہی کہ انکا اخلاص و اُنکا جان و مال باوجود فقر و فاقہ کے فدا کرنا اس حال سے کہ آفتاب نبوت سے اُنکی پاک آنکھین
روشن تھین اور انوار معارف سے مالامال تھے یہ کوئی کہان سے لاویگا ایک نعمت عظمی اُنکو دیدار و خدمت حضرت سرور عالم عین مقصود

خلق نبی آدم صلے اللہ علیہ وسلم حاصل تھی کہ وہ اب محال ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو دیکھو کہ میرے کسی صحابی
کو بُرا کہتا ہی تو اُس سے کہو کہ تجہپر اللہ تعالے کی لعنت و پھٹکار ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ فرمایا جسنے میرے کسی صحابی کو بُرا کہا تو اسپر اللہ تعا
و ملائکہ و تمام لوگون کی لعنت ہی۔ صحیح حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا۔ خیر القرون قرنی الحدیث۔ قرن بنا بر قول مشہور کے سو برس کا
ہوتا ہی تو معنی یہ کہ میرے وجود کی صدی بہت بہتر ہی پھر وہ صدی جو اُس سے پیچھے لگی آویگی پھر اُسکے بعد والی صدی۔ علماء نے اتفاق
کیا کہ بھلائی کی تنصیص انھین تین صدی کے واسطے ہی اور آئندہ چوتھی صدی سے لیکر زمانہ امام مہدی علیہ السلام تک لوگ اخلاص و
امانت مین ناقص ہونگے اور بھلے لوگ کم اور بُرے زیادہ ہونگے اور لوگ بدعتین نکالینگے جسپر اُس زمانہ والے اکثر متفق ہوجاوینگے بخلاف
زمانہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے کہ بدعت بھی کوئی نکالتا تو اُسپر بھی اہل تقوی کثرت سے انکار کرکے اُسکو برباد کردیتے
اگرچہ اُس قوم مین جسنے بدعت نکالی ایک داغ رہجاتا اور یہ خود حدیث شریف سے بھی ثابت ہی۔ اور آنحضرت صلعم نے بدعت سے
بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہی منجملہ احادیث کے صحاح کی حدیث من احدث فی امرنا ہذا وفی روایۃ فی امر دیننا ہذا الحدیث یعنی جسنے ہمارے
اس دین مین یعنے جو اسوقت کمل موجود تھا کوئی ایسی بات نکالی جو اسمین سے نہین ہی تو وہ مردود ہی۔ یہان سے صاف ظاہر ہوگیا کہ
علماء مین سے جسنے بدعت اُسکو کہا جو بعد آنحضرت صلعم کے نکالی جاوے پھر طرح طرح کے الوان طعام کو بھی اقسام بدعت مین سے
شمار کیا تو اس عالم سے سہو ہوا اللہ تعالے مغفرت کرے کیونکہ یہ تو بدعت بمعنی لغوی ہوسکتا ہی اور بدعت شرعی تو وہی ہی جو دین کے
امور مین احداث ہو یعنی ثواب کا طریقہ نیا نکالا جاوے اسطرح کہ اصول شرع سے اُسکا ثبوت نہو پس جو امر بنظر ثواب نہو وہ بھی بدعت نہوگا
حتی کہ اِعراب قرآن مجید وغیرہ جبکہ مستقل طریقہ ثواب نہین تو بدعت مین کیون داخل کیے جاتے ہین ہان تعلیم قرآن مجید کا آسان
طریقہ ہی سو یہ خود شرع سے ثابت ہی آیا یہ نہین دیکھتے کہ اپنے دروازے پر بیٹھکر قرآن مجید پڑھانا یا دوزانو ادب سے بیٹھکر یا کتاب
مصحف سے دیکھکر پڑھانا یہ کوئی بدعت نہین ہین بلکہ طریقہ تعلیم مین شرعًا اختیار ہی اس لیے کہ تعلیم کا حکم دیا بدون تخصیص کسی وضع
خاص کے تو باشارت یا باقتضاء ثابت ہوگیا کہ طرق مذکورہ جائز ہین اور چونکہ بے ادبی کرنا مطلقًا و خصوص کلام مجید سے حرام و ممنوع ہی
پس طریقۂ خلاف ادب علیحدہ نصوص سے منکر و ممنوع ثابت ہی اب ایک بات یاد رکھو کہ علماء کا اجماع ہی کہ افعال ثواب کی ہیأت امر توقیفی
ہی مثلًا قراءۃ قرآن وغیرہ جو نماز مین ہی وہ جبھی نماز واقع ہوگی کہ جب اسی ہیأت سے ہو جو شارع نے بیان فرمائی ہی جیسے اعداد رکعات
کہ فجر کی دو رکعات اور عصر کی چار و مغرب کی تین رکعات ہین اُنہین بھی قیاس کو کچھ دخل نہین بلکہ امر توقیفی ہی واقف کرادینے سے
ہم واقف ہوگئے ورنہ جاہل رہتے کیا نہین دیکھتے کہ جس دن عید کا چاند ہوگا اُس دن تک روزہ فرض محتم ہی اور اسکے دوسرے روز
عید کے دن حرام پھر بھلا قیاس کو بیان کیا مجال ہی اور دیکھو کہ دارمی وغیرہ مین مروی ہی کہ کچھ لوگ مسجد مین بیٹھے حلقہ کرکے اسطرح یاد الہی
تعالے کرنے لگے کہ بھائیو سو مرتبہ تسبیح پڑھو پھر ایک بولا کہ بھائیو اب سو مرتبہ تحمید پڑھو تو ایک شخص نے دیکھکر عبد اللہ بن مسعود رض سے
جاکر کہا وہ تشریف لائے اور اُنکو ملامت کرنے لگے اور کہا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین ہوا کہ آنحضرت صلعم کے کھانے کے برتن ٹوٹے ہون کہ تم نے
بدعتین نکالنی شروع کردین تو وہ لوگ بولے کہ یا حضرت ہم تو فقط تسبیح و تحمید کرتے ہین اسمین کیا برائی ہی تو فرمایا کہ تم وہ طریقہ پکڑو جو آنحضرت
صلعم کے یارون کا ہی اور تم اپنے لیے استغفار کرتے تو تمھارے واسطے بہتر تھا غرضکہ اُنکو متفرق کردیا۔ راوی کہتا ہی کہ پھر مین نے انھین
مجمع والون کو چند روز بعد دیکھا کہ خارجیون کے ہمراہ ہوکر مارے گئے ہین۔ مترجم اپنے برادران اسلام سے کہتا ہی کہ اللہ تعالی آپ لوگ

ایسی باتون وطریقون سے پرہیز کرین جو بدعت ہین یا انہین بدعت حسنہ وسیئہ ہونے کا اختلاف ہے اور اس اختلاف سے بچکر بحکم قولہ تعالے
وامر قومک یاخذوا باحسنہا۔ وہی طریقہ اختیار کرین کہ بالاتفاق وہ نہایت خوب ومحبوب ومسنون ہے جیسے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم پر تخلیہ مین بیٹھکر جوش خاطر ومحبت کے ساتھ درود پڑھنا کہ اسکے فضائل سے قرآن مجید واحادیث مالامال ہین واللہ تعالے
ہو الموفق للصدق والصواب۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ عین سنت تھا۔ کیا خوب امت مرحومہ مقبول الٰہی سبحانہ تھے کہ انکے حق
مین فرمایا رضی اللہ عنہم اللہ تعالے انسے راضی ہوا ورضوا عنہ اور وے بھی اللہ تعالے اپنے معبود سے راضی ہوے۔ پس اے لوگو
تم انکی اقتدا کرو یہی صواب ہے اور سواے اسکے سب بدعت وضلالت وجہنم کی پگڈنڈی ہے۔ نعوذ باللہ تعالے من عذاب جہنم
ف ۲ فی العرائس قولہ تعالے والسابقون الاولون الخ یعنے غیب سے پیدا ہو کہ بحضور خالق عز وجل حاضر ہونے کے وقت ازل ہی
مین شوق ومحبت سے ارواح کے ساتھ مشاہدہ کی طرف سبقت کرنے والے بندے۔ پھر جب ارواح ابدان مین آئین تو بھی برابر اسی طرف
پرواز کرنے پر آمادہ رہین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ سابقین وہ ہین کہ ازل ہی مین انکو عنایت پہونچی کہ مقبول ہو گئے ہین۔ قولہ والذین
اتبعوہم باحسان۔ یعنی سابقین کو اور انکے حال کرامت کو پانے والے۔ اور باحسان اتباع اس احسان سے ہے جو انپر بھی بفضل وکرم ازل
مین واقع ہوا تھا۔ قولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ رضاے الٰہی اصل وہ تھی کہ ازل مین انکو چھانٹ لیا پس کشف مشاہدہ سے یہ بندے
اپنے پروردگار سے راضی ہو گئے۔ اور جعفر رح نے کہا کہ انکی رضامندی اس نعمت پر کہ جو انکو اپنے حبیب محمد صلعم کی اتباع سنت کی
توفیق دی پس جان ومال فدا کرکے مومن ہوے۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ پہلے حضرت حق عز وجل ہی کی رضا تھی کہ یہ بندے راضی ہوے
یہ حال تو نہایت کمال کے ساتھ ایمان مین راسخ بندون کا ہے پھر انکے مخالف نہایت کمال کے ساتھ نفاق مین راسخ آدمیون کا حال
بیان فرمایا۔ لقولہ تعالے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۚ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ

اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہین اور بعضے مدینے والے اڑ رہے ہین نفاق پر

لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝

تو انکو نہین جانتا ہمکو معلوم ہین انکو ہم عذاب کرینگے دوبار پھر پھیرے جاوینگے بڑے عذاب مین

معانقه

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قولہ ممن حولکم۔ خبر مقدم قولہ
منافقون۔ مبتدأ۔ اور قولہ ومن اہل المدینہ عطف بر قولہ ممن حولکم۔ گویا یون ہے کہ وممن حولکم من الاعراب ومن اہل المدینہ منافقون۔ اور
قولہ ممن حولکم اے من حول بلدکم یعنی تمہارے شہر کے گرد والے گنوارون مین سے منافق لوگ اور اہل مدینہ مین سے بھی۔ اور شاید اول
مبتدا خبر الگ ہو اور قولہ ومن اہل المدینہ خبر مقدم اور قوم مبتدا محذوف ہو۔ یعنی تمہارے شہر کے گرد والے اعراب مین سے اور اہل مدینہ
مین سے منافق ہین وے نفاق پر بار دھوے کہ ہین۔ مرد بمعنی صفائی وخلوص یعنے نفاق پر خالص ہین جیسے سابقین اولین لوگ ایمان پر
خالص ہین۔ اور نیز مرد بمعنی مشق وعادت ہے یعنے نفاق پر نہایت مشاق ہین انکی عادت ہو گئی ہے حتی کہ فرمایا۔ لَا تَعْلَمُهُمْ تو انکو نہین
جانتا ہے نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ہم انکو جانتے ہین۔ یعنی نفاق مین کامل مشاق ایسے ہین کہ انکی ظاہری طاعت واخفاء نفاق باطن کی
عادت سے تعبیر انکا حال پوشیدہ ہو گیا باوجود اسکے کہ حق تعالے نے آنحضرت صلعم کو کمال نور فراست عطا فرمایا تھا اور قولہ نحن نعلمہم سے

یہ نکل آیا کہ انکی مشاقی انکو کچھ مفید نہیں کیونکہ اگر اپنی مشاقی سے تجھ پر اخفا کرکے فریب دیدیا تو بیفائدہ ہوا اس لیے کہ ہم انکو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ہی کے علم پر آدمی کا بدلا ہی وہی عذاب و ثواب دینے والا ہی لہذا فرمایا۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ہم انکو عنقریب ضرور دوبار عذاب کرینگے۔ علماء تفسیر میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ دانا تر ہی کہ دوبار کون کون ہیں اور کیا عذاب ہی اور بعض سلف سے مروی ہی کہ عذاب دنیا خواہ بفضیحت و رسوائی خواہ بقتل و مصیبت اور خواہ باعطاء اموال و اولاد جو درحقیقت منافقوں کے لیے بحکم قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ عذاب ہی اور دوسرا عذاب قبر ہی یہ دونوں عذاب تو عاجل و جلد ہیں۔ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ پھر رد دکیے جاوینگے طرف عذاب عظیم کے یعنی قیامت میں دوزخ میں ڈالے جاوینگے۔ ف۔ قولہ ومن حولکم من الاعراب میں کون گنوار مراد ہیں تو امام محی السنۃ و شیخ مفسر سیوطی وغیرہما نے لکھا کہ وہ قبیلہ اسلم و اشجع و غفار وغیرہ ہیں جو مدینہ کے گرد اُترے تھے بعض نے اعتراض کیا کہ آنحضرت صلعم نے ان قبیلوں کے لیے اچھی اچھی دعائیں فرمائی ہیں پس تفسیر میں اشکال ہوا اور مترجم جواب دیتا ہی کہ معترض کو حرف من ممن حولکم میں من تبعیضیہ سے شاید سہو ہوا کیونکہ تفسیر کے یہ معنی ہیں کہ من اسلم و اشجع و غفار یعنی ان قبائل میں سے بعض بعض منافق ہیں حاصل آنکہ تفسیر من حولکم کی ہی وفی البیضاوی ہو او رکانو انازلین حول المدینۃ۔ پس ممن حولکم بمعنی من اسلم و اشجع الخ ہوا اب کوئی اشکال نہیں ہی کما لا یخفی۔ قولہ لا تعلمہم۔ ابو البقاء عکبری رح نے لکھا کہ علم یہاں متعدی بیک مفعول بھی ہو سکتا ہی اور متعدی بدو مفعول بھی پس مفعول دوم محذوف ہوگا اے لا تعلمہم منافقین۔ تو انکو منافق نہیں جانتا۔ یہی بعض مفسرین نے بھی لکھا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک پسندیدہ تقریر نہیں ہی اس لیے کہ جب علم کے معنی دل سے جان لینا ٹھہرے تو اللہ عز و جل کے فرمانے سے آنحضرت صلعم نے جان لیا کہ وہ منافق ہیں لہذا معنی یہ ٹھیک ہیں کہ لا تعلمہم باعیانہم۔ یعنی مخصوص ہر ہر فرد کو نہیں جانتا ہی اور اس تقریر سے یہ اشکال بھی مندفع ہوا کہ نفاق کے ایسے ایسے علامات ہیں کہ آنحضرت صلعم پر چھپ نہیں سکتے تھے۔ اور اصل اس اشکال کی قولہ تعالیٰ ولو نشاء لاریناکہم فلعرفتہم بسیماہم ولتعرفنہم فی لحن القول الآیہ ہی کیونکہ اسمیں مصرح ہی کہ معرفت باعیان اگرچہ عطا نہوئی مگر معرفت بلحن القول آپ کو حاصل ہوئی ہی اور یہاں بھی یہی معنی مراد ہیں کہ بعین انکو تو نہیں جانتا ہی اور یہ نہیں کہا کہ علامات سے بھی نہیں جانتا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس معنی کے واسطے شاہد روایت امام احمد ہی کہ جبیر بن مطعم نے کہا کہ یا رسول اللہ وے لوگ زعم کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمارے لیے کچھ ثواب نہیں تو فرمایا کہ تمہارے اجر تمہارے پاس آجاوینگے اگرچہ تم لومڑی کے بل میں ہو اور مجھے کان جھکا کر سننے کا اشارہ کیا اور میرے کان میں فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے بعضے منافق ہیں۔ الحاصل ضرور منافقین سے ایسے بعض قول صادر ہو جاتے ہیں جنسے نفاق کی شناخت ہو جاوے۔ اور پردہ فاش کرنے سے احتراز کرنا انبیاء علیہم السلام کی شان ہی اور آنحضرت صلعم نے بھی حرملہ رضی اللہ عنہ کو انکے ساتھی منافقوں کے پردہ فاش کرنے سے منع فرمایا۔ کما رواہ الحاکم و ابن عساکر۔ قولہ تعالیٰ سنعذبہم مرتین۔ ابن عباس سے روایت ہی کہ جمعہ کے روز آنحضرت صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے اور فرمایا کہ او فلانے تو نکل جا کہ تو منافق ہی اور او فلانے تو بھی نکل تو بھی منافق ہی پس مسجد میں سے چند منافقوں کو فضیحت کرکے نکال دیا اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ جو بہت دور رہتے تھے آئے اور یہ منافق لوگ نکلے جاتے تھے پس عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھکر کہ نماز ہو گئی شرم کرکے ان لوگوں سے چھپا اور یہ لوگ حضرت عمر رض سے اس خیال سے چھپے کہ انکی فضیحت کا حال عمر رض کو معلوم ہی پھر عمر رض مسجد میں آگئے تو دیکھا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی ہی اتنے میں ایک صحابی نے حضرت عمر رض سے پکار کر کہا کہ اے عمر رض مبارک ہو کہ اللہ تعالےٰ نے آج منافقوں کو رسوا کیا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ یہ پہلا عذاب ہی

اور رہا دوسرا عذاب سو وہ عذاب القبر ہے- اسنادہ جید وفی مسند احمد عن ابن مسعود رضہ نحو ذلک وفیہا انہ اخرج فی الیوم ستۃ وثلثین رجالا من المنافقین- اور شیخ قتادہ رح وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد عذاب الدنیا وعذاب القبر ہے اور کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ آنحضرت صلعم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منجملہ اسرار کے بارہ منافقون کو بیان کیا اور ہم سے بیان کیا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ جب کسی مردہ کی نسبت گمان کرتے کہ شاید یہ بھی عنہم مین سے ہے تو حذیفہ کی طرف دیکھتے پس اگر حذیفہ رضہ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو نماز پڑھاتے ورنہ چھوڑ دیتے- اور عمر رضہ نے حذیفہ سے قسم دلائی کہ تمکو قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی کہ مین ان لوگون مین سے تو نہین ہون تو حذیفہ رضہ نے کہا کہ نہین اور مین تمہارے بعد اور کسی کو اس سے مامون نہین کرونگا- واضح ہو کہ آیت مین جو منافقین مراد ہین انکی شان فی الجملہ انکے دو مرتبہ معذب ہونے سے ظاہر ہے اگرچہ عموماً ظہور نہو- اور بعض نے جو تفسیر مین کہا کہ عذاب اول عذاب الدنیا اور دوم عذاب الآخرۃ ہے یہ قول ٹھیک نہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے عنقریب انکو معذب کرنے کو فرمایا بقرینہ قولہ ثم یردون الی عذاب عظیم- پس قول البعض خلاف ظاہر سیاق ہے اور یہ جو کہا گیا کہ دوم عذاب النار بمانند دیگر کفار ہوگا پھر انکا مستقر درک اسفل النار ہوگا تو یہ بھی نہ دار بعیدہ ہے کیونکہ اس تقریر سے سیاق تسہیل وتہوین ہوگا حالانکہ سیاق تشدید وتہویل ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب-

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ

اور بعضے دیگر مانین اپنا گناہ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے

عَلَيْهِمْ ۭاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

انکو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

جب ایسے لوگون کا حال جو بسبب شک ونفاق کے غزوہ تبوک سے تخلف کر گئے تھے بیان ہوگیا تو اب ایسے متخلفین کو ذکر فرمایا جو باوجود یقین وتصدیق کے بطور گناہ وسستی وآرام طلبی کے پیچھے رہ گئے تھے- بقولہ- وَاٰخَرُوْنَ اے وممن حولکم او من اہل المدینۃ ومنہا قوم آخرون یعنی مدینہ کے گرد والون یا مدینہ والون یا دونون مین سے ایک قوم دیگر ہین یعنے ایک اور فریق کے لوگ ہین کہ- اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ جنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کیا یعنے پیچھے رہنے پر نادم ہوے اور منافقون کی طرح جھوٹے عذر نہین کیے- خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا خلط کیا انھون نے دو طرح کے اعمال کو ایک عمل صالح کو اور دوسرے عمل طالح کو- عمل صالح انکا ایمان ودیگر اعمال اسلام مثل نماز روزہ وغیرہ ہین اور عمل السئی یہی تخلف ہے- یا عمل صالح سے مراد توبہ وندامت ہے جو بعد تخلف کے انپر طاری ہوئی- اور خلط سے مراد مطلق اکٹھا ہو جاتا اور یہ نہین کہ ایک دوسرے سے دودھ پانی کی طرح ملکر خراب کرین کہ نہ دودھ رہے نہ پانی- اور بعض نے کہا کہ واو جمع بمعنی باء العصاق بطریق استعارہ ہے اے خلطوا العمل الصالح بالسئی- اور واحدی رح نے کہا کہ فائدہ اس استعارہ کا یہ ہے کہ مراد خلط سے اجتماع ہے نہ حقیقۃً خلط کرنا ہان اشارہ ہے کہ مجتمع ہونے سے مثل مخلوط کے رونق عمل صالح کم ہو جاتی ہے- اور آیت مین دلیل ہے کہ خالی اعتراف گناہ واقرار سے توبہ متحقق نہین ہوتی جب تک کہ یہ عزم قوی نہو کہ آئندہ ایسی حرکت نہوگی اگرچہ سرزد ہو جاوے- بعض نے کہا کہ اعتراف مستعمل بمعنی ندامت ہے جیسے اردو مین نوکر کی سفارش مین آقا سے کہتے ہین کہ معاف کیجیے وہ اپنے قصور کا معترف ہے یعنی نادم ہے کہ اب کبھی نہوگا- پس ایسے ہی یہ بندے معترف نادم وعازم ہوکر مغفرت کے امیدوار تھے- ابن عباس رضہ ومجاہد وغیرہما سے مروی ہے کہ جب ابولبابہ وغیرہ نے سُنا کہ متخلفین کے حق مین ایسا ایسا نازل ہوا ہے تو نادم ہوکر اپنے آپ کو مسجد کے ستونون سے باندھ دیا اور قسم کھائی

کہ کوئی ہمکو نہ کھولے اگر ہماری توبہ قبول ہو جاوے تو آنحضرت صلعم کھولین ورنہ موت بہتر ہی پس آنحضرت صلعم نے کھولا جبکہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالے نے فرمایا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ لگتا ہو کہ اللہ تعالے انکی توبہ قبول فرما دے۔ مواہب مین کہا کہ عسی کلام الٰہی مین بالاتفاق تحقیق وقوع کے لیے ہو۔ بعض نے نکتہ لکھا کہ عسی سے تعبیر مین اشعار ہو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ امور محض فضل و انعام ہین پس توبہ وغیرہ سے کسی طرح کوئی امر اسپر واجب نہین ہوتا تو توبہ و شرم کی حالت مین بھی امیدوار و خوفناک رہین کہ مناسب بشان کبریائی و عظمت الٰہی یہی ایمان امید و بیم ہی ہان کبھی کفار کی طرح نا امید نہون کیونکہ مومن ہین۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بالتحقیق اللہ تعالے غفور رحیم ہی یعنی بے انتہا و بدرجہ کمال مغفرت کرنے والا و رحمت فرمانے والا ہی۔ آیت کا سبب نزول اگرچہ خاص ہو و لیکن حکم عام ہی کذا قالوا اور ابو عثمان رح سے مروی ہو کہ میرے نزدیک قرآن مین یہ آیت مومنون کے لیے کمال امیدگاہ ہو۔ رواہ الطبرانی۔ سمرہ بن جندب نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آج رات دو آنے والے میرے پاس آکر مجھے اٹھا کر سونے چاندی کی اینٹون سے بنے ہوئے شہر مین لے گئے اُسی وقت مجھسے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی جنکے آدھے دھڑ نہایت خوبصورت تھے اور آدھے کریہ منظر پس دونون نے ان لوگون سے کہا کہ جا کر اس نہر مین کود پڑو پس وے لوگ ہمارے پاس اچھی صورت مین واپس آئے کہ وہ بدشکلی اُنسے دور ہو گئی تھی پھر دونون نے مجھسے کہا کہ یہ جنت عدن ہی اور وہ آپ کی منزلت رفیع ہی اور یہ لوگ جو آدھے خوبصورت و آدھے بدصورت تھے وہ لوگ ہین کہ عمل صالح و عمل السئی کو خلط کیا تھا تو اللہ تعالے نے انسے تجاوز فرما کر انکو بخش دیا۔ رواہ البخاری فی التفسیر صحیحہ۔ بالجملہ حق تعالے نے سب ان مومنین کو جن سے بسبب عدم توفیق کے گناہ تخلف سرزد ہوا اور وے اسپر سخت نادم ہوے اپنے فضل و کرم سے بخشا اور اپنے رسول کو حکم دیا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ
لے — انکے مال مین سے — زکات کہ انکو پاک کرے اس سے اور تربیت — اور دعا دے انکو — البتہ تیری دعا انکو اسودگی ہو

لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ
اور اللہ سب سنتا ہو جانتا — کیا جان نہین چکے کہ اللہ ہی قبول کرتا ہو — توبہ — اپنے بندون سے — اور لیتا ہی

الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝
زکاتین — اور اللہ ہی — توبہ قبول کرنیوالا — مہربان ہو

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ ضمیر راجع بجانب مومنین متخلفین خالطین عمل صالح بالسئی ہو اور بعض نے کہا کہ عموماً مومنین کی طرف راجع ہی اسی واسطے بعد وفات حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض احیاء عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا یہ سمجھکر کہ حکم صدقات لینے کا مخصوص بآنحضرت صلعم تھا اور امام کو دینے کا حکم نہین پس حضرت ابوبکر رض و صحابہ رض نے بالاجماع انکار کیا اور ابوبکر رض نے انسے قتال کا حکم دیا جسمین صحابہ کو کچھ تامل ہوا پھر سب متفق ہو گئے۔ بہرحال ضمیر کسی طرف ہو تسمین اتفاق ہو کہ حکم عام ہی اگرچہ شیخ مفسر رح نے ظاہر اول اول اختیار کیا اے خذ من اموال ہولاء المتخلفین الذین خلطوا العمل الصالح بالسئی۔ صَدَقَةً یعنی ان مومنین کے اموال سے جنہون نے تخلف کا گناہ کیا ہو صدقہ لے۔ تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا کہ تو انکی تطہیر و تزکیہ کرے اس صدقہ کے وسیلہ سے۔ یعنی اس صدقہ کے تقرب سے تو انکو گناہون سے عموماً و اس گناہ تخلف سے خصوصاً پاک کرے۔ دلیل ہو کہ صدقہ بعد گناہ کے توبہ کے پسندیدہ و بہتر ہو

اور صدقہ اچھا وسیلہ تقرب بحق تعالیٰ ہے - قال الشیخ پس آنحضرت صلعم نے ان مخلفین کے اموال سے تہائی لیکر صدقہ کر دیا - مروی ہے کہ ان
لوگون نے کل مال لٹا دینا چاہا تھا یہ کہا کہ اسی مال نے ہمکو گناہ مین ڈالا پس نزول آیت سے آنحضرت صلعم نے تہائی لیکر صدقہ کر دی - پس
اگر وحی سے تعیین مقدار معلوم ہوئی تو ظاہر ہے ورنہ تہائی کی تعیین شاید آپ نے اجتہاد سے فرمائی ہو - بعض کا نکتہ ہے کہ انقطاع از تعلقات
دنیاوی دنیا سے موت اور آخری دائمی حیات ہے پس حق سیت تہائی مال سے متعلق ہوتا ہے اسیقدر صدقہ کر دیا حتی کہ کچھ تعلق نفس بدنیا سے
فانیہ نہ رہا - فافہم - وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ اے و استغفر لہم فان استغفارک رحمۃ لہم - اور انکے واسطے
گناہون سے مغفرت مانگ کہ تیرا مغفرت مانگنا انکے واسطے رحمت ہے کذا روی عن ابن عباس رض - صلاۃ بالف قیاسی ہے کیونکہ مبدل واو کا
ہے اور دوسرے مواضع مین صلوۃ بالواو رسم الخط قرآنی ہے جسپر قیاس نہیں ہو سکتا - والصلوۃ بمعنی استغفار ہے چنانچہ صلاۃ الجنازہ میت کے
لیے استغفار ہے اگرچہ صلاۃ جب مضاف بجانب حق تعالے ہو تو رحمت حقیقی ہے اور یہ در اصل آثار ونتائج بحسب مضاف الیہ ہین جیسے مومنین کا
آنحضرت صلعم پر صلاۃ و درود پڑھنا یعنی دعا ہے - بالجملہ آنحضرت صلعم کو اخذ صدقات اور انپر صلاۃ کا حکم دیا اسی واسطے آپ اہل صدقات پر
صلاۃ بھیجا کرتے چنانچہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پاس کسی قوم کا صدقہ لایا جاتا تو فرماتے اللہم صل علی آل فلان پس
میرا باپ اپنے صدقہ کو لایا تو فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی - رواہ البخاری ومسلم وغیرہما - وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالے
سمیع ہے پس تیرے استغفار کو انکے حق مین سنتا ہے اور علیم ہے کہ جو شخص تیرے استغفار کا سزاوار ہے اسکو خوب جانتا ہے - حذیفہ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی پر صلاۃ فرمائی تو اس شخص کو پہونچی واسکی اولاد کو اور اسکے اولاد کی اولاد کو یعنے آپ کی صلوۃ
اس شخص کے تین پشت تک کے واسطے کافی و باقی ہوتی تھی - رواہ احمد - سبحان اللہ تعالے کیا خوش نصیب لوگ تھے - ایک عورت نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر و میرے شوہر پر صلاۃ فرمائیے - فرمایا - صلی اللہ علیک وعلی زوجک - واضح ہو کہ اللہ تعالے عزوجل اپنے حبیب
رسول محمد صلعم پر صلاۃ فرماتا ہے پس یہ منزلت رفیع دیکھو اور رہے امتی لوگ تو انکا یہ منھ کہان کہ انپر اللہ تعالے صلاۃ فرماوے ہان اگر کرامت
چاہتے ہین تو اپنے پاک رسول صلعم کے ذریعہ سے حاصل کرین چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ جو بندہ مومن مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالے
عزوجل اسپر دس مرتبہ صلاۃ فرماتا ہے - والحمد للہ رب العالمین - پھر مومنون کو صدقات پر تحریض فرمائی بقولہ - أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ کیا انھون نے یہ نجانا کہ اللہ تعالے وہ پاک پروردگار قبول فرماتا ہے
توبہ کو اپنے بندون سے اور لیتا ہے صدقات کو - وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اور اللہ تعالے تواب الرحیم ہے یعنی یہ اسکی شان
پاک ہے - ائمہ صوفیہ نے کہا کہ مکر قدیم وہ از شان صفات ہے چنانچہ قبول توبہ کے ساتھ اخذ صدقات کو باوجود ظہور حال کے ایسی شان سے
ملایا کہ منافقین خیالات باطل مین پڑے حالانکہ او تعالے مستغنی پاک ہے اور نفع صدقات انھین کو کامل واصل - بلکہ ابو ہریرہ رض نے کہا
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے صدقہ قبول فرماتا ہے - (یعنے حلال کمائی سے کما فی حدیث آخر -) اور اسکو اپنے داہنے مین لیتا ہے -
(یعنے صفت یمین مین) پس وسکی تربیت فرماتا ہے جیسے کوئی تم مین سے اپنا گھوڑے کا بچہ پرورش کرتا ہے حتی کہ ایک چھوہارا کوہ احد برابر ہو جاتا ہے
اور اسکی تصدیق کلام الٰہی تعالے مین ہے قولہ الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقات اور قولہ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات
الآیۃ - یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہے - حاصل آنکہ محتاج فقیر کے ہاتھ مین پہونچنے سے پہلے موافق حدیث ابن مسعود رض کے یمین الرحمن تعالے مین
پہونچتا اور اسکی نظر رحمت و قبول سے ایک چھوہارا مثل کوہ احد کے ہو جاتا ہے اور ایک حدیث مین مصرح ہے کہ حلال کے سوائے قبول نہین ہے

فی تفسیر الحافظ رح حوشب بن سیف حمصی نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین لوگون نے جہاد کیا اور عبد الرحمن بن
خالد بن الولید انپر سردار تھے پس لشکر مین سے ایک نے سو دینار رومی چھپا لیے جب لشکر واپس آیا تو وہ شخص نادم ہوا اور امیر لشکر کے پاس
لایا تو عبد الرحمن نے فرمایا کہ لوگ متفرق ہوگئے اور مین تجھسے قبول نہین کرونگا یہانتک کہ تو خود انکو قیامت کے روز اللہ تعالی کے
حضور مین لاوے پس اس شخص نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جانا شروع کیا اور ہر ایک اسکو یہی جواب دیتا تھا۔ پس دمشق مین آکر
معاویہ رض کے پاس گیا کہ وے قبول کرلین انھون نے بھی انکار کیا پس وہ روتا ہوا غمناک نکلا اور استرجاع پڑھتا چلا جاتا تھا راہ مین
عبد اللہ بن الشاعر السکسکی کیطرف گذرا عبد اللہ نے اس سے حال پوچھا تو اسنے سب بیان کیا اور یہ عبد اللہ فقیہ عالم تھے پس اس سے
کہا کہ تو میری بات مانیگا اسنے کہا کہ ہان تو کہا کہ تو معاویہ رض پاس جاکر کہہ کہ آپ اپنا حق لے لیجئے یعنی پانچوان حصہ غنیمت بیت المال
کے لیے لیجیے پھر باقی اسّی دینار لیکر تمام اہل لشکر کی طرف سے صدقہ کردے کہ اللہ تعالے ہر ایک بندے کا نام ونشان ٹھیک جانتا ہے
ہر ایک کو اُسکا حق عطا فرمادیگا پس معاویہ رض نے سنکر کہا کہ اگر مجھسے یہ فتوی ملا ہوتا تو میرے نزدیک تمام مال سے جسکا مین مالک ہون
زیادہ محبوب تھا اس شخص نے کیا اچھا فتوی دیا ہے۔ رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالے **ف فی العرائس** قولہ تعالی وآخرون
اعترفوا بذنوبہم الخ ایک قوم کا حال ہے کہ جب اللہ تعالے نے انکو اپنی ذات کی معرفت دی اور انکے نفوس کے عیب انپر کھولے تو اپنے
نفس کو پہچانکر سخت نادم ہوے اور یہ قوم وہ ہے کہ انوار لطف ازلی انکو بعد تھوڑے قہر کے ملے تاکہ امتحان مین آکر لطف وقہر دونون سے
واقف ہون۔ پھر جب مقام استقامت مین پہونچے تو مشاہدہ حضرت ذوالجلال سے انکو سکون ہوا وہو المعنی من قولہ تعالے عسی اللہ ان
یتوب علیہم ان اللہ غفور رحیم۔ بعض نے کہا کہ ندامت سے توبہ کرنے کی نیت والون کی شناخت یہ ہے کہ جو گناہ ہوگیا اسکا اعتراف کرین
اور طاعتون پر نظر نہ کرین اور گناہ کو پیش نظر رکھکر ہمیشہ توبہ واستغفار مین گڑگڑاتے رہین اس امید سے کہ اللہ تعالے توبہ قبول فرمادے
قولہ تعالے خذ من اموالہم صدقۃ الخ بیان ہے کہ صدقہ لینے مین ید الرسول علیہ السلام ید اللہ تعالے ہے کیونکہ حدیث مین صحیح ہوا کہ سائل فقیر کے
ہاتھ مین پہونچنے سے پہلے صدقہ ید اللہ عز وجل مین پہونچ جاتا ہے۔ اشارہ ہے کہ انکے حظوظ نفس کو لے لے تاکہ انکے اور حق عز وجل کے
درمیان نفس کا لگاو نہ رہے۔ تنبیہ ہے کہ انکے اموال سے صدقہ لینے مین اپنے دست مبارک کی برکت پہونچا کہ بخل وبدخلقی سے پاک
اور نفوس طاہر ہوجاوین۔ وقولہ وصل علیہم۔ انکے واسطے دعا کردے یعنی اللہ تعالے انکو قرب وکرامت کے لیے قبول فرماوے۔ قولہ
ان صلاتک سکن لہم۔ یعنی مومنین کے دلون کو تیری دعا سے سکینت ہے کیونکہ تیری دعا مقرون باجابۃ ہے جسکا وے یقین رکھتے ہین
رُدیم رح نے کہا کہ تطہیر انکے سرار کی اور تزکیہ انکے نفوس کا۔ واسطی رح نے کہا کہ تطہیر انکے ابدان کے اموال مین مشغولی سے اور تزکیہ ان
اموال پر فخر کرنے اور اسکے جمع کرنے مین اکثار سے۔ اور انبیاء علیہم السلام پر زکوۃ نہین اس لیے کہ انکے دلون پر اموال کا خطرہ نہین ہوتا
قال الواسطی ایضاً انکے ظاہر حال کی پاکیزگی گناہون سے اور باطن کے عیوب سے حاصل ہو پس ظاہری گناہ یہ کہ فقیر پر احسان رکھین اور
باطنی عیب یہ کہ اذیت دین۔ بعض نے کہا کہ قولہ صل علیہم آہ یعنے تیری دعا سے انکو تعلقات دنیاوی سے انقطاع ہوگا۔ قولہ تعالے الم
یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ الخ اپنے کرم قدیم سے واقف کیا کہ دیا بہت اور قبول کیا تھوڑا۔ اور گناہ کرین بندے اور عطا فرماوے بھلائیان
تائب بندہ وہ کہ غفلت مین جو زمانہ گذرا اسپر تاسف ونادم ہوا اور قبول توبہ اس ندامت کی جزا مین کشف مشاہدہ ہے نصر آبادی رح نے کہا
کہ لینے وقبول کرنے مین فرق ہے کیونکہ کبھی قبول کرکے لیتا ہے اور لیتا نہین بدون قبول کے پس لینا اعم ہے۔ اور نیز کہا کہ قبول توبہ سے صدقہ لینا

افضل ہی اسی واسطے اسمین تربیت و بڑھاؤ رہوتی ہی کما فی الحدیث - میرے نزدیک یہ کہ قبول اعم ہی کیونکہ لیبا اوقات لے لیتا ہی اور اپنی درگاہ کے لایق نہین رکھتا جیسے صدقہ مال حرام لیس بندہ کو دلوا دیتا ہی پس اپنی رضا نہین بلکہ دینے والے کی خود بخشی دینے سے دوسرا پا جاتا ہی اور کبھی پاک صدقہ کو درگاہ عظمت کے لائق قرار دیکر تربیت فرماتا ہی اور نیز میرے نزدیک قبول توبہ افضل از اخذ صدقہ ہی - کیونکہ صدقہ ایسی چیز ہی کہ وجود تائب سے اسکو تعلق نہین اور جو معصیت بسبب مخالفت کے صادر ہوئی وہ نفس تائب سے ہی پس جب مخالفت سے خجل ہوکر درگاہ الٰہی مین سربسجدہ ہوا تو مخالفت سے خارج ہوا اور ربوبیت کے لیے خاضع اور یہ حالت عند اللہ تعالے بہت مقبول ہی یہ فعل قلب ہی اور صدقہ عمل جوارح و ذکر اللہ تعالے اکبر ہی - فافہم - پھر اللہ تعالی نے متخلفین کو بطریق تہدید حکم فرمایا

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ

اور کہہ کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھے گا اللہ کام تمہارا اور رسول اسکا اور مسلمان اور پیچھے پھیرے جاؤگے اُس چھپے

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اور کھلے کے واقف پاس پھر وہ جتادیگا تمکو جو کچھ تم کرتے تھے

وَقُلِ اعْمَلُوا خطاب اعملوا مین تین احتمال ہین - اول آنکہ بے عذر تخلف کرنے والون کو ہو - دوم آنکہ ان لوگون کو ہو جنھون نے عمل صالح و طالح کو خلط کیا اور توبہ قبول ہوئی اور انکو صدقہ و استغفار کی توفیق ہوئی پس خطاب بدینمعنی کہ اعمال صالحہ کیے جاؤ - سوم آنکہ عموماً آدمیون کو خطاب ہی پس وجہ سوم مین مومنین بھی داخل ہونگے حالانکہ آگے فرمایا کہ مومنون تمہارے اعمال دیکھینگے اور آدمی خود اپنے اعمال کیا دیکھیگا پس یہ احتمال خالی از تکلف نہین ہی اور وجہ دوم مین اگر کلام بروجہ تہدید و وعید ہی جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی تو مناسب بماسبق نہین کیونکہ وہ گناہ کے معترف ہوے اور معاف فرمائے گئے ہین اور اگر کلام بطریق ترغیب و ترہیب ہی تو ہوسکتا ہی اور وجہ اول مین صرف اتنی بات ہی کہ اب خطاب پھر ان لوگون کو ہوا جو بلا عذر متخلف ہوے اور ہوسکتا ہی کہ خطاب عموماً متخلفین کو ہو خواہ عذر والے ہون پس انکے حق مین ترغیب مع ترہیب ہوگا اور خواہ بے عذر والے ہون پس انکے حق مین تہدید و وعید ہوگا اور مترجم کے نزدیک مثل عموم مجازیا عموم مشترک کے علی اقوال الجوزین یہی اولی ہی - المعنی تو کہدے اے محمد صلعم کہ تم لوگ عمل کرو یعنی جو کام تم سے بن پڑے کرو چاہو نیک یا بد ہو فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ پس ضرور اللہ تعالے تمہارے کام کو دیکھیگا یعنی وہ دانا ہے خبیر ہی تمکو اسکا بدلا دیگا - وَرَسُولُهُ اور رسول اللہ اسکو دیکھیگا پس تمہارے عمل کے موافق تمہارے حق مین جزا مانگیگا اور مانند اسکے جو اسکے اختیار مین ہی - وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومنون دیکھینگے پس تمہارے عمل کے موافق تم سے برتاو کرینگے - بالجملہ بد اعمال کی صورت مین تہدید سے یہ مراد کہ ایسے اعمال مت کرو کہ سزا و بد دعا و فضیحت نے مستوجب دنیا مین ہو اور نیک اعمال کی صورت مین ترغیب ہی کہ چند روز صبر اٹھا کر عنقریب لطف الٰہی سے سرفراز و دعاے رسول سے مشرف و استغفار مومنین سے نیک نام دنیا مین بھرم والے ہوگے وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عنقریب ضرور عالم الغیب و الشہادۃ کی طرف پھیرے جاؤگے یعنی انھین اپنے اعمال کے ساتھ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پس جو کچھ تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار فرمادیگا پس نیک کام والا کرامت خاصہ و منزلت عالیہ و مجمع عام مین نیکنام ہوگا اور بدکام والا غضب شدید و دوزخ و پھٹکار و در مجمع انام مین بدنامی پاویگا - یہ ضروری واقع ہوگا - لقولہ تعالے یوم تبلی السرائر الآیۃ ولقولہ تعالے یومئذ تعرضون لا تخفی الآیۃ - اور رہا دنیا مین پس اللہ تعالے کبھی لوگون پر ظاہر فرما دیتا ہی خصوص کار ہاے بد مین تو

حدیث بخاری رح سے ثابت ہی کہ ایک بار و دوبار کو اللہ تعالے پوشیدہ کر دیتا ہی پھر تیسری بار مین پردہ فاش ہوجاتا ہی - ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کوئی آدمی کسی سخت ٹھوس پتھر کے اندر جسمین نہ کوئی راہ ہی اور نہ سوراخ ہی کوئی عمل کرے تو بھی اللہ تعالے اسکے کام کو جاہے کیسا ہی ہو لوگون پر ظاہر فرماویگا - رواہ احمد - اور یہ بھی حدیث مین وارد ہوا کہ زندون کے اعمال انکے مردی اقربا پر عالم برزخ مین پیش کیے جاتے ہین چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارے اعمال تمھارے اقربا و عشائر کے سامنے انکی قبرون مین پیش ہوتے ہین پس اگر بھلے ہوتے ہین تو خوش ہوجاتے ہین اور اگر اور طرح کے ہوتے ہین تو اللہ تعالے سے دعا کرتے ہین کہ اللھم الھمھم ان یعملوا بطاعتک - اے پروردگار ہمارے ان لوگون کو الہام فرماوے کہ تیری طاعت پر عمل کرین - رواہ ابو داؤد الطیالسی رحمہ اللہ اور امام احمد نے انس رضہ سے یہی حدیث روایت کی اور اسمین دعا یہ ہی اللھم لا تمتھم حتی تھدیھم کما ھدیتنا - اے پروردگار ہمارے تو ان لوگون کو موت نہ دیجیو یہان تک کہ انکو ہدایت فرمائیو جیسے تو نے ہمکو ہدایت فرمائی اور بخاری رح نے کہا کہ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ جب تجھے کسی آدمی کا کام بھلا معلوم ہو تو اس سے یون کہنا کہ اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ و المؤمنون - مترجم کہتا ہی کہ مقصود اس سے دو امر ہین اول آنکہ کسی آدمی کی مدح نہ کرے کہ وہ اعجاب کے فتنہ مین پڑکر خسارہ اٹھاجاوے چنانچہ حدیث مین مداح کو قتل کر دینے والا کہا ہی - اور دوم یہ کہ صریح مدح سے جب احتراز ہوا تو ایسے طور پر مدح ہو کہ وہ اس فتنہ سے بھی بچ جاوے باین طور کہ کام کیے جاؤ تمھارے کام کو اللہ تعالے و رسول و مومنین دیکھتے ہین یعنی اللہ تعالے ہر حال مین بعلم قدیم خوب جانتا ہی اور رسول اللہ صلعم و مومنین کے حضور مین اعمال پیش ہوکر اطلاع ہوتی ہی - پس وہ شخص خوشی خوشی نیک کام مین اسطرح کوشش کریگا کہ میرا کام عمدہ ہو اور وہ جبھی ہوگا کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے بندگی موافق طریقہ سنت کے بجالاوے -

علاوہ برین اس کلام مین ادب خوب ہی کیونکہ خوبی اعمال کی اسکا قبول ہوکر ذخیرہ آخرت و وسیلہ نجات ہوجانا پس اللہ تعالی دانا ہی کہ کون بندہ اس کرامت سے سرفراز ہوا کیونکہ انس رضہ کی حدیث مین ہی کہ تم کسی مومن کو دیکھکر اعجاب مت کرو یعنی نہایت پسندیدہ مت سمجھو جب تک کہ یہ نہ دیکھو کہ اسکا خاتمہ کیونکر ہوتا ہی کیونکہ آدمی عمر بھر یا بہت زمانہ تک ایسا نیک کام کیا کرتا ہی کہ اگر اسی پر خاتمہ ہو تو جنت مین داخل ہوتا مگر وہ برگشتہ ہوکر کوئی کام بد کر بیٹھتا ہی اور آدمی عمر بھر یا ایک زمانہ تک بد کام کرتا ہی کہ اگر اسی پر مرتا تو دوزخ مین جاتا پھر مڑکر وہ نیک کام کرتا ہی اور جب اللہ تعالے اپنے بندہ کے حق مین بھلائی چاہتا ہی تو اسکو کام مین لگا لیتا ہی تو صحابہ رضہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ تعالے کام مین لگا لینا کیونکر ہی - فرمایا کہ اسکو نیک کام کی توفیق دینا اور اسی پر اسکو وفات دیتا ہی - رواہ احمد -

ف - فی العرائس قولہ و قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ الآیۃ حق سبحانہ تعالے نے علوم آلھیہ کی تین قسمین فرمائین انمین سے ایک قسم کو اپنی ذات پاک کی شان سے مخصوص فرمایا اور دوسری قسم رسول اللہ صلعم کے واسطے اور تیسری قسم مین اولیا کو شامل کیا پس جو علم کہ مخصوص بشان حق تعالے ہی وہ علم قدیم و محیط ہی کہ ہر مخلوق کو گھیرے ہوئے اسطرح ہی کہ سوائے اسکے کسی کی یہ طاقت اور کسی سے اسکا امکان نہین ہی پس اسی کی شان سے ہی کہ ضمائر و سرائر کو از راہ علم و دیکھنے کے بدون اکتساب وغیرہ کسی امر کے محیط ہی اور شان الٰہی عز و جل اس سے برتر ہی کہ عبارت و بیان و عقل و گمان سے ادا ہوسکے یا سمجھ مین آوے و للہ المثل الاعلی - و قال تعالی و ھو اللہ فی السموات و فی الارض یعلم سرکم و جھرکم و یعلم ما تکسبون - پھر انبیاء علیھم السلام کو مخصوص کرکے اسمین سے ایک نور عطا کیا جس سے انکے دل پاکیزہ منور ہین کہ اعمال خلائق کو بعیان و بیان دیکھتے ہین اور یہ درجہ جس سے مخصوص ہوئے نور الذات کے

پھر اولیاء مومنین کو اس نور کی روشنی سے مخصوص کیا کہ وہ لوگ خلوت مین نور فراست سے خلائق کے اعمال کو اور انکے دل کے چھپے امور کو دیکھتے ہین اور یہ نور صفات ہے - اس کلام پاک مین بندگان مخلصین و صادقین کو بہت خوف دلایا کیونکہ انکے صدق و اخلاص پر شیطانون و نفس کے وسواس کا ہجوم ہوتا ہے جب تک کہ اپنے دلون و سرائر کی نگہبانی نہ رکھین تب تک خطرات ایسے آتے ہین کہ خوف لغزش ہے پس حق سبحانہ تعالےٰ و رسول اللہ تعالےٰ و مومنین دیکھین حیف ہے کہ بدون صدق و اخلاص کے پاوین جب کہ اعمال مین کچھ میل ہو شیخ ابو حفص یا ابو عثمان رح نے کہا کہ جو گروہ نیک کام کر اور خالص نیت سے کر کہ اللہ تعالےٰ تیرے دلی بھید کو جانتا ہے اور رسول اللہ صلعم اسکو مشاہدہ سے دیکھتے ہین اور مومنین اسکو فراست و توسم سے کما قال تعالےٰ ان فی ذلک لآیۃ للمتوسمین - واضح ہو کہ اہل ایمان و صدق والے متخلفین مین سے ایک گروہ نے مانند ابو لبابہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی توبہ بفضل الٰہی جلد پائی اور دوسرا گروہ اسمین کچھ پچھڑا - کما قال تعالےٰ -

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ

اور بعضے اور لوگ ہین کہ انکا کام ڈھیل مین ہے حکم پر اللہ کے یا انکو عذاب کرے یا معاف کرے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

ارجاء تاخیر کر دینا - یقال ارجیتہ بالیاء التحتیۃ وارجأتہ بالھمزۃ ای اخرتہ - یعنی مین نے اسکی تاخیر کر دی - متخلفین غزوہ تبوک مین سے منافقین کا بیان ہو گیا اور مومنین کے دو گروہ مین سے ایک جسکی توبہ قبول ہو گئی اسکا بیان ہو گیا اور بعض نے کہا کہ انکی توبہ جلد قبول ہونے کا ظاہری سبب یہ تھا کہ فی الجملہ انکے پاس عذر تھا اور ظاہر یہ ہے کہ اہل عذر کا بیان قولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی الآیات مین ہوا بدون مواخذہ و عتاب کے فقال اب دوسرے گروہ مومنین کا حال ہے وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ ای موخرون یعنی موقوف امرہم - نافع و حفص و حمزہ و کسائی نے مرجون بدون ہمزہ درمیان جیم و واو کے پڑھا اور باقیون نے ہمزہ مضمومہ مرجئون پڑھا - کذا قال الخطیب و ظاہر کلام بیضاوی وغیرہ دلالت کرتا ہے کہ محاورہ ارجیتہ و ارجاتہ کے اختلاف پر تبادل ہمزہ واو ہے - فافہم المعنی اور دوسرے لوگ موخر کیے گئے ہین لِاَمْرِ اللّٰهِ لامر اللہ فی شانہم - واسطے حکم الٰہی کے انکی شان مین - یعنی دیگر فریق مومنین متخلفین کا امر اس حال مین قبول و عدم قبول توبہ کی راہ سے متوقف و منتظر چھوڑا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ کے حکم پر کہ دیکھیے اللہ تعالےٰ کا حکم انکے بارہ مین کیونکر ہے - اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یعنی یا تو انکو عذاب فرماویگا تو یہ ظاہر ہو جائیگا کہ انکی توبہ قبول نہوئی تھی - وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ اور یا انکی توبہ قبول فرماویگا یعنے نازل فرماویگا پس اس خطاء کے مواخذہ سے بچ جاوینگے یعنی اللہ جانتا ہے کہ اسنے ان لوگون کے حق مین کیا حکم مقرر فرمایا ہے وہ کسی بندہ کو ظاہر نہین پس فی الحال خوفناک منتظر چھوڑ دیا کہ دیکھیے عذاب ہوتا ہے یا قبولیت توبہ نازل ہوتی ہے پس بندون کو اسوقت مشکوک و خوفناک چھوڑا اور صاف ظاہر نفرمایا کہ امر الٰہی انکے حق مین کیونکر ہے اور یہ ضیق گویا مکافات اس آرام طلبی کی ہے جسکی وجہ سے ساتھ نہین گئے تھے اور اس معلوم ہوا کہ امر و ارادہ الٰہی عز و جل ہی سے توبہ بھی ہوتی ہے جیسے عذاب کرنا - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالےٰ علیم حکیم ہے ہر امر مین اسکی حکمتہائے عجیب و غریب کو کوئی نہین جان سکتا - وہی انکے احوال کا علیم ہے اور وہی انکے لائق حکم کا حکیم ہے - ابن عباس رض و مجاہد و عکرمہ و ضحاک وغیرہم رضی اللہ عنہم نے کہا

کہ مراد ان آخرون المرجون سے وہ تین صحابہ ہین جنکا بیان قولہ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا-مین آویگا اور وے مرارہ بن الربیع وہلال بن امیہ وکعب بن مالک ہین جو غزوۂ تبوک سے بدون عذر کے بخواہش آرام وآسایش بدون شک ونفاق کچھ پچھڑ گئے تھے بلکہ اتفاق سے کعب رضی پچھڑے چنانچہ مفصل انشاء اللہ تعالے قصہ توبہ مین بیان ہوگا-بالجملہ ابولبابہ وغیرہ نے توبہ کرکے اپنے آپ کو مسجد کے ستونون سے باندھا اور کمال غم ورنج اپنے ایمان کیطرف سے اٹھایا اور سخت ہی نادم تھے پس انکی توبہ قبول ہوگئی اور ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم نے ندامت اٹھائی وتوبہ کی اور کوئی عذر زبان سے نہ نکالا پس انکے حکم ظاہر کرنے مین تاخیر فرمائی گئی وکان امر اللہ قدرا مقدورا-اور لطیف اشارہ ہی کہ بمقتضاے غلبہ رحمت بر غضب آخر توبہ قبول ہوگی-واضح ہو کہ بیضاوی رحمہ اللہ نے جو قولہ اما یعذبہم کی تفسیر مین کہا کہ اے یعذبہم ان اصروا علی النفاق-یعنے عذاب کریگا اگر نفاق پر اصرار کیے رہے۔ تو یہ سہو ہی اسواسطے کہ یہ تینون صحابی ہرگز منافق نہ تھے بلکہ کعب بن مالک کے سواے باقی دونون بدری صحابی ہین اور اہل بدر کے حق مین وارد ہی کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم جو چاہو مین نے تمھین بخش دیا-اور واضح ہو کہ جس بدری شخص سے شراب پینا واقع ہوگیا تھا اسکو سزاے حد شرابخواری دینے پر خلیفہ ودیگر صحابہ رضوان علیہم اجمعین نے باوجود اس وعدہ مغفرت کے اجماع کیا اور اسکو سزا دیدی تو ماخذ اسکا یہی آیت ہی کہ اللہ تعالے نے اسمین فرمایا کہ اما یعذبہم-یعنی چاہے دنیا مین انکو اس خطا کی سزا دیگا الی آخرہ-پس ظاہر ہوگیا کہ اللہ تعالے کسی آدمی وکسی قوم کو درحقیقت بخش دیتا ہی مگر اس سے دنیا مین خطاء سرزد ہونا جائز ہی پس اللہ تعالی اپنے فضل سے خاتمہ بخیر فرما دے وہو ربی نعم المولی ونعم المجیب-واضح ہو کہ مقصود بندون کی طاعت واصلاح اس طریق سے کہ فریب نفس وطرق اہل کفر سے بچین واہل صدق والیقین کی پیروی رکھین پس قبائح اطوار منافقین کے بیان مین اہل الیقین کی برات وصورت وقوع خطاء مین انکا طریقہ جو مخالف طریقہ منافقین ہی ذکر فرماکر پھر اہل نفاق کے قبیح اطوار کا بیان فرمایا بقولہ-

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ

اور جنھون نے بنائی ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانون مین اور تھانگ اُس شخص کی جو لڑ رہا ہی اللہ سے

وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَا تَقُمْ

اور رسول سے آگے کا اور اب قسمین کھاوینگے کہ ہمنے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہی کہ وہ جھوٹے ہین تو نہ کھڑا ہو

فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ

اسمین کبھی جس مسجد کی بنیاد دہری پرہیزگاری پر پہلے دن سے وہ لائق ہی کہ تو کھڑا ہو اسمین اسمین

رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝

وہ مرد ہین جنکو خوشی ہی پاک رہنے کی اور اللہ چاہتا ہی ستھرائی والون کو

واو عاطفہ ہی اور الذین یا تو منصوب المحل بنا بر اختصاص ہی جیسے قولہ والمقیمین الصلوۃ-مین ہی پس منجملہ اقوام منافقین کے ان لوگون کو مذمت مین مخصوص فرمایا اور یا مرفوع المحل بنا بر انکہ مبتداء ہی اور خبر محذوف ہی یعنی ومنہم-اور منافقون مین سے بعض وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا وہ لوگ ہین کہ جنھون نے ایک مسجد بنائی-ضِرَارًا مضارۃ-ضرر رسانی کے لیے کہ اس سے اہل مسجد قبا کو ضرر دینا مقصود ٹھہرایا یہ ایک بات-وَكُفْرًا اور کفر کہ اللہ تعالی سے منکر ہون اور اہل اسلام پر فخر کرین کیونکہ اسکے بنانے سے منافقون کی تربیت بایں

تھی یہ دوسری بات ۔ وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ اور مومنین مین پھوٹ ڈالنے کو ۔ اس لیے کہ تمام مومنین مسجد قبا مین جمع ہوتے پس اس ضرر والون نے مسجد بنا کر چاہا کہ کچھ ادھر پھوٹ آوین اور باہم نفاق ولگائی بجھائی کا موقع ملے کہ انمین پھوٹ پڑجاوے ۔ یہ تیسری بات ہی ۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے تشریف لانے سے پہلے گروہ خزرج مین ایک شخص ابو عامر تھا جو زمانہ جاہلیت مین نصرانی ہوگیا اور جوگیون کی طرح تکلیف و مشقت اٹھاتا جسکو جاہل بڑا عابد کہتے اور بہت مانتے پھر جب آنحضرت صلعم ہجرت کرکے آئے اور اہل اسلام سب آپکے گرد مجتمع و باہم متفق ہوے تو یہ ابو عامر راہب جل مرا پھر جب بدر مین فتح ہوئی تو کھلا دشمن ہوگیا اور مشرکین مکہ سے ملکر لڑائی پر آمادہ کیا پھر جب اُحد مین اہل اسلام مبتلاے امتحان ہوے تو یہ فاسق کسیقدر افروختہ ہوا پھر جب انجام کار اللہ تعالے نے اہل ایمان کو فتح دی یہانتک کہ جنگ حنین مین ہوازن وغیرہ نے شکست کھائی تو یہ فاسق باوجود تعلیم و تفہیم رسول اللہ صلعم کے متمرد ہوکر شام کو بھاگا تاکہ وہان سے لشکر لاوے اور اہل ایمان کو شکست دے اور گروہ خزرج مین بارہ مرد چھپے منافق تھے اُنسے کہلا بھیجا کہ تم بظاہر ایک مسجد بناؤ اور استمالت کرتے رہو مجھسے قیصر روم نے لشکر دینے کا وعدہ کیا ہی مین آتا ہون اور میرے خطوط و ایلچی وغیرہ اُسی مسجد کے نشان پر آکر اُترا کرینگے پس ان منافقون نے اُس مسجد کی بنیاد ڈالی اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے کہ آپ وہان نماز پڑھکر ہمارے لیے برکت کی دعا فرماوین آپ نے فرمایا کہ مین اسوقت سفر تبوک کا عازم و اسمین مشغول ہون ۔ انشاء اللہ تعالے وہان سے لوٹا تو دیکھا جائیگا ۔ پس آپ تبوک کو تشریف لے گئے اور یہان ان لوگون نے اس مسجد کو مرصد ابو عامر بنایا ۔ جو مسجد یعنی عبادت گاہ الٰہی بتوحید و اسلام نہ تھی بلکہ چار باتون کے ارادہ پر تھے ایک ضرار دوم کفر کرنا اور سوم پھوٹ ڈالنا مومنون مین اور چہارم وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ارصاد انتظار ۔ اور اکثر نے کہا کہ بمعنی اعداد یعنے سامان مہیا کرنا اور بعض نے کہا کہ بھلائی کے واسطے سامان مہیا ہونے کے انتظار مین بدون حرف متعدی ہوتا ہی لیقال ارصدتہ ۔ اور بُرائی مین ارصدت لہ ۔ بولتے ہین جیسے آیت مین ہی ۔ المعنی اور ارصاد واسطے اس شخص کے جسنے محاربہ کیا اللہ تعالے و اسکے رسول سے ۔ یعنی ابو عامر راہب کے انتظار کرنے کو یہ سقف بنایا ۔ مِنْ قَبْلُ اگر متعلق حارب ہی تو یہ معنی ہین کہ انتظار ایسے شخص کا جسنے اللہ تعالی و اسکے رسول سے محاربہ کیا قبل بنا اس مسجد کے پس محاربہ سے مراد کفر و انکار و کافرون کو آنحضرت صلعم کی لڑائی پر آمادہ کرنا اور خود ابو عامر مذکور نے آنحضرت صلعم سے گفتگو کی اور مدعی ہوا کہ مین ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام پر ہون اور آنحضرت صلعم نے رد کردیا ۔ اور اگر متعلق اتخذوا ہی تو یہ معنی کہ اتخاذ اسکا قبل ان بنانے والون کے منافق ہوجانے کے واقع ہوا ۔ یعنی جنگ تبوک مین ساتھ نجانے سے انکا نفاق ظاہر ہونے سے پہلے ان منافقون نے اسکو بنایا ۔ چنانچہ جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہوکر قریب مدینہ کے پہونچے تو جبرئیل علیہ السلام اخبار مسجد الضرار لیکر نازل ہوے جس سے اسکے بنانے والون کا ارادہ و حال سب ظاہر ہوگیا پس آپ نے مالک بن الدخشم و معن بن عدی کو بھیجا کہ اس مسجد ظلم کو ڈھاکر جلادو پس ان دونون نے آکر اسکو ڈھاکر جلادیا اسمین سے بنانے والے منافق نکل بھاگے ۔ وقال اللہ تعالے وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ اے واللہ لیحلف الذین بنوہ ما اردنا ببنائہ الا الخصلة الحسنی ۔ اور واللہ کہ اسکے بنانے والے قسمین کھاوینگے کہ ہم نے اسکے بنانے مین کچھ نہین ارادہ کیا سواے خصلت حسنی کے ۔ یعنی ہماری مراد فقط یہی تھی کہ ضعیفون و مسکینون کو مینھہ بوندی ولون وجاڑے پالے مین آرام ملے اور مسلمانون پر فراخی حاصل ہو ۔ اسکو اللہ تعالے نے رد فرمایا بقولہ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ اور اللہ تعالے گواہی دیتا ہی کہ یہ لوگ جھوٹے ہین ۔ گواہی معائنہ کی خبر ہوتی ہی پس ان لوگون نے جس پاک

پروردگار عالم الغیب والشہادۃ کے نام سے جھوٹ قسم کھائی اسی سمیع بصیر نے انکا دروغ ظاہر فرما دیا پس گواہ بنا یعنی خبر دیتا ہی یعنے اللہ تعالے انکو خبر دیتا ہی کیونکہ وہ دلون کے بھید سب دیکھتا ہی پس بعض نے کہا کہ گواہی دیتا یعنے جانتا ہو اور اول ابلغ ہی - بالجملہ یہ مسجد گرا کر جلادی گئی اور وہ مقام گھورا کر دیا گیا اور ابو عامر فاسق جسکے لیے منافقون نے اسکو مرصد بنایا تھا وہ شام مین تنہا بے یار و غمگسار مرگیا اور جب اسنے اسلام سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہی بددعا دی تھی کہ تنہا خوار مرے - پھر چونکہ منافقون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی تھی کہ آپ اسمین نماز پڑھکر ہمارے لیے برکت کی دعا فرماوین تو نازل ہوا قولہ تعالے - لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا تو اسمین کبھی کھڑا نہو - پس عام اوقات و زمانہ کو بھی شامل ہو اور آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی امت اسمین آپکے تابع ہی اور کھڑے ہونے سے ممانعت بطور بلیغ اس امر کو مستلزم ہی کہ کبھی اسمین نماز مت پڑھو اور شاید عدم قیام تعبیر ہو عدم صلاۃ سے جیسے بولتے ہین کہ فلان شخص قائم اللیل ہی و فی الحدیث من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ - یعنی جو کھڑا ہوا رمضان مین یعنے تراویح پڑھی از راہ ایمان و امید ثواب کے اسکے لیے اسکے پہلے گناہ بخشے جاوینگے - لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ لام قسم ہی یا لام ابتدا ہی یعنے واللہ وہ مسجد یا البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد ڈالی گئی تقوی پر اول روز سے وہ سزاوار تر ہی اس بات کی کہ تو اسمین قیام کرے - یعنے مدینہ مین آنحضرت صلعم کے داخل ہونے کے اول روز جس مسجد کی بنیاد پڑی اسمین تیرا نماز پڑھنا ٹھیک ہی - قال المفسر رح وہ مسجد قباء ہی جیسا کہ بخاری مین آیا ہی - یہی ابن عباس و ضحاک و حسن و شعبی وغیرہم سے مروی ہی اور اسی کو بیضاوی رح نے مرجح کہا کیونکہ اللہ تعالے نے من اول یوم - فرمایا اور ظاہر ہی کہ مطلقًا اول روز مراد نہین ہو سکتا کیونکہ پہلا دن تو حضرت آدم ؑ سے بھی پہلے تھا پس مراد مدینہ مین داخل ہونے کا پہلا روز ہی اور مسجد قباء اسی روز آنحضرت صلعم نے بنائی جیسا کتب تاریخ مین مفصل ہی اور یہی مقام کے بھی مناسب ہی کیونکہ مسجد الضرار مقام قباء مین منافقون نے بنائی تھی اور یہ مسجد التقوی بھی وہین بنی ہوئی تھی جسکی فضیلت اسکے مقابلہ مین ذکر فرمائی ہی اور نیز دلالت کرتا ہی اسپر قولہ تعالے - فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اس مسجد التقوی مین ایسے مرد ہین کہ اپنے تطہر کو چاہتے ہین اور اللہ تعالے ستھرائی کرنے والون کو دوست رکھتا ہی - ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قباء کے حق مین اتری - ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ یہ لوگ پانی سے استنجا کر لیا کرتے تھے - رواہ ابو داؤد والترمذی و ابن ماجہ - ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے عویم بن ساعدہ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ کیا طہور ہی جسپر اللہ تعالی نے تمہاری ثناء فرمائی ہی تو عویم نے عرض کیا کہ ہم اور کچھ نہین جانتے سوائے اسی بات کے کہ ہر مرد و عورت ہم مین سے جو پائخانہ سے نکلا وہ اپنی شرمگاہ کو پانی سے دھو ڈالتا ہی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ وہ یہی ہی - رواہ الطبرانی و ابن خزیمہ فی صحیحہ ورواہ ابن جریر عن خزیمہ بن ثابت رضہ واحمد عن محمد بن عبد اللہ بن سلام - ایک جماعت جنمین ابن عباس و عروہ و عطیہ و عبد الرحمن بن زید و شعبی و حسن بصری و سعید بن جبیر و قتادہ ہین کہا کہ مسجد التقوی مسجد قباء ہی - اور حضرت عمر و ابن عمر و زید بن ثابت و ابو سعید خدری و سعید بن المسیب وغیرہم نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی - ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اول روز سے جو مسجد تقوی پر مؤسس ہوئی اسمین دو شخصون نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ وہ مسجد قباء ہی - اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلعم ہی پس رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ وہ میری مسجد ہی - رواہ احمد والترمذی وصححہ والنسائی ومسلم وغیرہم اور بظاہر یہ حدیث مرجح ہی کہ آیت مین جو مسجد مذکور ہی اس سے مسجد نبوی مراد ہی ولیکن کمالین مین لکھا کہ صحیح قول اول ہی

یعنی آیت مین مسجد قبار مراد ہی اور اس حدیث مین جو فرمایا کہ وہ میری مسجد ہی تو اس سے ظاہر کر دیا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اول روز سے تقوی پر موسس ہونے کی صفت مخصوص مسجد قبار ہی وہ غلط گمان پر ہی- شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حدیث مین جو بیچ مدینہ کی مسجد نبوی کی نسبت آیا کہ اول روز سے تقوی پر موسس مسجد ہی تو یہ صحیح ہی ولیکن آیت مین اور اس حدیث مین کچھ منافات نہین ہی اس لیے کہ جب مسجد قبار کی نسبت یہ بات ثابت ہی کہ اول روز سے تقوی پر موسس ہوئی تو مسجد نبوی پر بطریق اولی صادق ہی- ایسا ہی قول ہودی رح کا ہی اور کرخی رح نے بھی اسی طرح توفیق دی ہی پس بعض لوگون نے جو روایات مسجد قبار کو بالکل ضعیف واقوال صحابہ وسلف کو بسبب اس حدیث کے غیر مقبول قرار دیکر صرف مسجد نبوی سے اسکی تفسیر متعین کر دی تو یہ وہم واہی ہی خلاف اصول متقررہ علم الحدیث کیونکہ دونون مین توفیق اچھی طرح ممکن ہی جیسا کہ بیان ہوا فافہم- قولہ من اول یوم- متعلق باسس ہی اور من بمعنی منذ ابتداء اول یوم تا سہیلی رح نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے تاریخ وسنہ کی تحریر اول سال ہجرت سے نکالی تو یہ راے انکی تنزیل القرآن سے موافق واقع ہوئی کیونکہ اول یوم یہ وہی روز ہی کہ اسلام کو اعزاز و لوگون کو امن ہوا پس صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی گمان اولی ہی کہ انھون نے قرآن مجید ہی سے سمجھ کر اول روز تاریخ کا اول روز ہجرت دخول مدینہ مقرر کیا کیونکہ کتاب اللہ تعالی کے معانی واشارات جاننے وسمجھنے مین صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے بڑھکر ہین- انتہی ملخصا- وقولہ احق ان تقوم فیہ- اسم تفضیل یہان اپنے معنی پر نہین ہی یعنے یہ مراد نہین کہ مسجد التقوی نماز کے لیے بہ نسبت مسجد الضرار کے احق ہی حتی کہ مسجد الضرار حقیق رہجاوے حالانکہ مسجد الضرار مین نماز حرام تھی بلکہ احق بلا نسبت ہی یعنے فی نفسہ اسمین نماز نہایت ہی خوب ہی اور شاید باعتبار زعم منافقین کے ہو یعنی اگر مسجد الضرار اس قابل ہو کہ اسمین نماز قائم کیجاوے جیسا کہ منافقون کا زعم ہی تو اولے مسجد التقوی ہوگی- فافہم- شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ آیت مین دلیل ہی کہ قدیمی مساجد جو اول روز سے تقوی پر موسس ہین انمین نماز پڑھنا مستحب ہی اقول یعنے جو مساجد ایسے وقت والے لوگون کی تعمیر سے بنی ہین کہ غالب گمان سے انکی نیاد تقوی و مال حلال سے معلوم ہو جیسے وہ مساجد جو زمانہ صحابہ و تابعین وجہاد کرنے والون کے وقت مین بنی ہین- قال ایضًا اور نماز ایسی جماعت کے ساتھ جو پرہیزگار وعابد لوگ ہین کہ بھرپور اچھی طرح طہارت کے ساتھ نجاسات وغیرہ سے بچے ہوے رہتے ہین مستحب ہی- اور حدیث مین ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک روز صبح کی نماز پڑھائی اسمین سورہ روم پڑھی اور موہم ہوے تو سلام کے بعد فرمایا کہ تم مین سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہین جو اچھی طرح طہارت نہین کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز مین آوے اسکو چاہیے کہ اچھی طہارت کرلے- رواہ احمد- وقولہ واللہ یحب المطہرین- ابو العالیہ رح نے کہا کہ پانی سے طہارت کرنا اچھی بات ہی ولیکن یہ لوگ جنکی اللہ تعالے نے آیت مین تعریف فرمائی ہی یہ گناہون سے پاک تھے کسی طرح کی نجاست شرک سے لوث نہ تھے- اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ آیت اہل قبار کے حق مین نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے انسے پوچھا انھون نے عرض کیا کہ ہم لوگ پتھرون سے استنجار کرنے کے بعد پانی سے دھو ڈالتے ہین- رواہ البزار رحمہ اللہ- قال الحافظ رح مین اس روایت کو اس لیے لایا ہون کہ فقہار مین تو یہ مسئلہ مشہور ہی کہ ڈھیلون سے پہلے استنجا کر کے پھر پانی سے دھووے اور محدثین مین سے پچھلے بہت سے لوگ یا سب کے سب پچھلے لوگ اس سے واقف نہین ہوے- وفی السراج جو مسجد کہ ناموری یا فخر یا دکھلانے وسنانے کے واسطے یا اور کسی غرض سے سوائے خالص اللہ تعالے کی رضامندی چاہنے کے بنائی جاوے یا حرام یا مشکوک مال سے بنائی جاوے وہ مسجد الضرار سے ملحق ہی یعنے اسمین نماز وغیرہ حرام ہی- عطا رح سے

٢٧

روایت ہی کہ جب اللہ تعالے نے ملکون کو فتح کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال صحابہ رض کو لکھا کہ جابجا مسجدین بنواؤ اور خیال رکھو کہ ایک ہی شہر مین ایسی دو مسجدین مت بنوانا کہ ایکسے دوسری کو ضرر پہونچے۔ مسئلہ ہندوستان کے شہرون مین ہر محلہ مین کئی کئی مسجدین ہین اور اسپر بھی لوگ وہان اور مسجد بنوانے مین وہی ثواب جانتے ہین جو احادیث صحیحہ مین آیا کہ اللہ تعالے اسکے لیے جنت مین گھر عطا فرماتا ہی - حالانکہ یہ دوسری موجودہ مسجدون کے حق مین اضرار ہی پس اسکا خیال ضرور ہی - مسئلہ جب محلہ مین کئی مسجدین ہون تو جو مسجد کہ مال حلال سے خالص اللہ تعالے کے لیے رضامندی چاہنے کو بنی ہو اور سب سے قدیم ہو اسمین نماز پڑھنا چاہیے - اور جو ایسی مسجد مین ہی جو مال حرام ہی ہو یا مسجد الضرار کے حکم مین ہو جیساکہ سراج المنیر سے اوپر منقول ہوا - اور شیخ ابن کثیر رح نے تصریح فرمائی ہی - پھر اللہ تعالے نے بانی مسجد تقوی و بانی مسجد الضرار کی تمثیل فرمائی - بقولہ تعالے -

افمن اسس بنيانه على تقوى من الله ورضوان خير ام من اسس بنيانه

بھلا جسنے بنیاد دھری اپنی عمارت کی پرہیزگاری پر اللہ سے اور رضامندی پر وہ بہتر یا جسنے نیو رکھی اپنی عمارت کی

على شفا جرف هار فانهار به في نار جهنم والله لا يهدي القوم

کنارے پر ایک کھائی کے جو ڈھیتا ہی پھر اسکو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ مین اور اللہ راہ نہین دیتا

الظلمين ۝ لا يزال بنيانهم الذي بنوا ريبة في قلوبهم الا ان تقطع قلوبهم

بے انصاف لوگون کو ہمیشہ رہیگا اس عمارت سے جو بنائی تھی شبہہ اُنکے دل مین مگر جب ٹکڑے ہوجاوین اُنکے دل

والله عليم حكيم ع

اور اللہ سب جانتا ہی حکمت والا

ع ۱۳ ۱۱ ۲

اس آیت مین اللہ تعالے نے تقوی پر بنیاد رکھنے والے مین اور نفاق و کفر پر بنیاد رکھنے والے مین بڑا بھاری فرق ہونا ظاہر فرمایا بقولہ افمن اسس بنيانه على تقوى من الله ورضوان خير ام من اسس بنيانه على شفا جرف هار فانهار به في نار جهنم۔ جملہ مستانفہ ہی اور ہمزہ استفہام تقریری ہی اور جسنے زعم کیا کہ استفہام انکاری ہی اسنے خطا کی - بعد ہمزہ کے فار عاطفہ بمقدر ہی اے اذا بین حال اہل مسجد التقوی و حال اہل مسجد الضرار و صار الامر معلوما فاذا الاول خیر ام الثانی بیان معدر ہی بمانند غفران کے اور مراد اس سے اسم مفعول یعنی مبنی ہی - شفا بمعنی کنارہ و طرف - جرف بضم جیم و سکون را ایک قرارۃ مین بضم را بھی دوسری قرارۃ مین بمعنی وہ جگہ جو سیل سے منحرف ہو جاوے یعنی پانی کے ہلکورون سے کھد جاوے - اور بعض نے کہا کہ کنارہ کی جڑ سے جو خالی ہو جاوے کہ وہ گرنے ہی کو ہوتی ہی - اجتراف بمعنی جڑ سے اکھاڑ لینا - ہار بمعنی ساقط در اصل ہائر تھا عین کلمہ بے سبب واجبی حذف ہوا مانند شائک السلاح و شاک السلاح - یقال ہار البناء اے سقط - بعض نے کہا کہ اصل مین ہاور تھا یعنی جو گرنے کو ہو جیسے ہار و کیا گیا کہ لام کلمہ بجاے عین کے قلب کرکے ہار ہوا - اور شمس العلوم مین ہی کہ جرف وہ جسکی جڑ پانی کھا گیا اور اوپر کا کنارہ لگا ہو پھر جب وہ بھی پھٹا تو وہ ہار کہلاتا ہی - اور بعض نے کہا کہ بدون تقلیب و بدون حذف کے ہار در اصل ہور تھا اعلال سے ہار ہوا لیکن یہ خلاف مشہور ہی ورنہ توجیہ اولی ہی - کما قال السمین رح - پھر تقدیر کلام یون ہی - افمن اسس بنیان دینہ علی تقوی اے مخافۃ من اللہ و رضوان خیر - یعنی بھلا جسنے نیو رکھی اپنی عمارت کی یعنے اپنے دین کی عمارت کی اللہ تعالے کے خوف پر اور اللہ تعالے کے رضوان پر وہ بہتر ہی - ام من

اسس بنیان دینه علی جرف ہار- یا وہ جسنے اپنی عمارت دین کے نیو رکھی جرف ہار پر یعنے ایسے کنارے پر جو گرا چاہتا ہی یا ایسے کنارے پر جسکی جڑ پانی سے خالی ہوگئی ہی یا ایسے کنارے پر جسکی جڑ خالی اور وہ کگار پھٹ گیا ہی- فانہار بہ فی نار جہنم- اے فانہار الشفا او الجرف الہار او البنیان بہ اے بالبنیان او البانی فی نار جہنم- با تعدیہ ہی اور معنی یہ کہ بھر لے گرا یہ کنارہ اس عمارت کو- یا لے گرا یہ کگار جھکا ہوا اس عمارت کو یا اسکے بنانے والے کو نار جہنم مین- الحاصل جسنے تقوی و رضوان پر مستحکم نبیاد رکھی وہ بہتر ہی یا جسنے گرتے کگارے پر جسکا گرنا بھی نار جہنم مین ہو وسے وہ بہتر ہی یعنے پہلا بالضرور بہتر ہی دوسرے سے- پس اول مثال اہل مسجد قبا کی ہی اور دوم مثال منافقین مسجد الضرار کی ہی سبحان اللہ تعالے یہ کلام نہایت بلیغ و بدیع ہی اور رازی رح نے لکھا کہ مین تمام عالم مین کوئی مثال اس سے بڑھکر منافقون کے حال کے مطابق نہین پاتا ہون اور حاصل کلام یہ ہی کہ دو عمارتین ہین انمین سے ایک کے بنانے والے نے تقوی و رضوان الٰہی کی نیت کی دوسری کے بنانے والے نے نفاق و معصیت کی نیت کی پس اول عمارت تو اچھی و باقی رکھنے کے قابل ہی اور دوسری خراب ڈھانے کے قابل ہی والله لا یهدی القوم الظلمین اور اللہ تعالے قوم ظالم کو راہ نہین دیتا یعنے نیک کامون پر انکو قدرت نہین ہوتی ہی- حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا واللہ مسجد الضرار کی عمارت پوری نہونے پائی تھی کہ جہنم مین جا پڑے- حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین دیکھا کہ مسجد الضرار سے دھنوان نکلتا تھا- رواہ الحاکم و ابن جریر و غیرہما- ابن جریج رح نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ کچھ لوگون نے وہ مقام کھودا جہان مسجد الضرار تھی تو وہان سے دھنوان نکلتا پایا- ایسا ہی قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہی- خلف بن یاسین رح نے کہا کہ وہ مسجد ضرار جسکو اللہ تعالی نے قرآن مین ذکر فرمایا ہی مین نے دیکھا کہ اسمین سے ایک پتھر سے دھنوان نکلتا تھا اور اب تو وہ گھورا تھی رواہ ابن جریر رح- جب مسجد الضرار بنانے والے منافقون کی مراد پوری نہوئی اور اللہ تعالی نے انکا پردہ فاش کر دیا اور فضیحت ہوئے تو نہایت خوفناک ہو گئے تھے اس جہت سے کہ ابو عامر فاسق جسکو اپنا سردار بنایا تھا وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بد دعا سے تنہا جنگل مین مر کر جہنم مین پڑا اور مسجد الضرار بھی جہنم مین گئی تو منافق ڈرے کہ دیکھیے ہم قتل کیے جاوین یا نکالے جاوین اور اللہ تعالی نے انکو اس فعل بد کی پاداش مین مسجد سمیت جہنمی کر دیا کہ نفاق انکے دلون مین ایسا جما کہ کبھی نہ نکلا جیسے قولہ و اشربوا فی قلوبہم العجل سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے دلون مین گوسالہ رچ گیا تھا چنانچہ حق عز و جل نے فرمایا لا یزال بنیانهم الذی بنوا ریبة فی قلوبهم برابر رہیگی انکی عمارت وہ جسکو انھون نے بنایا تھا شک انکے دلون مین- یعنی یہ عمارت انکے دلون مین نفاق و شک ہوکر برابر باقی رہیگی کیونکہ وہ انکو لیکر جہنم مین گری ہی پس انکے دلون سے شک و نفاق کبھی نہ جائیگا- الا ان تقطع قلوبهم مگر انکہ انکے دل پارہ پارہ ہوجاوین- یعنی وسے مر جاوین- کما قال ابن عباس رض و مجاہد و قتادہ و زید بن اسلم و السدی و الضحاک و غیر واحد من السلف و الخلف و علی ہذا استثناء کے معنی یہ ہونگے کہ بغیر موت کے انکے دل سے شک نہ نکلیگا اور بعد موت کے جب مسجد الضرار کے ساتھ جہنم مین پڑینگے تو آگاہ ہونگے کہ ہم خطا پر تھے حالانکہ اسوقت کچھ مفید نہوگا- والله علیم حکیم اور اللہ تعالے علیم حکیم ہی یعنے جو کچھ انکے دلون مین شک و نفاق مضمر ہی اور جو حکمت انکو اسطرح رکھنے مین ہی اللہ تعالے پر روشن ہی ف- ان آیات کے حقائق و اشارات کو سننا چاہیے فقال فی العرائس قولہ تعالے لمسجد اسس علی التقوی الآیہ- اسمین بیان ہی کہ ہر عبادت کی محکم نبیاد نہین ہوتی مگر تقوی سے اور تقوی نہین ہوتا مگر اس طرح کہ غیر کیطرف نظر سے دل پاک ہو- پس جہان تقوی آیا وہان شرک و شک و ریاء و نفاق وغیرہ جتنے ذمائم نفسانی و شیطانی ہین سب نیست و نابود ہوجاتے ہین اور وہان عمدہ اخلاق و صفائی دل و یاد الٰہی خالص رہجاتے ہین اور جب یہ ہوا تو خلوص نیت سے اعمال بدرجہ عرفان پہونچے اور عرفان بدرجہ

پھر توحید بمشاہدہ موحد یعنے جسکی توحید کرتا ہے پس ہر غلبت عیان وہر الہام بیان ہوگیا۔ کما قال تعالے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ شر قدیمی ہے اور ہر زمانہ مین حق تعالی نے بندہ صادق کی ایذا رسانی پر ایک مکار ملعون ومقہور کیا ہے چنانچہ قولہ تعالے وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین الآیہ بھی اسپر شاہد ہے پس آنحضرت صلعم کی ایذا دینے والون مین سے جو مقہور وملعون ہوئے ہین ایک ابو عامر فاسق بھی تھا اور ظاہر مین یہ شخص راہب تھا یعنے درویش گوشہ نشین نصرانی تھا مگر آنحضرت صلعم کی عداوت مین یہان مدینہ مین منافقون سے کہا کہ تم مکروسالوس پھیلا کر مسجد بناؤ اور مین قیصر روم سے لشکر لینے جاتا ہون اور عنقریب اسکے وعدہ کے موافق لیے آتا ہون اور یہ نجانا کہ ایذاے اولیاء اللہ تعالے اشد غضب الٰہی تعالے ہے پس موافق بددعاے حضرت سرور عالم صلعم کے خوار مردود تنہا مطرود مرا۔ اب اس زمانہ مین خیال کرو کہ اہل مکروسالوس کا یہ حال ہے کہ صوف کا لباس پہنکر زہد وتقوی ظاہر کرتے ہین اور بند حجرے بناکر اسمین چلے کھینچتے ہین اور اپنے شیاطین کو دنیاوی مالدار لتعلقہ دار و نوابون کے یہان بھیجتے ہین کہ وے جاکر انکو بہکاوین کہ فلان بزرگ چلہ مین بیٹھے ہین اور بڑے زاہد وعابد وصاحب کرامت ہین انکی زیارت سے نجات وحصول مراد ہے غرضکہ تمام لوگون کو انکا معتقد کرکے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہین اور جن امور مین رضاے الٰہی نہین ہے اور راہ توحید ومستقیم سے مانع ہین اور آخرت سے پھیرنے والے ہین مگر اہل دنیا کو مرغوب ومحبوب ہین انکو جاری کرکے دنیا کماتے ہین اور جو درحقیقت اولیاء اللہ تعالے ونیک بندے وراہ توحید وآخرت پر ہین انکی مذمت وتقبیح کرتے ہین اور انکی برائیون وغیبت سے پیٹ بھرتے ہین تاکہ بندگان حق عزوجل کو راہ راست سے پھیرین اور انکی صحبت سے مستفیض ہونے دین پس ایسے لوگ یہی اللہ تعالے کی خیانت کرتے ہین۔ وقال تعالے واللہ لا یہدی کید الخائنین۔ پھر آخر جو لوگ خاص بندے ہین انکے نزدیک خوار وفضیحت ہوجاتے ہین بہرحال اللہ تعالے ایسے لوگون سے روے زمین کو پاک فرماوے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین ایسے لوگون کی بہت کثرت ہے اور عوام انکے اعتقاد سے دین قویم وصراط مستقیم واتباع رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے باز رہتے ہین اللہم احفظنا وانت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ شیخ نے لکھا کہ شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ جسنے اپنی نیت صحیح رکھی اور اسکو شک وشبہہ عارض نہوا تو اسکی حالت ہمیشہ استقامت پر ٹھیک رہتی ہے اور صحت نیت اسطرح ہے کہ بالکل اپنی مراد سے جاتا رہے اور فقط ارادہ الٰہی پر راضی ہوجاوے۔ شیخ ابو عثمان رحنے آیت کریمہ سے استنباط کیا کہ جو زمین فتنہ ہوا اس سے سواے فتنہ کے کچھ نہین پیدا ہوتا اور زمین رحمت سے انسان کو رحمت ملتی ہے اگرچہ کچھ دنون بعد ملے۔ قولہ تعالے فیہ رجال یحبون ان یتطہروا الآیہ۔ اہل قبا کی تقدیس فرمائی کہ وے طہارت کو چاہتے ہین اور اللہ تعالے طہارت والون کو چاہتا ہے۔ طہارت کے مراتب ہین۔ اسرار کی طہارت تو خطرات سے ہوتی ہے یعنے سر باطنی کو خطرات نفس وشیطان وغیرہ سے پاک رکھنا چاہیے ارواح کی طہارت غفلتون سے یعنی ہر غفلت سے پاک رکھنا چاہیے۔ قلوب کو شہوات سے پاک اور عقول کو جہالات سے پاک۔ نفوس کو کفریات سے پاک۔ بدنون کو لغزش وافعال قبیح سے پاک رکھنا چاہیے۔ جسکو اللہ تعالی نے ازل مین محبوب فرمایا اسکو دنیا مین ہر ایسے شغل سے جو اسکو اللہ تعالے سے غافل کرے پاک رکھتا ہے کیونکہ جس سے محبت ہو اسکو مفرت مین نہین چھوڑا جاتا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ طہارت تین طرح پر ہے علم کی طہارت جہالت سے اور یاد کی طہارت بھول سے اور طاعت کی طہارت معصیت سے ہے۔ بعض نے کہا کہ بیان اشارت ہے کہ ماسواے حق تعالے کے ہر دو جہان کے تعلق سے ان بندون کو طہارت محبوب تھی قولہ افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ الآیہ۔ اللہ تعالے نے عزوجل ہر چیز وہر وہم وقیاس وگمان وخیال سے پاک وبرتر ہے کوئی بندہ جو کچھ خیال کرے وہ پاک تعالے

اس سے پاک ہے پھر کچھ عمارات اسکے واسطے ہین اور وہ صدیقین کے دل ہین جو سچے وخالص اعتقاد سے اسکے بندے ہین اور ہر زمانہ
مین وہ بہت تھوڑے ہین اور یہ سب بھی ابتدا سے انتہا تک ایک بندہ کی طفیلی ہین اور وہ بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہین پس اللہ تعالے عزوجل وہی اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے اور اسکا ایک بندہ محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اسکے طفیل بحسب
مراتب رسول وانبیاء واولیاء ہین اور یہ وہی بندے ہین جو صدق دل سے خالص اللہ تعالی کے بندے ہین پھر یہ ہر زمانہ مین تھوڑے ہین
پس انکے دل وہی اللہ تعالے کی عمارات ہین جنمین مناظر قدس وانس منور بانوار تجلی حق عزوجل ہین پس جنے دل کو رذیل اخلاق سے
پاک کرکے یاد الٰہی جل جلالہ وتمنائے لقاء حق تعالے وشوق ومعرفت وتوحید وتفرید وخوف وعظمت وکبریائی ومراقبہ خطاب واسرار
وطلب رضوان ووصال الٰہی سبحانہ تعالے سے آراستہ کیا وہ نور عظیم کو پہونچ گیا جو بیان سے باہر ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ علی تقویٰ
من اللہ۔ اشارت ہے کہ اصل تقوی ازجانب اللہ تعالے عزوجل ہے پس متقی پر حق تعالے سبحانہ کا احسان ہے اور ہمہ تن اسی کی طرف
متقی کا التفات لہذا امتحان کے لیے آیات مابعد مین امر جہاد وغیرہ مین انکو مشغول کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین لکھا کہ
سابق مین غزوہ تبوک کی تمہید مین گذرا کہ رسول اللہ صلعم نے جب جہاد کے لیے لوگون کو حکم دیا اور وے گرانبار ہوئے تو اللہ تعالی
نے قولہ یاایہا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الآخرۃ الآیہ سے انکار فرمایا
کہ زندگانی دنیا پر راضی ہو جاؤ پھر آمادہ کیا بقولہ انفروا خفافا وثقالا وجاہدوا الآیہ۔ پھر بعد تشریح احوال ایمان ومذمائم نفاق کے
اب اسکی فضیلت وتحقیق حالت پر متنبہ فرمایا۔ بقولہ تعالے

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ

اللہ نے خرید لی مسلمانون سے انکی جان اور مال اس قیمت پر کہ انکو بہشت ہے لڑتے ہین

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ

اللہ کی راہ مین پھر مارتے ہین اور مرتے ہین وعدہ ہوچکا اسکے ذمے پر سچا توریت اور انجیل

وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ

اور قرآن مین اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیان کرو اس معاملت پر جو تمنے کی ہے اس سے

وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

إِنَّ اللَّهَ البتہ اللہ تعالے عزوجل نے جو خالق ومالک تمام عالم دنیا وآخرت کا ہے۔ اشْتَرَىٰ خرید فرمایا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
اپنے مومن بندون سے جو اسکے مخلوق ومملوک ہین۔ أَنفُسَهُمْ ان مومن بندون کی جانین۔ وَأَمْوَالَهُمْ اور ان مومنون کے
اموال کہ خود ہی انکو رزق فرمائے ہین۔ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ بعوض اس امر کے کہ ان مومنون کے لیے جنت مخصوص ہے۔ سبحان اللہ تعالے
کیا فضیلت ہے کہ اسپر جان ومال فدا کرنا بہت متاع حقیر ہے لہذا حسن بصری رح نے فرمایا کہ اے لوگو سچے کانون سنو پس قسم ہے ذات پاک
حق عزوجل کی کہ یہ خریداری محض نفع وسراسر فائدہ ہے اس سے روئے زمین کے تمام مومنون سے قیامت تک اللہ تعالے نے مبایعت
فرمائی واللہ کوئی مومن اس بیع سے محروم نہین رہا۔ مولوی رومی نے کہا ؎ جان وہی ازبہر حق جانت دہند + نان وہی ازبہر حق نانت دہند

ے اللہ للہ زود بفروش وبخر + قطرۂ دہ بحر پر گوہر بر + اللہ تعالے کی تمام مخلوق ومملوک ہین چنانچہ مومن کی جان خود اپنی نہین بلکہ محض اللہ تعالے کی مخلوق ومملوک ہے اور ایسے ہی مال بھی اُسی کا دیا ہوا رزق ہے پس خرید یہان بطریق استعارہ تبعیہ کی تمثیل ہے جیسے قولہ تعالے اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالھدے - مین تمثیل مقصود ہے - اور یہ امر خود واضح ہے اور کافرون ومنافقون کو متروک مطروح کرکے فقط مومنین کی تخصیص فرمائی اور مومنون کی جانون ومالون کو مبیع قرار دیا جو کہ بیع مین عمدہ ومقصود ہوا کرتی ہے اور جنت کو دام ومول بنایا جو کہ مقصود حاصل ہونے کا وسیلہ ہوتا ہے اور یہ کمال فضل ہے - اور خرید کرنا اپنی ذات پاک جل جلالہ کی طرف نسبت فرمایا اور یون کہا کہ ان اللہ تعالے باع الجنۃ بالفسھم واموالھم - یعنی جنت کو اللہ تعالے نے مومنون کے ہاتھ بعوض اُنکی جانون ومالون کے فروخت کیا تو یہ بھی کمال فضل مومنین ہے کہ قولہ ان اللہ اشتری - سے نکلا کہ اللہ تعالے کو مومنون کی جانون ومالون کی طرف کمال اعتنا ہے لہذا یون نفرمایا کہ اشتری انفسھم واموالھم بالجنۃ - بلکہ یون فرمایا کہ بان لھم الجنۃ - تاکہ تحقیق معلوم ہوجاوے کہ یہ جنت اُنکے واسطے مخصوص ثمن ہے - یہ وہ مقام ہے کہ مومن اس خوشی مین سو جان فدا کردے تو حقیر ہے اللھم رب اجعلنی مومنا من المومنین وانت ارحم الراحمین - پھر بعض نے کہا کہ انفسھم مین مجاہدین کی جانین وایسے ہی اُنکے اموال مراد ہین اور صحیح یہ ہے کہ جملہ مومنین کی جانین مراد ہین کہ وہ طاعت الٰہی مین اُنکو رکھین یہان تک کہ موت آوے اور اموال کو طاعت الٰہی میں خرچ کرین یہان تک کہ مرجاوین پس جہاد مین جان ومال خرچ کرنا سب سے پہلے داخل ہے - اور انفسھم کو اموالھم سے مقدم کیا تاکہ تحقیق ہوجاوے کہ یہ مبایعت اُنکے مال کمانے سے پہلے ہوگئی ہے اور حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ مومنون کا اپنی جان ومال کو اللہ تعالے کی طاعت ورضامندی مین یعنی موافق شرع وسنت رسول اللہ صلعم کے قربان کرنا موجب کمال ثواب ورضوان الٰہی تعالے ہے اور وہ جنت ہے پس زہے نصیب اُسکے جسنے یہ بیع پائی کہ یہ حقیر جان اُسی کی مخلوق ہے اور یہ حقیر اموال اُسی کا رزق دیا ہوا ہے اسی کو اس پاک خالق رازق جل جلالہ نے قبول فرماکر خریدا اور جنت جو محل اکرام وانعام ورضوان ہے عطا فرمایا وہین اُسکا رضوان ودیدار ہے - سبحان اللہ تعالے کہان یہ حقیر اور کہان وہ انعام کبیر الحمد للہ رب العالمین - لہذا حسن بصری وقتادہ رح نے کہا کہ واللہ اُسکو حضرت حق سبحانہ تعالی نے خریدا تو اُنکو بہت بھاری ثمن دیا - اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر دونون چیزین اُنھین کے لیے کردین - حسن بصری نے کہا کہ ہماری جانین سب اُسی کی مخلوق ہین اور ہمارے اموال سب اُسی کا رزق عطیہ ہے - ایک جماعت محدثین نے روایت کیا کہ لیلۃ العقبہ مین قبل ہجرت کے جب آنحضرت صلعم نے ایک گروہ انصار سے بیعت لی تو انھون نے عرض کیا کہ جو شرائط آپ کو منظور ہین ہم سے لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے واسطے تمپر یہ شرط ہے کہ اُسی کی توحید کرو کچھ بھی اُس سے شرک نکرو اور میری ذات کے لیے یہ کہ اپنی جانون ومالون سے جسطرح روک ٹوک کرتے ہو میری نصرت کرو تو عرض کرنے لگے کہ ہم نے منظور کیا تو ہمارے لیے کیا ہے فرمایا کہ تمھارے لیے جنت ہے تو انصار بولے کہ واللہ ہم نے بیع مین سراسر نفع پایا اب ہم بیع نہ پھیرنے دینگے اور نہ خود پھیرینگے - روایت ہے کہ ایک اعرابی اس آیت کو پڑھتا ہوا آیا اور آنحضرت صلعم سے کہا کہ یہ کس کا کلام ہے فرمایا کہ اللہ تعالے جل جلالہ کا - عرض کیا کہ بیع مین سراسر نفع ہے واللہ مین نہ پھیرونگا پھرنے دونگا پس جہاد کو روانہ ہوا اور وہان شہید ہوگیا - قال تعالے یُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ جملہ مستانفہ بیان غرض خرید ہے یعنے اس بیع مین کیا مفاد ہے اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین فیقتلون بصیغہ مجہول ہے اور دوم بصیغہ معروف اور باقیون کی قراءۃ مین اول معروف ہے اور دوم مجہول ہے - المعنی قتال کرتے ہین یا قتال کرینگے یہ بندے اللہ تعالے کی راہ مین پس قتل کرتے ہین کافرون کو اور قتل کیے جاتے ہین یا قتل کرین اور قتل کیے جاوین - بعض علماء نے کہا کہ یقاتلون سے مراد امر ہے یعنے مومنون سے اسطرح خریدا

تو وہ قتال کریں - اور بنابر قراءۃ حمزہ و کسائی کے یہ معنی ہیں کہ قتل کیے جاتے ہیں اور قتل کرتے ہیں یعنے باوجودیکہ بتقدیر و مشیت الٰہی اُن میں سے بعضے قتل کیے جاتے ہیں تو باقی قتال پر ثابت قدم رہتے ہیں کیونکہ قتل ہو جانا عین مراد دل جانا ہی مگر منافق بسبب ضعف اعتقاد و شک کے اسی سے بھاگتا ہی - الحاصل مومنین اللہ تعالےٰ کی راہ میں قتال کرتے ہیں خواہ قتل کریں یا قتل ہوں یا قتل کریں بھی و مقتول بھی ہوں بہر حال اُنکے لیے جنت ہی - صحیحین وغیرہ میں حدیث ہی کہ جو شخص خالص اللہ تعالےٰ پر ایمان و رسولوں کی تصدیق پر اُسکی راہ میں جہاد کو نکلا تو اللہ تعالےٰ نے اسکے واسطے تکفل کر لیا کہ اُسکو وفات دے تو اُسکو جنت میں داخل فرما دے یا جہان سے نکلا ہی اُسکو اجر و غنیمت سمیت واپس فرما دے مترجم کہتا ہی کہ پہلی بات کیا خوب ہی اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے روزی فرماوے - قال تعالےٰ - وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا اے وَعَدَ اللہ تعالےٰ علی ذلک وعداً و حق ذلک حقا - فِي التَّوۡرٰىةِ یعنی وعدہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اس فعل جہاد پر وعدہ اور محقق کر دیا اسکو خوب محقق جو ثابت و نازل ہی توراۃ میں یعنے جو کتاب آسمانی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اسمیں مومنین کے لیے یہ وعدہ لکھ دیا تھا - وَالۡاِنۡجِيۡلِ اور کتاب انجیل میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی - وَالۡقُرۡاٰنِ اور اب اس کتاب مجید قرآن میں ثابت فرمایا جو افضل الرسل و خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور وہ اگلی کتابوں کا جامع و شاہد ہی حاصل آنکہ یہ وعدہ حضرت علام الغیوب کی طرف سے مومنوں کے لیے اگلی کتابوں سے نازل چلا آتا ہی یہان تک کہ قرآن مجید میں نازل ہوا پس وعدہ محقق و ثابت ہی - وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور کون ہی وہ جو اللہ تعالےٰ سے بڑھکر اپنا وعدہ وفا کرے - یعنی کوئی اُس سے بڑھکر نہیں ہی - دیکھو بندے بدعہدی سے شرم کرتے اور کبھی بدعہدی نہیں کرتے ہیں تو بھلا بندوں کا خالق جو ہر چیز پر قادر ہی اُسکے وعدے کا کیا پوچھنا ہی اُسکے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہی جو چاہے کر سکتا ہی پھر وفائے وعدہ سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہی پس جب بندوں کو بدون اُنکے کسی استحقاق کے پیدا کر دیا اُنکو تمام نعمتیں عطا فرمائیں تو فضل و کرم سے جو وعدہ فرمایا وہ بے شک پورا ہی فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ اب خطاب سے مشرف کرکے مومنوں کو دو چند مسرور فرمایا کہ جب یہ جان چکے تو خوش ہو جاؤ اس اپنی بیع پر جو تم نے عقد مبایعت سے قرار دی ہی - وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ اور یہی تو فوز عظیم ہی - سبحان اللہ عز و جل بے شک یہی فوز عظیم ہی - تنبیہ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ میں کمال بلاغت و انواع تاکیدات ہیں - اول قولہ ان اللہ اشتری یعنی خریدنے والا وہ اللہ تعالےٰ عز و جل ہی جسکی جناب پاک میں دروغ کا وہم نہیں ہو سکتا پس عقد و عہد کامل مضبوط ہی - دوم اُسکو بیع و خرید سے استعارہ کیا اور عقد بیع بعد واقع ہونے کے واجب ہوتا ہی لہذا بلفظ یشترے نہیں بلکہ اشتری فرمایا کہ واقع ہو گیا - سوم قولہ وعداً کیونکہ وعدۂ الٰہی حق ہی - چہارم قولہ علیہ کیونکہ کلمہ علی وجوب کے لیے ہی - پنجم قولہ حقاً کیونکہ تاکید تحقیق ہی - ششم قولہ فی التوراۃ والانجیل والقرآن - اے ثابتا کائنا فیہا - کیونکہ ثبوت ان کتب آسمانی میں بجائے اسکے ہی کہ تمام انبیاء و رسل و تمام امتیں اسپر گواہ ہو گئی ہیں - ہفتم قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ - یہ کمال تاکید ہی - ہشتم قولہ فاستبشروا الخ - یہ بشارت نیل مرام ہی کہ وہی عین مقصود ہی پس مبالغۃ تاکید ہی - نہم قولہ ذلک ہو الفوز - اور دہم قولہ العظیم - پس ان دس وجوہ سے حق تعالےٰ جل جلالہ نے اس عہد کو موکد و مقرر و محقق فرمایا فافہم [مقصود اکا ۱۲] - وفی العرائس قولہ تعالےٰ ان اللہ اشتری من المومنین الآیۃ - ازل میں اہل مسجد الرضوان کو محبوب و مقبول فرما کر بمقتضائے عظمت و کبریائی امتحان غیرت میں غیر کی طرف ملتفت کیا اور یہ مکر قدیم ہی پس تحقیقاً یہ خرید ذات پاک اُسنے ہی کیونکہ قیام وجود اُسی کی ذات پاک سے ہی ورنہ اشیاء و حوادث سب دم میں فانی ہو جاویں پس اپنے آپ کو حوادث پر پیش کیا مگر کوئی اُسکے لائق نہیں تو خود اپنے آپ کو اپنے لیے خرید فرمایا کیونکہ اُ تعالےٰ

دانا تر ہی کہ اُسکی تجلی عظمت اُٹھانے سے تمام مخلوق عاجز ہی اور حدوث کو قدم کی تجلی مین بھلا کہان تاب ہوسکتی ہی اور وہی اپنے آپ اپنی قیمت ہی پس شفقت سے اپنے آپ کو اُنسے خرید لیا کہ تجلیات عظمت مین یہ بندے نیست نہو جاوین - پھر ان بندون کے اموال خریدے اور یہ اموال اسکے نعوت ازلیہ ومتاع مشاہدہ ہی تا کہ عدم کا بعید قدم ہی مین رہے پس جب جلال قدم سے انکو قطع فرمایا تو جو کچھ اُنکے لائق ومناسب ہی یعنی جنت اسمین انکو مشغول فرمایا - نکتہ نفوس واموال کی کچھ قدر وقیمت نہین چنانچہ اُنکو بعوض جنت کے خرید فرمایا ورنہ درصورت قدر ونفاست ہونے کے بذات پاک خرید فرماتا نہ کسی حادث چیز کی عوض کیونکہ جنت بھی منجملہ محدثات کے ہی - نکتہ نفوس کو خرید کر لیا کیونکہ وہ قلب کو پروردگار تعالے سے حجاب ہین اور یہی حال اموال کا ہی پس دونون خرید لیے تاکہ درمیان مین کوئی حجاب نہ رہے - نکتہ - مومنین سے انکے نفوس خرید فرمائے جو مجاہدہ وریاضت کی راہ سے اُسکے زیر قدرت وملکیت داخل کیے گئے ہین اور قلوب نہین خریدے کیونکہ وہ دیدار صفات مین خود مستغرق ہین - ابن عطاء رح نے کہا کہ تیرا نفس ہی ہر شہوت وبلیہ کا گھر ہی اور تیرا مال ہر گناہ ومعصیت کا ہتھیار پس دونون تجھسے خرید کر تجھے وہ چیز عوض دی کہ حال ومآل مین تجھے نافع ہی - سہل رح نے کہا کہ مومن کوئی ایسا نہین جسکے ملک مین اسکا نفس ہو اس لیے کہ وہ تو اللہ تعالے کی بیع مین بک چکا پس جسنے مبیع ادا نہ کی اور نفس اپنے پاس رکھا یعنی حیات دنیاے فانیہ سے نہ درگذرا وہ بھلا کہانسے حیوۃ طیبہ پر زندگی کریگا - قال المترجم نکتہ لطیف ہی اور حدیث مین ہی کہ کوئی تم مین سے مومن نہوگا جب تک اُسکا نفس بالکل اسکا مطیع نہو جاوے جو مین لایا ہون فتامل وافہم - جعفر رح نے کہا کہ بزبان حقیقت انکو مبتلاے مکر کیا بزبان معاملت کہ اسنے اجساد خریدے تاکہ قلوب مین وقوع محبت متعین ہو پس وصل سے انکو زندہ فرمایا - حسین رح نے کہا کہ نفوس سرکش ہین انکو حق تعالے نے مومنین سے خرید کر اپنی غلامی مین مطیع کر لیا پس سوائے حق عز وجل کے انکا کوئی مالک نہین ہوسکتا - نصرآبادی رح نے کہا کہ جنید رح سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالے نے مومنین سے انکے نفوس کب خریدے - تو کہا کہ ایسے وقت کہ کُن کا دہان وجود ہی نہ تھا پس انکی نظر کو سبب وعلت سے بالکل اُٹھا دیا جبکہ انکی ملکیت خود اپنے نفوس واموال سے زائل فرمائی تاکہ جوار حق عز وجل کی لیاقت پاوین - نصرآبادی رح نے کہا کہ نفس تیری صفت تھا تجھسے خریدا اور قلب اسی کی صفت کے زیر حکومت ہی اسپر بیع واقع نہین ہوئی - آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی کا قلب حضرت الرحمن عز وجل کی دو اُنگلیون کے بیچ مین ہی یعنے اسی کی صفت قدیم کی تجلی مین مسخر ہی - نکتہ قال النصرآبادی رح آدمی کا نفس معیوب ہی اور کریم وہی خرید لیتا ہی جس سے اور لوگ بے پروائی کرین - قال الشیخ العارف مجھے اور ایک نکتہ الہام ہوا کہ حق تعالے نے وقت ایجاد کے نفوس کو لباس قہر ربوبیت پہنایا پس اُسنے وصف کبر کو لے لیا پس جب قہر اسپر وارد ہوا تو اسنے منازعت کی پس حق تعالے نے مومنون پر کرم فرمایا کہ اگر نفس اُنکے ساتھ رہا تو انکو اغوا کریگا جیسے فرعون کو اغوا کرکے اس سے قولہ انا ربکم الاعلی - کہلوا لیا - اور جیسے ابلیس کو تکبر مین خوار ومردود کیا پس مومنون سے خرید کر نابود کر دیا تاکہ اُنمین سوائے عبودیت کے کچھ باقی نہ رہے - پھر حق تعالے نے قلوب عارفین مومنین کو اپنے پاک کلام یعنی قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ - سے فرح وسرور مین مسرور کیا کہ فدائے جان ومال مین جہاد ومجاہدہ وریاضات مین اللہ تعالے کے وعدہ پر نیک نیت وصدق طویت پر ثابت ومستقیم رہین لہذا یقین کرینگے کہ حق تعالے جل جلالہ سے بڑھکر کسکا وعدہ ہو سکتا ہی اسلیے کہ وعدہ آیندہ وفا ہوتا ہی اور جسقدر محدثات ہین یعنی سوائے اللہ تعالے کے جو چیز وجود کوئی ہی وہ آیندہ کے معاملہ مین ناقص ہی کیا معلوم کہ کیا واقع ہو اور حق تعالے قدیم پاک بیزوال قادر مختار عزیز جلیل بہمہ اوصاف کمال لایزال ہی اسمین کوئی نقص ممکن ہی نہین پس جو فرمایا وہ ضرور پورا ہوگا بلکہ اُس سے بڑھکر اپنے فضل سے عطا فرمایگا -

کیونکہ اسکے انعام وفضل کی انتہا ہی نہین اور وہ رب کریم رحیم ہی پس بندہ مومن نہایت مطمئن ہو کہ اسکے مولی جل جلالہ کے ملوک وشعور
ہین جو چیز ہو یا جو آدمی ہو یا جو فرشتہ ہو جنکو گمراہ اپنا معبود بناتے پھرتے ہین حسین رح نے کہا کہ ازل مین حق تعالی کا عہد اپنے خالص
بندون کے ساتھ انکی خصوصیت خاصہ کا ہی جسکے انوار انپر وجود سے ظاہر ہونے ہین چنانچہ حضرت آدم ؑ کی پشت سے جب ارواح نکالین مثلاً
چیونٹیون کیطرح تھین تو آدم ؑ نے انہین سے خالص بندون پر وہ انوار جنپر نظر نہین ٹھہرتی دیکھا عرض کیا کہ اے پروردگار تیری شان
پاک ہی یہ کون بندے ہین پھر دنیاوی وجود مین ان انوار کے آثار انپر موافق عہد قدیم کے ظاہر فرمائے پس انکا عہد انکو پورا کر دیا۔ ومن
اوفی بعہدہ من اللہ۔ اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی عہد پورا کرنے والا نہین ہو سکتا پھر اسی پر مومنون کو بشارت دی بقولہ فاستبشروا ببیعکم الذی
بایعتم بہ۔ خرید اپنی طرف فرمائی کہ ازل مین مومنون سے انکی جانین خریدین اور بیع مومنون کی طرف نسبت کی کہ انھون نے جانین بیچین یاور
تو جانتا ہو کہ ازل مین مومنین کہان تھے اپنی پاک ذات کو مومنون کی جگہ قائم فرمایا اور یہ اتحاد الفعل کی طرف اشارہ ہی۔ کما فی قولہ تعالے و
ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور یہ آیت از قبیل عین الجمع ہی انکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بشارت فرمائی اور غرض اس سے
یہ کہ خوش ہو جاؤ تم میری متابعت سے باین طور کہ میرے ساتھ اللہ تعالے کی طاعت کرو پس بڑی خوشی ہی کہ مین نے تم کو اپنے خطاب و
خرید سے جو میرے کمال لطف سے خبر دیتا ہی تم کو سرفراز کیا پس تم بلا عذاب و بلا حساب دیدار جمال وجلال سے فائز ہوگے۔ کما قال تعالے
وذلک ہو الفوز العظیم۔ شیخ نصر آبادی رح نے کہا کہ اس بیع مین خوشخبری کا حال یہ ہی کہ اللہ تعالے انکو بحسب وعدہ کریمہ جنت عطا فرماویگا
جو کہ مقام رضوان ہی اور چونکہ وہ کریم حقیقی ہی پھر پورے زیادت کے ساتھ دیدار ومشاہدہ عطا کریگا۔ کما قال تعالے الحسنی وزیادہ الآیۃ۔
مترجم کہتا ہی کہ متواتر تفسیر مین حسنی جنت ہی اور زیادہ دیدار حق تعالے ہی۔ پھر واضح ہو کہ مومن اسم جامع ہی اسمین معانی کثیرہ داخل
ہین پس جن مومنون سے انکے نفوس خرید فرمائے ہین انکے اوصاف مقامات کو تفصیل وتقسیم کے ساتھ بعد اجمال کے یعنی بلفظ مومن
بیان فرمانے کے اب تمیز وشناخت وتحقیق کے لیے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

توبہ کرنیوالے بندگی کرنیوالے شکر کرنیوالے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے حکم کرنیوالے نیک بات کو

وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور منع کرنیوالے بری بات سے اور تھامنے والے حدین باندھی اسکی اور خوشخبری سنا ایمان والون کو

التَّائِبُونَ زجاج رح نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مبتدا ہی مع معطوفات کے اور خبر محذوف ہی یعنے التائبون العابدون الی آخرہ لہم الجنۃ
ایضا یعنی تائبون وغیرہ ان اوصاف والون کے لیے بھی جنت ہی اور کہا کہ یہ احسن اسوجہ سے ہی کہ اگر التائبون سے بیان انھین مومنین
کا ہو جو اوپر کی آیت مین مذکور ہین تو وعدہ جنت مخصوص بمجاہدین ہو جائیگا۔ اسی قول کو مفسرین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ولیکن
جواب یہ ہی کہ وعدہ مجاہدون کے ساتھ مخصوص ہونا لازم نہین آتا اس لیے کہ مومنین سے عام مومنین مراد ہین اور انسے انکی جانین و
اموال خرید لیے پس وہ حکم شرع کے موافق اپنی جان کو مطیع رکھتے ہین جسمین جہاد وغیرہ سب طاعات شامل ہین لہذا مختار قول جمہور مفسرین
ہی کہ مرفوع علی المدح ہی۔ اے ہم التائبون۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ ان مومنون کی مدح ہی جن سے اللہ تعالے نے انکی جانون و
مالون کو خرید فرمایا۔ اور تائبون جمع تائب یعنی رجوع کرنے والا اور مراد شرک ونفاق سے پھر جانے والے۔ یا جملہ معصیات سے منہ موڑنے

دتوبہ کرنے والے - الحاصل مومنین جنکے جانون و مالون کو اللہ تعالے نے خرید اوہ ایسے لوگ ہین کہ شرک ونفاق وغیرہ جملہ معاصی سے عموماً تائب ہین - الْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنے والے ہین یعنی خالص اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت بدون شرک ونفاق کے کرتے ہین - الْحٰمِدُوْنَ اللہ تعالے ہی کی حمد وثناء ہرحال مین اداکرنے والے ہین پس جو امر تقدیری خواہ نعمت ہو یا مصیبت ہو انکو پیش آوے اُسمین راضی اور اپنے پاک معبود تعالے کی حمد وثنا کرتے ہین - السَّآئِحُوْنَ جمع سائح یعنے صائم ہین - الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنے والے - السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے یعنی نمازین اداکرنے والے ہین - الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرنے والے ہین امر معروف کا - وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکنے والے ہین ایسے امر سے جو شرع مین انکار کیا گیا یعنی ایسے یہ حکم دیا گیا کہ نہ کرنا چاہیے پس موافق استطاعت کے ہاتھ یا زبان سے روکتے یا آخری مرتبہ دل سے برا جانتے ہین - وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اور حفاظت کرنے والے ہین اُن حدون کے جو اللہ تعالے لے انکے لیے مقرر فرمائی ہین یعنی اس دنیائے دنی و زندگانی فانی مین نفس و اُسکی خواہشون کی چیزین اور اطوار و افعال پیدا کرکے اُنکو امتحان مین رکھکر حدین مقرر کردی ہین کہ ان حد سے تجاوز نہ کرین خواہ طاعات عبادات الٰہی ہون یا نفس کی خواہشین ہون یا اور لوگون سے معاملات ہون سب مین اس دنیا سے خواہش نفس کے تابع نہون کہ جو اُنکا نفس چاہے وہ کرنے لگین بلکہ اللہ تعالے نے جو حدود رکھے ہین انکے مطیع رہین اور اس خوبی سے دنیا کی زندگانی بسر کرکے اپنے آخرت کے گھر مین جو جنت ہی چلے جاوین لہذا فرمایا - وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بشارت دیدے اے رسول محبوب اُن بندون کو جو مومنین مطیع ان اوصاف سے آراستہ ہین - پس مومنون نے اس دنیا و اسکی حیات فانی کو چھوڑا اور آخرت و اسکی حیات دائمی کو اختیار کیا اسطرح کہ انھین اوصاف سے بفضل و توفیق الٰہی متصف ہوے تو جنت و رضوان دائمی کی بشارت پائی - برخلاف کافرون و منافقون کے کہ انھون نے اپنے نفس کی اطاعت کی اور اس دنیا و حیات فانی کو اختیار کیا پس جہنم ہمیشہ اُنکا ٹھکانا ہی - واعوذ باللہ من عذاب جہنم - ف - اللہ تعالے نے یہان نَوْ وصف ذکر فرمائے ہین جو دنیاوی زندگی بسر کرکے آخرت و جنت تک پہونچ جانے کے لیے بندگان مومنین کو کافی ہین از انجملہ چھ وصف پہلے خالص حضرت خالق عزوجل کی بندگی سے متعلق ہین یعنے اول توبہ کرے ہر شرک و نفاق و ہر معصیت سے پھر دوم عبادت کرے اخلاص و توحید کے ساتھ اور یہ یقین کیے رہے کہ حضرت خالق عزوجل کی عبادت جو اُسکی درگاہ کے لایق ہی مجھسے کبھی ادا نہین ہوسکتی ولیکن اُسکے فضل و کرم سے امید ہی کہ اُسکی عظمت و کبریائی کے لایق عبادت مین جو قصور مخلوق سے ہی اُسکو عفو کرکے مجھسے اسیقدر قبول فرماوے کیونکہ وہ پاک پروردگار دانا تر ہی کہ ہم مخلوق بر کے اُسکے شان اعز واجل کے لایق عبادت نہین اداکرسکتے ہین - اسی سے اہل عرفان اپنی عبادت سے استغفار کرتے رہتے ہین - سوم تقدیر پر ایمان رکھے کہ حضرت خالق عزوجل کی حکمت کاملہ و مشیت فاضلہ سے ہر نعمت و مصیبت ہی اور جب وہ حق تعالی کی طرف سے ہی تو نعمت کے وقت شکر الٰہی اور مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون سے ہرحال مین اُسی کی حمد وثنا کرے اور کسی غیر کیطرف سے یا کسی سبب وغیرہ سے کوئی امر خیال نہ کرے کہ یہ شرک ہی - چہارم سائح ہو اور اُسکا بیان آگے آتا ہی - پنجم و ششم راکع و ساجد ہو پس یہ دونون فعل کمال تعظیم کی نیت سے مخصوص بجناب باری تعالے ہین لہذا آپس مین کسی بندے کی تعظیم کے لیے سر نہ جھکاوے نہ بطور رکوع نہ بطور سجدہ چاہے کوئی بندہ ہو اور سلام کے وقت جو لوگون مین سر جھکانے کا طریقہ یا سلطان و امیر کے سامنے جھکنے کا طریقہ ہی سب خطا و گناہ ہی اور یہی تحقیق ہی - اور مقصود رکوع و سجود سے نماز ہی - پس یہ چھ وصف تو خالص اللہ تعالے کی بندگی مین ہین اور

ساتوان و آٹھوان وصف امر بالمعروف و نہی از منکر کا تو یہ اللہ تعالے کے لیے بندون کے ساتھ پڑتے - اور تفصیل اسکی سابق ہو چکی اور مسائل اسکے فتاوی عالمگیریہ کے ترجمہ جلد چہارم سے تلاش کرو مگر یاد رکھو کہ یہ امر واجب ہے اور یہی صحیح و اسی پر فتوی ہے لیس اسکا زیادہ تعلق بندون سے ہے اور نیت خلوص سے ثواب ملیگا اور رہا نوان وصف کہ حدود الٰہی کی حفاظت کرنا تو وہ اللہ تعالے کی عبادات کے حدود مین بھی چاہیے اور بندون کے ساتھ معاملات کے حدود مین بھی چاہیے لیس کتاب و سنت پر عمل کرے اور بدعات عملی و بدعات اعتقادی جیسے رافضی خارجی معتزلی وغیرہ فرقون مین رائج ہین سب سے اجتناب کرے اور بندون سے معاملہ نکاح و بیاہ و بیع و خرید وغیرہ سب مین حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے یہ ترتیب و کچھ تفصیل ان کلام پاک بلیغ کی ہے - ف ۲۰ قولہ السائحون - جمع سائح مشتق از سیاحت جو روے زمین پر سیر کرنے کو کہتے ہین اور قاموس مین کہا کہ اللہ تعالی کی عبادت کی نیت سے زمین مین سیر کرنے کو سیاحت کہتے ہین اور علمار نے لکھا کہ سیاحت سے نفس بہت مہذب ہو جاتا ہے کیونکہ کسی مقام سے آدمی کو دل بستگی نہین رہتی اور دنیا مین مثل مسافر کے ہو جاتا ہے کہ اس کو دنیا سے انقطاع ہو کر آخرت کی طرف رغبت حاصل ہو جاتی ہے - لیس یہ تو نفع سیاحت کا ہے لیکن آیت کریمہ مین سائحین سے کیا مراد ہے تو اسمین متعدد تفاسیر ہین اور جمہور مفسرین رحمہم اللہ تعالے کے نزدیک مراد آیت کریمہ مین سیاحت سے صیام ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر رح مین ہے کہ عبداللہ بن مسعود رض نے کہا کہ سائحون یعنی صائمون - روزہ رکھنے والے - ایسا ہی عوفی و سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جہان قرآن مجید مین سیاحت مذکور ہے مراد اس سے صیام ہے - رواہ ابن جریر و ابن المنذر - قلت - جیسے اللہ تعالے نے ازواج رسول اللہ صلعم کی صفت مین فرمایا - سائحات یعنی صائمات اور ایسا ہی ضحاک رح کا قول ہے - عائشہ رض نے کہا کہ اس امت کی سیاحت روزہ ہے - رواہ ابن جریر - یہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و عطاء و عبدالرحمن السلمی و ضحاک وغیرہم کا ہے اور حسن بصری رح نے کہا کہ رمضان کے روزہ دار مراد ہین - اور ابو عمرو العبدی نے کہا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے مراد ہین اور ایسا ہی ایک حدیث مرفوع مین آیا ہے - قلت ابو ہریرہ رض سے مرفوع روایت ہے کہ سائحین یہ صائمین ہین - رواہ الحاکم - اور ابن مردویہ نے قول عائشہ رض جو اوپر مذکور ہوا مرفوع روایت کیا ہے - اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ روایت ابو ہریرہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما پر موقوف اصح ہے و لیکن ابن جریر رح کی روایت عبید بن عمیر سے مرفوعا کہ آنحضرت صلعم نے سائحین کی تفسیر پوچھنے والے کو کہا کہ وہ روزہ دار ہین یہ مرسل روایت بحسب الاسناد جید ہے - نص علیہ الحافظ رح - اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابوداؤد نے حدیث ابو امامہ رض سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیدیجئے تو فرمایا کہ میری امت کی سیاحت یہ کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرین - قلت قد رواہ ابن ماجہ و الحاکم و صححہ اور یہ شخص اجازت مانگنے والے عثمان بن مظعون تھے نص علیہ بعض الحفاظ واللہ اعلم - اور ابن المبارک رح نے ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوع روایت کی کہ سیاحت کے ذکر مین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میری امت کے لیے سیاحت کو جہاد سے اور ہر بلندی پر تکبیر سے بدل دیا ہے - قال الحافظ رح اور عکرمہ رح نے کہا کہ سائحین وہ علم دین کے طالب ہین - رواہ ابن ابی حاتم - اور کہا کہ بعضے کم فہم جو سیاحت سے یہ معنی سمجھتے ہین کہ زمین کے جنگلون و پہاڑون و دشت بیابان وغیرہ مین سیر کرنا پھرے تو یہ معنی غلط فہمی ہے کیونکہ یہ امر شرع مین مشروع نہین ہان جس زمانہ مین دین مین فتنہ و فساد پھیلے تو البتہ اسقدر آیا ہے کہ قریب ہے کہ مسلمان کا بہتر مال کچھ بکریان ہون کہ انکو شعف الجبال و بارش ہونے کے مقامات مین لیجاوے اس غرض سے کہ اپنا دین سلامت رکھنے کو فتنہ سے بھاگے - کما فی روایۃ البخاری رح - حاصل اس آیت کی تفسیر کا وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ آیت کریمہ ان مومنون کی

صفت ہی جیسے اللہ تعالے نے اُنکی جانین و اموال خریدے پس وے لوگ ان اوصاف سے متصف ہونگے کہ ہر نوع کے گناہ سے توبہ کرنے والے ہونگے۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت پر قائم و محافظ ہونگے اور یہ عبادت اقوال و افعال ہین پس اقوال مین سے زیادہ مخصوص قول حمد و ثنا ہی لہذا حامدون سے وصف فرمایا اور افعال مین سے افضل نماز و روزہ ہی لہذا سائحون یعنی صائمون سے اور راکعون ساجدون یعنی نماز گزارنے والون سے وصف فرمایا پھر باوجود اسطرح قیام طاعت کے یہ لوگ مخلوق الٰہی کو نفع پہونچانے والے اور انکو راہ راست دکھلانے والے ہین باین طور کہ آمرون بالمعروف و ناہون عن المنکر ہونگے باوجود علم اس بات کے کہ کن کن امور کا نام شرع مین مستحسن و معروف ہی اور کن کن امور کا شرع مین انکار کیا گیا ہی پس انکا ترک واجب ہی پس حافظین حدود اللہ تعالے بھی ہونگے کہ ہر چیز کی حلت و حرمت سے انکو آگاہی ہوگی پس یہ لوگ جامع اوصاف ہین کہ عبادت حق عزوجل پر بھی قائم ہین اور مخلوق کی نصیحت پر بھی ثابت ہین لہذا فرمایا کہ وبشر المومنین۔ کیونکہ ایمان ان سب امور کو شامل و جامع ہی۔ وخیر الناس من ینفع الناس۔ آدمیون مین وہی بہتر ہی کہ آدمیون کو نفع پہونچاوے **ف ۳** عرائس مین لکھا کہ قولہ تعالے التائبون العابدون الحامدون الخ اس کلام پاک مین نو مقام بیان فرمائے اور اول مین بقولہ ان اللہ اشتری من المومنین سے ایمان ذکر فرمایا کیونکہ ایمان تمام حالات و مقامات و معاملات و درجات کی جڑ ہی اور وہی نیکیون و بھلائیون کی اصل ہی پس اُسی سے انسان اپنے خالق عزوجل کو پہچانتا اور اپنے آپ کو بندہ جانتا ہی پھر اس سے یہ خصال حمیدہ مانند شاخون کے سر نکالتے ہین پس ایمان کے ساتھ ملاکر مقامات دس ہوے جنمین سے ایمان مقدم و اول ہی اور مومن کا معرفت مین امتحان ہوتا ہی کبھی ذوق وصال کے بعد تلخی فراق کا اور کبھی ادب انبساط کا پس فراق کے امتحان مین غفلت سے توفیق ازلی اُسکو متنبہ کرکے چشم دل اُسکی کھول دیتی ہی پس اُسکے دل مین نفس و شیطان جو خطرات شہوت و شبہات ڈالتے ہین اور اُسکی روح ناطقہ پر جو خواہش ماسوائے حق ہوتی ہی اُسکو پہچانکر جوش نور ایمان سے اُسکو نکال ڈالتا ہی پس سر باطنی اغیار سے پاک ہوجاتا ہی پس گذشتہ اوقات غفلت پر نادم ہوکر توبہ و استغفار سے درگاہ کبریائی مین عاجزی کرتا ہی یہان تک کہ صدق ارادہ ہوکر مرتبہ توبہ اُسکو نصیب ہوتا ہی پس اللہ تعالے عزوجل اُسپر رجوع فرماتا ہی اور اُسکی توبہ پوری ہوجاتی ہی پس **تائبون** وہ قوم ہی جسنے غیر حق سے اللہ تعالے کی طرف رجوع کیا اور استقامت باللہ مع اللہ تعالے انکو نصیب ہوئی پھر وہ اللہ تعالی کیطرف سے کبھی اغیار کی طرف رجوع نہین لاتے اور اس صفت کے حصول سے توبہ کرنے والے کو عبادت و مجاہدہ و ریاضت حاصل ہوجاتی ہی یہان تک کہ اُسکو بندگی کا مزہ مل جاتا ہی اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالے کا بندہ ہوجاتا اور اغیار سے منھ موڑ لیتا ہی اور چشم احسان سے بنور عرفان اُسکو عبادت حق تعالے مین مشاہدہ الٰہی حاصل ہوتا ہی کما قال رسول اللہ صلعم والاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ یعنی مرتبہ احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالے کی عبادت کرے گویا تو اُسکو دیکھتا ہی۔ **العابدون** وہ لوگ ہین کہ قائم باللہ فی اللہ عن غیر اللہ تعالے ہون سو جب تائب عابد کے لیے یہ نعمتین پوری ہوئین تو اُسکا حال اس امر کو مقتضی ہوتا ہی کہ منعم حق سبحانہ کی اسطرح حمد ادا کرے کہ جو اُسکے حیطہ امکان سے باہر ہی بسبب اس انعام قدیم کے جو ازل مین اُسپر فرمایا پس خجالت کے ساتھ اُسکی حمد کرتا ہی یعنے اُسکو اپنے گونگے پن اور اپنے تصور پر سخت خجالت ہوتی ہی کہ اے میرے مولی مجھسے کچھ بھی تیری حمد ادا نہین ہوسکتی تیری شان پاک کے لائق مجھ حادث سے ایک حرف بھی ممکن نہین پس حضرت منعم جل جلالہ نے جو اپنا وصف فرمایا اسی کی تتبع مین زبان اسرار تک سے حمد کرتا ہی مگر حمد صفت نہ حمد وصف کیونکہ حادث کو کہان طاقت کہ حمد قدیم سے ایک حرف بھی ادا کرسکے۔ تو یہ نہین دیکھتا کہ حضرت سید عالم کہ علی الاطلاق بندہ واحد مقبول واتقی فی العالم ہی کیونکہ

اپنے حمد کے قاصر ہونے کو زبان عجز سے ادا کرتا ہی بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ مین عاجز بندہ ہون میرے مولی مین تیرے حمد و ثنا کہان ادا کرسکون اے مولی میرے تیرے لایق وہی حمد ہی جس سے تو نے اپنی پاک ذات کو وصف فرمایا ہی۔ لہذا۔ اَلْحَامِدُوْنَ وہی بندے ہین کہ ہمہ تن تمام وجود سے اللہ تعالے جل جلالہ کی حمد و یاد کو ظاہر و باطن ہر طرح ادا کرتے رہتے ہین اُنکے تن پر کوئی بال نہین مگر آنکہ حق تعالے کی طرف سے اُسکو زبان ہی کہ وہ ہمہ تن تمام وجود اُسکے حمد مین مستغرق اور اس زبان کی زبان سطح بطون اسرار تک بے انتہا حمد مین غرق ہین باوجود اسکے بعض شان عظمت و کبریائی کے لایق ایک حرف حمد نہین ادا ہوا تبارک اللہ رب العالمین۔ یہ اُسکا فضل ہی کہ ہم بندون سے یہ تعلو عفو فرماکر اسی حمد کو قبول فرمایا پھر وہی محمود ہی تو حمد کرنے والا اُسکے ہلال جمال کو آسمان ایقان مین دیکھکر صائم و معلوفات نفس سے رکنے والا ہوجاتا ہی تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ صوموا الرویۃ۔ اور اُسکا افطار نہین ہوتا مگر حلاوت مشاہدہ لقولہ علیہ السلام و افطروا الرویۃ۔ وقال المترجم عفا اللہ عنہ۔ حامد اپنے استغراق سے جمیع محامد اُسی کیطرف راجع پاکر تمام عالم کو فی نفسہ غیر محمود اور فی صنعہ راجع بمحمود حق عزوجل دیکھتا ہی پس مالوفات جملہ اُسکے مناظر سے ساقط اور از راہ صنع اسکے واسطے آکل و مشارب ہین لہذا آنحضرت صلعم صوم وصال مین فرماتے کہ یطعمنی ربی و یسقینی۔ اور فتنۂ دجال مین فرمایا کہ تسبیح حمد و ثنا مومن کو اکل و شرب سے کافی ہوگی۔ لہذا وہ اُن چیزون سے جو مالوفات کہلاتے ہین صائم ہوتا ہی پس۔ اَلسَّائِحُوْنَ وہی ہین جو ملکوت مین سیر کرتے اور جبروت مین اُڑتے پھرتے ہین پھر اس سیاحت سے سائح کو مشاہدہ عظمت و کبریائی کے وقت صفت فنا حاصل ہوتی ہی پس از خود رفتہ اُسی کے جبروت کے واسطے راکع ہوجاتا ہی لہذا اَلرَّاكِعُوْنَ بندگان عاشق ہین کہ دیدار جبروت مین بار عظمت اُٹھانے سے عاجز ہوکر خم ہوجاتے ہین جس سے قوت عنایت ازلی رحم فرماکر شہود اسرار کو مدد فرماتی ہی جو انوار جمال سلطان ذوالجلال کے طالب ہین پس ہر کشف کے وقت بسبب دہشت بداہۃ الکشف کے عظمت و کبریائی کے سامنے سر بسجدہ ہوجاتا ہی پس جمیع جہات سے اُسکے لیے ساجد ہوتا ہی کیونکہ وہی قبلہ ہر جہت سے بے جہت تمام عالم کے لیے ہی لقولہ تعالے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ پس معائنہ صفات مین غائب ہوکر جمیع جہات سے ساجد ہوتا ہی جیسے بندۂ صالح ہشام بن عبدان الشیرازی رحمہ اللہ کا حال تھا جنے اُسی حال پر انتقال کیا اللہ تعالے اُسپر رحم فرماوے پس۔ السّٰجِدُوْنَ وہی ہین کہ کشف غیب کے مشاہدہ مین اُنکو حرقت و ہیجان و شوق و ہیمان گھیر لیتا ہی۔ پس یہ سجود مقتضی توبہ و قریب ہوتا ہی جو مقتضی مشاہدہ ہوتی ہی جس سے متصف بصفات کریمہ ہوکر نور اسماء و صفات تبارک و تعالی سے اپنی بندگی مین قائم متمکن ہوکر موافق حکم الٰہی عزوجل کے حکم کرتا ہی لہذا فرمایا۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی مخلوق کو بزبان تقدیس بجانب خلق عزوجل راجع کرتے رہین اور اُنکی فرع سفرت مین اور انکو معصیت سے نکالنے مین اللہ تعالے کے واسطے اپنی جانین فدا کرتے ہین اور اللہ عزوجل اُنکو لباس انوار ہیبت و عظمت سے مہاب فرماتا ہی پس جیسے حق عزوجل نے اُنکو تمام مخالفات سے ابتدا حال مین منع فرمایا تھا وے بقدرت صفات الٰہی جل جلالہ اُسکی مخلوق کو اُسی کے واسطے منکرات سے منع فرماتے ہین لہذا فرمایا۔ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پس عموماً نفوس کو ہوا جس سے و شیاطین کو وساوس سے اور قلوب کو خواہش آخرت سے اور ارواح کو مقام محبت مین کہین توقف کرنے سے منع کرتے ہین کیونکہ مقام ازلیت بلانہایت ہی اور کسی منزل مین توقف کرنا عاشق پر حرام ہی۔ پھر یہ حال ایک مرتبہ اعلی کا مقتضی ہی اور وہ حفظ حدود الٰہی تعالے ہی یعنے کمال طور سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و شریعت حق عزوجل پر پوری نگاہداشت رکھین پس اپنے نفس پر اور خلق اللہ عزوجل پر اللہ تعالے واسکے رسول

صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق حکم کریں اور جو حدود مقرر فرمائے ہیں اُنسے کبھی تجاوز نہ کریں پس- والحٰفظون لحدود اللہ وہ بندے ہیں کہ ربوبیت کا کشف ہونے کے بعد دسے مقام عبودیت میں استقامت کے ساتھ قائم ہیں ہرگز حدود عبودیت سے تجاوز نہیں کرتے ہیں اور باوجود اتصاف باخلاق الٰہی جل شانہ کے اور باوجود مشاہدۂ جمال تبارک وتعالےٰ کے ہرگز کسی طرح ادعاء ربوبیت نہیں کرتے غفرانک اللھم لا الہ الا انت سبحانک نحن عبادک- پس یہ بندے پاکیزہ خصال ہیں جو آنحضرت صلعم کی اتباع میں راہ سنت پر ثابت قدم ہیں- پھر حق عزوجل نے ان اوصاف ومراتب کو ایک ہی نام میں جمع فرمایا اور وہ نام پاکیزہ مومن ہی پس انکو اسی نام سے قرب لقاء کی بشارت فرمائی بقولہ تعالےٰ- وبشر المؤمنین یعنی ان مومنون کو جنکے یہ اوصاف مذکورہ بالا ہیں اور وہ توحید کے اعلیٰ درجات میں ان عارفون کو بشارت ہی کہ مین اُنکے لیے اور وہ میرے لیے ہین ابھی تو اُنکے اور میرے درمیان حجاب ہی اور جب اس امتحانگاہ دنیا سے نکلے تو پھر میرے اُنکے درمیان حجاب نہوگا اور اس زندگانی فانیہ کے بعد وہی زندگانی پاکیزہ دائمی ہی- کما قال تعالےٰ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ- یعنی ہم اُسکو پاکیزہ زندگانی کے ساتھ زندہ فرمادینگے- قال الشیخ رح مجھے یہاں مومنون کے حق مین ایک نکتہ الہام ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ان بزرگ مرتبہ مومنون کے اہل مقامات کے اوصاف ذکر فرمائے اور بشارت اُنکی ضمیر سے نہیں ذکر فرمائی گویا اس سے ادنی درجہ کے مومنین کو غمگینی تھی پس بشارت مین بلفظ عموم یاد فرمایا اور وہی پہلا معاملہ یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المومنین الخ- اُنکے ساتھ بشارت مین مقطوع فرمایا یعنے بشارت اُسی معاملہ مبایعت پر عام ہی پس قولہ وبشر المومنین- یعنی مومنون کو عموماً بشارت فرمادے کہ مین نے اُنکے نفس کو ایسے بھاری ثمن کے عوض اُنسے خریدا اور بشارت فرمادے کہ یہ ثمن غالی میرے مشاہدہ کی جنت ورضوان اکبر ہی اور جب کہ مفلس مومنون کے پاس یہ مقامات ودرجات نہیں ہیں تو مین مفلسون سے خریدار اور مین غمگینون کا سرفراز کرنے والا سرور کرنے والا ہون مین مومنون کے واسطے خاصکر ہون بدون کسی علت وسبب کے- قال المترجم نکتہ لطیف ہی اللہ تعالےٰ ہم ناچیز بندون کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمادے اور پاک بزرگ بندون کے طفیل مین ہم حقیر بندون کو داخل مغفرت ورحمت کردے وھو مولانا ارحم الراحمین- قال الشیخ اور نیز بشارت مین عام لفظ مومنین سے یاد فرمایا تو اشارت ہی کہ ان مقامات پر ایمان لانے والون کو بھی بشارت ہی کہ وے بھی اہل مقام اس ایمان وتصدیق کی وجہ سے ہین- مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالےٰ کا کلام پاک اس امر کے استدلال کو اشارت ہی پس ہم بندے امیدوار ہین کہ جیسے ہم کو توفیق عطا ہوئی کہ بے شبہہ ان مقامات بزرگ پر ہم ایمان لائے- بے شک یہی اجل واعظم شان حق سبحانہ تعالیٰ کیواسطے بندگی لائق استطاعت بشریت فرض ہی اگرچہ شان الٰہی اس سے کہین اعلیٰ واجل ہی پس ہمکو جو مفلس وہیچ ہین اس طفیل مین داخل بشارت فرمادے تو اُسکے کرم سے دور نہیں ہی پس ہم ان برگزیدہ بندون کے ان مقامات پر ایمان لائے اور اپنی مفلسی وہیچکارگی کا اقرار کرتے ہین اللھم تقبلنا بطفیلھم فانت مولٰنا نعم المولی ونعم المجیب- سہل رح نے کہا کہ تائبون بندے ہین اور دنیا مین مخلوق پر توبہ سے زیادہ اور کوئی چیز واجب نہین ہی اور توبہ بدون حمد نہین ہی کہ اللہ تعم نے بندے کو راہ توبہ پر واقف کیا پس اُسکے واسطے ضرور حمد ہی اور توبہ وحمد صحیح نہوگی جبتک کہ ہمیشہ ریاضت وسیاحت مین نگذرے اور کوئی یہ مقامات نہ پاویگا جبتک برابر رکوع وسجود مین نہ رہے اور یہ سب صحیح نہین جبتک کہ امر بالمعروف ونہی از منکر کا عامل نہو اور ان مین سے کوئی مقام صحیح نہین جبتک کہ حدود الٰہی کی حفاظت ظاہر وباطن نکرے- مومن وہی ہی جسمین یہ اوصاف ہون پس وہی بشارت پاویگا جو آخر آیت کریمہ مین ہی- بعض المشائخ رح نے کہا کہ تائبون وہ ہین کہ مال وجان وحال سب سے بالکلیہ اُسی پاک خالق کی طرف رجوع لائے- عابدون جو حقیقی شرائط خدمت کے ساتھ اُسکی عبادت مین قائم ہوے- حامدون جو ہر لحظہ وہردم اُسکی نعمت کے شکرگزار ہین —

سائحون وہ جنھون نے رضاے حق عز وجل کے واسطے اپنی مرادات کی خواہش سے اپنے آپ کو ممنوع کر دیا- راکعون جو ہمیشہ اُسکی درگاہ مین خضوع رکھتے ہین اور ساجدون جو بندگی مین تکمیل چاہتے ہین یعنے اپنی خواہش وامید نہین بلکہ گویا تمہیم مراد الٰہی عز وجل- آمرون بالمعروف- یعنی سنت رسول اللہ صلعم کے موافق حکم کرنے والے ہین- قال المترجم قال فی الاصل الآمرون بسنة النبی صلعم- یعنی سنت نبی صلعم کا حکم کرنیوالے یعنے عین سنت پر چلنے کا حکم کرنے والے ہین- والناہون عن المنکر- یعنی سنت رسول اللہ صلعم سے مخالفت کرنے سے منع کرنے والے ہین- الحافظون لحدود اللہ- یعنی اُنکے ظاہر و باطن و اسرار و ارواح کے اوپر جو احکام الٰہی ہین اُنکی رعایت رکھنے والے ہین- وبشر المومنین یعنے اُن حدود کی حفاظت کرنے والون کو بشارت ہی- ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے کہا کہ سیاحت راحت ہی جسنے سیاحت کی راحت پائی- ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ حافظین حدود الٰہی وہ لوگ ہین جنھون نے کان لگا کر اللہ تعالے کے احکام گوش دل سے سنے و پاک دلون مین حفظ کر لیے اور کسی وقت انکی نداء سے نہین بچھڑے- قال المترجم یعنی ہر پانچ وقت ندائے اذان سے نماز مین فوراً حاضر ہوئے اور جب جہاد کے واسطے بلائے گئے تو حاضر ہوئے اور علی ہذا القیاس روزہ و زکوٰۃ وغیرہ جن امور کا حکم ہی کسی سے نہین بچھڑے جعفر صادق رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی عبادت صحیح نہین مگر بعد توبہ کے لہذا توبہ کو مقدم کیا اور توبہ صحیح نہین جب تک ساتھ ہی طاعت پر کمر نہ باندھے لہذا اُسکے بعد ہی عبادت کو فرمایا- استاد رح فی قولہ العابدون- بندہ خداے تعالے وہ ہین جو سلطنت دنیا وعقبیٰ کسی کی بندگی مین نہ آوین- خالص اللہ تعالے کے بندے و اُسی کی رضا رجا ہین- بعض المشائخ فی قولہ السائحون- وہ لوگ جو روے زمین مین اسواسطے پھرتے ہین کہ آیات قدرت الٰہی سے عبرت حاصل کرین- اور قلوب سے فکر کی راہین چلتے ہین اور تغیرات اشیاء حادث سے اُنکے خالق قدیم عز وجل کی طرف استدلال کرتے ہین اور ہر آیت و نشانی سے حکمت خالق و عظیم قدرت پر راہ پاتے ہین اور اسرار سے ملکوت مین سیر کرتے اور ہواے وصل و نسیم اُنس و تجلی شہود سے تحقق حاصل کرتے ہین- قال المترجم سیاحت ظاہری یعنی اقدام کی سیر روے زمین مین تو یہ مشروع نہین جیساکہ سابق مین کلام حافظ ابن کثیر رح اسپر تضعیف ہی واللہ اعلم- پھر مقتضاے ایمان یہ کہ محبت و مودت خالصةً لوجہ اللہ ایسے بندے سے ہو جو ولی اللہ تعالے یعنی مومن و صالح ہی مع حفظ حدود الٰہی لہذا اہل کفر اگرچہ اقرب ہون مومن کے نزدیک بسبب عدو اللہ ہونے کے کمال مبغوض ہونگے لہذا مشرک کے لیے استغفار سے انکار کیا- بقولہ تعالے

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ

نہین پہونچتا نبی کو اور مسلمانون کو کہ بخشش مانگین مشرکون کی اور اگرچہ وہ ہون ناتے والے

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ

جب کھل چکا اُنپر کہ وہ ہین دوزخ والے اور بخشش مانگنا ابراہیم کا

لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۚ

اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اُس سے پھر جب اُسپر کھلا کہ وہ دشمن ہی اللہ کا اُس سے بیزار ہوا

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝

ابراہیم بڑا نرم دل ہی تحمل والا

اول سورہ براءہ وغیرہ متعدد مقامات مین بیان فرمایا تھا کہ مشرکین و کافرین سے برائت و ترک موالات واجب ہی بس یہان مصرح کر دیا

کہ اہل قرابت سے ہو تو بھی کافر مرنے پر اسکے لیے استغفار جائز نہین ہی اور قرابت یہان کچھ موثر نہین ہی۔ یہ تو حکم آیت تاقیامت تمام مومنون کے لیے منصوص واضح ہوا اور رہا یہ امر کہ اس آیت کریمہ کا سبب نزول کیا واقعہ ہوا تو اسمین روایات متعدد ہین اور اللہ تعالی دانا ترہی کہ کون امر سبب نزول ہوا اور جائز ہی کہ چند اسباب پر سب کے لیے نزول ایکبارگی ہوا ہو۔ کما قال الشیخ ابن حجر رحمہ اللہ اور مفسر رحمہ اللہ نے اتقان مین آیت کا نزول متعدد قرار دیا یعنے ایکبار مکہ مین قبل ہجرت پھر مدینہ مین بعد ہجرت اسی کا نزول ہوا۔ اور واضح ہو کہ تین امر سبب نزول بیان ہوئے ہین ایک ابو طالب کے حق مین استغفار کرنا۔ دوم اپنی والدہ کے لیے استغفار چاہنا۔ سوم بعض مومنون کا اپنے مشرک والدین کے واسطے استغفار کرنا بدلیل آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد مشرک کے لیے استغفار کیا۔ پس اول کا بیان یہ کہ شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ ابن المسیب نے اپنے باپ سے روایت کی کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت ہوا تو آنحضرت صلعم وہان گئے اور ابو طالب پاس ابو جہل و عبد اللہ بن ابی امیہ دونون کافر بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ اے چچا ابو طالب تو لا الہ الا اللہ۔ کہہ لے مین اللہ تعالے کے یہان تیری مغفرت کے لیے یہ کلمہ طیبہ حجت لاؤنگا تو ابو جہل و ابن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم ملت عبد المطلب سے منھ موڑ دگے اور بعض روایت مین ابو طالب نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اگر یہ نہوتا کہ مشرکین قریش مجھے جزع وفزع کا عار کرینگے مین ضرور یہ کلمہ کہہ لیتا اور تیری آنکھین ٹھنڈی کرتا۔ آخر ابو طالب نے کہا کہ مین عبد المطلب کی ملت پر ہون اور مرگیا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین تیرے لیے استغفار کرونگا جب تک اس سے منع کیا جاؤن پس نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ احمد واصلہ فی الصحیحین وغیرہما۔ اور امام احمد کی روایت مین ہی کہ ابو طالب ہی کے حق مین قولہ تعالے انک لاتہدی من احببت الآیۃ نازل ہوئی والاسناد جیدۃ۔ اور ابو داؤد نے علی رض سے روایت کی کہ جب ابو طالب نے انتقال کیا تو مین نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپکا بوڑھا گمراہ چچا مرگیا آپ نے فرمایا کہ جاکر اُسکو دفن کر دے اور کچھ بات نہ کرنا یہان تک کہ میرے پاس آنا۔ الی آخر الحدیث۔ مترجم کہتا ہی کہ آیت مین استغفار سے نبی صلعم و مومنین پر انکار بایں معنی کہ ابو طالب کے استغفار مین بعض مومنین آپ کے ساتھ شریک تھے۔ کمالین وغیرہ مین یہان اشکال پیش کیا کہ وفات ابو طالب قبل الہجرۃ واقع ہوئی اور آیت کریمہ مدینہ مین آخر نازل ہوئی ہی۔ جواب اسکا بنا بر تجویز شیخ مفسر رح کے جو اتقان مین مذکور ہی یہ کہ کئی بار اُسکا نزول ہوا۔ اور اولی یہ قول ہی کہ حق ابو طالب مین ممانعت استغفار سے یہ لازم نہین کہ فوراً نزول ہو تاکہ اشکال لازم آوے کہ واقعہ مکہ کا اور نزول مدینہ مین ہی اور اسیواسطے شیخ ابن حجر رح نے کہا کہ معتمد یہ ہی کہ آیت کے نزول مین تاخیر ہوئی اگرچہ واقعہ ابو طالب اس سے پہلے ہو چکا تھا پھر اور سبب پیش آئے پھر سب کے واسطے ایک مرتبہ مدینہ مین نزول ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس طرح توفیق سے یہ وہم دور ہوگیا کہ آیت کے سبب نزول مین اقوال مختلف ہین کیونکہ اقوال سب صحیح ہین اور سب کے لیے نزول ہوا ہی۔ پس بعض سلف نے کوئی سبب اور بعض نے دوسرا سبب روایت کیا۔ فافہم۔ دوم کا بیان یہ ہی کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ہم لوگ نبی صلعم کے ساتھ قریب ہزار سوار کے ایک سفر مین تھے پس ایک مقام پر ہمکو اتارا پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر ہماری طرف رُخ فرمایا اس حال مین کہ آپ کی آنکھون سے آنسو بہتے تھے پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُٹھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون آپ کس حال مین ہین فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار تعالے سے اپنی ماں کے لیے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تھی مگر مجھے اجازت نفرمائی تو اسکے آگ مین جلنے پر مجھے ترس آیا کہ میرے آنسو جاری ہوے۔ اور مین نے تمکو تین باتون سے منع کیا تھا ایک تم کو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب زیارت کیا کرو کہ تمکو آخرت یاد دلاوے اور ایک تمکو

تین روز بعد قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا سو اب کھاؤ اور رکھ چھوڑو جو چاہو اور ایک تم کو چند قسم کے برتنون مین پانی پینے سے منع کیا تھا سو اب جس برتن مین چاہو پیو ولیکن کوئی نشہ کی چیز نہو۔ رواہ احمد وغیرہ اور اپنی والدہ کے بارہ مین استغفار کی روایات اور اس سے ممانعت و نزول آیت کریمہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ابن جریر و طبرانی وغیرہ ایک جماعت حفاظ محدثین نے روایت کیا اور ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بعد تبوک کے غزوہ عسفان یا سفر عمرہ مین قریب مکہ کے واقع ہوا اور بعض مین عدم اجازت نزول آیت کریمہ مصرح ہے اور بعض مین ہے کہ جب مکہ آئے تھے تب قبر والدہ پر تشریف لے گئے اور وہان یہ واقعہ ہوا۔ اور طبرانی کی روایت ابن عباس رضہ مین اس قصہ مین مصرح ہے کہ یہ بھی حکم ہوا کہ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے بعد ظہور اس امر کے کہ وہ عدو اللہ ہے تبری و انقطاع بیزاری کی تھی اسیطرح تو بھی اپنی مان سے منقطع ہو۔ شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اس روایت کے بعد لکھا کہ یہ روایت غریب و سیاق عجیب ہے اور لکھا کہ اس سے زیادہ غریب و منکر وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق مین بسند مجہول از عائشہ رضہ روایت کی اور اسمین یہ قصہ ہے کہ اللہ تعالے نے آپ کی والدہ آمنہ کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائین پھر اپنی حالت پر عود کیا یعنی مر گئین۔ اور اسیطرح وہ روایت جو سہیلی نے روض مین ایک جماعت مجہول سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے آپ کے والد اور مان کو زندہ کیا اور دونون آپ پر ایمان لائے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح مسلم مین روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو پوچھا تھا اس سے آپ نے فرمایا کہ دوزخ مین ہے تو وہ غمگین سخت واپس ہوا تو بلا کر اُس سے فرمایا کہ میرا باپ و تیرا باپ دونون دوزخ مین ہین۔ ولیکن حافظ ابن دحیہ نے ان غریب روایات سے استدلال کیا باین طور کہ یہ جدید زندگانی واقع ہوئی جیسے کہ آفتاب غروب ہو جانے کے بعد پھر آفتاب نے عود کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر جو بسبب اسکے جاتی رہی تھی کہ وحی کے وقت آنحضرت صلعم کا سر مبارک انکے زانو پر تھا پس حضرت علی رضہ نے آفتاب کے عود کرنے پر اپنی نماز عصر پڑھ لی اور طحاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ثابت کہا ہے۔ قرطبی رح نے کہا کہ آپ کے والدین کا زندہ ہو جانا عقل یا شرع سے کسی طرح ممتنع نہین ہے اور کہا کہ مین نے یہ بھی سنا کہ اللہ تعالے نے آپ کے چچا ابو طالب کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح مین ابو طالب کے حق مین بھی روایت ہے کہ لوگون نے عرض کیا کہ ابو طالب آپ کی حمایت مین بقدر مبالغہ کرتے تھے بھلا انکو کچھ نافع ہوا آپ نے فرمایا کہ ابو طالب کے پاؤن مین دو آگ کی جوتیان ہین جنکی حرارت سے انکا دماغ اُبلتا ہے۔ واضح ہو کہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ آنحضرت صلعم کی والدین بلکہ اجداد کے مومن ہونے کے بارہ مین لکھا ہے اور اسمین یہ تمام روایات جنمین سے بعض کو شیخ ابن کثیر رح نے اغرب کہا ہے وارد کیا اور خلاصہ یہ کہ والدین و اجداد آپ کے مومن ہوئے ہین اور روایات صحیحین آپکی اطلاع کے پہلے کا کلام ہے۔ برخلاف انکے ملا علی قاری رح نے ان سب کا جواب دیا اور روایات صحاح کو ترجیح دی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اگر روایات دربارہ حیات و ایمان صحت کو پہونچ جاوین تو دوبارہ زندہ ہو جانے وغیرہ مین کوئی تردد نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک اس مسئلہ مین کلام کرنا محض وسوسہ شیطانی ہے کیونکہ اسکی دین مین کوئی ضرورت نہین پھر لایعنی امر مین بحث کو طول دینا کچھ ضرور نہین اور اللہ تعالے دانا تر ہے کہ امر واقعی کیونکر ہے۔ فاستقم۔ امر سوم کا بیان یہ ہے کہ امام احمد رح نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ مین نے ایک شخص کو سنا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے حق مین استغفار کرتا تھا پس مین نے اس سے کہا کہ وے مشرک تھے تو انکے لیے استغفار کرتا ہے اُسنے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لیے استغفار نہین کیا تھا پس مین نے آنحضرت صلعم سے اسکو ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ

ماکان دو طرح پر قرآن مین آتا ہی الاول بمعنی نفی تابید قولہ ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔ اور دوم بمعنی نہی بانند قولہ ماکان لکم
ان تؤذوا رسول اللہ۔ پس یہان ماکان بمعنی لاینبغی یا لایجوز۔ ہی یعنے سزاوار نہین یا جائز نہین ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ان لوگون
کو جو ایمان لائے ہین یہ بات کہ استغفار کرین مشرکون کے لیے۔ وَلَوْ كَانُوٓا اُولِیْ قُرْبٰی اگرچہ یہ مشرکین اُنکے قرابت والے ہون
مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ پس اسکے ظاہر ہوگیا اُنکے اوپر یہ امر کہ یہ مشرکین دوزخی ہین۔ اللہ تعالےٰ
نے قطعی حکم دیدیا ہی بقولہ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ۔ پس قطعاً معلوم ہی کہ اللہ تعالےٰ کسی مشرک کی مغفرت نہ کریگا۔ اگر کہا جاوے کہ
آخری سبب نزول سے تطبیق کیونکر ہی اس لیے کہ استغفار ایک مومن کرتا تھا۔ جواب یہ کہ استغفار اگرچہ ایک مومن سے سرزد ہوا لیکن
حکم مین عموماً مومنون کو منع کردیا اور نبی صلعم کو بطریق مبالغہ ذکر فرمایا جس سے مشرک کے حق مین طمع استغفار کی جڑ کٹ جاوے یعنی جب کہ
تو موحد وہان نبی کا استغفار بھی مفید نہین بلکہ جائز ہی نہین ہی۔ ولیکن پوشیدہ نہ رہے کہ ظاہر سیاق بطریق انکار ہی لہٰذا تینون
سبب نزول سے آیت کریمہ کو خوب مطابقت ہی جیساکہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اعتماد فرمایا۔ اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ
تبین کی صورت یعنی مشرکون کے جہنمی ظاہر ہونے کی صورت یہ ہی کہ کفر پر اُنکی موت ہوجاوے اور اسی سے ابراہیم علیہ السلام کے
استغفار کرنے کا جواب ظاہر ہوا جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ
وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ اور نہ تھا استغفار ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے مگر ایک موت کیوجہ سے جسکا اُسکو وعدہ دیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ
نے یہ قصہ ذکر فرمایا بقولہ اراغب انت عن الہتی یا ابراہیم لئن لم تنتہ لارجمنک واہجرنی ملیا۔ قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان
بی حفیا۔ یعنی ابراہیم ع کے باپ نے انکو کہا کہ کیا منھ موڑنے والا ہی تو میرے معبودون سے اے ابراہیم۔ مجھے قسم ہی کہ اگر تو باز
نہ آویگا تو تجھے سنگسار کرونگا اور مجھے چھوڑ ایک مدت تک ابراہیم ع نے کہا کہ سلام علیک مین ضرور تیرے لیے اپنے رب سے استغفار
کرونگا کہ وہ مجھپر بہت مہربان ہی۔ پس اس وعدہ پر اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس استغفار کے معنی
یہ تھے کہ اللہ تعالےٰ سے تیرے لیے ایمان کی توفیق مانگونگا تاکہ تیری مغفرت کرے۔ بدلیل قولہ۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ
تَبَرَّاَ مِنْهُ پھر جب ظاہر ہوگیا ابراہیم کو کہ وہ اللہ تعالےٰ کا دشمن ہی تو اس سے بالکل انقطاع کیا اور اس سے بیزار ہوگیا۔ یہ
ظہور اس طور سے کہ وہ کفر پر مرگیا یا اس طور سے کہ ابراہیم علیہ السلام کو وحی بھیجی گئی کہ وہ ایمان نہ لاویگا۔ پس حاصل آیت کریمہ یہ ہی
کہ نبی و مومنون مین سے کسی کو مشرک کے لیے استغفار کرنا نہین جائز ہی اور مشرک وہی کہا جائیگا جو کفر پر مرجاوے کیونکہ جب تک
زندہ ہی تب تک احتمال ہی کہ ایمان لاوے۔ اور رہا یہ وہم کہ ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا
کہ ابراہیم نے اُس سے استغفار کا وعدہ کیا تھا یعنی آنکہ اُسکے لیے دعا کریگا کہ مومن ہوجاوے تاکہ اُسکی مغفرت ہو پھر جب کافر مرجانے
سے ابراہیم کو ظاہر ہوگیا کہ وہ دشمن خدا ازلی کافر ہی تو اُس سے بیزاری کرلی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوا کہ زندہ کافر
کے لیے استغفار کرنا جائز ہی یعنے دعا کرنا کہ اللہ تعالےٰ اُسکو ایمان دیوے کہ جس سے مغفور ہوجاوے اور یہ جائز نہین ہی کہ کسی مشرک
و کافر کے لیے باوجود اسکے کفر پر باقی رہنے کے مغفرت کی دعا کرے کہ اسکے گناہ معاف ہوجاوین۔ بعض لوگون نے یہان اشکال وارد
کیا کہ جنگ احد کے روز جب مشرکون نے آپکا دندان مبارک شہید کیا اور چہرہ مبارک زخمی کیا تو آپ خون پوچھتے اور فرماتے تھے کہ
اللھم اغفر لقومی فانہم لایعلمون۔ پس اُنکے لیے استغفار کیا۔ پھر خود جواب دیا کہ یہ امر قبل اسکے تھا کہ آپ کو معلوم ہو کہ مشرکون کے لیے

استغفار نہین جائز ہی اور اگر مانا جاوے کہ آپ کو معلوم تھا تو یہ کلام آپ کا بعض انبیاء سابقین کا قول نقل کرنے کے طور پر تھا جیسا کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ رض سے روایت ہی کہ گویا مین آنحضرت صلعم کو دیکھ رہا ہون اسوقت کہ آپ اگلے بعض انبیاء کا ذکر فرماتے تھے جسکو اسکی قوم نے مارا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا جاتا اور فرماتا جاتا کہ اے رب میرے بخشدے میری قوم کو کہ وے جانتے نہین ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب ٹھیک نہین ہی اسواسطے کہ مشرکون کے لیے کسی نبی کو کسی وقت استغفار کرنا روا نہین ہوا کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے عذر بیان فرمایا کہ اسنے بھی ایسے مشرک کے لیے جو حقیقی مشرک ہو استغفار نہین کیا پس معلوم ہوا کہ ملت ابراہیم ؑ مین بھی مشرک کے لیے استغفار جائز نہ تھا پس جواب صحیح یہ ہی کہ یہ استغفار ایسی قوم کیواسطے تھا جو زندہ موجود تھے اور معنی اسکے یہ تھے کہ انکو ہدایت ہو جاوے اور اسی پر دلالت کرتی ہی۔ دوسری روایت کہ جسمین یون ہی۔ اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ یعنی میری قوم کو ہدایت فرمادے پس یہ استغفار بمعنی طلب ہدایت ہی اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہی کہ استغفار کبھی گناہون سے پاک ہو کر رضوان الٰہی کی منزلت پر پہونچنے کے لیے ہوتا ہی اور وہ استغفار مومنین ہی اور کبھی رفع عذاب وغیرہ کے لیے ہوتا ہی جیسا کہ قولہ وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ مین ہی کیونکہ استغفار مشرکین انکے گناہون سے پاک ہونے مین مفید نہین ہی لہذا یہ استغفار آنحضرت صلعم کا بمعنی عفو ہی ان لوگون سے جنھون نے آپ کو زخم کی اذیت پہونچائی تھی پس فوراً وہ عذاب استیصال مین ماخوذ نہوے بسبب اسکے کہ آپ نے انکو عفو فرمادیا اور چونکہ متضمن جرم الٰہی بھی ہی اور اللہ تعالے سے عفو کی درخواست بھی کی۔ فلیتامل۔ پھر جان لینا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اپنے باپ کے لیے اسوقت تک تھا کہ انکو باپ کا عدو اللہ تعالے ہونا ظاہر نہوا تھا پس مانند آنحضرت صلعم کے مخلوق پر شفقت کر کے انکی ہدایت پر ہو جانے کی حرص فرماتے تھے اور اسیوقت رحم دلی و ترس تھا پھر بعد ظہور اسکے عدو اللہ تعالے ہونے کے بالکل تبری کرلی حالانکہ اللہ تعالے نے ابراہیم ؑ کی مدح فرمائی بقولہ تعالے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ البتہ ابراہیم اواہ و حلیم تھا۔ یہ حلم ہی تھا کہ باپ نے اذیتین دین اور اسکے حق مین ترس کھا کر استغفار کیا کہ ہدایت پاوے۔ وفی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ برابر حضرت ابراہیم ؑ اپنے باپ کے لیے استغفار کرتے رہے یہان تک کہ وہ مرگیا پھر جب مرا تو انکو ظاہر ہوگیا کہ وہ عدو اللہ تعالے ہی پس اس سے تبری فرمائی۔ یہی مجاہد و ضحاک و قتادہ و دیگر علماء سلف رحمہم اللہ تعالے کا ہی اور سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ قیامت مین اپنے باپ سے تبری کرینگے جبکہ اسکے چہرہ پر سیاہی وغیرہ دیکھینگے اور وہ کہیگا کہ اے ابراہیم آج مین آپ کی نافرمانی نہ کرونگا تو ابراہیم ؑ اپنے پروردگار سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار تونے وعدہ فرمایا کہ یوم البعث کو مین تجھے خوار نہ کرونگا اور باپ میرا اس حال مین ہی تو حکم ہوگا کہ نیچے دیکھ تو لتھڑا ہوا گفتار دیکھکر بیزار ہونگے اور وہ چارون ٹانگین باندھکر جہنم مین پھینک دیا جائیگا۔ اور قولہ اواہ۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ بہت دعا مانگنے والا۔ ایک روایت مین کہا کہ رحیم یعنے بندون پر رحم و ترس کھانے والا۔ یہی مجاہد و قتادہ و حسن بصری وغیرہم کا قول ہی۔ ابن عباس نے کہا کہ اواہ زبان حبش مین کمال یقین والا۔ یہ بھی مجاہد و ضحاک سے مروی ہی اور یہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ بمعنی توبہ کرنے والا موقن۔ یہی ابن جریج کا قول ہی۔ امام احمد نے عقبہ بن عامر رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے ذوالبجادین کو اواہ فرمایا کیونکہ جب قرآن مین اللہ تعالے کا نام پاک آتا تو وہ دعا کے لیے آواز بلند کرتا۔ ورواہ ابن جریر ایضاً و شعبی و سعید بن جبیر نے کہا کہ اواہ تسبیح پڑھنے والا۔ مجاہد رح نے کہا کہ حافظ حدود الٰہی جو اس سے ڈرتا رہے اور پوشیدہ گناہ ہو جاوے اور پوشیدہ توبہ

کرلے۔ آنحضرت صلعم نے قرآن مجید بہت پڑھنے والے کو اواہ فرمایا۔ رواہ ابن جریر عن ابن عباس۔ اور نیز ابن عباس نے کہا کہ اواہ بمعنی فقیہ ہے اور ابن جریر رح نے کہا کہ سب اقوال مین قول ابن مسعود وغیرہ کہ اواہ بمعنی کثیر الدعا ہے اولی ہے اور وہی مناسب سیاق ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اواہ ایک صفت عطیہ الٰہی ہو سکتی ہے کہ اسکے ہونے ہوئے اسمین جملہ معانی جو مذکور ہوئے ہین لطور ماسکے آثار ولوازم کے پائے جاوین اگرچہ یہان کثرت دعا مراد ہونا انسب ہے۔ فافہم

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
اور اللہ ایسا نہین کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جب انکو راہ پر لاچکا جبتک کھول ندے انپر جس سے انکو بچنا

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
سب چیز سے واقف ہے اللہ جو ہے اُسکی سلطنت ہے آسمان وزمین مین جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمکو کوئی نہین

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
اللہ کے سوائے حمایتی نہ مددگار

قال الحافظ رح اللہ تعالےٰ اپنے عام کرم وعدل سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کسی قوم کو گمراہ نہین گردانتا مگر بعد اسکے کہ اپنا رسول انکی طرف بھیجدے یہانتک کہ وے منکر ہون اور انپر حجت قائم ہوجاوے پس جیسے قوم ثمود کی نسبت کہا کہ اما ثمود فھدیناھم فاستحبوا العمی علی الھدیٰ یعنے ثمود کو ہم نے راہ دکھلائی بذریعہ نبی صالح کے پھر انھون نے اندھے پن وکفر کو ہدایت پر پسند واختیار کیا۔ ویسے ہی یہان عموماً فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا یعنی نہیں ہے طریق اللہ تعالےٰ عزوجل کا یہ کہ گمراہ قرار دے کسی قوم کو لینے انکے ساتھ وہ مواخذہ کرے جو گمراہ سے کیا جاتا ہے یا گمراہ انکا نام کرے یا گمراہی پر انکو حوالہ کرے۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ بعد ازانکہ انکو ہدایت فرمائی اسلام کی۔ حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ نے جس قوم کو اسلام کی ہدایت فرمائی انکو ایسا نہین فرمایا کہ گمراہ قرار دے اور انکے ساتھ وہ معاملہ کرے جو کافر ومشرک گمراہون سے کرتا ہے حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ یہان تک کہ انکے لیے بیان کردے کل وہ چیز جس سے وہ تقویٰ واجتناب رکھین۔ یعنی بعد اس طرح اعمال وافعال بیان ہونے کے پھر اگر خلاف کرین تو البتہ ماخوذ ہونگے اور قبل اسکے اللہ تعالےٰ عام کرم سے ماخوذ نہین فرماتا۔ مترجم کہتا ہے کہ حافظ رح کی تلخیص سابق اس آیت کریمہ کے ظاہر سے بطریق عموم استلزام کے البتہ موافق ہوتی ہے ہان شیخ ابن جریر رحمہ اللہ کی تقریر البتہ مطابق ظاہر آیت ہے کہ یہ اطمینان ان مومنون کو فرمایا جنھون نے مشرکین کے لیے استغفار کیا تھا اور حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا نہین کہ تم نے جو اپنے مردہ مشرکین کے لیے استغفار کیا بسبب نادانی کے اسکی وجہ سے تم پر گمراہ ہونے کا حکم کردے بعد اسکے کہ تمکو ایمان واسلام کی توفیق دیدی یہ اسوقت تک کہ تم کو امر ممنوع سے آگاہ کردے تاکہ تم چھوڑدو اور اس آگاہی وبیان ممانعت سے پہلے تمپر اس امر کے کرنے سے ضلال کا حکم نہین فرماویگا کیونکہ طاعت جیسے اس امر کے بجالانے مین ہوتی ہے جسکا حکم ہو ویسے ہی معصیت اس امر کے نہ کرنے یا جو منع فرمایا اسکے کرنے سے ہوتی ہے پس جسکا ہنوز کچھ حکم نہین دیاگیا یا ممانعت نہین کی گئی وہ مطیع یا عاصی نہین ہوگا جب تک کہ امر ونہی نہو جاوے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہے اسطرح کہ کوئی نہین جان سکتا۔ پس جو امور بندون کے واسطے جائز وناجائز ہین اور جسطرح انسے مواخذہ ہوا یا نہوا اور جو مستحق گمراہی ہے اور جو نہین ہے اور ہر ایک کی نیات وغیرہ سب کو ایسے علم سے جو قدیم ہے جانتا ہے۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ یہ بیان مومنون کے سمجھ کرنے کے

استغفار کرنے مین خاص کر ہی اور ہر طاعت و معصیت کے حق مین عام ہی- یعنی یہ آیت بطور عموم نازل ہوئی کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو اسلام کی ہدایت کے بعد کسی امر کے طاعت کا یا کسی امر کے نہ کرنے کا حکم نہ دیا اُسوقت تک اس فعل کے کرنے یا نہ کرنے سے وہ قوم اسلام حکم الٰہی مین گمراہ نہین ہوگی- پس اس سے خصوصًا ظاہر ہوگیا کہ مومنین جنھون نے مشرکین کے لیے قبل ممانعت وارد ہونے کے استغفار کیا تھا وے ماخوذ نہونگے اور اسی کے سیاق مین یہ آیت کریمہ ہی اور عمومًا ظاہر ہوگیا کہ جن امور سے شرع مے سکوت کیا وہ مباح ہین اور جو امر وہنی وارد ہوگئی اسکے موافق تعمیل کرنا البتہ ضرور ہی ورنہ بعد بیان کے وہ قوم جو مخالفت کرے ماخوذ ہوگی- علماء رح نے لکھا کہ جو کوئی غافل رہا وہ مکلف نہین ہی- کما فی البیضاوی وغیرہ اور مترجم کہتا ہی کہ غافل رہنا وہی عذر ہوسکتا ہی جو بالکل لاعلمی سے ہو جیسے کوئی قوم ایسے جزیرہ مین ہو جہان آج تک بعثت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ پہونچی ہو ورنہ شہر و دیہات دکوہ وجبال وغیرہ جہان خبر پہونچ چکی اور جہان علماء وغیرہ ایسے لوگ موجود ہین جن سے مسئلہ معلوم کیا جاسکتا ہی تو عذر غفلت خطاے دیگر ہی مقبول ہونا کیسا ہوتا ہی- واضح ہو کہ ابن عباس سے روایت کیجاتی ہی کہ اس آیت کا نزول قیدیان بدر سے فدیہ لینے مین ہوا- اور مقاتل رح وکلبی رح نے کہا کہ منسوخ پر عمل کرلینے کے بارہ مین ہی- اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک حضرت ابن عباس رض نے نزول آیت اس بارہ مین نہین فرمایا بلکہ یہ راوی کا سہو ہی اور مراد ابن عباس رض کی یہ ہی کہ بدر کی لڑائی مین جو کفار قید ہوئے تھے انمین رضاے الٰہی یہ تھی کہ مومنین انکو قتل کرین و فدیہ لیکر نہ چھوڑین جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی راے تھی ولیکن چونکہ حق تعالےٰ کی طرف سے اس بارہ مین حکم صریح نہین آیا تھا لہذا موافق منطوق آیت کریمہ کے مومنین اسمین ماخوذ نہوئے اور رہا یہ امر کہ دوسرے سال اُحد مین اسیقدر مسلمان شہید ہوے جسقدر کفار فدیہ لیکر چھوڑے تھے تو یہ قبل فدیہ لینے کے جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا تھا کہ یارسول اللہ آپ کے اصحاب چاہین انکو قتل کرین تو یہ کرین اور چاہین فدیہ لیکر چھوڑین تو دوسرے سال انمین سے اسیقدر شہید ہونگے پس اصحاب نے دوسرا امر اختیار کیا اور یہی مقدر تھا اگرچہ رضاے الٰہی تعالےٰ اسمین نہ تھی فافہم- اور مقاتل وکلبی رحمہما اللہ کے قول کی بھی ایسے ہی تاویل ہی کہ انکی مراد یہ ہی کہ اس آیت کریمہ سے یہ حکم بھی نکل آیا کہ جس شخص نے منسوخ پر عمل کرلیا قبل اسکے کہ اسکو ناسخ معلوم ہووے وہ گنہگار نہوگا مثلًا شراب حرام ہوئی تو جسوقت حرمت نازل ہوئی اُسوقت سے جتنے دن مین کئی منزل دور رہنے والے مسلمانون کو خبر پہونچی اُتنے دن تک جو کوئی شراب پیتا رہا وہ ماخوذ نہوگا کیونکہ یہ احکام تو اسلیے ہین کہ بندہ کا مطیع ہونا ظاہر و ثابت ہوا اور اسکا نفس سرکش مطیع حکم الٰہی ہو پس جب تک حکم نہین پہونچا اسوقت تک وہ معذور ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین جو امور ارکان اسلام سے ہین وہ عمومًا مشہور ہوچکے پس انمین غافل ہونے کا عذر لغو ہی جیسا کہ علماء کا قول ہی ولیکن جو امور ایسے نہین ہین مثلًا کسی نے پچھنے لگانے سے روزہ افطار ہوجانے کا بسبب حدیث کے گمان کیا اور دوسری حدیث اسکو نہین معلوم ہوئی یا مانند اسکے تو امید ہی کہ معذور ہو جیسا کہ شیخ دہلوی وغیرہ نے لکھا ہی واللہ تعالےٰ اعلم- اور آیت کریمہ سے جیسے یہ تہدید نکلتی ہی کہ جو کوئی حکم پہونچ جانے کے بعد خلاف کرے وہ سزاے گمراہی کا مستحق ہی ویسے ہی اسمین بہت سے معاملات مین کرم ولطف سے آسانی بھی نکلتی ہی ولیکن اُسیوقت کہ وہ شخص ایمان واسلام پر ہو یعنی برخلاف رافضی وخارجی ومعتزلی وجہمیہ وغیرہ کے ٹھیک ٹھیک عقیدہ اسلام وایمان پر ہو تو فروع اعمال مین جہان جہان نجاننے کا عذر مقبول ہی وہان معذور ہوگا اور جہان کوئی حکم کتاب وسنت واجماع وقیاس مین نہین ہی وہان اباحت اصلیہ سے سرفراز ہوگا بالجملہ مومن اپنے آپ کو اپنے مالک خالق کا مطیع رکھے اور نفس کے وسوسہ مین نہ پڑے اور کسی مشرک کے لیے غمناک نہو کیونکہ ہر ایک مخلوق کا خالق ومالک اللہ تعالےٰ ہی

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تحقیق اللہ تعالے ہی کی ہی بادشاہت آسمانون وزمین کی - یعنی اسکی ذات پاک ہی کی تمام مخلوق واسی کے قبضۂ قدرت مین مقہور ہی آسمان ہون یا زمین یا جو کچھ انمین ہی یا جو انکے سواے ہی وہی سب کا خالق ومالک ہی لا الہ الا ہو - اسی کو اختیار ہی جسطرح چاہے انمین تصرف کرے يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہی زندہ کرتا وزندہ رکھتا ہی اور وہی مردہ کرتا ومردہ رکھتا ہی پس جو کچھ ہوتا ہی اسکی علم وحکمت سے ہوتا ہی اور کسی مخلوق کو ممکن نہین کہ ویسا علم ہو اور نہ ویسی حکمت پس کوئی نہین جان سکتا کہ فلان بندہ کیون کافر ومشرک مرا جس سے دائمی جہنمی ودائمی مردہ رہا بلکہ فقط اللہ تعالے ہی جانتا ہی کہ کون مستحق ایمان وزندگی ہی اور کون لایق کفر ومردگی پس وہ جسکو چاہے ایمان وزندگی دے اور جسکو چاہے کفر وشرک پر مارے اسپر کوئی اعتراض نہین چل سکتا - اس سے مومنون کو فہمایش کر دی کہ کسی مشرک کے کافر مرلے پر غم نہ کھاوین اور استغفار پر آمادہ نہون یہ سمجھکر کہ اسکو عذاب نہ پہونچے کیونکہ جب مشرک نے چند روزہ زندگی مین اپنے معبود تعالے کی شان مین وہ گستاخی کی جو کبھی روا نہین ہو سکتی تو وہ عذاب دائمی کا مستحق ہوا پس کسی کی نصرت ومدد سے وہ عذاب سے نہین بچ سکتا - وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہین ہی تمہارے لیے اللہ تعالے کے سواے کوئی بھی ولی اور نہ مددگار کہ تمکو عذاب الٰہی سے بچا لیوے پس سب چیزون سے منقطع ہو کر خالص دل سے اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو - میرے مولی مجھے تیری ہی رحمت کا آسرا ہی کہ ایمان واسلام پر مغفرت سے اتمام بخیر ہو جاوے آمین وصلے اللہ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین ف وماکان اللہ لیضل قوما بعد اذ ہداہم - ازل مین اللہ تعالی نے عارفین کو عاشق صادق کر لیا اور لطف وکرم مین مستغرق کر دیا پس اب انکو مجوب نفرماویگا کیونکہ اسکی صفات مین تغیر نہین ہی پس ازل کے مقبول بندے ہمیشہ اسکے لطف مین مصروف ہین اور جو احکام امتحان انپر جاری ہو جاتے ہین انکا اعتبار نہین ہی کیونکہ انکے شبہات مورث حسنات ہین اور حسنات مورث قربات ہین اور سبقت عنایت سے وہ جنایت پر ماخوذ نہین ہوتے ہین - قولہ حتی یبین لہم ما یتقون - یہان ضلال ظہور نکرت بعد معرفت ہی پس امتحان نکرت مین بھی جو بطریق قہر ہو مانند معرفت کے نظر بجانب درگاہ حق عز وجل رکھین بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ لا یضلہم بعد ما ہداہم - یعنی بعد ہدایت کے انکو گمراہ نہ فرمادیگا - مترجم کہتا ہی کہ ماکان نفی کے لیے قرار دیا اور بعد اذ بمعنی بعد ان - قرار دیا اور معنی مذکور اس دلیل سے کہ ہدایت ازلی وسعادت تقدیری کے بعد تغیر ممکن نہین پس جرم کچھ اثر نہین کرتا - استاد رح نے کہا کہ اسمین اشارہ ہی کہ عطیہ الٰہی مین کمی نہین مگر جبکہ بندہ کی طرف سے ترک ادب ہو - وقولہ ان اللہ لہ ملک السموات والارض - تہدیدی اشارت ہی کہ عارف کے دل مین تمام عالم کا خطرہ نہ گذرے بلکہ فقط خالق عز وجل کا کہ وہی عرفان وبسط سے زندہ کرتا اور وہی غیر سے مشغول کر کے قبض وموت دیتا ہی وہی مالک وخالق ہو وہی مختار ہی جسکو چاہا مقبول وسعید ازلی کر لیا جَلَّ جَلَالُہٗ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی مین بعد اسکے

مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

کہ قریب ہوے کہ دل پھر جاوین بعضون کے انمین سے پھر مہربان ہوا انپر وہ انپر مہربان ہی رحم کرنیوالا

اول اللہ تعالے نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والون وجھوٹے عذر کرنے والون کی مذمت فرمائی تھی - لقولہ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیہم لتعرضوا عنہم فاعرضوا عنہم انہم رجس الآیۃ - یعنی عنقریب قسم جھوٹی کھاوینگے نام جلیل اللہ تعالے کی تمہارے واسطے جب تم لوٹ کر

انکی طرف جاؤ گے تاکہ تم انسے اعراض کرو یعنے ان پر جھڑکی وسختی نہ کرو سو تم انسے اعراض کرو کہ وے ناپاک لوگ ہین- الی آخر الآیہ-
پھر درمیان مین اسی کے مناسب وساوس وذمائم ذکر فرمائے تاکہ اہل حق اپنے نفوس کی اصلاح رکھین اب بندگان پاکیزہ ومطیع کو مع توبہ
بعض اُن متخلفین کے جنھون نے قسم نہ کھائی اور نہ جھوٹا عذر کیا تھا بیان فرمایا بقولہ تعالے- لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ اے رجع اللہ
وقبل التوبہ- یعنی اللہ تعالے نے رجوع فرمایا اور مراد اس سے رحمت الٰہی کا نزول موافق علم قدیم کے ہے یعنے توبہ قبول فرمائی عَلَى النَّبِيِّ
اپنے نبی محمد رسول اللہ صلعم پر- اور یہ خبر بشارت ودوام ہے یعنے ہمیشہ کے واسطے اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی اپنے رسول پاک محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کی- اگر کہا جاوے کہ کس امر کی توبہ قبول فرمائی تو بعض علماء نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے بعض کو تخلف کی اجازت دیدی تھی جیسا کہ
قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم الآیۃ سے معلوم ہوا پس اس سے توبہ قبول فرمائی اور بعض نے کہا کہ بعض مشرکین کے لیے استغفار
کرنے سے توبہ قبول فرمائی- بعض نے کہا کہ توبہ در اصل رجوع الٰہی ہے اپنے بندے کی طرف اور اسمین یہ ضرور نہین کہ اس سے کوئی
گناہ ہوگیا ہو جس سے توبہ ہو کیونکہ اگر تاب النبی ہوتا یعنے نبی صلعم نے توبہ کی تو البتہ اسکا وہم ہوسکتا تھا کہ کسی گناہ صغیرہ سے جو شاید
صادر ہوگیا ہو توبہ کر لی حالانکہ اس صورت مین بھی یہ وہم کرنا نادانی سے خالی نہین اسلیے کہ عظمت وشان کبریائی کے لایق عبادت و
معرفت کسی مخلوق سے ادا نہین ہوسکتی کیونکہ اسکی ذات کبریا، قدیم ہے اور تمام مخلوق حادث ہے پس کتنا ہی مقرب و مرتبہ والا ہو
اللہ تعالے کی کبریائی کے آگے توبہ کرتا رہتا ہے اسیوجہ سے حدیث مین ثابت ہوا کہ آپ عاجزی کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم تیری حمد
جیسی چاہیے ادا نہین کر سکتے اور بہت استغفار کیا کرتے تو بعض صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے واسطے تو اللہ تعالے نے
حکم فرما دیا کہ اگلے گناہ لبفرض اگر ہوے ہون یا آیندہ ہون ہم نے سب معاف فرما دیے پھر آپ کیون اسقدر مخالفت و استغفار کرتے
ہین فرمایا کہ اللہ تعالے نے معاف فرمایا تو کیا مین شکرگذار بندہ نہون یعنے مین شکریہ مین استغفار کرتا ہون- اور بعض علماء نے
اس مقام پر ایک اچھا جواب دیا کہ جیسے قولہ تعالے واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول الآیۃ- مین اللہ تعالے نے اپنا
نام پاک تبرک کے لیے بیان فرمایا ایسے ہی یہان توبہ مین تبرکاً اپنے رسول پاک کے نام سے افتتاح کلام فرمائی اور انہین صحابہ رضی اللہ
عنہم کے واسطے بڑی بزرگی ملی کہ توبہ مین انکو اپنے پاک رسول کے ساتھ ملا دیا یعنے توبہ قبول فرمائی اللہ تعالے نے اپنے رسول پاک کی
وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین کی اور انصار کی- پس جب انکے واسطے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توبہ فرمائی تو
ہمیشہ کے لیے وے بھی توبہ سے سرفراز ہوے- اور اسی قبیل سے حق تعالے کے حکم سے آنحضرت صلعم نے خبر فرمائی کہ ان اللہ اطلع علی
اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم- یعنی اللہ تعالے مطلع ہوا اہل بدر پر سو حکم فرما دیا کہ کرو جو چاہو کہ مین نے تمھاری مغفرت کردی
یعنی اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے انکے قلوب سے آگاہ ہے تبھی اسلیے یہ حکم فرمایا کہ جو چاہو کرو مین نے تمھین بخشا- پھر اللہ تعالے نے
مہاجرین و انصار کا وصف فرمایا بقولہ- الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ یعنی یہ مہاجرین و انصار وہ نیک بندے ہین
جنھون نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی ساعت عسرت مین یعنی عسرت بمعنی سختی وصعوبت وشدت وتنگی- اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مراد
اس سے غزوہ تبوک ہے پس لفظ ساعت سے کوئی معین ساعت نہین مراد ہے بلکہ یہ تمام جہاد کا وقت مراد ہے کیونکہ یہ سختی کا وقت تھا
اور قحط کا زمانہ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ستر ہزار کے درمیان سوار و پیادہ سمیت اس جہاد پر چڑھے اور یہ لشکر بنام جیش العسرۃ
کہلاتا تھا اور اسی کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی جیش العسرۃ کا سامان کردے اسکے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضہ نے

اسکا سامان کردیا تھا۔حضرت مجاہد رح نے اور بہتون نے کہا کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بارہ مین نازل ہوئی اور بات یہ تھی کہ صحابہ
رضی اللہ عنہم سختی کے وقت مین جبکہ سال قحط کا تھا اور موسم سخت گرمی کا اور زاد راہ و پانی کی بڑی قلت تھی اس جہاد مین آنحضرت
صلعم کے ساتھ ہوئے۔روایت ہو کہ قولہ تعالے۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ کے نزول پر آنحضرت صلعم نے
نصارلے روم پر جہاد کیا اور قتادہ رح نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سال تبوک مین شام کی طرف روانہ ہوئے ایسے حال مین کہ لون کی
لپٹین تھین باوجود تمام سختی و شدت کے کہ اللہ تعالے ہی اسکو خوب جانتا ہو پس انکو سخت تکلیف پہونچی یہان تک کہ ہم سے بیان کیا
کہ دو دو آدمی ایک چھوارا بچا کر بانٹ لیتے اور چند آدمی ایک چھوارے کو باری باری سے چوس لیتے اور اسپر ہر ایک پانی پی لیتا تھا۔پس
اللہ تعالے عز وجل نے انکی خلوص نیت کو قبول فرماکر انپر توبہ فرمائی اور غزوہ سے انکو واپس پہونچایا۔اور ابن حبان و حاکم و بیہقی و
ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حال عسرت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کو بہت سخت گرمی مین نکلے پس ایک منزل مین اترے اور ہمکو سخت پیاس نے گھیرا یہان تک کہ ہم لوگون
کو گمان ہوا کہ ہماری گردنین اب الگ ہوجاوینگی یہان تک کہ ہم مین سے بعض آدمی اپنے اونٹ کو ذبح کرکے اسکے پانی کے پیٹے کو نچوڑ کر
کچھ پیتا اور باقی جگر پر کرلیتا پس ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کے لیے اللہ عز وجل نے دعاء مین نیک اثر
فرمایا ہو سو آپ ہمارے لیے دعاء فرماوین آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم کو یہ پسند ہو عرض کیا کہ ہان بس آپ نے ہاتھ اٹھائے۔پس
لوٹائے نہ تھے کہ آسمان سے پانی پڑنے لگا اور لوگون نے جو کچھ انکے پاس تھا بھرلیا اور پانی تھم گیا پھر ہم نے جاکر اسکو دیکھنا شروع کیا
مگر دیکھا تو لشکر سے پار کچھ نشان نہ تھا قال الحاکم صحیح الاسناد۔پس اس سختی و شدت مین اہل ایمان نے ساتھ دیا مِنۢ بَعۡدِ مَا
كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنۡهُمۡ ایک قراءۃ شاذہ مین بجائے یزیغ کے زاغت آیا تو معنی یہ ہونگے کہ بعد ازانکہ مڑ گئے دل ایک فریق
کے انمین سے جو زبان سے اسلام ظاہر کرتے تھے پس مراد اس سے تخلف کرنے والے منافقین ہین کہ وہ زیغ و شک کی وجہ سے
اتنی سختی برداشت نہ کرسکے۔اور مشہور قراءۃ یزیغ مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ مضارع بطریق حکایت حال ہو یعنے حالت وہ تھی کہ منافقین
کے دل مڑتے تھے پس دونون قراءتین متوافق ہوگئین۔اور وجہ دوم یہ کہ مضارع اپنے معنی پر ہو اور کاد مین ضمیر شان کی ہو یعنی بعد ازانکہ
قریب تھا کہ زیغ کرین دل ایک فریق کے اہل لشکر مین سے یعنی حق سے مڑجاوین اور رسول اللہ صلعم کے دین مین شک لاوین
اور یا زیغ بمعنی پیچیدگی بسختی و مشقت ہو یعنے سختی و مشقت کے ساتھ زائغ ہون۔بہرصورت یہ اسوقت کی انتہا سختی کا بیان ہو کہ سختی اسقدر
شدید تھی کہ قریب تھا کہ ایک فریق کے دل زائغ ہوجاوین۔ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ پھر اللہ تعالے نے انپر رجوع فرمایا۔ضمیر علیہم اگر
اس فریق کی طرف ہو جنکے دل قریب زیغ پہونچے تھے تو بایتہ جملہ اہل ایمان کی طرف ہو تو اس کلام کو مکرر فرمانے مین نہایت صریح اطمینان
و تشریف ہو۔وفی السراج وغیرہ قولہ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم۔یعنی قریب ہوے دل ایک گروہ کے انمین سے کہ مڑ جاوین
اور بسبب سختی کے آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑدین۔اور یہ مراد نہین کہ دین حق سے مڑجاوین بلکہ ساتھ دینے سے مڑجاوین۔اور یہ
جو کہا کہ قریب ہوئے تھے تو مراد یہ کہ سختی سے اس حالت پر پہونچے تھے کہ قریب تھا کہ ساتھ چھوڑدین ولیکن صبر و ثواب کی نیت خلوص
سے ساتھ رہے اور ہرگز آنحضرت صلعم کا ساتھ نہ چھوڑا لہذا فرمایا۔ثم تاب علیہم۔اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے لقد تاب اللہ سے
انکی توبہ قبول ہونا بیان فرمادیا پھر دوبارہ ثم تاب مین کیا حکمت ہو تو جواب یہ ہو کہ پہلے بدون گناہ کا قصد ذکر کرنے کے انپر توبہ فرمانے کو

ذکر کردیا تاکہ فضل الٰہی سے مطمئن ہوجاویں پھر اُمیں سے ایک فریق کا قصداً ایسا ذکر کیا کہ اگر وہ واقع ہوتا تو گناہ ہوجاتا بعد ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ذکر فرماکر اپنے فضل عمیم سے متنبہ کیا کہ رضوان الٰہی انپر متوجہ اور روسے ازلی سعید و مقبول ہیں۔ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ارتعالے انکے ساتھ کمال رافت و کمال رحمت ہمیشہ سے فرمانے والا ہے یعنے یہ جملہ اسمیہ بصیغہ رؤف ورحیم کہ صیغہائے مبالغہ ہیں اپنے کمال رافت ورحمت مستمرہ کا انکے حق میں اظہار فرمایا۔ سبحان اللہ تعالےٰ ان بندوں کو بھی کیا بزرگی عطا ہوئی۔ اللّٰهم لك الحمد علىٰ رضائك عنهم رضی اللہ عنهم اجمعين ورضی عنا بهم انه رؤف رحيم آمين۔ اہل لغت وتفسیر نے لکھا کہ رافت ورحمت ہردو صفت الٰہی ہیں اور جب بندوں میں استعمال آتا ہے تو رافت وہ شفقت ہے کہ جسمیں ضرر سے بچاؤ کی طرف زیادہ رجحان ہو جیسے رحمت وہ کہ بھلائی پہونچانے کی طرف زیادہ رجحان ہو لیس اس مقام پر اللہ تعالےٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر ضرر سے محفوظ اور ہر بھلائی سے بکمال مالا مال فرمادیا۔ والحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقين۔ پھر واضح ہو کہ کاد یزیغ قلوب فریق منهم۔ میں شاید ایسے لوگ ہوں جو لسبب شدت و سختی کے گھبرائے پھر بتوفیق ورحمتِ الٰہی مطمئن و ثابت قدم ہوگئے جیسے روایت ہے کہ ابو خیثمہ انصاری اپنے باغ تک پہونچے اور اُترکر اسمیں داخل ہوکر بیٹھے اور انکی جورو نہایت خوبصورت بی بی تھی اسنے سایہ میں پانی چھڑک دیا اور بچھونا بچھادیا اور تروتازہ خرمے اور سرد پانی انکے پاس رکھا یہ سب دیکھکر بولے کہ سایہ گھنا ہوا ٹھنڈی ہوا اور پختہ میوہ و خدمتی نیک صورت اور پانی ٹھنڈا ولیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پٹ میدان گردباد اور لوں میں ہوں۔ یہ کچھ خوب نہیں ہے یہ کہکر اُٹھ کھڑے اور تلوار لگا کر اور نیزہ لیکر اونٹ پر سوار ہوکر نہایت تیز شل ہوا کے روانہ ہوئے آخر ایک روز رسول اللہ صلعم نے راہ کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک سوار کو ریگ اُڑاتی لاتی ہے فرمایا کہ۔ کن اباخیثمة ابوخیثمہ ہوجیو۔ لیس وہی تھے تو آنحضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے خوش ہوکر استغفار فرمایا۔ یہ سب جنکی توبہ میں تقدیم فرمائی وہ ہیں جنھوں نے ساتھ دیا حالت سختی و سخت مشقت میں اور انکے ساتھ توبہ میں شریک کیا بقولہ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

اور اُن تین شخص پر جنکو پیچھے رکھا تھا یہانتک کہ جب تنگ ہوئی اُنپر زمین ساتھ ہوئے اسکے کہ کشادہ ہے اور تنگ ہوئی اُنپر اپنی جان

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اور سمجھے کہ کوئی پناہ نہیں اللہ سے مگر اُسیکی طرف پھر مہربان ہوا اُنپر کہ وہ پھر آویں اللہ ہی ہے مہربان رحم والا

ع ۳

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے

یہ اُن تین مومنین کا حال ہے جو ساتھ سے پیچھے رہے تھے اور انھوں نے آنحضرت صلعم کے واپس آنے پر کوئی عذر نہیں کیا اور صاف صاف سچ کہدیا کہ ہم خطاوار ہیں ہمارے حق میں یوں ہی واقع ہوا پس آنحضرت صلعم نے انکی توبہ قبول نہ فرمائی اور حکم الٰہی کا انتظار کیا یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ خلفوا بتشدید لام بصیغہ مجہول ہے شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ معنی اسکے ترکوا یعنی متروک ہوئے اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے آنے پر جو لوگ عذر دروغ کر گئے اور آپ نے ظاہر میں قبول کیا اور حق تعالیٰ نے انکو فضیحت و انکا عذر نامقبول ظاہر کردیا ان لوگوں سے یہ پیچھڑے وفی الحال استغفار و قبول عذر سے چھوڑے گئے تھے اور غالباً یہی لوگ قولہ تعالےٰ وآخرون مرجون لامر اللہ الآیہ سے مراد ہیں کہ انھیں کی توبہ قبول ہونے میں تاخیر و انتظار تھا۔ اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اسی پر

جزم کیا اور وہ مرارہ بن الربیع بن عمرو العامری وکعب بن مالک الخزرجی وہلال بن امیہ بن عامر الواقفی ہین اور بعض حواشی مین جو لکھا کہ یہ سب بدری صحابی ہین تو یہ وہم وغلط ہی بلکہ بعض حفاظ کے نزدیک کوئی انہین سے غزوہ بدر مین شریک نہ تھا وسیاق الکلام فیہ - اور قولہ وعلی الثلثۃ - اسے وتاب علی الثلاثۃ لیس والثلاثۃ - بدون اعادہ حرف علی کے وہ امر کو مشعر ہی اول آنکہ عطف بعید ہونے سے اعادہ حرف جار کا ہوا اور عطف مین بعد ہونا مشعر تاخیر توبہ ہی - اور دوم آنکہ اولین کی توبہ بدون خطار کے مزید قرب درجات وقبولیت رافت ورحمت ہی اور انہین یہ بات نہین اگرچہ اللہ تعالے کا قبول توبہ کرنا انکے حق مین ایک نعمت کاملہ ہی بما رحبت - مین ما مصدریہ ہی اسے مع رحبہا - باوجود اپنی کشادگی کے　وا اے ایقنوا یقین کیا ان لوگون نے - لملجا پناہ کی جگہ قولہ تاب علیہم لیتوبوا - فائدہ معلوم ہوا کہ جب او تعالے رحمت فرماتا ہی تب بندہ کو توفیق توبہ ہوتی ہی اور یعنی یہ ہی کہ ازل ہی مین انکے حق مین ایسا مقدر فرمادیا تھا - جب یہ معلوم ہوگیا تو اب اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے　قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ نے امام محمد ابن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کی کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبید اللہ بن کعب نے جو اپنے باپ کے قائد بحالت نابینا ہوجانے کے تھے روایت کرتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے وہ حال سنا جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے مین انپر گذرا تھا بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے جتنے غزوہ فرمائے ہین کسی غزوہ مین آپکے ساتھ ہونے سے نہین پیچھڑا سوائے غزوہ تبوک کے مگر مین غزوہ بدر مین آپکے ساتھ نہین گیا تھا اور آپنے کسی کو بدر مین ساتھ نجانے پر عتاب نہین فرمایا آپ تو فقط قریش کا قافلہ تلاش کرنے نکلے تھے یہان تک کہ اللہ تعالی نے بلا میعاد آپکو اور آپکے دشمنون کو جمع کردیا یعنے بھڑا دیا - اور مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ العقبہ مین حاضر ہو جب کہ ہم سبکے اسلام پر آپ سے بیعت کی تھی اور مجھے محبوب نہین کہ بجائے اسکے میرے لیے بدر مین حاضر ہونا حاصل ہوا اگرچہ لوگون مین بدر اس سے زیادہ مذکور ومشہور ہی اور جب مین رسول اللہ صلعم سے غزوہ تبوک مین متخلف ہوگیا تو اسکا قصہ یہ ہی کہ مجھے اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ مین ایسی قوت ودسترس نہ تھی جیسے اس غزوہ تبوک کے وقت تھی جبکہ مین پیچھڑا واللہ مین نے قبل اسکے کبھی دو سواریان مجتمع نہین کین اور اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو سواریان تھین - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے جسکو متوجہ کردیتے مگر آنکہ توریہ سے دوسرا ظاہر ہوتا یعنے آپ سچ فرمادیتے مگر توریہ سے فرماتے تو سننے والا دوسرا سمجھتا یہانتک کہ آپنے اس غزوہ کا قصد کیا اور یہ وقت ایسا تھا کہ موسم جلے جال گرمی کا اور سفر دور دراز اور بیچ میں چٹیل میدان اور کثیر بتعداد سے دشمن تھے جنکا قصد فرمایا پس مسلمانون سے انکا کام کھلے کھلے ظاہر کردیا تھا تاکہ اپنا سامان درست کرلیں اور جس طرف آپ کا قصد تھا اس سے انکو آگاہ فرمادیا اور آپ کے ساتھ جانے والے مسلمان اس کثرت سے تھے کہ تمام بنام کسی دفتر میں جمع نہین کیے جاسکتے (یعنے اسوقت کے دستور کے موافق ادنی بات مین اتنا وقت جسمین آخرت کے واسطے بڑے ثواب کا کام ہوسکتا تھا صرف نہین کیا جاسکتا تھا) کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسیوجہ سے کم تر ایسا آدمی تھا کہ اسنے ساتھ سے پیچھڑنا چاہا مگر آنکہ اسکا گمان تھا کہ آنحضرت صلعم پر میرا پیچھڑنا چھپ جائیگا جب تک کہ آپ پر اللہ تعالے کی طرف سے وحی نہ نازل ہو - (اقول اکثر منافقین کو یہی گمان تھا اگرچہ انکے دل مین شیطان کے غلبہ کی وجہ سے شک آجاتا کہ وحی اُتری یا اور کوئی بات مثلاً اپنی طرف سے کہی ہی) اور رسول اللہ صلعم نے یہ غزوہ ایسے وقت پر کیا کہ اسوقت پھل خوش مزہ بھلے معلوم ہوتے یعنی پختہ تیار تھے اور سایہ خوشگوار یعنی نہایت گرمی سے چھاؤن بھلی لگتی تھی

پس سامان کیا آنحضرت صلعم نے اور آپ کے ساتھ مومنون نے پس مین روز صبح قصد کرتا کہ انکے ساتھ چلنے کا سامان کرون سو ایسا ہی لوٹ آتا بدون کچھ سامان پورا کرنے کے اپنے دل سے کہتا کہ مین جب چاہونگا اسکو کر سکتا ہون پس برابر میرے ساتھ یہی تمادی ایام تھے یہان تک کہ لوگون نے کوشش خوب کر لی پھر ایک روز صبح کو رسول اللہ صلعم نے کوچ فرمایا بہ نیت جہاد اور مومنین آپ کے ساتھ ہوئے اور ہنوز مین نے اپنا کچھ سامان نہ کیا تھا اور مین نے کہا کہ مین ایک دو دن بعد سامان کر کے روانہ ہونگا اور لشکر سے جا ملونگا پس دوسرے روز صبح کے نماز کے بعد گیا کہ بدون کچھ سامان کیے واپس آیا پھر دوسرے روز بھی اسیطرح بدون سامان کیے واپس آیا پس برابر اسیطرح میرے ساتھ تمادی ایام ہوتی جاتی یہان تک کہ نشکر نے تیزی کی اور دور ہو گیا پس مین نے قصد کیا کہ روانہ ہو کر جا ملون اور کاش مین نے یہی کیا ہوتا پھر میرے لیے یہ بھی مقدر نہوا پھر میری یہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلعم کے بعد جب مین مدینہ مین باہر نکلتا تو مجھے غم ہوتا کہ مین کسی کو نہین دیکھتا سوائے ایسے آدمی کے جو نفاق مین ڈوبا ہوا جو نظر آ رہا ہے یا بعضے ایسے لوگ کہ جنکو اللہ عز وجل نے معذور فرمایا ہے اور رسول اللہ صلعم نے مجھے یاد نفرمایا یہان تک کہ تبوک پہونچ گئے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بیٹھے اور فرمایا کہ کعب بن مالک نے کیا کام کیا پس بنو سلمہ مین سے ایک آدمی بولا کہ یا رسول اللہ اسکو اسکے چادرون و جبت کی نظر بازی نے روک لیا۔ تو معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے یہ بیہودہ بات کہی اور واللہ یا رسول اللہ ہمین تو اُس سے سوائے بھلائی کے کوئی بات معلوم نہین ہے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے۔ کعب کہتے ہین کہ پھر جب مجھکو خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلعم نے تبوک سے اسطرف رجوع فرمایا ہے تو غم میرے سامنے آیا اور مین برابر جھوٹ سوچنے لگا اور دل مین کہتا تھا کہ کل مین کسطرح آپ کے خشم و ناخوشی سے بچونگا (یعنے آپ ناخوش ہونگے تو مجھے غم گھیر لیگا پھر مین کیونکر اس عذاب سخت سے بچونگا۔) اور اپنے لوگون مین سے ہر ہوشیار آدمی سے رائے لیتا تھا پھر جب یہ خبر پہونچی کہ اب آنحضرت صلعم قریب آ پہونچے تو میرے دل سے سب جھوٹ مٹ گیا اور مین نے پہچان لیا کہ مین آپ سے کسی چیز سے کبھی نجات نہین پا سکتا پس مین نے سب سچائی کو جمع کر لیا اور صبح کو رسول اللہ صلعم مدینہ مین تشریف فرما ہوئے اور آپکا یہ قاعدہ تھا کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد مین آکر دو رکعت پڑھتے پھر لوگون کے واسطے بیٹھتے پس جب آپ نے یہی کیا تو جو لوگ پیچھے رہے تھے وہ آنا شروع ہوئے اور برابر انھون نے عذر کرنے اور آپ کے سامنے قسمین کھانی شروع کین اور یہ لوگ کچھ اوپر اسی آدمی تھے پس آنحضرت صلعم انکے ظاہر کو قبول فرماتے اور استغفار کر دیتے اور انکے باطن کو اللہ تعالے کے علم و حساب پر چھوڑتے یہان تک کہ مین حاضر ہوا سو جب مین نے آپ پر سلام کیا تو آپ غضبناک کا مسکرانا مسکرائے پھر مجھسے فرمایا کہ ادھر آ پس مین چلکر آپ کے سامنے بیٹھا تو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے پیچھے ڈالدیا کیا تو ایسا نہ تھا کہ تو نے سواری خریدی تھی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اگر آپ کے سوائے کسی آدمی کے سامنے کہ وے دنیا کے لوگ ہین بیٹھتا تو مین البتہ یقین جانتا کہ مین اسکے خشم سے نکل جاؤنگا کہ مین زبان آور اور باتونی ہون ولیکن واللہ مجھے معلوم ہو گیا کہ اگر آج مین آپ سے جھوٹ ایسا بولون کہ جس سے آپ مجھسے بظاہر راضی ہو جاوین تو لگتی بات ہے کہ اللہ تعالے آپ کو مجھپر خشمناک فرما دے اور اگر مین آج آپ سے سچ بولونگا تو آپ مجھپر غصہ ہونگے لیکن مین امیدوار ہون کہ اللہ تعالے کی طرف سے میرا انجام اچھا ہوگا۔ سو واللہ مجھے کچھ عذر نہ تھا اور واللہ مین پہلے کبھی مین ایسا قوی و آسودہ نہ تھا اسوقت کی بہ نسبت کہ جب مین آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جب مین یون کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص البتہ سچ بولا۔ اور مجھسے فرمایا کہ اُٹھ جا یہان تک کہ اللہ تعالے تیرے حق مین حکم کرے۔ پس مین وہان سے اُٹھ آیا اور کچھ لوگ بنو سلمہ کے اُٹھکر میرے پیچھے ہوئے اور مجھسے کہنے لگے کہ واللہ ہمکو نہین معلوم کہ تو نے اس سے پہلے

کوئی گناہ کیا اور اب تو ایسا عاجز ہو گیا تھا مجھسے یہ نہو سکا کہ آنحضرت صلعم سے ویسا ہی عذر کر لیتا جیسا اور پیچھے رہنے والون نے کیا پھر
یہ گناہ ہوتا تو اسکے واسطے تجھے یہی کافی تھا کہ رسول اللہ صلعم تیرے لیے استغفار فرماتے۔ کعبؓ کہتے ہین کہ واللہ وے لوگ برابر مجھے
ملامت کرتے رہے یہان تک کہ مین نے قصد کیا کہ لوٹ کر جاؤن اور اپنی بات کو جھٹلاؤن پھر مین نے انسے پوچھا کہ بھلا ایسا کسی اور کو
بھی حکم ملا ہی بولے کہ ہان دو شخص اور ہین جنھون نے تیرے ہی مثل کہا اور یہی انکو حکم ہوا ہی مین نے کہا کہ وے کون ہین بولے کہ مرارہ بن
بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی ہین پس انھون نے مجھسے دو مرد صالح کا نام لیا اور یہ دونون بدر مین حاضر ہوئے تھے اور
انمین اتباع طریقہ نبوت کا ایک اثر تھا پس جب انھون نے مجھسے ان دو آدمیون کا نام لیا تو مین اپنی راہ چلا گیا۔ کعبؓ نے کہا کہ جو لوگ پیچھے
رہے تھے ان سب مین سے فقط ہم تین آدمیون سے مومنون کو بات چیت کرنے سے رسول اللہ صلعم نے منع فرمادیا پس مومنون نے ہم
تین آدمیون سے پرہیز کیا اور ہم سے بدل گئے یہان تک کہ مجھے گویا سرزمین مدینہ وہ زمین نہین معلوم ہوتی تھی جسکو مین خوب پہچانتا تھا
اور اسی حالت پر ہم کو پچاس راتین وہان گذرین۔ تفصیل یہ ہی کہ میرے دونون ساتھی تو بیتاب ہو کر ایک جگہ پڑ گئے اور اپنی کوٹھریون
مین بیٹھے رویا کرتے تھے اور رہا مین سو مجھمین دلیری و چستی تھی پس مین مومنون کے ساتھ نماز مین حاضر ہوتا اور بازارون مین پھرا
کرتا مگر مجھسے کوئی شخص کلام نہین کرتا تھا اور مین رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوتا درحالیکہ آپ نماز کے بعد یاد الٰہی مین مشغول ہوتے
پس مین سلام کرتا اور دل مین کہتا کہ میرے سلام کے جواب مین لب مبارک کو جنبش ہوئی یا نہین ہوئی۔ پھر مین آپ ہی کے قریب
نماز پڑھنے لگتا اور آپ سے نظر چراتا سو جب مین نماز کو متوجہ ہوتا تو میری طرف التفات فرماتے پھر جب مین آپ کی طرف نظر کرتا تو مجھسے
منھ پھیر لیتے یہانتک کہ جب زمانہ دراز گذرا اور مسلمانون کے ہم کو چھوڑنے کا طول ہوا تو مین چلا اور ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرا چچازاد
بھائی اور سب لوگون سے زیادہ مجھے دوست تھا پس مین نے اسکو سلام کیا واللہ اسنے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ مین نے کہا کہ اے
ابو قتادہ مین آپ کو اللہ تعالے کی قسم دلاتا ہون کہ آپ جانتے ہو کہ مین اللہ تعالے و اسکے رسول کو بہت چاہتا ہون۔ وہ سنکر خاموش
رہا۔ پھر مین نے دوبارہ قسم دلائی پھر سنکر خاموش رہا۔ پھر مین نے تیسری بار قسم دلائی پھر وہ خاموش رہا پھر کہا کہ اللہ تعالے و اسکا رسول
ہی خوب جانتا ہی پس بے اختیار میرے آنسو جاری ہوے اور لوٹ کر دیوار سے پھاند آیا پھر اس بیچ مین کہ مین بازار مدینہ کے درمیان
پھر رہا تھا کہ شام کے نبطیون مین سے جو مدینہ مین اناج بیچنے لایا تھا یہ کہتا ملا کہ مجھے کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتادو اور لوگون نے
میری طرف اشارہ کرنا شروع کیا یہانتک کہ اسنے آکر مجھے بادشاہ غسان کا خط دیا اور مین پڑھا ہوا تھا۔ اسمین مین نے لکھا دیکھا کہ
اما بعد ہمکو خبر پہونچی کہ تیرے صاحب نے تجھپر ظلم کیا اور خدا نے تجھے خوار و مضیعت کے گھر مین نہین رکھا پس تو ہم سے مل جا ہم تجھسے
بہت مواسات کرینگے۔ جب مین نے اسکو پڑھا تو دل مین کہا کہ یہ بھی اللہ تعالے کی طرف سے امتحان و بلا ہی پس مین قصد کر کے تنور
کی طرف گیا اور خط جھونک کر اسمین جلا دیا۔ پھر پچاس مین سے جب چالیس راتین گذرین تو ناگاہ رسول اللہ صلعم کا ایلچی میرے پاس
آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجھے حکم فرماتے ہین کہ اپنی جورو سے جدا ہو جا۔ مین نے اس سے پوچھا کہ طلاق دیدون یا کیا کرون
مجھے کیا حکم دیا ہے اسنے فرمایا کہ نہین بلکہ اس سے الگ رہ اس سے قربت نہ کرنا۔ کعبؓ نے کہا کہ ایسا ہی حکم میرے دونون ساتھیون
کی طرف بھیجا۔ پس مین نے اپنی جورو سے کہا کہ جا تو اپنے میکے والون پاس اور وہین رہ یہان تک کہ اللہ تعالے اس بارہ مین جو چاہے
وہ حکم فرمادے۔ کعب رضؓ نے کہا کہ پھر ہلال بن امیہ کی جورو نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہلال ایک بڈھا ضعیف

آدمی ہی اور اُسکا کوئی خادم نہین جو اُسکی خدمت کردے سو آپ یہ امر ناگوار تو نہین جانتے کہ مین اُسکی خدمت کردیا کرون - فرمایا کہ نہین ولیکن وہ مجھسے قربت نہ کرے وہ بولی کہ یا رسول اللہ صلعم اُسکی تو یہ حالت ہی کہ واللہ اُسکو کسی چیز کی طرف جنبش نہین ہی اور واللہ جب سے اُسکا یہ معاملہ پیش آیا ہی تب سے آج کے دن تک وہ برابر روتا رہا ہی کعب رضہ نے کہا کہ پھر مجھسے میرے بعض لوگون نے کہا کہ تو بھی اپنی جورو کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خدمت کی اجازت لے لیتا تو اچھا تھا کیونکہ ہلال بن امیہ کی جورو کو اس کی خدمت کرنے کی اجازت دیدی ہی مین نے کہا کہ واللہ مین اُسکے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے اجازت نہ مانگونگا مجھے نہین معلوم کہ رسول اللہ صلعم کیا فرماوین اور مین تو مرد جوان تندرست ہون کعب رضہ نے کہا کہ پھر ہم اس حال پر اور دس رات رہے اور جب سے ہم لوگون سے بات کرنے سے مومنون کو منع فرمایا تھا اُسوقت سے پچاس راتین پوری ہوئین اور مین نے اپنی کرون مین سے ایک کرہ کی چھت پر پچاسوین رات کے صبح ہونے پر صبح کی نماز پڑھی اور مین اسی حال پر جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا ہی کہ مجھپر زمین باوجود چوڑائی کے تنگ ہوگئی تھی اور مجھپر اپنی جان دوبھر تنگ ہوگئی تھی اُس حال سے بیٹھا تھا کہ مین نے ایک بلند آواز دینے والے کو سُنا کہ وہ جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے کہتا تھا کہ بشارت ہو تجھکو اے کعب بن مالک پس مین اوندھے منھ سجدے مین گر پڑا اور مین نے جان لیا کہ اللہ عز وجل کی طرف سے کشایش آگئی باین طور کہ اُس پاک معبود تعالے نے ہمپر توبہ فرمائی ہی اور رسول اللہ صلعم نے صبح کی نماز کے بعد ہمارے اوپر توبہ الٰہی سے لوگون کو خبردار کردیا تھا تو لوگ ہمکو بشارت دینے دوڑے اور میرے دونون ساتھیون کی طرف بھی بشارت دینے والے گئے اور بنو اسلم مین سے ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر میری طرف دوڑا اور دوسرا شخص بنو اسلم مین سے پیادہ دوڑا اور کوہ سلع پر چڑھکر بلند آواز سے اُسنے پکار دیا پس آواز بہ نسبت گھوڑے کے تیز پہونچی پھر جب وہی شخص مجھے بشارت دینے آیا جسکی مین نے آواز سنی تھی تو مین نے اُسکے احسان بشارت کے شکریہ مین اُسوقت اپنے تن کی لباس کو اُتار کر اُسکو پہنا دیا اور قسم ہی اللہ تعالی کی کہ اُسوقت سوائے ان دو کپڑون کے میرے ملک مین نہ تھا اور مین نے دو کپڑے مانگے لیے اور پہنکر رسول اللہ صلعم کی حضوری کا قصد کرکے چلا اور فوج فوج مومنین مجھسے ملتے اور مجھپر اللہ تعالے کی توبہ کی بشارت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعم کا تجھپر توبہ قبول فرمانا تجھے مبارک ہو - یہان تک کہ مین آکر مسجد مین داخل ہوا سو مین نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف رکھتے ہین اور لوگ آپکے گرد بیٹھے ہین پس طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اُٹھکر آہستہ دوڑکر مجھسے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اور واللہ مہاجرین مین سے سوائے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی میری مبارکباد کو نہ کھڑا ہوا پس کعب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ کا یہ احسان نہین بھولتے تھے کعب رضہ نے کہا کہ پھر جب مین نے رسول اللہ صلعم کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا اور اُسوقت آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا کہ بشارت ہو تجھکو ایسے بھلے دن کی کہ جب سے تو اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوا اور تجھپر زمانہ گذرا ان سب دنون سے یہ دن بہتر ہی - مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی طرف سے ہی یا اللہ تعالے کی طرف سے فرمایا کہ نہین بلکہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی - کعب رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ شان تھی کہ جب آپ مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ دمکنے لگتا گویا چاند کا ٹکڑا ہی یہان تک کہ لوگ آپ کی حالت سرور وخوشی کو اس نشان سے پہچان لیتے اور یہ حالت کھلی معلوم ہو جاتی تھی پھر جب مین آپ کے روبرو بیٹھا تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ سے یہ ہی کہ مین اپنے مال سے صاف بالکل الگ ہو جاؤن اس حال مین کہ اسکو اللہ عز وجل کی درگاہ مین اور اُسکے رسول کی حضور مین صدقہ کردون (یعنے رسول اللہ صلعم اس مال کو مساکین پر صدقہ کردین) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بعض حصہ مال اپنا اپنے اوپر روک رکھ کہ وہ تیرے لیے

صیغۂ تمریض سے اسی ضعف کی طرف اشارہ کیا۔ فافہم۔ الثالث اس روایت کے آخر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتذار کرنے والوں کے حق میں قولہ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیہم الآیۃ پیچھے نازل ہوئی یعنی انکے بعد انکے اعتذار کے حالانکہ سیحلفون سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول بطور خبر غیب کے مقدم ہے۔ مترجم کو اسوقت فتح الباری وغیرہ کوئی شرح نہیں ملی ولیکن وہ جواب بتوفیق اللہ تعالے لکھتا ہے کہ اس روایت کی تقریر میں یہ تنصیص نہیں کہ نزول آیت کا پیچھے ہوا ہے بلکہ روایت سے صرف یہ معلوم ہوا کہ جب وحی نازل ہوئی تو انکے حق میں یوں مذمت اتری پس ممکن ہے کہ وحی پہلے نازل ہوئی ہو لیکن ایک دوسرا سوال وارد ہوگا کہ اگر نزول مقدم ہے تو آنحضرت صلعم نے انسے کیونکر رضامندی فرمائی اور اسکا جواب یہ ہے کہ ظاہر میں عذر مان لینے اور باطن کو اللہ تعالے کی طرف سونپنے سے رضامندی حقیقی لازم نہیں اور اللہ تعالے نے جو فرمایا۔ فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ تو مقصود اس سے مبالغہ انکی خطاکاری میں ہے یعنے تمھاری رضامندی انکے کچھ کارآمد نہیں پس جھوٹ بولکر اور تمھاری رضامندی کے لیے جھوٹ قسم کھاکر کچھ فائدہ نہ پاوینگے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے بدون تصریح ناموں کے منافقین کے پہلے ہی سے آگاہ فرما دیا تھا کہ عنقریب تمھارے لوٹنے پر تمھاری خوشنودی کے لیے جھوٹی قسمیں کھاوینگے۔ پھر ان علامات کے ظہور سے پہچانے گئے ولیکن اسی آیت میں اللہ تعالے نے یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ فاعرضوا عنہم انہم رجس۔ انسے اعراض کرلینا کہ وے پلید ہیں۔ تو آنحضرت صلعم نے اعراض فرمایا اور پھر جب نزول ہوا کہ یعتذرون الیکم اذا رجعتم۔ تو انسے کہدیا بحکم الٰہی۔ قل لا تعتذروا قد نبانا اللہ من اخبارکم۔ پس فضیحت و رسوا ہوئے۔ فتامل فیہ۔ الرابع اس حدیث صحیح میں بکثرت علوم ہیں جنکا استخراج بہت وقت اور بڑا فرصت چاہتا ہے اور معظم امور ایمان و اعتقاد کے اور معظم فروع اور فوائد نفس کے سب اس سے معلوم ہو سکتے ہیں لیکن کچھ تھوڑی ابتداء سے بیان ہوتے ہیں۔ از انجملہ اسلام و ایمان پر مضبوط ہونا اصل ہے اور جہاد وغیرہ اعمال سب فرع ہیں اسیواسطے لیلۃ العقبہ کی حاضری کو بدر کی شرکت پر فضیلت دی اور اسیواسطے آخر حدیث میں نعمت ایمان کے بعد اس صدق کو سب سے بڑی نعمت کہا۔ از انجملہ توریہ جائز ہے یعنے سچی بات کسی دینی مصلحت سے ایسے طور پر کہدینا کہ سننے والا یا خواہ پوچھنے والا اپنی ناسمجھی سے کچھ اور سمجھے اگرچہ یہی مقصود تھا کہ یہ شخص ناحق اس امر سے ناخوش نہو کہ مجھے نہیں جواب دیا۔ از انجملہ مجاہدین کے نام دفتر میں لکھ لینا بھی جائز ہے ولیکن دین میں ادنیٰ کام ہے۔ از انجملہ سایہ دھوپ میں اور گرم سامان جاڑے میں اور دیگر اسباب بالطبع مرغوب نفس ہیں اور وہی محل امتحان ہیں پس اگر آدمی کو یہ چیزیں فرمان الٰہی سے باز نہ رکھیں تو نعمت ہیں اور ان پر شکر کرنا جو ہر حال میں لازم ہے مزید نعمت ہوگا ورنہ یہی چیزیں عذاب ہیں جیسے منافقوں و کافروں کے حق میں مال و اولاد کا بیان ہو چکا۔ از انجملہ اپنے نفس میں یہ قدرت سمجھنا کہ ہم ایسا کر لینگے یا مثلاً مرتے وقت یا فلاں وقت توبہ و عبادت کر لینگے بالکل فریب نفس و مستوجب دوری از درگاہ حق تعالے ہے اور سراسر عاجزی کیونکہ وہ اپنے نفس کے محاسبہ سے عاجز ہوا تو اور چیز پر کیا قدرت پائی از انجملہ امام حق اور اتباع سنت سے بچھڑنا ایسا خسارہ ہے کہ اسکا تدارک کبھی نہوگا ہاں آیندہ اگر مطیع ہوگیا تو آیندہ کے واسطے انشاء اللہ تعالے کافی ہوگا اگرچہ گذشتہ کے لیے اسکو حسرت و افسوس کرنا صدق ایمان کے ساتھ دائمی لازم ہے۔ از انجملہ تقدیر الٰہی برحق ہے اور تدبیر اسکے مقابلہ میں محض فریب نفس و شیطان ہے از انجملہ علامات ایمان سے ہے کہ اہل حق و عدل کو دیکھکر خوش ہو اور منافقوں و کافروں کو دیکھکر اپنے حال پر غمگین ہو جاوے کہ افسوس مجھے انکا پڑوس ملا پس آنپر کہاں عاید رحمت ہے جو انکی صحبت سے مجھے ملے برخلاف اسکے قہر و غضب سے بچ جاؤں تو یہی رحمت ہے۔ از انجملہ کعب رضہ کے ساتھ بجالے پر معاذ بن جبل رضہ نے بدگمانی نہیں کی بلکہ مومن کے ساتھ نیک گمان رکھا اور یہی موافق حدیث کے اور یہی مومن کی شان ہے۔ از انجملہ ہدایت فقط محض اللہ تعالے کی طرف سے فضل ازلی و احسان ہے اور اللہ تعالے ویسے ہی اسکے سامان فرماتا ہے یہی توفیق الخیر ہے جیسے

کعب رضہ کے دل سے سب ورنج و باطل دور فرماکر صدق پر ثابت قدم کردیا بخلاف منافقون کے۔ ازانجملہ لوگون سے ظاہر حال پر کتفا کرنا چاہیے اور باطن سے بحث نہ کرے۔ ازانجملہ مخلوق کی خوشنودی کے لیے خالق کی معصیت نہ کرے ورنہ آخروہ مخلوق جو قبضہ قدرت مین مسخر و مقہور ہی بتسخیر حق عزوجل اُس عاصی کا دشمن ہوجاتا ہی۔ ازانجملہ صدق ہرحال مین اچھا ہوتا اور اسکا انجام بخیر ہوتا ہی چنانچہ حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم صدق کولازم پکڑو کہ وہ نیکوکاری کی راہ بتاتا ہی اور نیکوکاری جنت کی راہ دکھاتی ہی اور آدمی برابر سچ بولتا اور سچائی کا قصد رکھتا ہی یہان تک کہ اللہ تعالے کے یہان وہ صدیق لکھا جاتا ہی اور خبردار بچو تم کذب سے اور کذب راہ دکھاتا ہی فجور یعنے گناہ کی اور گناہ راہ بتاتا ہی دوزخ کی اور برابر آدمی جھوٹ بولتا ہی اور جھوٹ کی ٹٹول رکھتا ہی یہان تک کہ اللہ تعالے کے یہان کذاب لکھا جاتا ہی۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم رحمہم اللہ تعالے اور ابن مسعود رضہ نے ٹھٹھول ولغو باتون مین بھی بدلیل آیت کریمہ منع فرمایا اور خود اللہ تعالی فرماتا ہی۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اے ایمان والو تقوی کرو اللہ تعالے سے یعنی اُس سے ڈرو اس طرح کہ جملہ معاصی چھوڑدو اور ظاہر و باطن مطیع رہو کہ وہ سب جانتا ہی۔ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اور رہو جاؤ تم لوگ صادقین بندون کے ساتھ۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم وآپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کذا قال ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ضحاک رح نے آنحضرت صلعم کے بعد والے مومنون کو صادقین کے ساتھ ہوجانے کے معنی بتلائے کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وانکے اصحاب کے ساتھ ہوجاؤ۔ قال المترجم یعنی اسی طرح درجہ بدرجہ ہر زمانہ مین صالح بندگان حق تعالے کا ساتھ دینا ضرور ہی چنانچہ ابن عباس رضہ نے زمانہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین اس سے احتجاج کیا کہ اے لوگو بحکم آیت کریمہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ وانکے اصحاب کے ساتھ ہوجاؤ۔ بعض نے کہا کہ معنی یہ کہ انھین تین صحابہ کا طریقہ اختیار کرو جنھون نے جھوٹا عذر نہین کیا بلکہ سچ بولے۔ ابن جریر رح نے کہا کہ مہاجرین صحابہ کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ جو لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تبوک گئے تھے اُنکے ساتھ ہوجاؤ۔ بہرحال مقصود ایک ہی ہی جیسا کہ مترجم عفا اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ واللہ تعالے اعلم۔ حسن بصری رح سے روایت ہی کہ اگر تجھے صادقین کا ساتھ مطلوب ہی تو دنیا سے بے رغبت ہوجاؤ۔ الخامس کعب رضہ کے صدق پر لوگون نے اُلٹی ملامت کی اور زعم کیا کہ استغفار رسول اللہ صلعم کافی ہوتا حالانکہ یہ وسوسہ شیطانی تھا کیونکہ استغفار رسول اللہ صلعم جبھی کافی تھا کہ آپ دل سے استغفار فرماوین ورنہ نہین اور اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ فان ترضوا عنہم الآیۃ یعنے اگر تم اُنسے راضی بھی ہوجاؤ تو اللہ تعالے فاسقون سے راضی نہین۔ ہان اگر گناہ پر ندامت ہو اور آنحضرت صلعم استغفار فرماتے تو سبحان اللہ تعالے زہے نصیب اُنکے جنکو یہ نصیب ہو اللہم رب اغفرلی وارزقنی استغفار رسولک صلی اللہ علیہ وسلم لی فانی مقر بالذنب وانک انت الغفور الرحیم۔ السادس موافقت ومتابعت صالحین کو ترک نہ کرے اگرچہ مخالفت پر ایک جم غفیر آمادہ کرتا ہو۔ السابع گنہگار سے ترک کلام کرنا خالص اللہ تعالے کیواسطے جائز ہی جبکہ اس سے فائدہ ہو اور محبت وغیرہ مین اللہ تعالے ہی کے واسطے نیت خالص کرے چنانچہ ابوقتادہ نے کعب رضہ سے باوجود کمال محبت کے اس وقت مین اللہ تعالے ورسول کے واسطے انقطاع کیا اور محبت وقرابت کا جوش ونفس کی رغبت سب کاٹ دی۔ الثامن گناہ کرنے مین کبھی دنیاوی نعمت ملتی ہی لیکن وہ عذاب آلہی ہو آسپر نزہ نہو۔ التاسع جورو اور مال و اولاد سب ایسے امور سے جن سے نفس کو تعلق ہو جب تعلق باطنی ترک کرے اور ہمہ تن اللہ تعالے کے واسطے ہوجاوے تو رحمت آلہی انشاء اللہ تعالے اسپر نازل فرماوے اور اس سے یہ مراد نہین کہ ان چیزون کو ترک کرے

بلکہ دل کا تعلق فقط قطع کرے جیسے مولوی روم رح نے کہا ہے ؎ چیست دنیا از خدا غافل بدن + نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
العاشر - شیخ ابو بکر الوراق رحمہ اللہ نے کہا کہ توبہ نصوح جسکا مومنون کو حکم ہی ایسی ہوتی ہی کہ توبہ کرنے والے پر تمام زمین تنگ ہوا ور
اپنی جان اپر تنگ ہو جیسے حضرت کعب بن مالک و اُنکے دونون ساتھیون کی توبہ تھی - مترجم کہتا ہی کہ نصوح صفت توبہ ہی یعنی ایسی
توبہ جو نصوح ہی چنانچہ قولہ التوبۃ النصوح - مشعر ہی اور عوام مین جو مشہور ہی کہ نصوح کوئی شخص تھا اسکی مثل توبہ کرنے کا اللہ تعالے نے
حکم دیا تو یہ محض مسکنکر ہی اور یہ نہین سوچتے کہ کیا صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ شخص بڑھ گیا کہ جسکی توبہ قبول ہونے اور
مرضی ہونے پر تنصیص ہی و کلام اسمین انشاء اللہ تعالے توبہ نصوح کے حکم والی آیت مین مدلل آویگا واللہ تعالے الموفق والمعین - الحادی عشر
مبارکباد و بشارت دینا اہل ایمان کو امر خیر پر مستحب ہی اور اس زمانہ مین جو غیر مشروع و فسق و فجور و دنیاوی امور پر لوگ مبارکبادی رسم
رکھتے ہین تو بعضی ایسی صورتین نکلتی ہین جنمین کفر کا خوف ہی مثلاً کسی کا بیٹا جوان ہوا اور اُسنے کوئی فسق کیا اور عورتون نے اُسکی ماں کو
مبارکباد دی کہ خدا مبارک کرے خدا نے یہ دن کیا تو کہنے والیاں اور مبارک کی لینے والیاں کافرہ کہی جاوینگی اور اپنے شوہرون سے بائنہ ہونے کا
حکم ہوگا - واللہ تعالے اعلم - اور حدیث مین جو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بڑھکر مصافحہ کرنا و مبارکباد دینا آیا تو عند التحقیق اُسکے یہ معنی نہین کہ
خوشی کے وقت مصافحہ کرنا چاہیے بلکہ مصافحہ موافق معمول کے کیا اور خوشی کی مبارکباد دی پس نماز فجر یا عصر کے بعد جو شافعیون کا دستور
ہی کہ مقتدی لوگ امام نماز سے مصافحہ کرتے ہین وہ جائز طریقہ نہین جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنے خاص رسالہ مین رد کیا ہی اور
ایسے ہی عیدین مین مصافحہ سے بڑھکر معانقہ کرنا جو ہندوستان مین رائج ہی مذموم ہی - اور رہی خوشی و فرحت افطار کی کہ اللہ تعالے
عز و جل کی توفیق سے روزے پورے ہوئے تو یہ روا ہی اور اصلی خوشی اُسوقت انشاء اللہ تعالے ہوگی کہ اللہ تعالے کی درگاہ مین قبول
ہونا دنیاوی زندگی فانی کے بعد ظاہر ہووے ف - ۲ - حدیث کعب رضی اللہ عنہ دلالت کرتی ہی کہ ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم
اجمعین کی توبہ مین تاخیر ہوئی یہان تک کہ جب یہ نوبت پہونچی کہ اپنی جانین اُنکو دوبھر ہوگئین اور زمین تنگ ہوگئی حالانکہ پہلے ذری
تن کی آسائش و آرام کی وجہ سے تخلف ہوا تھا تب اللہ تعالے نے اُنکی توبہ قبول فرما کر نازل فرمایا قولہ لقد تاب اللہ علی النبی الخ -
اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ اسکو اسلام و ایمان کے بعد بڑی نعمت جانتے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ اللہ اللہ کیا بڑی نعمت ہی کہ اللہ تعالے
فرماوے ثم تاب علیہم لیتوبوا - پس اس نعمت کا شکر نہین ادا ہوسکتا اور نہ اُسکی فضیلت بیان مین آسکتی ہی اللہم ربنا لک الحمد انت کما اثنیت
علی نفسک - پس یہان ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب یہ ایسی نعمت تھی تو اللہ تعالے نے حضرت سید عالم اپنے بندہ رسول صلے اللہ علیہ
وسلم و صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کو جو ساتھ گئے تھے اس نعمت سے پہلے ہی اپنے کلام پاک لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین
والانصار الذین اتبعوہ الآیۃ سے سرفراز فرماکر پھر قولہ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا الآیہ سے باقی تینون صحابہ تائبین کو سرفراز کیا تاکہ یہ تینون
صحابہ اس نعمت مین منفرد نہو جاوین اور دوسرا نکتہ یہ ہی کہ اوپر کی آیات یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم الآیہ اور قولہ التائبون
العابدون الآیۃ - سے معلوم ہوچکا کہ مومنون کی جانین و مال حضرت خالق ذوالجلال کی بیع مین داخل ہین پس یہ مبیع اسی کے احکام
کے تصرف مین ہی چنانچہ تبوک کے جانے مین جب کعب رضی اللہ عنہ اور دونون ساتھیون نے مبیع کو روکا تو مجرم قرار دیے گئے تھے پھر
اُنکی کمال عاجزی پر جب اس سے تنگ ہوگئے اور جان و مال سے ہاتھ اُٹھایا تو قبول فرمایا اور ایسی رحمت کے ساتھ کہ دوام توبہ و قبولیت
سے سرفراز کیا پس تائبون جو اول صفت ان بندون کی ہی جنکے لیے جنت مخصوص ہی اُنھین ظاہر ہوئی پس ظاہر ہوا کہ صحابہ مہاجرین

بیان

و انصار اور یہ تینون صحابہ سب وہ ہین جنکے لیے جنت منزل کرامت ہی والحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین۔ ف ۔ ۳۔ اول آیت کا خاتمہ انہ بہم رؤف رحیم۔ اور دوسری آیت کا خاتمہ ان اللہ ہو التواب الرحیم۔ ہی اور اول بہ نسبت دوم کے افضل ہی اور کمال رافت و رحمت پر مشعر جسا بجہ فرق و امتیاز و اکرام و اعزاز پوشیدہ نہین ہی۔ پھر رحمت پر دونون کا خاتمہ ہی جسمین دلالت ہی کہ قبول توبہ محض رافت و رحمت الٰہی ہی اور بالکل احسان از حق تعالےٰ جیسے بندون و تمام مخلوق کا پیدا کر دینا و انکو ہوش و گوش دینا۔ اور جیسے آدم ؑ کو مکرّم و برگزیدہ کر دینا محض فضل و رحمت ہی پس معتزلہ و رافضی وغیرہ بدعتی فرقے جو حق عزّ و جل تعالےٰ شانہ پر بعض باتین واجب کہتے ہین یعنے جاہل گستاخ یون کہتے ہین کہ اوتعالےٰ پر یہ کرنا واجب ہی تو یہ لوگ معرفتِ الٰہی سے جاہل اور بے ادب گستاخ ہین تعالےٰ اللہ عما یقول الظالمون علوًّا کبیرا۔ اللہ تعالےٰ پر کچھ واجب نہین وہ جو چاہے کرے اور جو وعدہ اسنے فرمایا اور ضرور جیسا فرمایا ویسا ہی ہوگا تو یہ سراسر اُسکا فضل و احسان ہی ف ۔ ۴۔ آخر مین قبول توبہ کے بعد حکم فرمایا کہ صادقین کے ساتھ رہین۔ پس اسمین صادقین کی فضیلت نکلی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بڑی فضیلت ہی کیونکہ انکو اللہ تعالےٰ نے صدیق کیا اور صادق سے صدیق مین مبالغہ ہی اسلیے کہ صادق صیغہ اسم فاعل ہی اور صدیق صیغہ اسم فاعل مبالغہ ہی اور عموم صادقین مین بھی وے داخل ہوے جیسے آنحضرت صلعم پھر آنحضرت صلعم رسول پاک اور بالاتفاق افضل الرسل بلکہ افضل جمیع خلائق ہین اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صادق سے صدیق تک سرفراز ہوے ہین لہذا انبیاء و رسولون کے بعد یہی سب سے افضل ہین۔ روایت ہی کہ بعد وفات حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلافت مین مشورہ کیا پس انصار نے مہاجرین سے کہا کہ تم مین سے ایک شخص تمھارا سردار ہو اور ہم مین سے ایک شخص ہمارا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہی۔ للفقراء المہاجرین الی قولہ اولٰئک ہم الصادقون۔ سو تم بتاؤ کہ یہ کون لوگ ہین تو انصار نے کہا کہ یہ تمھین لوگ ہو پس ثابت ہوا کہ مہاجرین وہی صادقین ہین پھر حضرت ابوبکر رض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی۔ یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین۔ پس مومنون کو حکم دیا کہ صادقین کے ساتھ رہین پس تم کو ہمارے ساتھ رہنے کا حکم ہی اور یہ نہین کہ ہم تمھارے ساتھ رہین پس سب نے اتفاق کر کے حضرت صدیق رض کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مترجم کہتا ہی کہ توضیح یہ کہ انصار رضی اللہ عنہم پر حجت قائم ہوئی کہ مہاجرین صادقین کے ساتھ رہین پھر ان صادقین مین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے مرتبہ پر تھے لہذا باقی مہاجرین و انصار سب نے متفق ہو کر انسے بیعت کر لی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین ف ۔ ۵۔ بعض علماء نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ اجماع جس امر پر ہو اسکا ماننا ضرور ہی اس لیے کہ آیت مین قولہ تعالےٰ کونوا مع الصادقین۔ حکم ہی کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ پس ضرور انکا قول ماننا واجب ہی تاکہ انکی معیت حاصل ہو لہذا اجماع حجت ہونے پر یہ آیت حجت ہوئی۔ بعض نے کہا کہ مع الصادقین۔ مین مع بمعنی من ہو سکتا ہی یعنے من الصادقین۔ پس حجت نہوگی اور جواب یہ ہی کہ ایسا قول اسی شخص کا ہوگا جو رائے سے تفسیر کرتا ہی اس لیے کہ صادقین صحابہ رضی اللہ عنہم ہین تو کیونکر آدمی صحابہ مین سے ہو سکتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ صحابہ کے زمانہ مین صحابہ کے ساتھ ہونا اور متاخرین مین ہر زمانہ مین درجہ بدرجہ صادقین کو شامل ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو جواب یہ ہی کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اسمین بدرجہ اعلیٰ بلکہ اول وہی داخل ہین۔ پس مع جب اپنے معنی سے ہٹا کر بمعنی من لیا جاوے تو حکم عموم ممکن نہین ہو سکتا بخلاف اسکے جب مع اپنے معنی پر ہو تو معیت باعتقاد و دین ممکن ہی اور چونکہ یہی معیت مراد ہی اسلیے کہ حکم عموم

تا قیامت سب مومنون کو ہی اور وہ معیت جسمانی سے ممکن نہین تو ضرور معیت قولی و فعلی مقصود ہی علاوہ برین معیت جسمانی خالی بفائدہ
ہی کیونکہ منافقین ایسی معیت رکھتے تھے پس آیت اچھی طرح اس امر پر حجت ہی کہ جس امر پر اُنکا اجماع ہو اُسکا ماننا واجب ہی۔ ہان اتنی بات
البتہ ہی کہ مطلقاً اجماع حجت ہونا ثابت نہین ہوگا اس لیے کہ صادقین کا علم سوائے صحابہ رض کے متعذر ہی ہان صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت
اللہ تعالے نے البتہ تنصیص فرمائی پس اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم البتہ حجت قطعی ہوا اور حدیث ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ مین
مسلمون سے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین جیسا کہ حضرت ابن مسعود رض سے مسلمون کی یہی تفسیر مروی ہی پس جو آیت کریمہ سے ثابت
ہی اس سے یہ تفسیر حدیث مطابق و متوافق ہی فالحمد للہ علی ذالک۔ یہان سے ثابت ہوگیا کہ بعضے کم فہم لوگ جو ہر زمانہ مین بعضے بدعات
نکالکر اس زمانہ کی جہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا اجماع حجت سمجھتے ہین وہ بالکل کج فہمی ہی کیونکہ مومنون سے صحابہ مراد ہین جیسا کہ
ابن مسعود رض نے صریح تنصیص فرمائی پس اجماع فقط صحابہ رض کا حجت ہوا کیونکہ اُنکا مومنین صادقین ہونا منصوص و معلوم ہی اور اُنکے بعد
پھر زمانہ تابعین کے واسطے اگرچہ آنحضرت صلعم نے بھلائی کو فرمایا۔ فی قولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم الحدیث لیکن تنصیص
اہل اجماع کی صادقین مومنین ہونے پر وہان بھی نہین ہی تو بھلا اس زمانہ مین کہ جس قرن کے واسطے بھلائی کی بھی تنصیص نہین ہی
اُسکے اجماع و اتفاق کا کیا اعتبار ہی علاوہ برین بہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا کچھ اجماع نہین ہی کیونکہ اسوقت جب تمام دنیا کے مسلمان
سب مجتمع و متفق ہون کوئی باقی نہ رہے تو البتہ اتفاق کہا جاوے حالانکہ اُنکے حق مین بھی تنصیص ندارد ہی۔ بالجملہ یہان تو سرے سے
اجماع ہی نہین اور ہوتا بھی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہوسکتا کیونکہ مومنون کا اجماع کیونکر ثابت ہوگا اس لیے کہ ظاہر حال پر اسلام کا حکم
ہوسکتا ہی اور یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ حقیقت مین یہ مومن ہی یا نہین ہی علاوہ برین اسوقت اسلام کے اقرار کرنے سے یہی لازم نہین
کہ اسلام پر اسکا خاتمہ ہوگا یا نہین ہوگا پس ایسے لوگون کے اجماع کو بفرض اُسکے کہ پایا بھی جاوے یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ مومنون کا اجماع ہوا
کیونکہ یہ بات تو اللہ تعالے ہی جانتا ہی ہان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین یہ بات معلوم ہی کہ وے مومنین صادقین تھے کیونکہ اللہ تعالے
نے اُنکے حق مین بمانند قولہ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔ اور بمانند قولہ و کونوا مع الصادقین۔ اور قولہ اولٰئک ھم صادقون۔ وغیرہ آیات کریمہ
سے تنصیص صریح فرمائی ہی پس اُنکا اجماع قطعی مومنون کا اجماع اور حجت قطعیہ ہی فافھم ف۔ ٦- فی العرائس قولہ تعالے لقد تاب
اللہ علی النبی والمھاجرین الآیۃ۔ توبہ دو ہین ایک بندہ کی توبہ اور دوسری توبہ الٰہی تعالے۔ پس بندہ کی توبہ اسطرح کہ لغزش و خطا
سے رجوع کر کے طاعات و فرمانبرداری پر ہو جاوے۔ اور توبہ الٰہی اسطرح ہی کہ اللہ تعالے اُسپر رجوع فرماوے یعنی نعمت وصال کی خوشبو
اُسکے مشام روح کو پہونچاوے اور سرانجام کار وصل مراد کا دروازہ اُسکے واسطے کھول دے اور حجاب اس سے مرتفع فرماوے۔ یہان
دل کی آنکھ سے غور کر کے دیکھو کہ اللہ تعالے جل شانہ کو اپنے رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر کسقدر لطف و عنایت ہی اور مومنون پر جو آپکے ساتھ ایمان لائے
تھے کیا کرم ہی کہ اُنکی توبہ سے پہلے اُنپر رجوع فرمایا جس سے وے ہمہ تن اپنے معبود پاک کی طرف سے رجوع لائے اور اُنکو بقدر اُنکے مرتبہ کے راہ
کھل گئی اور نعمت مل گئی پس اپنے حبیب رسول صلعم پر اُسکا رجوع اسطرح کہ مشاہدہ کشف فرمایا اور رجوع بجانب بندگان اسطرح کہ منزلت قرب و
وصال اُنکو کشف فرمائی لہذا نبی صلعم کی توبہ اس جہت سے تھی کہ اُنکو اداے رسالت وغیرہ احکام مین مشاہدہ سے دوسری طرف اشتغال تھا اور قوم
کی توبہ اس راہ سے کہ ملاحظہ درگاہ قرب سے اُنکو غیبت ہوئی پس اُنکو فیض ہدایت الٰہی نے سرفراز فرما کر انوار جمال کے انکشاف سے
فیضیاب فرمایا اور یہی طریقہ فیض قدم کا انبیاء و اولیاء کے ساتھ مقام امتحان مین جاری ہی کہ نا امیدی و مایوسی مین باران رحمت سے

حیات خاص حاصل ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا الآیۃ۔ اور فرمایا۔ حتی اذا استیاس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا الآیۃ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ توبۃ النبی صلعم مقدمہ و اصل توبۃ الامۃ ہے تاکہ اصل کی صحت سے تابع کی درستی ہو۔ بعض نے کہا کہ انبیاء کی توبہ بجہت مشاہدۂ خلق کے وقت رسالت کے ابلاغ کے ہے کیونکہ انبیاء کو کبھی حضوری سے غیبت نہیں ہوتی اس لیے کہ وے ہمیشہ مقام عین الجمع میں ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مخصوص کر کے ان تین بندوں کو جو مقام امتحان میں مبتلا ہوئے تھے بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اُنپر رجوع فرمایا اسطرح کہ اُنکی توبہ قبول فرمائی بقولہ تعالےٰ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الآیۃ۔ کثرت تراکم انقباض سے اور ہجوم انوار عظمت سے اُنکے قلوب میں انبساط ہوا اور روئے زمین پر کوئی چیز قابل اُنس نہ دیکھی حتی کہ اپنی جانیں بھی اور یقین ہو گیا کہ ملجأ اُسی کی طرف ہے پس جملہ وسائط قطع کر کے اُسی کے لطف پر منفرد ہو گئے۔ ثم تاب علیہم لیتوبوا۔ پس حجاب القبض وغیرہ کو درمیان سے اُٹھا دیا پس اُنس میں داخل ہوئے اور یہ کرم اُسی پاک معبود ذوالجلال کا وصف قدیم ہے ان اللہ ہو التواب الرحیم۔ شیخ ابوعثمان رح نے کہا کہ جو کوئی حضرت حق عزوجل کی طرف رجوع لاوے اُسکا یہی حال ہونا چاہیے کہ زمین اُسپر تنگ ہو کبھی اُسپر پاؤں رکھنے کا ٹھکانا نہ پاوے اور اپنی جان تنگ ہو کہ اُسکی ہلاکت کا خوف کرے پس توبۃ النصوح کی اول دلیل ایسی حالت ہے۔ بعض مشائخ نے قولہ وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ۔ میں کہا کہ انھوں نے کسی بندۂ بزرگ حبیب یا خلیل یا کلیم پر اعتماد نہ کیا بلکہ تمام سب مخلوق سے اُنکے دل منقطع ہو کر اپنے خالق عزوجل کیطرف رجوع لائے۔ شیخ احمد بن خضرویہ نے شیخ ابو یزید سے پوچھا کہ مجھے توبۃ النصوح کیونکر ملے فرمایا کہ اللہ عزوجل و اُسکی توفیق سے مل سکتی ہے کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے ثم تاب علیہم لیتوبوا۔ مترجم کہتا ہے کہ توضیح یہ ہے کہ پہلے حق تعالےٰ نے اُنپر اپنا رجوع بیان فرمایا اور اُنکی توبہ کو اُسی کا سبب کر دیا پس اسی کی توفیق سے مرتبہ توبہ نصیب ہوا پس وہی ہادی و موفق و خالق افعال العباد ہے اللہم اہدنا الصراط المستقیم وتب علینا انک انت الغفور الرحیم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ خود اُنپر فضل و احسان فرمایا کہ خود ہی اُنکو قبول کر لیا اور یہ نہیں کہ انھوں نے رجوع کیا ہو استاد رح نے کہا کہ جب موت کی قربت پہونچی ونصرت سے یاس ہوئی تو باران رحمت سے اُنکی خشک کھیتی ہری ہو گئی پھر مومنوں کو اتقاء کی تاکید و طلب مزید کی ہمت پر تحضیض فرمائی۔ بقولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ راہ حق کے تین اقسام کیے۔ ایمان و تقویٰ و صدق۔ اور یہ اعمال قلوب ہیں کیونکہ اُنکے حقایق کشف انوار الغیوب سے درست و ثابت ہوتے ہیں پس جب یہ حقایق ثابت ہو گئے تو بندہ کو ایمان سے آیات کے حقایق ملتے ہیں اور تقویٰ سے مشاہدہ صفات اور صدق سے مشاہدہ انوار ذات حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلے اُنکو مومنین کہا پھر اس مقام سے اُنکو مقام تقویٰ کی طرف بلایا اور وہ مشاہدہ جلال و عظمت کا مقام ہے کہ تمام اغیار سے بیزار ہو جاوے پھر تقویٰ سے مقام صدق میں بلایا اور وہ مقام استقامت مع اللہ عزوجل ہے چنانچہ صادق اُسکی بلاء و امتحان سے گریز نہیں کرتا اور اسمیں اشارت ہے کہ جو مومن ہے اسمیں تقویٰ و صدق کی استعداد ہے۔ نیز اسمیں بیان ہے کہ صادقین سے مخالفت مت کرو چنانچہ صادقین کو جو علوم و اسرار حاصل ہوئے اُنمیں اتباع کرنے والوں کو بھی فیض ہوا اور نیز جو کوئی جس چیز کو محبوب رکھے اور جس شخص کو چاہے اُسکے ساتھ ہو گا۔ بعض نے کہا کہ صادقین وے بندے ہیں جنھوں نے عہد ازل سے خلاف نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے معیت الرسول صلعم و فضل جہاد کو بیان فرمایا۔

واللہ تعالےٰ اعلم۔

مَاكَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ
نہ چاہیے مدینے والون کو اور جو انکے گرد گنوار ہین کہ رہ جاوین رسول اللہ کے ساتھ سے

وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ
اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہین زیادہ اُسکی جان سے یہ اسواسطے کہ نہین پیاس کھینچتے ہین نہ محنت

وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَــــُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ
اور نہ بھوکھ اللہ کی راہ مین اور نہ پانون پھیرتے ہین کہین جس سے خفا ہون کافر اور نہ چھینتے ہین

مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَا يُنْفِقُوْنَ
دشمن سے کچھ چیز مگر لکھا جاتا ہے اسپر انکو نیک عمل تحقیق اللہ نہین کھوتا حق نیکی والون کا اور نہ خرچ کرتے ہین

نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
کچھ خرچ چھوٹا یا بڑا اور نہ گذرتے ہین کوئی میدان مگر لکھ لیتے ہین انکے واسطے کہ بدلا دے انکو اللہ بہتر کام کا جو کرتے تھے

مَاكَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ نہین ٹھیک تھا نہین روا تھا اہل مدینہ کو۔ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اور اہل مدینہ کے گردوالے اعراب یعنی دیہاتیون کو جیسے اسلم و اشجع و غفار وغیرہ۔ غرض کہ مدینہ والے شہریون کو اور گردوالے دیہاتیون کو کسی کو روا نہ تھا اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ یہ کہ پیچھے رہین رسول اللہ سے۔ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ اور نہ روا تھا یہ کہ رغبت کرین اپنی جانون کے ساتھ رسول اللہ کی جان سے۔ جب کہتے ہین کہ فلان چیز کی طرف رغبت کی تو معنی یہ ہوتے ہین کہ اُسکی طرف مائل ہوا اور جب بولتے ہین کہ فلان چیز سے رغبت کی تو یہ معنی کہ اُس سے منہ موڑا۔ پس یہان معنی یہ ہین کہ انکو روا نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کی جان سے اپنی جانون کو موڑین باین طور کہ جن سختیون و مشقتون مین رسول اللہ صلعم نے اپنی جان کو ڈالا اُسمین وے لوگ اپنی جان کو بچا دین بلکہ اُنپر واجب تھا کہ ضرور اُن مشقتون و سختیون کی برداشت ہین ساتھ دین و اُسکے سامنے جانین فدا کرین کیونکہ یہ امر قطعی معلوم ہے کہ رسول اللہ کی جان شریف اللہ تعالے کے نزدیک تمام عالم سے افضل و اکرم و بہت عزت وقدر والی جان ہے تو جب اُسنے طاعت الٰہی مین یہ سختیان اُٹھائین تو ان لوگون کو چاہیئے تھا کہ اپنی جانین اُسکے سامنے پروانہ کی طرح جھونک دین کیونکہ جانتے ہین کہ اُسکے سامنے انکی کیا قدر رہا اور کس شمار مین ہے پس بمقتضاے ایمان و عقل کے اپنی جانون کو نہایت ہلکا و خفیف جانکر بدرجۂ اولے اُن سختیون مین رسول اللہ صلعم کے سامنے جانبازی کرتے۔ کلام سے مقصود معنی نہی ہین ولیکن بطریق اخبار کے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اسمین ملامت و تقریع و ناقدری بمقابلہ رغبت کے زیادہ نکلی۔ ذٰلِكَ اشارہ ہے اُس مضمون کیطرف جو کلام سے سمجھا گیا یعنی یہ جو مفہوم ہوا کہ ضرور اللہ تعالےٰ کے رسول کی متابعت واجب ہے اور کبھی منھ نہ موڑین بلکہ اُسکے سامنے جانبازی کرین سو یہ امر بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ اس لیے کہ نہ پہونچیگی انکو کوئی پیاس۔ وَّلَا نَصَبٌ اور نہ تعب یعنی تھکاوٹ۔ وَّلَا مَخْمَصَةٌ اور نہ بھوک کی شدت فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی راہ مین۔ وَلَا يَطَــــُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ اور نہ روندینگے کوئی مقام جس سے کفار غیظ مین پڑین۔ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اور نہ پاوینگے دشمن سے کچھ پانا۔ یعنی رسول اللہ صلعم کے ساتھ مین آپ کے پیچھے پیچھے ان باتون مین سے کوئی بات رائگان نہ جاویگی۔ اِلَّا

كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر آنکہ اُسکے مقابلہ مین اُنکے لیے عمل صالح لکھا جائیگا - ظمأ پیاس - نصب تعب - مخمصہ شدت بھوک
جس سے پیٹ لگ جاتا ہی اور سب کو نکرہ فرمایا کہ ہر قلیل و کثیر کو شامل ہی اور حرف لا سب پر مکرر کیا کہ معلوم ہو کہ ہر ایک انمین سے
علیحدہ مستقل شمار ہی - موطئا بعض نے کہا کہ مصدر ہی پس مفعول مطلق ہوگا اور بعض نے کہا کہ ظرف ہی اور قولہ یغیظ الکفار - اسکی
صفت ہی یعنے ایسا روندنا کہ کفار کو غیظ مین ڈالے یا ایسا مقام روندا ہوا - جیسے ایک مقام سے لشکر پیادہ یا سوار گذرا اور کفار نے
مقابلہ نہ کیا پھر اپنے مقامات روندے ہوے پاکر سخت غصہ کھایا - نیل پانا - اور یہ بھی عام ہی خواہ کفار کو قتل کیا ہو یا قید کیا یا وے
بھاگ گئے یا غنیمت ملی و مانند اسکے اللہ تعالے کی راہ مین جو کچھ حاصل ہوا سب کے مقابلہ مین عمل صالح لکھا جائیگا یعنی بہت بڑا ثواب
ملیگا - یہ سب نیک کام ہین اُنکے کرنے والے نیکوکار ہوے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالے ضائع نہین فرماتا
اجر نیکوکارون کا - اسمین بجاے اجرہم کے اجر المحسنین - فرماکر تنبیہ فرمائی کہ جہاد ایسا کار نیک ہی کہ ان مومنون کو نصیب ہوتا ہی جو محسنین
ہین یعنے برتبۂ احسان پہونچے ہین - اس آیت مین دلالت ہی کہ جسنے اللہ تعالے کی طاعت کا قصد کیا اُسکا کھڑا ہونا بیٹھنا چلنا کھانا پینا
یہانتک کہ سونا بھی سب اللہ تعالے کے یہان نیکی و ثواب ہی اور نافرمانی و گناہ کی صورت مین اسکے برعکس سمجھنا چاہیئے پس طاعت کی کیا
اچھی برکت ہی اور گناہ کی کیا بری ذلت ہی اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین جسکے قدم
گرد آلودہ ہوے اللہ تعالے اُسکو آتش جہنم پر حرام کردیتا ہی - کذا فی السراج - مترجم کہتا ہی کہ طاعت کی صورت مین ثواب کیواسطے
سب اجزاء علیحدہ معتبر ہوتے ہین مثلاً نماز کے لیے مسجد کو چلا تو ہر قدم کے لیے الگ نیکی ملتی ہی اور دھوپ ہو تو الگ اور رات اندھیری
ہو تو اور زیادہ مستقل علی ہذا القیاس - اور گناہ کے لیے اگر سب اسباب مہیا کیے اور جب اس کام تک پہونچا تو اللہ تعالے کا خوف
کرکے جو نکلا اور ہٹ گیا تو اللہ تعالے کے فضل سے توبہ و استغفار کرنے سے گناہ سب محو کیے گئے اور توبہ وغیرہ کا ثواب لکھا گیا
پس طاعت مین ثواب نہایت کثرت سے ہی اور معصیت مین ہر ایک بدفعلی کے موافق ایک بدی ہی بشرطیکہ جو معصیت نفس نے
سجھائی تھی اُسکا مرتکب ہو جاوے - ہان طاعت کا اثر و ایمان کا مزہ یہی ہی کہ بہ تن صدق دل سے اپنے آپ کو بندۂ الٰہی و فرمانبردار
کرے اور معصیات و مخالفت سے بچنے پر عزم مصمم رکھے اور یقین جان لے کہ ہر ہوا و ہوس ناپائدار ہی اور ہر طاعت برقرار اور
اللہ تعالے نیک بندون کا اجر ضائع نہین فرماتا یعنے ضرور اُنکو ثواب دیتا ہی - وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً اور نہ خرچ کرینگے کوئی
خرچ - صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً - چھوٹا نہ بڑا - وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا اور نہ طے کرینگے کوئی وادی یعنی زمین - اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ
مگر یہ کہ اُنکے واسطے یہ نیک کام لکھا جائیگا - لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ تاکہ بدلا دیوے اُنکو اللہ تعالی بہتر اُس
کہ وے کرتے تھے یعنے بدلا دیگا اُنکو اللہ تعالے ایسا بدلا کہ جو اُنکے اعمال سے بہتر و افضل ہوگا اور وہ ثواب ہی - اور حقیقت اس ثواب
کی بلکہ ہر ثواب کی چونکہ بشر کی سمجھ سے اونچی ہی لہذا مبہم و مجمل فرمایا - اور امام اوزاعی و ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ یہ آیت مسلمانون کے
لیے قیامت تک باقی ہی - اور اول آیت مین فرمایا - کتب لہم بہ عمل صالح - اس لیے کہ وے افعال اُنکی قدرت مین داخل نہین بلکہ اُنکے
افعال سے ناشی ہین پس اظہار فرمایا کہ اُنکے عوض بھی اجر جمیل لکھا جائیگا اور دوسری آیت مین فرمایا - کتب لہم لیجزیہم اللہ - پس
کتب لہم بہ - یہان نفرمایا اس لیے کہ یہ افعال اُنسے خود صادر ہین اگرچہ اللہ تعالے ہی کے پیدا کرنے سے دونون ہین اسی واسطے
احسن ما کانوا یعملون - فرمایا کذا فی تفسیر الحافظ - وادی رہ راہ کشادہ ہی جو پہاڑون وغیرہ مین سیل کے بہاؤ کے لیے ہوتی ہی - اور

صیغہ اسم فاعل از ودی بمعنی سیلان ہی پھر اسکا استعمال زمین کے معنی مین شائع ہوگیا۔ چنانچہ بولتے ہین کہ اسکی وادی مین سوائے
تیرے کوئی نہین جا سکتا لہٰذا آیت مین ولا یقطعون وادیا بمعنی ارضاً ہی یعنے جہاد مین اور ایسے ہی طاعت الٰہی مین جو زمین طی کرین
انکے لیے ثواب لکھا جائیگا۔ اس کلام مین جہاد کی اور اُسمین خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہی اور اسمین احادیث بھی بہت ہین چنانچہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک شخص ایک ناقہ مع خطام لایا اور عرض کیا کہ یہ اللہ تعالے کی راہ مین ہی تو آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ تیرے لیے قیامت مین اسی طرح مخطوم سات سو ناقہ ہونگے قال المترجم علماء نے کہا کہ شاید یہ ادنی مرتبہ نفقہ جہاد
مین متعین ہی اور اس سے زائد اللہ تعالی کے فضل پر اسکے علم مین ہی جیسا کہ احادیث مین آیا ہی۔ واللہ اعلم۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ
سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے غازی کا سامان کر دیا اُسنے جہاد کیا (یعنے جہاد کا ثواب اُسکو ملا) اور جسنے غازی کے پیچھے
خبرگیری کی اُسنے جہاد کیا۔ سہل بن ساعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین
ایک روز کا رباط تمام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہی اور تم مین سے کسی کے کوڑے برابر جگہ جنت مین تمام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہی۔ ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون آدمی افضل ہی تو فرمایا کہ وہ مومن جسنے اللہ تعالے
کی راہ مین اپنی ذات سے جہاد کیا۔ اسنے عرض کیا کہ پھر کون شخص۔ فرمایا کہ پھر وہ شخص جو درّہ پہاڑ مین سے کسی درہ مین اللہ تعالے
کی عبادت کرتا ہی اور لوگون کو اپنے شر سے چھوڑتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ معالم وسراج مین یہان ان احادیث کو وارد کیا تو مین نے
لکھدیا اور احادیث فضائل جہاد جا بجا مذکور ہو چکی ہین اور اصل مقصود اس مقام پر یہ ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
تخلف ہرگز روا نہین ہی اور تخصیص اہل مدینہ و اُنکے گرد والے اعراب کی فقط اسوجہ سے ہی کہ استنفار فقط انھین کو کیا گیا یعنی آنحضرت
صلعم نے انھین کو اعلان و حکم کیا تھا کہ میرے ساتھ چلین پس انھین پر چلنا فرض تھا پھر آیت سے ثابت ہوا کہ ساتھ جانے مین جو
امر انکو پیش آوے اسمین ثواب جزیل پاوینگے اور طی منازل مین اور نفقات مین اجر جمیل پاوینگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ امیر المومنین
عثمان رضی اللہ عنہ کو اس آیہ کریمہ سے بہت بڑا حصہ نصیب ہوا کیونکہ اُنھون نے اس جہاد مین بہت بڑا مال خرچ کیا چنانچہ عبدالرحمن بن
حباب السلمی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور جیش العسرۃ کے واسطے آمادگی دلائی تو عثمان رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مجھپر تین سو اونٹ مع زین و مہار کے۔ پھر آنحضرت صلعم نے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر دوسرے سو اونٹ
ہین مع زین و مہار کے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ پھر آپ منبر کا ایک زینہ اُتر آئے پھر آپ نے جیش العسرۃ کے لیے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان رض
نے کہا کہ مجھپر ہین اور سو اونٹ مع زین و مہار کے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ اپنے دست مبارک کو جنبش
دیتے ہوئے فرمایا کہ نہین عثمان پر جو کچھ کرے بعد اسکے۔ مترجم کہتا ہی یعنے عثمان پر کسی فعل کا ضرر نہین ہی اور یہ عرب کا محاورہ ہی جیسے
حق تعالے نے فرمایا۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔ یعنی ہر جان کے لیے ہی جو کماوے اور اُسی پر ہی جو کماوے یعنی امر خیر کا نفع اسی
کے لیے ہی اور امر شر کا ضرر بھی اسی پر ہی۔ اسی طرح حدیث مین مراد ہی کہ یہ امر خیر جو عثمان رضی اللہ عنہ سے صادر ہوا تو اسکا کوئی عمل اُنکو مضر نہوگا
فافہم واللہ اعلم۔ عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہزار اشرفیان اپنے کپڑے مین لائے جس سے آنحضرت
صلعم نے جیش العسرۃ کا سامان درست کیا تھا پس لا کر آنحضرت صلعم کے گود شریف مین ڈالین پس مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
کہ اپنے دست مبارک سے اُنکو الٹ پلٹ کرتے اور فرماتے تھے کہ نہین ضرر کریگا عثمان کو جو آج کے بعد کرے اس کلمہ کو بار بار فرماتے تھے

ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہ رحؒ نے قولہ ولا یقطعون وادیا الاکتب لہم الآیۃ-مین کہا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جو لوگ اپنے اہل وعیال سے دور پڑے انکو اپنے لوگون سے جتنی دوری ہوئی اُتنا ہی اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہوا-مترجم کہتا ہو کہ یہ حال مجاہدین کا ہو اور انکا مرتبہ کسی اور کو نہین مل سکتا صرف مجاہدین ہی کے لیے مخصوص ہو-ہان جو کوئی ایسے زمانہ مین کہ جہاد میسر نہ آوے اپنے نفس کو صدق ویقین پر مستقیم رکھے اور خطرات ووسواس شیطانی کو دور کرے اور جو خصال مومنون کے صدق وتقوی مین ہین برتے اور اپنی جان راہ حق مین فدا کر دے اور تمام تعلقات ماسوے اللہ تعالےٰ سے قطع ہو تو امید ہو کہ وہ بھی مستحق ثواب جمیل ہو جیسا کہ مشائخ وعلماء نے متفرق مقامات مین تصریح کی ہو-اور یہ امر اشارات النصوص سے ثابت ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب-قولہ تعالیٰ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا

اور ایسے تو نہین مسلمان کہ سارے کوچ مین نکلین سو کیون نہ نکلے ہر فرقے مین سے اُنکے ایک حصہ تا سمجھ پیدا کرین

فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

دین مین اور تا خبر پہونچاوین اپنی قوم کو جب پھر اوین اُنکی طرف شاید وہ بچتے رہین

ع ۴

مترجم کہتا ہو کہ اس آیت کے معنی مین چند اقوال ہین اور چونکہ کتب تفاسیر مین بیان مشوش ہو لہذا بتوفیق الٰہی اُسکو بطریق انضباط ذکر کرتا ہون اور جو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اُسکی تنبیہ کرونگا-واضح ہو کہ یہ حکم یا تو امر جہاد سے متعلق ہو یا الگ مستقل ہو پس اس تقدیر پر کہ امر جہاد سے متعلق ہو تو اُسکے معنی کیونکر ہین اس لیے کہ اوپر کی آیات سے مانند قولہ انفروا خفافا وثقالا الآیۃ اور قولہ الا تنفروا یعذبکم الآیۃ-اور قولہ ماکان لاہل المدینۃ ومن حولہم الآیۃ سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ عموم ہر ہر نفر پر ساتھ جانا وجہاد کے لیے نکلنا عموم نفیر مین واجب تھا اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہو کہ بعض کو تخلف کرنا روا ہو تو بعض سلف نے کہا کہ عموم نفر کا حکم اُسوقت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لیجاوین اور استنفار بھی عام ہو کیونکہ بدر مین جب آپ نے عام استنفار نہین کیا تھا تو جو لوگ ساتھ نہین گئے اُنپر کچھ عتاب نہین ہوا بالجملہ عموم نفر عام استنفار کے وقت جب ہو کہ آنحضرت صلعم خود تشریف لیجاوین چنانچہ قولہ ماکان لاہل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ-الآیۃ اسپر دلیل ہو اور یہ حکم جو یہان مذکور ہو یہ اُسوقت ہو کہ آنحضرت صلعم خود تشریف نہ لیجاوین بلکہ سریہ روانہ کرین تو ایسی صورت مین سب کو نہ جانا چاہیے اور یہی قول مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو-حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم جب خود جہاد کو تشریف لیجاتے تو مسلمانون مین سے کسی کو حلال نہ تھا کہ آپ کی ہمراہی سے بچھڑ رہے سوا ایسے لوگون کے جو معذور تھے کہ جنکے عذر کو اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے خود تشریف نہین لیجاتے اور چھوٹے چھوٹے لشکر کسی صحابی کی سرداری مین بھیجتے تو مسلمانون کو حلال نہ تھا کہ بدون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے ہوئے خود ساتھ چلے جاوین پس تھوڑے جاتے اور کچھ رہجاتے تھے پس سریہ روانہ ہوجانے کے بعد جو کچھ قرآن مجید واحکام الٰہی نازل ہوتے وہ اُن لوگون کو جو یہان موجود رہے تھے تعلیم ہوتے پس جب سریہ والے واپس آتے تو یہ لوگ انکو آگاہ کرتے کہ یہ قرآن مجید و یہ احکام تمہارے پیچھے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہین پس وہ بھی علم حاصل کر لیتے اور یہ طریقہ اسی حکم سے تھا جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا یعنے قولہ-وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً آیۃ وما کان المومنون مختارین لینفروا الی الغزو جمیعا-اور مومنون مختار نہین اس امر کے چلے جاوین جہاد کو سب کے سب-یعنی اس حال مین کہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ مین مقیم ہون- فَلَوْلَا نَفَرَ اے فہلا نفر- مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ اے فہلا نفر من کل حی قبیلۃ منہم جماعۃ- سوکیون ایسا نہین کرتے یا کیون ایسا نہ کیا کہ جہاد کو نکل جاتا ہر قبیلہ سے مومنین کا ایک گروہ یعنی اور یہین رہتا آنحضرت صلعم کی خدمت مین دوسرا گروہ- لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ اے لیتفقہ الذین قعدوا فی الدین بما انزل بعد الذین خرجوا- تاکہ کوشش کے ساتھ فقہ حاصل کرلیتے دین مین وے لوگ جو بیٹھے رہے ہین جہاد کو نہین نکلے ہین ان آیات واحکام کے ساتھ جو جانے والون کے بعد نازل ہوئے- وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ ولینذروا الذین مکثوا قومہم الذین خرجوا اذا رجع الخارجون من الغزو اے ہولاء الذین تفقہوا- اور تاکہ نصیحت و ڈر سناتے یہ لوگ جو حاضر رہے اور فقہ سیکھ چکے ہین اپنی قوم کو یعنی اُن لوگون کو جو جہاد کرنے گئے تھے جبکہ وے واپس ہوکر ان فقہ سیکھے ہوؤن پاس آتے- لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ شاید کہ وے حذر کرتے عذاب الٰہی سے بایں طور کہ اللہ تعالے نے جن باتون کے بجالانے کا حکم کیا ہو اُنکو جان کر بجالاتے اور جن سے منع کیا ہو اُنکو چھوڑتے- مترجم کہتا ہو کہ جو تفسیر حضرت ضحاک رح سے بیان ہوئی ایسا ہی علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ حکم مخصوص بسریہ ہو اور جو پہلے مذکور ہوا وہ آنحضرت صلعم کے خود تشریف لیجانے کی صورت مین تھا- اور قتادہ رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر بھیجا کرتے تو اللہ تعالے نے حکم کیا کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد کرین پس ایک گروہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور دوسرا اپنی قوم کے پاس جاکر دین اسلام کی طرف بلاوے اور اُنکو ایسے واقعات یاد دلاوے جو اللہ تعالے نے اگلی امتون پر واقع کیے ہین شاید کہ وے ڈر کر شرک مخالفت سے پرہیز کرین- مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین یہ قول بھی قریب بقول اول معلوم ہوتا ولیکن میرے نزدیک اسکے معنی اور ہین اور عنقریب انشاء اللہ تعالے واضح ہوجاوینگے- مفسر رحمہ اللہ نے سبب نزول یون لکھا کہ جب مومنون کو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے پر ملامت کی گئی تو وے خوفناک ہوگئے پس اسکے بعد آنحضرت صلعم نے جو سریہ بھیجا تو سب کے سب اس سریہ کے ساتھ نکل گئے پس اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی- مترجم کہتا ہو کہ اس بیان کے موافق قولہ تعالے فہلا نفر کے یہ معنی ہین کہ ایسا کیون کیا اور یون کیون نکیا کہ ہر فرقہ مین ایک گروہ جاتا- پھر واضح ہو کہ اس قول پر قولہ لیتفقہوا کی ضمیر راجع بجانب دوسرے گروہ کے ہو جو جہاد کو نہین نکلا ہو اور ایسی ہی ضمیر قولہ لینذروا- اور ضمیر الیہم- اور جو لوگ نکلے وہ قوم کی لفظ سے مراد ہین اور قولہ رجعوا کا وہی فاعل ہین- اور میرے نزدیک قتادہ رح کے قول کے یہ معنی ہین کہ ہر قبیلہ مین سے جو لوگ ایمان لائے اور آنحضرت صلعم کے پاس تھے اگرچہ وہ اپنی قوم کی طرف سے بھی ہون ان کو یہ حکم ہو کہ وے دو گروہ ہوجاوین ایک گروہ تو جہاد کو جاوے اور دوسرا گروہ جو چھوٹا یہ کام کرے کہ اپنی قوم پاس جاکر اُنکو ڈراوے اور احکام سُناوے تاکہ وے ڈرین اور امر و نہی کی پابندی کرین- اور اس صورت مین جب آنحضرت صلعم جہاد کو جاوین تو احتمال ہو کہ دونون ساتھ جاوین یا اپنی قوم کو ڈر سنانے والے چند آدمی آپکی اجازت سے پھر قوم کو ڈر سناوین واللہ اعلم- واضح ہو کہ ابن عباس رض سے ایک روایت اور آئی ہو چنانچہ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے یہ بھی روایت کی کہ یہ آیت دربارہ جہاد نہین ہو بلکہ بات یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مُضر پر قحط کی بددعا کی اور اُنپر قحط طاری ہوا اور تمام ملک مین قحط پڑا تو انمین بڑا کنبا کا کنبا پورا مدینہ مین آتا اور ظاہر مین مسلمان بنتا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ کے یہان مہمان اُترتا کہ اُنکو سخت مشکل پیش آتی تو اللہ تعالے نے اس آیت سے اپنے رسول کو خبردار فرمایا پس حضرت صلعم نے اُنکو نکال باہر کیا پس قولہ ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم کے یہی معنی ہین- مترجم کہتا ہو کہ قولہ وما کان

المومنون لینفروا کافہ کے اس تفسیر پر یہ معنی ہونگے کہ اگر مومن ہوتے تو مومنوں کی یہ علامت نہیں کہ سب کے سب بھاگ آویں پس یہ لوگ مومن نہیں ہیں اس علامت سے پہچان لو اور نفر لغوی معنی پر ہوگا ولیکن یہ روایت ضعیف ہی باوجود ضعف کے اسپر اعتماد و تکلف نہیں کیا جاسکتا ہی-پس ابن عباس رض سے معتمد پہلی روایت ہوگی- ہان اسمین اتنی بات بادی النظر مین البتہ ہی کہ انتشار ضمائر معلوم ہوتا ہی کیونکہ ظاہر اضمیر قولہ لیتفقہوا اسی فرقہ کی طرف ہی جو ساتھ گیا-لہذا سلف مین ایک جماعت کا یہ قول ہی کہ احیاء عرب پر جنکو رسول اللہ صلعم نے استنفار فرمایا ہو یہ واجب تھا کہ جب آنحضرت صلعم نکلین تو وے سب کے سب نکلین کوئی فرد باقی نہ رہے پھر اس آیت سے اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کردیا اور ابن زید رح نے جو کہا کہ حالت قلت مین ہر نفر کو ساتھ جانے کا حکم تھا-پھر کثرت اسلام کے وقت منسوخ ہوا تو یہ قول ضعیف ہی اور بعض سلف رح نے کہا کہ منسوخ نہیں ہی بلکہ عموماً ہر قبیلہ پر جو ساتھ جانے کا حکم تھا اسکی مراد اس آیت مین بیان ہی اسطرح کہ ہر قبیلہ ساتھ جاوے ہان کچھ تھوڑے رہجاوین بوجہ اسکے کہ انتظام معاش سے چارہ نہیں ہی باقی سب ساتھ جاوین تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ قرآن مجید نازل ہو اس سے فقہ حاصل کرین اور جب واپس ہوکر اپنی قوم کی طرف آوین تو انکو انذار و نصیحت کرین شاید وہ مخالفت سے حذر کرین پس انکو دونوں باتین اسمین حاصل ہوجاوینگی-پھر آنحضرت صلعم کے بعد ہر قبیلہ پر خواہ فقہ حاصل کرنے کے لیے ہو یا جہاد کے لیے ہو بطور فرض کفایہ ہی یعنی قبیلہ مین سے اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر بعض اسپر قائم ہوئے تو انکے واسطے فضیلت ہی اور باقیون کے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگیا- ہذا ما ذکرہ الحافظ رحمہ اللہ فی تفسیرہ **وقال المترجم** اس قول پر ضمائر کا انتشار لازم نہیں آتا اور سبب نزول شاید وہی ہو جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ سب کے سب بعد غزوہ تبوک کے کسی سریہ کے ساتھ روانہ ہوگئے پس نازل ہوا کہ ماکان المومنون لینفروا کافہ- یعنے ماینبغی للمومنین ان ینفروا جمیعا-چنانچہ اسی طرح روایت ضحاک رحمہ اللہ مین جسکو حافظ رح نے ذکر کیا ہی صریح تفسیر نظم کلام مذکور ہی چنانچہ عبارت یہ ہی یعنی بذلک انہ لاینبغی للمسلمین ان ینفروا جمیعا-اور روایت ابن عباس رض بھی اسپر شاہد ہی حاصل آنکہ مومنون کو نہیں چاہیے کہ سب کے سب چلے جاوین -اور اگر سبب نزول وہ ہو جو مفسر رح نے ذکر کیا تو معنی مرادی یہ ہوسکے کہ مومنون پر لازم یہ نہیں ہی کہ سب کے سب جہاد مین ساتھ چلے جاوین جس سے حفظ و امور معاش مین خلل پڑے-فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ-پس کیون نہیں نکلا ہر قبیلہ مین سے ایک گروہ انہین سے-لیتفقہوا فی الدین-تاکہ یہ فرقہ جو آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلا ہی یہ لوگ فقہ حاصل کرلین دین مین یعنے جو قرآن مجید سفر مین نازل ہووے اس سے تفقہ حاصل کرلین- ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون-اور تاکہ انذار کرین اپنی قوم کو اے آخرہ-پس ضمائر سب مرجع مذکور کی طرف ہین کما لایخفی-اور اسی کی موید ہی وہ روایت جو عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ جب قولہ تعالے الا تنفروا یعذبکم الآیۃ وقولہ ماکان لاہل المدینۃ الآیۃ-یعنی جن آیات سے ظاہر مین عموم نفر کا وجوب معلوم ہوتا تھا نازل ہوئین تو منافقون نے کہا کہ پھر وے سب مومن برباد ہوئے جو دور جنگلون مین تھے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں پہونچ سکے بلکہ متخلف ہوگئے اور حال یہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے بعضے لوگ ایسے تھے جو بوادی مین اپنی اپنی قومون کو انذار کرنے گئے تھے کہ انکو دین مین فقہ سکھلاوین پس وے لوگ ساتھ جانے سے رہ گئے تھے تو انکے حق مین منافقون نے جب یہ کہا تو اللہ تعالے عزوجل نے نازل فرمایا قولہ وماکان المومنین لینفروا کافۃ الآیۃ-اور نازل ہوا قولہ والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتہم داحضۃ عند ربہم وعلیہم غضب ولہم عذاب شدید- اور

اسی کی مؤید ہی وہ روایت جو حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ قولہ تعالے لیتفقہوا فی الدین- یعنی تاکہ فقہ حاصل کریں وہ لوگ جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو نکلے اُس چیز سے جو دکھلائی انکو اللہ تعالے نے یعنی اللہ تعالے نے جو انکو اپنی قدرت دکھلائی کہ مشرکون پر فتح و
نصرت دی اُسکو دیکھکر دین مین سمجھ حاصل کرین اور واپس ہوکر اپنی قوم کو انذار کرین- مترجم کہتا ہی کہ عکرمہ رحمہ اللہ کی تفسیر سے ایک بڑا فائدہ
نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ منافقون نے جن مومنون کی نسبت تخلف کا الزام دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انکا الزام رد کر دیا یہ فرقہ علاوہ ان فرقون کے ہی جنکی
تخلف اوپر کی آیات مین بیان ہوا کیونکہ وے تین فرقہ تھے اول منافق اور دوم مومنون مین سے عذر والے- سوم مومنون مین سے بغیر عذر والے
جو فقط بمقتضاے بشریت پیچھے رہے بدون شک و نفاق کے- اور قول عکرمہ رح سے ایک چوتھا فرقہ مومنین کا نکلا جو کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے
معذور نہین تھے اور نہ بمقتضاے بشریت پیچھے رہے بلکہ اللہ تعالے و رسول کی طاعت مین اپنی قوم کو انذار کرنے گئے تھے پس گویا وے
متخلفین ہی نہین ہین وعلی ہذا یہ آیت بقیہ قصہ تبوک سے ہی- پھر مترجم کہتا ہی کہ قول عکرمہ رحمہ اللہ وقت نظر و تاویل چاہتا ہی
فلیتدبر- یہ سب بیان اس تقدیر پر تھا کہ یہ آیت متعلق احکام جہاد ہو اور رہا بیان اسکا کہ آیت مستقل و علحدہ ایک حکم کا بیان ہی
پس حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ یہ آیت کریمہ ایسے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین نازل ہوئی جو بوادی و دور دراز گانون
وغیرہ مین نکل گئے تھے پس وہان جن لوگون کو پایا انکو امر بالمعروف کیا یعنے اللہ تعالے کے بندون کو جو جاہل تھے اللہ تعالے کی توحید
سکھلائی اور دین کی راہ بتائی اور وہان ان صحابہ کو فراخی میسر آئی کہ اُس سے خود انتفاع حاصل کیا اور جو کوئی ملا اسکو اللہ تعالے کی
ہدایت کی طرف بلایا پس لوگون نے اُنسے کہا کہ ہمین تو ایسا دکھلائی دیتا ہی کہ تم نے اپنے یارون کو چھوڑ دیا اور ہمارے پاس آگئے ہو پس
اس بات سے اُنکے دلون مین تنگی و بیچاؤ ہوا اور وے بوادی سے رواتہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہو گئے تو اللہ تعالے
نے نازل کیا قولہ وماکان المومنون لینفروا کافہ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ- یعنی ایسا گروہ جو خیر و فضیلت کا خواہان ہی- لیتفقہوا
فی الدین- اور جو کچھ صحابہ مین احکام وغیرہ آئے انکو خوب طرح سن لین پس انکو اللہ تعالے نے معذور رکھا- ولینذروا قومہم یعنی سب لوگون
کو انذار کرین- اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون- جب یہان سے اُن لوگون پاس واپس جاوین- مترجم کہتا ہی کہ اس قول پر قولہ تعالے
وماکان المومنون- بطریق انکار و نہی ہوگا یعنے ماینبغی للمومنین- اور احتمال ہی کہ بطریق مدح و تثبیت ہو پس رد ہوگا اُن لوگون پر جنھون نے
بوادی مین جانے و نصیحت کرنے والون کو دلگیر کیا تھا یعنے اُن لوگون نے اپنے ساتھیون کو چھوڑا نہین بلکہ چند ہی لوگون کو اسطرح انذار کے لیے
آنا چاہیے اور یہ نہین ہوسکتا کہ مومنین سب کے سب انذار کے لیے کو نکل جاوین- اور قول مجاہد رحمہ اللہ (پس انکو اللہ تعالی نے معذور رکھا)
دونون معنی کو محتمل ہی اگرچہ راجح بجانب احتمال اول ہی اور یہی اولے ہی کیونکہ ماکان بمعنی ماینبغی- یعنی لائق نہین یا چاہیے نہین- دیگر روایات
مین بھی لیا گیا پس توافق اولے ہی- اور اسی وجہ سے جو روایت عوفی رحمہ اللہ کی آتی ہی اسمین بھی یہی معنی لینا چاہیے پس عوفی رح نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ عرب کے ہر قبیلہ مین سے ایک دستہ آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کی باتین دریافت کرلیتے اور
دین مین سمجھ حاصل کر لیتے اور عرض کرتے کہ آپ ہمکو کیا حکم دیتے ہین کہ ہم کیا کرین اور جب اپنی قوم والون پاس جاوین تو انکو آپ کا
کیا حکم اور دین کے کیا امور سناوین پس آپ انکے لیے وانکی قوم کے انذار کے واسطے دین کے امور فرماتے اور حکم دیتے کہ اپنی قوم کو نماز و زکوۃ
کے احکام سناؤ سو جب وے اپنی قوم پاس جاتے تو اللہ تعالے کی توحید و احکام سناتے اور حذر کرتے کہ جو کوئی مسلمان ہو جاوے وہ
ہم مین سے ہی ورنہ نہین یہان تک کہ آدمی اپنے ماں و باپ کو چھوڑ دیتا پس یہ لوگ تھوڑے آتے اور واپس ہو کر اپنی قوم کو انذار کرتے یعنی

المومنون

ایمان لانے والے کو مغفرت و جنت و دائمی زندگانی خوبی کی بشارت دیتا اور جو منکر کافر ہو اُسکو دنیاوی بربادی و خرابی و آخری موت و جہنم سے ڈر سناتے تھے ایسا ہی عوفی رحمہ نے اس آیت مین ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہی - پھر مترجم کہتا ہی کہ میرا خیال اہل تفسیر کی طرف ٹھیک ہی اسطرح کہ اُن لوگون کی مراد یہ نہین ہی کہ آیت مین احتمال ہی کہ یہ معنی ہون یا وہ معنی ہون بلکہ اُنکی غرض یہ ہوگی کہ سبب نزول کیا واقع ہوا ہی - پھر تحقیق یہ ہی کہ آیات کریمہ قرآنیہ ایسی حسن و خوبی و بلاغت و فصاحت مین کامل ہین کہ مانند بحر زخار کے اللہ تعالیٰ نے انمین علم اولین و آخرین کو جمع فرما دیا اسی واسطے بندہ کوئی ہو اُس سے عاجز ہی کیونکہ تمام آیندہ احوال و مختلف واقعات پر بندہ کو اطلاع ممکن نہین ہی اور یہ شان پاک حضرت خالق عز و جل ہی کی ہی چنانچہ یہ آیت کریمہ جامع منفرد ہی کہ جتنی روایات تفسیری حضرت ابن عباس و مجاہد و ضحاک و عوفی و عکرمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مذکور ہوئین سب کے احکام اس آیت کریمہ سے نکلتے ہین اور سب کو شامل ہی اور خواہ آیۃ کریمہ متعلق بجہاد قرار دیجاوے یا سوائے اُسکے بہرحال اسمین بڑا مقصود یہ کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے سے کسی حال مین غافل نہ رہین اور اسکو خلوص کے ساتھ سیکھین و سکھلاوین اور اسمین کوشش کرین پس بطور فوائد کے سمجھنا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ لیتفقہوا فی الدین - تفقہ باب تفعل ہی جسمین تکلف و کوشش کے معنی ہوتے ہین لہذا معالم و مدارک و سراج وغیرہ مین لکھا ہی کہ معنی یہ ہین کہ دین مین فقہ حاصل کرنے کے لیے اچھی طرح کوشش و مشقت اوٹھاوین تاکہ حرام و حلال و احکام دین الٰہی سے واقف ہوجاوین اور مترجم کہتا ہی خالی یہی بات فقہ نہین ہی بلکہ یہ بھی کہ کبر و غرور برا ہی وہ انسان کے بلکہ مخلوق کے لایق ہی نہین اور حلم و عفو و اطمینان و کرم وغیرہ مکارم اخلاق بہترین اور اُنکے اُلٹے یعنی فسق و نافرمانی و ظلم وغیرہ بدترین اور طاعت پر نظر نہ رکھے بلکہ اُسکو بھی اللہ تعالیٰ کی سرفرازی و نعمت جانکر شکر کرے اور ہر وقت خضوع و خشوع مین رہے اور دنیا کو فانی و اُس سے مُنھ موڑے ہوے اور آخرت کو زندہ و اسکی طرف راغب اور اللہ تعالیٰ سے ہر دم ہدایت کا خواہان رہے اور شیطان کے وسوسہ و راہین و مکر اور نفس کی ہوس وغیرہ سب کی سمجھ حاصل کرکے معلوم کرے کہ مین بندہ کیونکر ہو جاؤنگا کہ میرا معبود خالق مجھ ناکارہ ضعیف کو اپنی بندگی مین قبول کرلے اور وہ ارحم الراحمین ہی غرضکہ یہ سب فقہ دین ہی جو اس زمانہ مین فقہ کی کتابون اور حدیث شریف و قرآن مجید کے پڑھنے سے یا اُنکو سن لینے سے حاصل ہوتا ہی اور بدون ان سب کے حاصل نہین ہوتا پس فقہ حاصل کرنے مین بہت کوشش کرے - قولہ تعالیٰ ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم - اور فقہ حاصل کرنے سے جیسے پہلا مقصود یہ کہ اپنے نفس کی اصلاح کرلے ویسے ہی دوسرا مقصود یہ کہ قوم کو انذار کرے اور سابق مین امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید و فضائل بیان ہوچکے ہین اور اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے اوصاف مین سے اسکو شمار کیا ہی اور یہان خاص کرکے اُسکو ذکر کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ بات بہت اہتمام کے لایق ہی اور اس کلام پاک مین دلیل ہی کہ فقہ حاصل کرنا اور لوگون کو انذار کرنا فرض کفایہ ہی اور یہ کہ فقہ حاصل کرنے والے کی خالص غرض یہ ہو کہ اپنے آپ کو ٹھیک کرے اور لوگون کو ٹھیک راہ پر چلاوے تاکہ موت جو ضروری آتی ہی اور ہر آدمی کے سامنے ہی وہ آدمی کو ایسی ٹھیک راہ پر ملے کہ موت کی پیٹھ پیچھے جنت ہو کہ پھر وہان ہمیشہ زندگی و دائمی آرام و راحت ہی اور ایسے ٹیڑھے راستہ پر نہ ملے کہ وہان پیچھے جہنم کا کھڈ ہی کہ اُسکا عذاب و دُکھ بہت خواری و ذلت و سخت مصیبت ہی اللہ تعالیٰ مجھکو و سب مومنون کو جہنم سے پناہ دے آمین - پس فقیہ و عالم کی یہی غرض ہو وے اور فقیہ بننے سے یہ مقصد نہو کہ میرا نام جہان مین مشہور ہو اور دنیا کے لوگ میری طرف رجوع لاوین کیونکہ جس کسی مین یہ بات دیکھی جاوے تو اُسکو فقہ نہین ملی کیونکہ وہ خود اسی جہان فانی کا خواہان ہی اور ناپایدار چیز چاہتا ہی اور آخرت مین انجام خراب کہ پہلے اسی سے جہنم کی آگ

روشن کیجاویگی نعوذ باللہ منہ - اور بزرگ لوگ تو جب کبھی انکی طرف کوئی انگلی اٹھاتا کہ یہ فلان عالم ہین تو وے نہایت غمگین ہوتے کہ شاید ہمکو اللہ تعالےٰ جل جلالہ نے قبول نہ فرمایا کہ ہم دنیا مین مشہور ہوئے جاتے ہین بس حاصل یہ کہ فقہ پڑھنے مین خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نیت رکھے جسکی فضیلت حدیث شریف مین ہی چنانچہ ایک حدیث کے یہ معنی کہ اللہ تعالےٰ جس بندہ کے حق مین بہتری چاہتا ہی اُسکو دین مین فقیہ یعنے سمجھدار کردیتا ہی - دوسری حدیث کے معنی یہ کہ جو کوئی ایسی راہ چلا کہ اسمین اللہ تعالےٰ کے دین کا علم ڈھونڈھتا تھا تو اللہ تعالےٰ اسپر جنت کی راہ سہل فرماتا ہی - تیسری حدیث پر کفایت کرو کہ اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ آنحضرت صلعم کی حدیث با این معنی ہی کہ عالم کی فضیلت بے علم عبادت کرنے والے پر ایسی ہی جیسے میری فضیلت تم مین سے کسی ادنی آدمی پر ہی - رواہ الترمذی وغیرہ سبحان اللہ تعالیٰ کیا بزرگ فضیلت ہی اللہ تعالےٰ جسکو نصیب کرے - والحمد للہ رب العالمین ف - فی العرائس قولہ تعالےٰ وما کان المومنون لینفروا کافۃ اس سے استنباط ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے و ہمیشہ ساتھ رہنے کیلیے ایک قوم کو مخصوص کرلیا اور انھین کو القا سمع خاص سے مخصوص فرمایا کہ خطاب حق کو غیب سے بتلاوت الرسول صلے اللہ علیہ وسلم لے لیوین اور باقی قوم کو سفر و مجاہدہ و ریاضت کے لیے مخصوص کیا تاکہ مقام مشاہدہ و حضوری مین پہونچین و لایق دوام مجلس ہوں پس اول قوم وہ لوگ ہین جنکو ہمیشہ جلیس ہونے و فہم خطاب و موانسہ کے لیے برگزیدہ کیا اور وہ اہل حضور و شہود الغیب ہین - اور قولہ لیتفقہوا فی الدین - یعنے حقایق احکام معرفت و طریقت و حقیقت و شریعت کی سمجھ حاصل کرین - اور قوم دوم وہ ہین کہ جب مقام عبودیت مین مرتبہ تمکین انکو حاصل ہوگا تو اسوقت انکو بھی فہم الخطاب حاصل ہوجائیگا اور اہل موانست سے ہوجائینگے - بالجملہ سب کے سب ایک عظیم ازلی سعادت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہین چنانچہ پچھلے ولے اگلون کے ساتھ ملتے چلے گئے اور سب منور بجلال و جمال کمال ہوگئے کیونکہ آفتاب عظمت و شمس عنایت و رافت و رحمت و رضوان جب طالع ہوا تو اسنے اپنے انوار سے سب کو احاطہ فرمالیا فلہذا قال تعالیٰ والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیۃ - اسی واسطے حدیث شریف مین ہی کہ میرے صحابہ سب مثل ستارون کے ہین جسکی پیروی کرلوگے تم منزل مقصود کو پہونچ جاؤگے - پھر جانو کہ اللہ تعالےٰ نے سفر کا حکم دیا ہی - سہل رح نے کہا کہ افضل سفر وہ ہی کہ ہوا و ہوس سے کوچ کرکے عقل کی طرف چلا جاوے - اور جہل سے علم کی طرف - اور دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرجاوے اور استطاعت سے بیزاری او حول و قوت کی طرف یعنی اپنی استطاعت کچھ نہ سمجھے اُس سے بیزار ہوا و رہمیشہ درگاہ حق مین عاجزی کرے کہ پروردگار تعالےٰ مجھمین کچھ طاقت و قوت نہین ہی کچھ استطاعت نہین ہی - پھر سہل رح نے باقی سفر کو بیان کیا کہ افضل سفر اور یہ ہی کہ نفس سے تقوی کی طرف سفر کرجاوے اور زمین سے آسمان کی طرف اور مخلوق سے خالق ذوالجلال والاکرام کی طرف سفر کرجاوے - مترجم کہتا ہی کہ یہ معنی پسندیدہ ہین اور یہ استنباط ہی - جیسے اللہ تعالےٰ نے ہجرت و اسلام کا حکم دیا تھا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا - المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلم وہ ہی جسکے ہاتھ و زبان سے اہل اسلام سلامت رہین والمہاجر من ہجر مانہی اللہ عنہ - اور ہجرت کرنے والا وہ ہی جسنے ہر وہ چیز چھوڑدی جس سے اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول نے منع فرمایا ہی - اور واضح رہے کہ نظم قرآنی بلیغ معجز ہی تمام مکارم و معانی کو شامل ہی اور جب ہجرت وطنی کو اس معنی سے ملاؤ تو توفیق الٰہی تعالےٰ سمجھ جاؤگے کہ آنحضرت صلعم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو ہجرت کا حکم ہوا اور انکوان سب سے مہجور کیا اسمین کیا کیا حکمتین تھین فافہم واللہ الموفق - مرتعش رح نے کہا کہ سیاحت و سفر کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ احکام دین و اساس طریقت سمجھنے کے لیے سفر کرے

عدم یہ کہ آداب عبودیت و ریاضت نفس کے لیے سفر کرے پس جو شخص کہ احکام سیکھنے کی سیاحت سے لوٹا وہ لوگون کی تعلیم مین مصروف ہوتا ہی اور جو شخص سیاحت ادب سے آ۔ آراستہ ہوکر لوٹا وہ اللہ تعالےٰ کے بندون کو آداب و اخلاق سکھلاتا ہی اور ایک سیاحت بنام سیاحۃ الحق ہی اور وہ یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندون سے ملاقات کرے اور اُنکے آداب حاصل کرے پس یہ برکت ہی کہ تمام ملک کو و تمام بندون کو پہونچتی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ سیاحت ریاضت و سیاحت ادب کے بعد پھر سیاحۃ الحق کا مرتبہ ہی کیونکہ ولی کو ولی پہچانتا ہی لہذا نادان لوگ جو اسی کو مقدم کرتے ہین وہ ناقص کو کامل اور اُسکے برعکس سمجھکر خراب ہوتے ہین لہذا مرتبہ و موقع ملحوظ رہے اور شیخ مرتعش رحمہ نے اسکی طرف خود اشارہ کیا ہی۔ سہل رحمہ نے قولہ تعالےٰ لیتفقهوا فی الدین۔ مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ کے خطاب سے اسکی مراد اسی سے سمجھین اور جو حکم دیا گیا اُسکی تعمیل پر قائم ہون اس حال سے کہ دین کو اخلاص کے ساتھ رکھین اور ظاہر و باطن و خفی و اخفی شرک سے احتراز کرین۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجاہدہ نفس پر اشارہ کے ساتھ جہاد و قتال کفار کی طرف ارشاد فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً

اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافرون سے اور چاہیے اُنپر معلوم ہو تمہارے بیچ مین سختی

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○

اور جانو کہ اللہ ساتھ ہی ڈر والون کے

ربع

یلون دراصل یلیون تھا جو صرفی تہذیب سے یلون ہوا اور معنی اسکے ملے ہوے نزدیک کے ہین۔ غلظت سختی و درشتی۔ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کافرون پر جہاد کرنے کا طریقہ تبلایا اور حکم دیا کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان والو۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ قتال کرو اُن کافرون سے جو تم سے ملے ہوے نزدیک ہین۔ علماء رحمہ نے کہا کہ مومنون کو حکم دیا کہ سب کے نزدیک ملے ہوے کافرون سے جہاد شروع کرین پھر جب اُنکو راہ راست حاصل ہو جاوے یا اُنکا فتنہ و فساد مٹ جاوے تو جو اُنسے متصل ہین اُنپر جہاد کرین اسی طرح ترتیب سے چلین اور یہ ایسا ہی جیسے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا تھا۔ وانذر عشیرتک الاقربین۔ یعنی اپنے کنبہ کے سب سے قریب ملتے والون کو انذار سُنا۔ چنانچہ پہلے آنحضرت صلعم نے اپنی قوم والون سے قتال کیا پھر دیگر اہل حجاز سے پھر باقی عرب والون سے پھر غزوہ تبوک مین اہل شام پر چڑھائی کی۔ اور بعض سلف سے روایت ہی کہ یلونکم من الکفار سے یہودی بنو قریظہ و نضیر و اہل خیبر مراد ہین اور مترجم کہتا ہی کہ خیبر تو غزوہ تبوک سے پہلے فتح ہو چکا تھا پس ان بعض بزرگون سے اگر روایت صحت کو پہونچے تو معنی یہ ہونگے کہ اُنھون نے اقرب کی مثال ذہن نشین کر دی مع اشارہ اس بات کے کہ آنحضرت صلعم نے اسی حکم کے مطابق عمل کیا تھا اور بعض سلف رحمہ نے کہا کہ اہل شام مراد ہین جو نصرانی تھے اور یہ قول تحقیق معلوم ہوتا ہی کیونکہ غزوۂ تبوک کے سیاق مین یہ حکم ہی اور اسمین ایک لطیف اشارہ بھی ہی کہ مومنون کو خطاب کرکے اس جہاد مین عمل درآمد کا طریقہ فرمایا کہ تم لوگ یون جہاد شروع کرو اور یہی واقع ہوا کہ آنحضرت صلعم نے تبوک سے مراجعت فرماکر دوسرے سال حجۃ الوداع کیا اور اسکے چند روز بعد اس دار فانی سے رحلت فرمائی اس حال مین کہ اللہ تعالےٰ نے قولہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ سے دین حق کی تکمیل سے آگاہ فرمایا اور اس نعمت کاملہ مین اہل ایمان کو مستغرق کر دیا۔ پھر بعد انبیاء علیہم السلام کے جو افضل البشر اور خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا صدیق یار غار ہی یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہ اُنھوں نے مومنوں کو روم کے جہاد پر روانہ فرمایا اور فتوحات شروع ہوئی پھر آپ کے وصی صحیح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے جو معاملہ الٰہی عزوجل مین بہت مستقیم و مضبوط تھے پس اُنکی برکت سے اہل ایمان نے دشمنان حق و کافران روم پر جو صلیب پوجتے تھے اور گبران فارس پر جو آگ پوجتے تھے بہت سختی و شدت کی بحکم قولہ تعالےٰ۔ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً اور چاہیے کہ پاوین یہ کافر لوگ تم مین سختی و مضبوطی۔ یہ حکم اگرچہ کافرون کو ہی مگر فصاحت و بلاغت مین اسکی مراد یہ ہوئی ہو کہ تم اچھے استقلال و صبر و سختی کے ساتھ بدون کسی نرمی و بودے پن کے کافرون سے مقابلہ کرو کہ جس سے کفار تمھارے اندر دلیری و مضبوطی پاوین۔ یہ وصف ایسے بندے مین ہوگا جو آخرت کا طالب اور دنیا سے منھ موڑے ہوئے اور اپنی جان و مال کو صدق و خلوص سے اللہ تعالےٰ کی بیع مین داخل یقین کیے ہوئے حاصل یہ کہ یہ وصف محض اللہ تعالےٰ کی قوت و مدد کا ظہور ہی لہذا اُنکو آگاہ فرمایا بقولہ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ اور جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ متقی بندون کے ساتھ ہی یعنے اُسکی قوت و مدد ایسے بندون کو ملتی ہو جو اُس سے تقویٰ رکھین اسطرح کہ جو احکام دین اُسنے حضرت خاتم المرسلین صلعم کی رسالت سے بھیجے ہین اُنپر عمل کرین بدون نفس کی مداخلت کے لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب شام پر جہاد کیا تو بہت تھوڑا لشکر تھا اور رومیون کی تعداد و سامان و ہتھیار و گھوڑے و جسمانی زور و مہیب ڈیل ڈول بہت زیادہ بڑھکر تھے ولیکن اُن پاک بندون نے اللہ تعالےٰ پر تقویٰ کیا اور اُسکے حکم کی فرمانبرداری کرکے اپنے آپ کو اس کام مین لگایا اور یقین کیا کہ اللہ تعالےٰ متقیون کے ساتھ ہی پس حق تعالےٰ عزوجل نے اُنکو ایسی ایسی فتوحات دین کہ آدمی کو نمونۂ قدرت الٰہی نظر آتا تھا آخر بہت تھوڑے عرصہ مین تمام شرک و کفر کا فساد مٹا دیا اور اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند ہوگیا اور صحیح ہوا وہ وعدہ جو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ تم لوگ خزائن کسریٰ و قیصر کے مالک ہوجاؤ گے۔ متعدد روایات صحاح مین جو اخبار غیب کہ آنحضرت صلعم نے علم نبوت سے فرمائے تھے وہ سب بتمام و کمال صحیح ہوئے والحمد للہ رب العالمین واضح ہو کہ علامات قیامت جو احادیث صحیحہ مین وارد ہوئے ہین وہ سب ایک ایک کرکے پورے ہوتے چلے جاتے ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہو کہ قریب قیامت کے نصرانی اکثر روے زمین کے مالک و غالب ہونگے۔ دیکھو کیسا صحیح واقعہ آنکھون کے سامنے ہو اور نیز روایت مین آپ نے اپنی امت کے جو حالات فرمائے ہین کہ ایسے ایسے فسق و فجور مین مبتلا ہونگے اور وہ سنن ترمذی وغیرہ مین مفصل مذکور ہین سب ٹھیک ٹھیک پورے ہین پس اہل ایمان کے لیے یہ سب زیادت یقین کا سبب ہین اور عجب ہو کہ عناد والے اہل کفر و شرک اس سے متنبہ نہین ہوتے کہ دنیا کی طرف سے منھ موڑکر موت کی فکر کرین اور جہان لامحالہ جانا ہو اُس سے ڈرین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر دونون جہان کی سعادت حاصل کرین واللہ تعالےٰ ہو الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ تعالےٰ من الضلال۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل ضلالت منافقین کی سختی دلی و شدت گمراہی و بقیہ قبائح کو ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے انمین کہتے ہین کسکو تم مین زیادہ کیا اس سورت نے ایمان سو جو لوگ یقین رکھتے ہین

فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ○ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

اُنکو زیادہ کیا ایمان اور وہ خوشوقتی کرتے ہین اور جنکے دل مین آزار ہی سو اُنکو بڑھائی

رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ○

گندگی پر گندگی اور وہ مرے جبتک کافر رہے

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ مازائدہ بتاکید ہے یعنے اذا بمعنی جب اور ما زائدہ سے تاکید ہوئی یعنے اور جبھی نازل کی گئی سُوْرَةٌ کوئی سورت
یعنے قرآن مجید مین کوئی کلام نازل ہوا اور احتمال ہی سورت بمعنی معروف ہو جیسے سورہ فاتحہ ایک سورت اور سورہ اخلاص دوسری
سورت ہی بالجملہ منافقون کے کفر و نفاق و نافہمی و شک کا یہ حال ہی کہ جبھی قرآن مجید مین سے کوئی سورہ نازل کی گئی جسپر ایمان کو رونق
تازہ اور روح کو فرحت بے اندازہ ہونی چاہیے مگر منافقین کا حال اسکے برخلاف ہی۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ إِيْمَانًا
چنانچہ منافقون مین سے بعض یون کہتا ہی کہ تم مین سے کس کو اس نے ایمان بڑھا دیا۔ یعنی اللہ تعالے نے جو فرمایا ہی کہ قرآن مجید سے
ایمان بڑھتا ہی تو کہان یہ واقع ہوتا ہی تم مین سے کسکو اس نے ایمان بڑھایا۔ یہ بات آپس مین منافقین ایک دوسرے سے ٹھٹھول
کے طور پر کہتے تھے اور یہی اقرب ہی اور شاید بعضے بے پڑھے غریب مسلمانون سے اس غرض سے کہتے ہون کہ یہ لوگ خلجان مین پڑجاوین
کہ یہ کہنے والا بھی مسلمان ہی تو جب یہ کہتا ہی کہ میرا ایمان نہین بڑھا تو شاید مجھے جو فرحت حاصل ہوئی ہی ایسا نہو کہ میرے نفس کا وہم ہو
بس متردد ہو جاوے تو اللہ تعالے نے جو عالم الغیب ہی انکا مکر ظاہر کر دیا کہ یہ کہنے والے منافق ہین اور کلام پاک سے منافقون کا ایمان
بڑھنا نہین کہا گیا کیونکہ منافقون مین تو ایمان ہی نہین ہی پھر کیا بڑھیگا۔ تو کہنے والے منافق نے جو اپنے حال کی خبر دی کہ اسکا کچھ بھی
ایمان نہ تھا اور نہ سورت نے کچھ بڑھایا تو یہ واقعی ہی اور یہ جو اسکی مراد تھی کہ اس سے کسی کا ایمان نہین بڑھا تو وہ جاہل جھوٹا ہی
اسکو کہان سے معلوم ہوا دیکھو اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ سو جو
بندے کہ اپنے خالق عز وجل پر ایمان و یقین رکھتے ہین انکو اس سورہ نے ایمان بڑھایا اور وے نہایت خوش ہوتے ہین۔ انکو اپنے
پروردگار عز وجل کی طرف سے بشارت و معرفت و اسرار و انوار جو اس سورہ سے مخصوص ہین حاصل ہوتے اور ایمان بڑھاتے ہین ایک
ذراسی بات یہی کہ جنکو منافق خیال کرتے تھے اور انکے چال چلن و باتون سے گمان کرتے تھے کہ یہ باطن مین تو آگاہ کرتی ہین کہ ایسی جہالت کی بات
کبھی ایمان والا معرفت و علم والا نہین کہیگا تو سورہ کریمہ نے نازل ہو کر علم غیب سے انکو آگاہ کر دیا کہ یہ لوگ منافق ہین بس منافق فضیحت
ہوے اور مومنون کو ایمان بڑھایا اور خوشی و سرور حاصل ہوا۔ وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور رہے وے لوگ جنکے دلون
مین مرض ہی یعنے ظاہر مین اگرچہ موٹے تازے تندرست ہون مگر دلون مین شک و نفاق کا مرض کفر ہی اور کیا برا مرض ہی۔ فَزَادَتْهُمْ
رِجْسًا إِلٰى رِجْسِهِمْ تو انکو سورہ کریمہ نے رجس پر رجس بڑھا دیا۔ یعنے کافر لوگ جو رجس یعنی اعتقاد کی پلیدی مین تھے
جب سورہ نازل کی گئی تو اس سے کفر کیا بس کفر سابق پر اور کفر بڑھا یعنے پہلے پلیدی مین اور پلیدی مل گئی بس زیادت
متضمن معنی ضم ہی لہذا حرف الی سے متعدی آیا۔ اے فزادتہم السورۃ رجسا جدیدا منضما الی رجسہم الحاصل لہم من قبل۔ بڑھا دیا انکو نزول
کے نزول نے نئے رجس کو ملایا ہوا پرانے رجس کے ساتھ۔ بس تہ بر تہ پلیدیون کی بڑھتی گئی اور انکے دل سیاہ ہوتے چلے گئے اور ایمان
کی انہین بالکل سمائی نہ رہی بلکہ نجاست کفر و نفاق خوب جمتی گئی یہان تک کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور مر گئے
درحالیکہ وہ کافر تھے۔ یعنی برابر نفاق پر قائم رہے اور اسی پلیدی کو ترقی رہی یہان تک کہ کافر مرگئے۔ نعوذ باللہ من ذالک منافق تو نصیب
کیواسطے کافر بنے اور آخرت چھوڑ کر اس نہایت نجاست پر مرے بس دنیا تو گئی اور لامحالہ جاتی مگر ایسا نجس دار آخرت مین دوزخ مین
بھونکے جانے کے سوائے کسی قابل نہین لہذا ہمیشہ کے لیے دوزخ مین پڑے۔ نعوذ باللہ من ذالک ف — اوپر کی آیت مین مومنون کو
نزدیک ملے ہوے کافرون پر جہاد کا حکم کیا اور جہاد جیسے زبان و حجت سے ہی ویسے ہی تلوار و ہتھیار سے ہی اور سراج و بیضاوی وغیرہ

مین لکھا کہ ہجرت سے جہاد گویا اصل ہی پھر اسکے بعد منافقون کے قبائح کو بیان کیا اور منافقین ایسے کافر ہین کہ سب سے زیادہ قریب ہین لہذا آنحضرت صلعم کو صریح حکم فرمایا بقولہ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیہ جیسے یہان فرمایا ولیجدوا فیکم غلظۃ- اور چونکہ منافقین کو بوجہ ظاہری اقرار اسلام کے تلوار و قتل سے امن دی گئی ہی حالانکہ منافق لوگ اپنی باطنی خیانت سے بیہودہ باتین کرکے راہ حق سے روکتے تھے تو انکے فسادات سب ظاہر کردیے تاکہ کسی ایمان والے کو فریب دینے کا قابو نہ پاوین اور دنیاوی زندگی مین بھی لوگون کی نظرون مین خوار و بے اعتبار رہین- اب کچھ حقائق آیات کے سننا چاہیے- قال الشیخ فی العرائس- قولہ تعالے یا ایہا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار- پہلے کافر تو آدمیون کے اندر انکے نفوس ہین جو طاعت آلہی سے سرتابی کرتے اور ہوا و ہوس وحجاب کی نجاست لادے ہوئے رہتے ہین پس جب کسی نے اسکو پہچان لیا وہ اسکو اپنا دشمن دیکھکر اس سے قتال کرتا ہی اور ہتھیار اسکا یقین و شریعت ہی یعنے ہر ذرہ اپنے خالق پاک ذو الجلال والاکرام کی توحید کرتا ہی اور جب خالق عز وجل نے رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا تو جو اسنے راہ شریعت بتلائی وہی راہ مستقیم ہی پس مومن نے جب یقین پایا اور اسی راہ پر مضبوط ہوگیا تو نفس مقتول ہوگیا کہ اب وہ کچھ قدرت نہین رکھتا کیونکہ راہ مستقیم بالکل ہوا و ہوس سے خالی ہی اور نفس کی راہ ہوا و ہوس ہی تھی لہذا حدیث صحیح مین ہی کہ کوئی تم مین سے مومن نہوگا جب تک کہ اسکی ہوا و ہوس بالکل اس شریعت کے تابع نہوجاوے جسکو مین لایا ہون- بالجملہ جب وہ راہ مستقیم کا تابع ہوگیا تو ہوا و ہوس کا اثر تک نہ رہا تو حجاب بھی نہ رہا تب اسکے دل مین معرفت وکشف وحکمت ربانی وکمالات کے ہرے بھرے درخت میوہ دار اُگینگے اور انوار تجلیات حضرت تبارک وتعالے سبحانہ ذو الجلال والاکرام نازل ہونگے پس وہ منور بانوار آلہی ہوجائیگا- سہل رحنے کہا کہ نفس کافر کو اسطرح قتل کر کہ اسکی خواہش و ہوا و ہوس سے خلاف کرکے اس مخالف کو زیر کرکے اپنے آپ کو طاعت آلہی مین لگادے- روایت ہی کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہی جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہی- واضح ہو کہ حق تعالے نے فرمایا- وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون- پس جن بدبختون کے حق مین سعادت ازلی بمشیت حضرت خلاق علیم نہین ہی انکو آیات سے کچھ بھی نفع نہین ہوتا اسیواسطے دیکھو منافقین کو آیات مفید نہین ہوتی تھین اور جنکو اللہ تعالے ذو الجلال والاکرام نے اپنے محض فضل سے سعادت نصیب فرمائی انکے دل آیات سے لہلہانے لگتے ہین-

قال تعالے- فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون- یہ لوگ بشری چاہتے ہین اور ایمان پر بفضل آلہی انکا خاتمہ بخیر ہوتا کر چنانچہ حق عز وجل نے فرمایا- لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ- پس آیت مین اللہ تعالے نے مومنون کا وصف بیان فرمایا کہ خطاب آلہی سننے وسمجھنے کے لیے انکے دل مستعد ہین اور اسکی راحت یقین سے بہت ہی مستبشر ہوجاتے ہین- ابن عطا رحنے کہا کہ جو بندے اپنی بندگی کے عہد ازلی پر قائم ہین اور اپنے خالق عز وجل کو پہچانتے اور ہر دم زیادتی کے خواہان ہین وہ ہر آیت وسورہ سے نئی معرفت پاکر نہایت خوش ہوجاتے ہین اور جب معرفت بڑھی تو غیر کی طرف سے نظر اٹھتی جاتی ہی بخلاف منافقون کے کہ دل کے بیمار ہین جیسے بیمار کو کیسی عمدہ غذا کھلاؤ اسکو فائدہ نہین دیتی بلکہ وہ زیادہ مریض ہوجاتا ہی ایسے ہی یہ منافق ہین- کما قال تعالے واما الذین فی قلوبہم مرض الآیہ- پس بجاے معرفت وفرحت کے انکو جہالت ملتی ہی سو پہلی جہالات پر یہ جہالت اور ترقی ہوجاتی ہی پس عجیب قدرت آلہی ہی کہ دلیل وبرہان پاکر اور زیادہ جاہل وسرگردان ہوجاتے ہین- یہی حال اسوقت کے گمراہون کا ہی کہ آیات ونصوص سے انکو بجاے حق کے ضلال سوجھتا ہی- سہل رحنے کہا کہ ہوا و بدعت والون کو جہالت پر جہالت بڑھ جاتی ہی- التعجب ہی کہ ہر ہوس

تو بدعت سے انکو دنیا کی ہوس بڑھتی ہو ۔ اسمین کمی نہین ہوتی اور دنیا کی ہوس ہی سب گمراہی کی جڑ ہی جیسا کہ بعض سلف کا قول ہی
پھر بھی یہ لوگ متنبہ نہین ہوتے کہ آخرت کی طرف جب رغبت نہ بڑھی تو بدعت ضلالت ہو وقد قال تعالے

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ

یہ نہین دیکھتے ، کہ وہ آزمائے مین آتے ہین ہر برس ایک بار یا دو بار پھر توبہ نہیں کرتے

وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○

اور نہ نصیحت پکڑتے ہین

اَوَلَا يَرَوْنَ حمزہ ویعقوب رحمہما اللہ تعالے کی قراۃ مین ترون بتاء خطاب ہو پس ہمزہ واسطے تعجب دلانے کے ہو اور خطاب مومنون کو ہو یعنی اے مومنو تم نہین دیکھتے ہو یعنی بنظر تعجب دیکھو خواہ آنکھون سے یا دل کی نگاہ سے ۔ اکثرون کی قراۃ مین بیاء تحتیہ ہو اور ہمزہ استفہام انکاری ہو ۔ اور مترجم کہتا ہو کہ اسمین بھی عبرت لینے والے کو تعجب ہوگا ۔ المعنی اور کیا دیکھتے نہین ہین منافق لوگ کہ **اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ** وے ہر سال مین ایکبار یا دو بار فتنہ مین ڈالے جاتے ہین یعنی امتحان مین مبتلا ہوتے ہین ۔ مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالے انکو سختی و قحط و گرسنگی مین مبتلا فرماتا ہو ۔ ابن عطیہ رح نے کہا کہ بیماریون مین مبتلا ہوتے ہین ۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ ایک دو بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد مین بمجبوری جانے مین مبتلا ہوتے ہین بیضاوی رح نے ان سب وجوہ کو بطور مثال قرار دیکر عموم لفظ کی وجہ سے جمع کر دیا اور کہا کہ قولہ انہم یفتنون ۔ یعنی طرح طرح کی بلیات مین اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ بمجبوری جہاد کرنے جانے مین گرفتار ہوتے ہین اور طرح طرح کے آیات قدرت و تصدیق نبوت کو آنکھون دیکھتے جاتے ہین ۔ **ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ** پھر اس سے متنبہ نہین ہوتے اور نفاق سے توبہ نہین کرتے ۔ **وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ** اور نہ وے نصیحت پکڑتے ہین اسطرح کہ ان آیات سے عبرت حاصل کرین اور نفاق سے توبہ کرکے رجوع لاوین ۔ حضرت حذیفہ رض سے روایت ہو کہ منافقین سال مین ایک دو بار کوئی ایسا دروغ بولتے کہ جسکی وجہ سے لوگون کا ایک گروہ دین سے پھر جاتا تھا ۔ فی اسنادہ شریک عن جابر الجعفی ۔ وقال **المترجم** قد روی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ باسناد آخر فلیشہد کلو احد منہا للآخر ۔ بعض نے کہا کہ قولہ انہم یفتنون ۔ یعنی سال مین ایک دو بار فضیحت ہوتے ہین ۔ بعض نے کہا کہ سال مین ایک دو بار نفاق سے ایمان کی طرف آکر پھر مرتد ہو جاتے ہین ۔ بعض نے کہا کہ ایک دو مرتبہ سال مین عہد توڑتے ہین ۔ بالجملہ لفظ عام ہی ہر طرح کے فتنہ دینی و دنیاوی کو شامل ہو جس سے انسان کو عبرت ہونی چاہیئے جیسا کہ کلام بیضاوی رح سے اشارہ گزرا اور مقصود اس سے تعجب دلانا و انکار ہو کہ نفاق مین یہ لوگ ایسے مضبوط و مستحکم ہین کہ غور و فکر و عبرت کو بالکل چھوڑ دیا ہو ۔ ف ۔ **فی العرائس** قولہ تعالے اولا یرون انہم الآیۃ ۔ حق سبحانہ تعالے نے اہل فتنہ سے آگاہ فرمایا کہ متواتر بلیات مین مبتلا ہو کر اور اکثر اظہار دلائل و آیات سے بھی راہ حق کی طرف ہدایت نہین اختیار کرتے اور کیونکر ہدایت پکڑین کہ ازل ہی مین حجاب دائمی سے مبتلا ہوگئے ہین شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ ایام فتنہ مین یہی راہ ہو کہ التجا و استغاثہ کرے و امان مانگے اور توبہ کا عازم ہو سو جسنے سوائے اسکے اور کسی سبب کی طرف رجوع کیا وہ اگر عوام کے فتنہ سے بچا تو اپنے نفس کے فتنہ سے نہین بچ سکتا کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ثم لا یتوبون یعنی دل سے اللہ تعالے کی طرف رجوع نہین لاتے ہین اور جو کوئی اللہ تعالے کی طرف رجوع لایا وہ ہر فتنہ و آفات سے بچ گیا

۔۔ قوله ولاهم يذكرون - یعنی اگلی لعنتوں وعفو الٰہی کو فتنہ میں یاد نہیں لاتے - قال المترجم عبرت ونصیحت نہیں لیتے ہیں۔ نہیج
ہوکہ مومنوں کو جو تعجب دلایا تو اسکا حاصل یہ ہی کہ اہل ایمان اسمین خوض و فکر کرینگے اور اللہ تعالے کی عظمت وجلال دیکھکر تمام
قلوب اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین کہ جسکو اسنے نہین چاہا اسکو کوئی آیت وعبرت فائدہ نہین دیتی اور بدون اسکی ہدایت کے
کسی کو راہ نہین ملتی پس اپنے اوپر احسان الٰہی تعالے شانہ دیکھکر ہزار ہزار شکر دل وجان سے ادا کرینگے کہ حضرت تبارک و
تعالے شانہ نے کمال فضل سے انکو سرفراز فرماکر ایمان عطا فرمایا ہی - فالحمد للہ رب العالمین - پھر اللہ تعالے نے نزول سورہ کے وقت
منافقون کا فعل بھی بیان فرمایا - بقوله تعالے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ

اور جب نازل ہوئی ایک سورت دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف کہ کوئی بھی دیکھتا ہی تمکو پھر چلے گئے پھیر دیے ہین

اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○

اللہ نے دل اُنکے اسواسطے کہ وہ لوگ ہین کہ سمجھ نہین رکھتے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب نازل کی گئی کوئی سورہ - یعنی جب رسول اللہ صلعم پر کوئی سورہ نازل ہوئی جسمین منافقون
کا حال ونصیحت مذکور ہی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا جیسے اور سورتون کو جو نازل ہوتی تھین اور آپ مسجد مین بیٹھتے اور
مسلمان آپکے گرد بیٹھکر آپ کے پڑھنے سے سنتے تھے اسی طرح آپ نے یہ سورہ بھی پڑھی جسمین منافقون کے قبائح وذمائم ہین -
نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ تو منافقون مین سے بعض نے بعض کو دیکھا یعنی اس ارادہ سے کہ یہان سے آنکھ بچاکر چلو وانہی واسطے
اشارہ سے آپس مین کہا - هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ بھلا کوئی تمھین دیکھتا ہی یا کوئی دیکھ لیگا - یعنی موقع دیکھکر چلو کوئی دیکھتا
نہین ہی کہ جب تم یہان سے کھسکو تو کوئی دیکھ لے - حرف من زائدہ مفید معنی استغراق نفی ہی یعنے ایسا نہو کہ کوئی بھی دیکھ لے کہ وہ
جاتا ہی لہذا اگر دیکھتا ہوا یا کھڑے ہونے پر کسی نے دیکھ لیا تو ناچار بیٹھ گئے ورنہ چل دیے - بہرحال انکی کیفیت یہ ہی جو اللہ تعالی نے
فرمائی - ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر منھ موڑ گئے یعنی یا تو اول ہی آنکھ بچاکر چل دئیے یا بمجبوری بیٹھے رہے بہرحال جو نصائح تھے انسے
منھ موڑ لیا اور نفس وشیطان کے پابند ہوئے صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اللہ تعالے نے انکے دل موڑ دیے - احتمال ہی کہ بد عا کے
مانند ہو یعنے ایسے ناپاک لوگون کے دلون کو اللہ تعالے موڑے رکھے - اور احتمال ہی کہ بطریق اعلام ہو یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ تعالی نے انکے
دل موڑ دیے ہین جیسے حدیث صحیح مین آیا ہی کہ بندون کے دل حضرت حق عزوجل کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین جدھر اور جیسے چاہتا ہی
موڑ دیتا ہی پس منافقون کا ایسے عمدہ نصائح سے جو موجب کمالات صالحات باقیات اور علین مراد ہین منھ موڑنا خود انکی قدرت کا فعل
نہین ہی بلکہ اللہ تعالے نے انکے دل موڑ دیے ہین پس قہر مین مقہور ہوکر ان نصائح کو سمجھتے ہی نہین جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا -
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یعنے دلون کا موڑنا بسبب اسکے کہ یہ ایسی قوم ہین کہ سمجھتے نہین ہین - یہان سے ہر ایماندار کو سمجھ لینا
چاہیے کہ راہ حق اور سچی بات کی سمجھ فقط اللہ تعالے عزوجل کی ہدایت وعنایت سے حاصل ہوتی ہی کیونکہ یہ منافق اپنے نزدیک تو خوب سمجھتے
تھے لیکن حقیقت مین اپنے اعتقاد کو جو محض باطل اور بالکل غلط تھا اسی کو سچ سمجھتے تھے اور حق بات واقعی وہ تھی جو آیات کریمہ واحادیث
رسول اللہ صلعم مین صاف بیان ہی اسکی سمجھ سے حق عزوجل نے انکے دل موڑ دیے تھے اور یہ اُس پاک معبود حق ذو الجلال والاکرام کی

شان ہو وہ خالق قادر مختار ہو جس مخلوق عاجز کو جو ہر وقت اُس سے گڑگڑاتا اور صراط مستقیم و اُسکی رضامندی کی دعا کرتا رہتا ہو اپنے فضل سے قبول کرلیتا ہو اُسکو دین کی و راہ حق کی سمجھ دیدیتا ہو کہ آخر یہ عمر چند روزہ ختم کرکے اس دنیاے ملعونہ کو چھوڑکر رضاے حق و راحت دائمی مین بعزت و امتیاز پہونچ جاتا ہو پس یہ اُسی کا فضل ہو اور جس مخلوق سرکش نڈر کو جو اُلٹی پلٹی باتین بناتا اور خالق عزوجل کی درگاہ عظمت و کبریائی مین عاجزی نہین کرتا ہو حضرت خلاق العلیم اُسکو مانند شیطان کے ملعون کرکے دنیاے ملعون کی طرف راغب اور کبھی دنیا اُسکو بہت کثرت سے دیدیتا ہو پس وہ ملعون اُسکا نفس ملعون و اُسکا ساتھی شیطان ملعون اور اُسکی محبوبہ دنیا ملعون یہ سب ملاعنہ مجتمع ہو جاتے ہین اعوذ باللہ من ذلک اللہم ربنا اہدنا و تب علینا و توفنا مومنین ۔ واضح ہو کہ قرآن مجید کی آیات یعنی وحی جلی مین اور رسول اللہ صلعم کی احادیث یعنی وحی خفی مین اسرار و دلائل اعجاز ایسے بیان ہین کہ ہر باطل کی سیاہی و اسکا اندھیرا بمقابلہ نور آیات و احادیث کے مٹا جاتا ہو لہذا منافقون کے نفس و شیطانی اعتقادات خود مٹے جاتے اسلیے وے سننے سے جلتے تھے اور اُنکے نفس گھٹے جاتے تھے جیسے اللہ تعالے نے قولہ تعالے او کصیب من السماء فیہ ظلمات و رعد و برق الآیۃ ۔ مین اُنکی تمثیل فرمائی ہو فلیفہم ۔ آیت کریمہ مین لطیف اشارہ ہو کہ حضرت سرور عالم صلعم کی مجلس شریف مین جو خالص مومن ہوتے تھے وہ آیات کلام الٰہی اور حدیث حضرت رسالت پناہی صلعم کے سننے مین ایسی خوشی کے ساتھ مستغرق اور دل لگائے رہتے تھے کہ اُنکو اسطرف خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ کون منافق چل دیا ۔ لہذا قولہ تعالے نظر بعضہم الے بعض ہل یرٰکم من احد ثم انصرفوا ۔ کا ترجمہ کیا گیا کہ بعض منافقون نے بعض کیطرف نگاہ کی کہ بھلا کوئی تمکو دیکھتا تو نہین آخر پھر چل دیے ۔ اس سے ثروت اُسی طرف ظاہر ہوئی کہ اہل ایمان کوئی ایسا نہ پایا کہ ادھر اُدھر نظر کرتا ہو بلکہ سب استماع قرآن مین مشغول تھے اور منجملہ لطائف کلام الٰہی کے ہو کہ قولہ من احد ۔ سے ہر ہر فرد کا استغراق فرمایا تو باوجود اسکے کہ منافقین آپس مین ایک دوسرے کو تاکتے تھے اُنکو ان افراد سے خارج کردیا ۔ فافہم فانہ یحتاج الے لطف القریحۃ واللہ تعالی الموفق بالجملہ اس سورہ شریفہ مین ذمائم و قبائح منافقین کے اور اُنکا اپنے نفوس کی ہوا و ہوس اور شیطانی ہواجس کا پابند ہونا خوب بشرح و تصریح و اشارہ و اقتضاء و دلالت سے بیان فرمادیا کہ ہر اہل ایمان بتوفیق الٰہی فریب نفس سے آگاہ ہوگیا برخلاف اہل نفاق و کفر کے کہ وے سرکشی کرتے ہین ۔ پھر اللہ تعالے نے رسول اللہ صلعم کی رافت و رحمت بحال امت پر ختم فرمایا بقولہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

البتہ آیا ہو تم پاس رسول تمھارے بین کا بھاری ہوئی ہو اُسپر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہو تمھاری

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ

ایمان والون پر شفقت رکھتا مہربان پھر اگر وہ پھر جاوین تو تو کہہ بس ہو مجھکو اللہ کسیکی بندگی نہین سواے اسکے اُسی پر

تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

مین نے بھروسا کیا اور وہی ہو صاحب بڑے تخت کا

ع ۷ / ۵

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی دعاء دربارہ اولاد اسمعیل علیہ السلام کے بیان فرمائی ہو کہ ۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیۃ ۔ سو اس دعاء کو حضرت ابراہیم ع نے خانہ کعبہ کے پاس حالت سفر مین جبکہ حضرت اسمعیل و اُنکی والدہ کو اللہ تعالے کے توکل پر اس بیابان ریگستان مین بے آب و دانہ عجیب قدرت الٰہی پر چھوڑے جاتے تھے تضرع و الحاح کے ساتھ حضرت حق تعالے ذو الفضل العظیم الخلاق

العلیم سے مانگا تھا پس جیسے حضرت ابراہیم ؑ کو اس دعاء کی توفیق دی اور ویسے ایسے سامان قبولیت دعاء کے اُسوقت موجود فرمائے تھے
ویسے ہی اوتعالے ارحم الراحمین نے یہ دعاء بہت بزرگی وکمال قبولیت کے ساتھ مستجاب فرمائی کہ اپنا بندہ اکرم محبوب اکمل افضل الانبیاء
والمرسلین جسکے طفیل مین تمام عالم کو خلق فرمایا اور اسی محبوب خاص کی بشارت دینے کے لیے جملہ انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا تھا وہی محبوب
بندہ و رسول کیا جس کی پاک ذات سے حضرت موسی و عیسی و جملہ انبیاء اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کو فخر حاصل ہوا اور حضرت
عیسی ؑ نے آسمان کو جاتے وقت کہا تھا کہ میرے بعد تمہاری ہدایت کرنے کو وہ بادشاہ دنیا مین تشریف لاویگا جسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے
لائق بھی مین نہین ہون چنانچہ الحال جو تحریف کی ہوئی انجیل نصرانیون پاس موجود ہی اسمین بھی یہ روایت مذکور ہی اور تعجب کہ نصرانی
ناحق منکر ہوتے ہین - بہرحال اہل ایمان و اسلام کی امت اگر اپنے آپ کو خیال کرے کہ اللہ تعالے نے اسکو کیسے اخص الخاص محبوب خاتم الانبیاء
والمرسلین کی امت مرحومہ کر دیا تو حضرت باری تعالے کی درگاہ مین سربسجدہ ہو کر اپنے بال بال کی زبان سے شکر کرے اور اگر اسی ایک سجدہ
مین عمر گزار دے تو بھی شکر الٰہی تعالے ادا نہو سکے کیونکہ اس احسان کی کوئی انتہا نہین ہی اور خود اللہ تعالے نے ہمپر یہ احسان رکھا ہمارے
مولی اپنے اس پاک رسول محمد مصطفے احمد مجتبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع مین ایمان و اسلام پر ہمارا خاتمہ بخیر فرما دے یہ تیرا اول آخر ہمپر احسان
ہی - قال تعالے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ واللہ الاعظم آگیا تمہارے پاس رسول جو تمھین مین سے ہی - لقد مین لام
موطئہ القسم ہی پس کیسے اہتمام سے اللہ تعالے نے یہ احسان رکھا کہ حضرت خلیل علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نے جس رسول کی جناب
باری تعالے مین دعاء کی تھی اور ضرور حق تعالے کو اسکا مبعوث فرمانا ایک خیر امت مین ازلی تقدیر سے منظور تھا پس وہ رسول سب سے
افضل اور اسکی امت سب سے بہتر ہی کما قال تعالے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ - وہ رسول پاک اس امت مرحومہ کے پاس آگیا پھر
افسوس کہ اس وقت مین بہت سے کافر و منافق اسکی پیروی سے منکر ہوے اور جو کتاب پاک اللہ تعالے نے اسپر نازل فرمائی یعنی قرآن مجید
کہ عجائب علوم وکمالات معرفت الٰہی جو اصل مقصود ہی اسکے لیے وہ عجیب بحر ذخار ہی کہ دنیا کے تمام سمندر اگر اسکے معارف و علوم کو لکھین
تو اس سے دو چند ختم ہو جاوین اور ان معارف الٰہیہ کی انتہا نہین ہو سکتی ہی پس صد افسوس کہ اس سے منھ موڑ کر اس نعمت عظمی سے
فقط دنیا و اسکی متاع چند روزہ کے واسطے محروم رہے حالانکہ یہ رسول کمال شفقت سے انکی اس حرکت سے اینپر ترس کھاتا ہی جیسا کہ حق تعالے
نے اپنے پاک رسول کا وصف فرمایا بقولہ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ما مصدریہ ہی اے کبر علیہ عنتکم - اے شدید علیہ مشقتکم وما تنالون
بہ من العذاب - یعنی ایسا وہ رسول ہی کہ بہت گران و بہت شاق گزرتا ہی اسپر تمہارا منھ موڑنا کہ جس سے تم بہت بھاری سختی و عذاب مین
مبتلا ہو گے - مترجم کہتا ہی کہ اس بیان سے معنی ظاہر ہین لیکن میرے نزدیک اولی یہ ہی کہ کلام کو حسن سیاق پر ملحوظ رکھا جاوے اور یون
تفسیر کیجاوے کہ تمہارے پاس آگیا رسول جو تم مین سے ہی یعنی کوئی فرشتہ یا جن وغیرہ اجنبی و غیر قوم نہین ہی کہ اس سے تم اچھی طرح
فائدہ نہ لے سکو - پس رسول کا بھیجنا ایک احسان ہی اور رسول کی تنوین کمال تعظیم ہی یعنی بہت بزرگ و اشرف و اکرم و خاتم المرسلین رسول
آیا یہ دوسرا احسان بزرگ ہی - پھر من انفسکم یعنی تمھین مین سے ہونا کہ اس سے کامل طور سے استفادہ و فیض حاصل کر سکو یہ تیسرا
کامل احسان ہی - پھر قولہ عزیز علیہ ما عنتم - یعنی اس رسول اکرم و افضل کو جو تم مین سے ہی اللہ تعالے کی رحمت کاملہ سے تمپر اسقدر شفقت ہی
کہ جو امر تمہارے واسطے دنیا و دین مین سختی و مشقت ہو وہ اسپر شاق و گران ہی پس اس رسول کی شان و صفت یہ ہی کہ عموماً اسوقت کی
مخلوق پر جو امر باعث سختی ہو وہ اسپر شاق ہوتا ہی لہذا وہ کامل شفقت کرنے والا تمپر ہی پس اسپر پہلے تو کافرون کا کفر کرنا شاق ہی کہ وے

جہالت سے اللہ تعالے عزوجل کی جناب مین فرک کرتے اور گستاخ کلمات بکتے اور جورو اور بیٹا بناکر بہتان باندھتے اور ایسے افعال کرتے
ہین جن سے نیک بندے دنیا مین امن وآسایش کے ساتھ اپنے خالق عزوجل کی بندگی بے کھٹکے نہین کرسکتے ہین اوران کافرون نے
اپنے اپنے جتھے جماکر کچھ لوگ سرغنہ کرلیے اور دنیا مین فساد پھیلائے ہین - اور دوم اسپر منافقون کا نفاق شاق ہو جو محض دنیا کے لیے بیہودہ
نہ ادھر نہ اُدھر بنکر کھلے کافرون سے بھی باطن مین بدتر ہو رہے ہین کہ انجام ان دونون گروہ پر دائمی عذاب ہوگا پس بمقتضائے ترحم وشفقت
کے اسپر ان لوگون کا مُنھ موڑنا اور قرآن مجید وآیات الٰہی کی طرف دھیان نہ لگانا اور کفر پر اڑے رہنا شاق ہو اور سوم مومنین کے حق مین
شفقت فرماتا ہو کہ ایمان کی برکت سے اگرچہ اللہ تعالے جل جلالہٗ اپنے فضل فرماکر انکو دائمی عذاب نکرے لیکن معصیت سے بھی تکلیف
ہوگی تو نہین چاہتا کہ انکو یہ تکلیف بھی پہونچے اور ترحم صفت حضرت رب العزۃ ذوالجلال والاکرام ہو ولیکن معاصی ونافرمانی مین شرک
وغیرہ پر عذاب جہنم وقہر وغضب فرماتا ہو اسی طرح حدیث صحیح مین ہو کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی غصہ نہین فرماتے
لیکن جب ایسا کوئی فعل دیکھتے جس سے حرمت الٰہی کی ہتک ہو تو غضب فرماتے تھے - پھر اللہ تعالے نے تیسری صفت فرمائی بقولہ
تعالے - حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ تمپر حریص ہو یعنے نہایت شفقت سے بہت ہی چاہتا ہو تمکو کہ تم ہدایت کی راہ پر آجاؤ پس کمال ترحم و
شفقت کو حرص سے تعبیر فرمایا - پھر مومنین کے ساتھ چوتھی صفت انکے پاک رسول کی مخصوص فرمائی بقولہ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ
رَّحِيمٌ یعنی مومنین ہی کے ساتھ خاص کرکے نہایت رافت وکمال رحمت والا ہو - سبحان اللہ تعالے مومنون پر کیسی اللہ تعالے
کی عنایت ہو کہ خود فرمایا - ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم - یعنی مومنون پر اللہ تعالے رؤف ورحیم ہو اور یہان اپنے رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کی صفت مین بھی بالمومنین رؤف رحیم فرمایا - پس مومنون کے واسطے کیا خوب سعادت ہو کہ اللہ تعالی واسکا رسول اکرم
دونون مومنون کے ساتھ رؤف رحیم ہین اور کمال قرب ومنزلت وعبودیت حضرت رسول اللہ صلعم کی ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالے
عزوجل کے ارادت مین بندگی مین رسول اکمل ہو کہ عین ارادت الٰہی جو بمقتضائے صفت قدیمہ پاک ہو رسول بھی اپنے مولی عزوجل
کے اخلاق سے کامل متصف ہو اور یہی کمال عبودیت اور کامل قرب ومنزلت ہو - واضح ہو کہ بعض نے آیت مین قولہ من انفسکم - من
انفس کو جو جمع نفس ہو انفس بفتح الفاء بصیغہ اسم تفضیل نفیس پڑھا یعنے تم مین سے نہایت نفیس ازراہ شرف ونسب ہو کیونکہ ابن مردویہ
رحمہ اللہ وغیرہ نے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے آدم سے اپنی ولادت تک اپنی آباء واجداد کو نکاح سے مولود ہونا بدون
سفاح یعنے زنا کے بیان فرمایا اور ظاہر انکاح سے مخصوص صیغہ عقد نہین مراد ہو بلکہ مقابل زنا مراد ہو یعنے حرام سے کوئی نہین پیدا ہوا
بلکہ سب حلال سے پیدا ہوئے خواہ حلت بوجہ عقد کے ہوئی یا حلت بوجہ ملک یمین کے جیسے حضرت اسمعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ
سے پیدا ہوئے ہین - اور حدیث مین صحیح ہوا کہ اللہ تعالے نے آدم سے لیکر دو فریق مین سے آنحضرت صلعم کو بہتر فریق مین کیا حتی کہ
اولاد ابراہیم ع مین سے بھی لہذا اسمعیل ع افضل از اسحاق ع ہین اور اسی طرح فضائل مین ازراہ نسب وشرف بھی روایات واحادیث
بہت ہین مترجم کہتا ہو کہ اسمین کوئی شک نہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق اجمعین ہین پس جتنے امور کہ شرف و
منزلت کے ہون سب آپ کے واسطے افضل واکرم طور سے اللہ تعالے نے مجتمع فرمائے لیکن یہ بات کہ آیت مین انفس بصیغہ افعل التفضیل
ہو تو یہ ٹھیک نہین ہو کیونکہ شاذ قراءۃ ہو بلکہ شیخ مفسر رح نے اسکو متروک بلکہ موضوع قرار دیا کما ذکرہ فی الاتقان اسیطرح ایک جماعت علماء
نے بھی اسپر انکار کیا ہو اور مترجم کہتا ہو کہ قطع نظر اسکے ازراہ معنی نظم اسمین خلل قوی ہو اسطرح کہ حرف من بہرحال تبعیضیہ ہو تو

معنی یہ ہونگے کہ تم مین سے جو انفس یعنے نہایت نفیس لوگ ہین انہین سے ایک اپنا رسول کر دیا لپس لازم آویگا کہ رسول اللہ صلعم منجملہ
انفس کے ایک ہون حالانکہ ضرور ثابت بلکہ اسپر اجماع ہو کہ آنحضرت صلعم علی الاطلاق اشرف واکرم ہین یعنے آپ ہی آپ منفرد
ہین کوئی آپ کے مثل شرافت مین دوسرا نہین ہوا اور نہو سکتا ہو نہ ازراہ کسب اور نہ ازراہ کمالات لپس انفس کی قرارۃ کچھ
نہین ہو لہذا قرارۃ وہی انفس لبضم الفاء جمع نفس ہو یعنے وہ رسول اشرف واکرم تم مین سے ایک بشر ہو جو تمپر شفیق و تمھاری ہدایت
پر حریص اور مخصوص مومنون کے ساتھ رؤف ورحیم ہو- حدیث مین ایک مثال بیان فرمائی ہو کہ میری اور اے لوگو تمھاری مثال
ایسی ہو جیسے کسی نے آگ روشن کی اور کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور وہ انپر شفقت کرکے انکو جل جانے سے روکتا
اور ہانکتا تھا اور وے ہجوم کرتے ہین لپس یہی حال تمھارا ہو کہ مین تمھاری کمرون کو پکڑکر تمکو آگ مین گرنے سے کھینچتا ہون مگر تم
زور کرتے اور چھوٹے بھاگتے اور آگ ہی مین گھسے جاتے ہو- قال اللہ تعالے- **فَاِنْ تَوَلَّوْا** پھر اگر اہل کفر ومنافقین منھ
موڑین یعنے باوجود اس کمال شفقت ورحم کے تجھپر ایمان نہ لاوین اور آیات الٰہی پر کان نہ لگاوین اور ذرا بھی دھیان نہ رکھین کچھ
بھی نہ سوچین **فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ** تو کہدے کہ کافی ہو مجھے میرا اللہ تعالے کوئی الہ نہین مگر وہی **عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ** اسی پر مین نے بھروسا کیا لپس وہی جو چاہے وہ ہووے کسی اور کو کچھ بھی قدرت نہین ہو لہذا مین نے اسی پر
بھروسا کر لیا کہ اسکے سواے کوئی معبود نہین **وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ** وہی رب ہو عرش عظیم کا- عرش کے معنی واسکی
تفسیر آیۃ الکرسی اور قولہ ثم استوی علی العرش کی تفسیر مین گذر چکی اور مفسر رحمہ اللہ نے عرش کی تفسیر کرسی کے ساتھ بیان کی ور
یہ اس بنا پر ہو کہ عرش وکرسی ایک ہی چیز ہو جیسا کہ علماء کے دو قول مین سے ایک یہی قول ہو ولیکن ارجح قول دوم ہو کہ عرش اور
ہو اور کرسی دوسری چیز ہو چنانچہ احادیث جو اس بارہ مین آئی ہین وہ آیۃ الکرسی کی تفسیر مین مذکور ہین اور صاوی رح نے جزم کیا
کہ مفسر رح نے جو قول اختیار کیا وہ خلاف قول صحیح ہو اور خازن رح نے کہا کہ خلاف مشہور ہو- حق یہ ہو کہ احادیث جو عرش کے بارہ
مین آئی ہین جب وہ صحیح ہو جاوین تو اختلاف کی کچھ اصل نہین اور کسی عقلی دلیل کو بعد اسکے مجال نہوگی- ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے
روایت ہو کہ یہ دو آیتین آخر نازل ہوئی ہین- قال المفسر رحمہ اللہ- رواہ الحاکم فی المستدرک- اور ابن عباس رض نے ابی بن کعب رض
سے روایت کی کہ یہ آخر آیت ہو کہ قرآن مین نازل ہوئی- رواہ احمد- اگر کہا جاوے کہ آخر آیت تو صحاح کی روایات سے قولہ واتقوا یوما ترجعون
فیہ الآیۃ وغیرہ ثابت ہو جواب دیا گیا کہ یہ آیت تو مطلقاً آخر نازل ہوئی اور آیۃ الکلالۃ احکام میراث مین سے آخر نزول ہو اور یہ آیت
شاید کہ سورہ براءۃ مین سے آخر نزول ہو یا فضائح منافقین وقبائح نفس کے بارہ مین جو کلام اللہ تعالے نے نازل فرمایا جس سے اصل
مقصود یہ کہ انسان خطرات نفس سے بچکر ایمان مین کامل ہو اسمین سے آخر نزول یہ آیت ہو واللہ تعالے اعلم- اور قرآن مجید کے جمع
کرنے کا تذکرہ خود آنحضرت صلعم کے حضور مین آیا تھا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت مین ایک مصحف مین جمع کر لیا گیا اور حضرت عثمان رض
کے وقت مین اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنمین سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہین مصاحف مین لکھکر دیار و امصار مین بھیجدیا گیا
تاکہ دین الٰہی استقامت کے ساتھ پھیلے اور زید بن ثابت سے جمع القرآن کے حالات مین ہو کہ مین نے آخر سورہ براءۃ یعنی انہین دو
آیات کو خزیمہ بن ثابت انصاری رح کے پاس پایا اور اسمین دلالت ہو کہ متفرق قرآن صحابہ کے پاس لکھا ہوا موجود تھا- واللہ اعلم- ابو الدرداء
رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جو کوئی صبح وشام سات مرتبہ قولہ تعالے حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم- پڑھ لیا کرے

اللہ تعالےٰ اُسکے مہمان کو کفایت فرماویگا - رواہ ابوداؤد باسناد حسن وق- رواہ ابن عساکر وقد روی مرفوعًا وہو ضعیف ف
فی العرائس قولہ تعالےٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم اسمین اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پاک کی بزرگی میلاد وعظمت میعاد اور شرف
سے آگاہ فرمایا جسمین اسکی امت کا شرف ظاہر ہی کہ اُنھین مین سے اس پاک رسول کو مختار فرمایا اور اس سے بڑھکر کون شرف ہوگا
کہ اپنے پاک رسول کو ہم مین سے کیا اور رافت ورحمت سے موصوف فرماکر ہماری ہدایت کے لیے بھیجا- وہ رسول موصوف باوصاف
جلیلہ ہی اور ہم امتیون کے لیے اسمین سے حصہ ہی یعنی عمومًا وہ رحمۃ للعالمین ہی کہ اُسکے وجود پاک سے اللہ تعالےٰ نے ہر کافر ومشرک عاصی
وغیرہ سے ظاہری عذاب کو جیسے اگلے کفار پر آتا تھا اس امت سے رفع فرمایا اور خصوصًا وہ مومنون کے لیے رؤف رحیم ہی حسین رح
نے کہا کہ تم ہی مین سے ایسا رسول جسنے اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر دو جہان سے نظر اٹھالی وقال تعالےٰ مازاغ البصر وما طغی- ابن عطاء
رح نے کہا کہ خلقت مین خلق سے موافق ہی اور حقیقت مین مبائن ہی کیونکہ وہ ذات پاک منور بانوار رسالت وبقبول حضرت کردگار تعالیٰ
بقبولیت تامہ ہی اسکا سایہ نہ تھا اُسکا بدن مثل گلاب کے معطر تھا اور اُسکا پسینا جسنے پانی کے دھوکے پی لیا تھا اُسکے بدن سے
عمر بھر گلاب کی خوشبو آتی رہی اسکا مقام اقرب از انبیاء ومرسلین ہی وہ اکرم رسول رب العالمین ہی اللھم توفنا مومنین مسلمین علی سنتہ
واتباعہ یا ارحم الراحمین پھر اللہ تعالےٰ نے اسکا وصف فرمایا بقولہ تعالےٰ -عزیز علیہ ما عنتم- یعنی تمھاری مخالفت جو امر حق تعالےٰ کے
ساتھ کرتے ہو اسپر شاق ہی- سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے تمھارا ایک دم بھی غافل ہونا اسپر گران ہی- پھر اُسکا وصف بیان فرمایا
بقولہ تعالےٰ -حریص علیکم الآیہ- حریص ہی کہ تم اپنے پروردگار سبحانہ تعالےٰ سے محبت وعشق کرنے والے ہو جاؤ- اور فرمان الٰہی
کی متابعت دل وجان سے کرو- رافت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رؤف ہی رحمت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رحیم ہی- صادقین پر رحمت
فرماتا ہی- گنہگارون پر رافت رکھتا ہی- اُنکے لیے شفاعت کرتا ہی اہل طاعت کے لیے دعا کرتا ہی- جعفر رح نے کہا کہ حق تعالےٰ علام الغیوب
ہی پس جب مخلوق اُسکی عظمت خطاب کے لائق نہ تھی تو اپنا رسول اُنھین کی جنس سے برگزیدہ فرماکر اُسکو اپنی صفات سے آراستہ
کرکے حق وصدق کے ساتھ بھیجکر مخلوق مین سے جنکو چاہا ہدایت مین مستقیم کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلعم کو اپنے واسطے مخصوص
کر لیا اور حکم دیا بقولہ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ہو الخ- اسکا قرب مجھے کافی ہی کہ دو جہان اُسکے مقابلہ مین ہیچ وبے نشان ہی
وہ پاک منزہ ہی لا الہ الا ہو- درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین ہی- قولہ علیہ توکلت- کسی غیر یا اپنے نفس پر کسی پر مجھے توکل نہین
ہی صرف اُسی پر توکل ہی اور اُسی کے فضل ورحمت سے دل ثابت رہتے ہین- قولہ وہو رب العرش العظیم- اسی نے عرش کو
انوار سے مزین فرمایا پس اُسی کی عظمت سے وہ عظیم ہوا اور اگر ایسا نہوتا تو عرش ایک دم مین فنا ہو جاتا- انتہا کلامہ- واضح
ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اس سورہ شریفہ کو اس آیت کریمہ پر ختم فرمایا جسمین اصل مقصود مع علوم دیگر موجود ہی یعنی اللہ تعالےٰ وحدہ
لا شریک ہی لا الٰہ الا ہو پس شرک کی بنیاد ہی نہین ہو سکتی ہی لہذا توحید الٰہی کی جسنے ہدایت پائی اُسنے راہ پائی اور اللہ تعالیٰ لا الٰہ
الا ہو- اس بندہ موحد کے اعتقاد کرنے ہی سے نہین بلکہ وہ وحدہ لا شریک ہی جیسے مشرک کے اعتقاد سے بت یا عیسیٰ علیہ السلام
مین کوئی صفت الوہیت پیدا نہین ہو سکتی بلکہ سب مخلوق وعباد ہین اُنمین الوہیت ممکن ہی نہین حتی کہ سوائے ذات پاک حق
عزوجل کے کوئی ہو خواہ سب سے بڑا جسم ہو اور وہ عرش عظیم ہی اور خواہ اخلاق مین مکرم ہو جیسے انبیاء ورسل کہ جنکے سردار محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہین سب اللہ تعالےٰ کی ملوک ومخلوق وعبید ہین اور جب قدرت خلق ونفع وضرر وغیرہ کسی مین نہین تو ایمان والا فقط

اللہ تعالے پر متوکل ہوگا- اللهم اهدنا وثبتنا على الايمان والطاعة وتوفنا على ذلك وانت ارحم الراحمين

سورة يونس مكية الا فان كنت فی شك الآيتين

سورہ یونس مکیہ ہے یعنے رسول اللہ صلعم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مکہ معظمہ مین نازل ہوئی سوا ے قولہ تعالیٰ فان کنت فی شک لخ دو آیتون

اوالثلث او ومنهم من يومن به الاية مائة وتسع او عشر آيات

یا تین آیتون کے کہ یہ مدینہ مین ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئین پس ایک قول پر دو اور دوسرے قول پر تین آیات مکیہ ہونے سے مستثنیٰ ہین یا تیسرے قول پر ایک آیۃ ومنہم من یومن الآیۃ مستثنیٰ ہے

اور تمام سورہ کی ایک سو نو[۱۰۹] یا ایک سو دس آیات ہین مترجم کہتا ہے کہ مشہور اصطلاح مکی و مدنی کی یہ ہے کہ جو قبل ہجرت نازل ہوئی وہ مکی اور جو بعد ہجرت نازل ہوئی وہ مدنی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور بعض کے نزدیک جو مکہ مین نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت کے یا بعد ہجرت کے مکی ہے اور تیسرا قول بھی شیخ مفسر رح نے اتقان مین ذکر کیا ہے اور بعض سلف سے ایک قول اور بھی بسند جید مروی ہوا کہ سفر ہجرت کی آیات بھی مدنی ہین - بالجملہ معرفت مکی و مدنی سے احکام ناسخ و منسوخ وغیرہ اکثر متعلق ہین ولیکن اختلافات جو بعض سورتون و آیات کی نسبت مکی و مدنی ہونے مین آئی ہین سو یا وجودیکہ یہ اختلافات رحمت الٰہی ہین شاید یہ بھی واقع ہوا کہ اصطلاح مین کئی اقوال ہین پس سلف مین جس کسی کو مکی یا مدنی کہا تو معلوم نہین ہو سکتا کہ کس اصطلاح پر کہا لہذا ممکن ہے کہ معنی مین مراد واحد ہوا اور اللہ تعالے نے بندون کے اعتقادات مثل توحید وغیرہ کے مقطوع کر دیے ہین پس ہر امر اعتقادی قطعی یقینی ہے اور رہے اعمال طاعات تو وہ اپنے ثواب و منزلت کمانے کے لیے ہین اور حق تعالے ثواب عطا فرمانے والا ہے پس ان اعمال کے لیے جو احکام بطریق اجتہاد و کوشش کے علماء و مجتہدین نے اللہ تعالے و اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام سے نکالے ہین انپر عمل جائز اگرچہ ظنی ہون پس اگر ایک ہی امر متعین ہوجاتا تو اسی کے موافق عمل کرنا لازم ہوجاتا اور جب اختلاف ہوا تو مرجع آسانی کی طرف ہوگیا اسی واسطے اختلاف امت بھی رحمت الٰہی ہے اور مراد امت سے صحابہ رضی اللہ عنہم و انکے متبعین ہین اور جو فرقہ مانند رافضی و خارجی و جہمیہ و معتزلہ وغیرہ کے اس راہ پر نہین وہ خارج ہین انکے اختلاف گمراہی و ضلالت ہین - کیونکہ قطعی اعتقادات سے پھر گئے اور رسول اللہ صلعم کے دین مین رخنہ ڈالا پس راہ سنت سے مخالف اور اپنی رائے کے پابند ہین لہذا انکا اعتبار کچھ بھی نہین ہے- اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ مکی و مدنی کا جاننا کچھ اصول اعتقادات سے نہین اور ایسے ہی آیات کا شمار بھی جاننا ضروری نہین بلکہ بعض عملیات کے لیے مجتہد عالم کو جاننا بہتر ہے تاکہ وہ اعمال کے احکام نکال کر بندگان خداے تعالے کو بتلا دے اور خود بھی عمل کرکے اس عمل کی قدر ثواب پاوے جیسے اجتہاد کرنا بھی اسکے لیے ثواب کا کام ہے- جب یہ معلوم ہوگیا تو جاننا چاہیے کہ اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس ہے اور اسمین حضرت یونس علیہ السلام کا حال مذکور ہے اگرچہ اسمین دیگر احوال کا بھی ذکر ہے لیکن اسرار کلام الٰہی ہر بندہ کی وسعت سے باہر ہین اور تصفیہ قلب و تزکیہ روح و سر باطن و طرق تقرب و مراتب قبولیت کے انواع کثیرہ ہین اور آیات و سورتون مین ضلالت و گمراہی و نفاق اور وساوس نفس و شیطان سے بچنے کے لیے جیسے ان امور کے قبائح صریحاً و اشارۃ و دلالۃ مذکور ہین باوجودیکہ گمراہی کی راہین بے شمار ہین لیکن اللہ تعالے نے اس معجز کلام پاک مین سب سے تخلیص بتلا دی ویسے ہی تقرب و علو منزلت و کمالات کی راہین ہر آدمی کے شمار پر الگ الگ بیشمار ہین لیکن اللہ تعالیٰ نے

نجات

انواع مین انکو احصار فرمایا جیسے اللہ تعالےٰ کی نعمتون کو بندہ نہین شمار کرسکتا اور اللہ تعالےٰ دینے والا ہو پس کلام مجید کے اعجاز و فصاحت وبلاغت مین سے ایک یہ بیان بھی ہو کہ بدبختی وخواری سے بچنے کے انواع اور سعادت وشرف منزلت حاصل کرنے کے انواع کو حق تعالےٰ نے جو ہر ہر فرد مخلوق کی ذرہ ذرہ ماہیت وحقیقت سے خوب دانا ہو بلکہ وہی اُنکا خالق ذوالجلال ہو درحالیکہ انکا کچھ بھی وجود نہ تھا اس کلام پاک مین جو بہت چھوٹی سی کتاب معلوم ہوتی ہو بالکل بیان فرمادیا اور اسمین بے انتہا اسرار وحقائق ہین جنکا علم سواے رسول اللہ صلعم کے اور دن کو اپنی اپنی منزلت کے اندازہ پر ہوتا اور سب نہین ہوسکتا ہو لہذا اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس منجملہ انھین اسرار حکمت کی بنیاد پر ہو اسیواسطے کسی اور کو جائز نہین ہو کہ اُسکا یا کسی دوسری) سورت کا خود کچھ نام تجویز کرلے اور آیات مین بھی اپنی راے کو بالکل دخل نہین بلکہ واقف کرانے سے علم ہوا کہ یہان سے آیت شروع اور وہان ختم ہو اگرچہ اسکا جان لینا کچھ امر ضروری نہین ہو اسیواسطے بعض صحابہ کو کسی مقام پر آنحضرت صلعم کے پڑھنے سے مثلاً ظاہر ہوا کہ یہان آیت ہو اور بعض کو ظاہر نہوا لہذا شمار آیات مین اختلاف ہوگیا اور چونکہ امر اعتقادی نہین بلکہ ضروری بھی نہین ہو تو اختلاف کچھ مضر نہین بلکہ عین رحمت ہو چنانچہ اس سورہ کی آیات مین بھی دو قول مذکور ہوے اور بنا برقول حضرت حسن بصری وعطاء وعکرمہ وجابر بن زید کے سورۂ مکیہ ہو باستثناء دو آیات یعنی قولہ فان کنت فی شک الخ یا تین آیات تک جیسا کہ مقاتل رح نے کہا اور ابن عباس رض وقتادہ کے قول مین تین آیات پر جزم ہو اور کلبی رح نے قولہ تعالے ومنہم من یؤمن بہ الآیۃ کو بھی مدنیہ کہا اور قرطبی رح نے ذکر کیا کہ کچھ لوگون کے نزدیک اول سے چالیس آیات تک مکی اور باقی مدنی ہو - واضح ہو کہ خاص لطف الٰہی سبحانہ تعالیٰ اس امت پر یہ تھا کہ کتاب حکیم مجید کریم قرآن عظیم کو اللہ تعالےٰ نے نجم نجم کرکے مختلف اوقات مین نازل فرمایا اور جب تعلیم کے واسطے موقع مقدر پیش آیا اُسوقت حکم کا نزول ہوا جیسے بچون کو آہستہ آہستہ کرکے آداب وقواعد سکھلاتے ہین تاکہ آراستہ ہوجاوین ایکبارگی اُنپر بوجھ نہین دیتے ہین لہذا اس امت مین آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جملہ انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہوے اور اللہ تعالےٰ نے انکو خیر الامۃ والامۃ الخیر کردیا کیونکہ وہ تمام آداب عبودیت وربوبیت سے آراستہ ہوکر حضوری کے واسطے الیق ہوگئے اور نزول نجم نجم مین سب باسانی سیکھ گئے بخلاف امت توریت وانجیل کے کہ ایکبارگی نزول سے انمین شایستگی کمتر آئی اور یہ امر ایسا واضح وصحیح ہو کہ کوئی عقل والا اس سے منکر نہوگا سواے ایسے شخص کے جو مطیع نفس امارہ ہو کیونکہ نفس بوسوسہ شیطانی خواری وبے ایمانی کا طالب وجہنمی آخرت سے غافل ہوتا ہو اسیواسطے کفار مکہ باوجود اقرار اعجاز فرقان حمید کے اس امر پر ہٹ کرتے کہ ایکبارگی آسمان سے ہماری آنکھون کے سامنے لاؤ پس قطع نظر اس جہالت کے تجھے معلوم ہوچکا کہ اسمین خالص عباد اللہ الصالحین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق مین ازراہ تعلیم کیسی منفعت تھی لہذا اُنکی ہٹ پوری نفرمائی کیونکہ وے تو کفر پر مطبوع تھے کسی طرح ایمان نہ لاتے چنانچہ یہ امر انپر ظاہر کردیا پھر نیک بندون کو ایکبارگی نازل کرکے کیون ضرر دیا جاتا فافہم اور چونکہ نزول منجم ہوا جیسا کہ ذکر کیا گیا تو اکثر ایسی مکیہ سورتین ہین جنمین استثنار بعض آیات ہو پس نزول آیات کے وقت آنحضرت صلعم فرمادیتے تھے کہ انکو فلان سورہ مین فلان مقام پر رکھو اور حفظ الٰہی وقوت نبوت سے آپ کو تمام قرآن مجید مع قریب العہد نازل شدہ آیات کے یکسان یاد ہوتا او رنماز وتلاوت مین پڑھا کرتے تھے یہان تک کہ تمام فرقان حمید کامل ہوا اور اہل السنۃ کا اجماع ہو کہ موافق اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے قرآن مجید جس ترتیب سے الحال موجود ہو یہی ترتیب لوح محفوظ کی ہو اور یہ جو روایت کیا گیا کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مین آل عمران سے سورۃ النساء مقدم تھی اور

مانند اسکے اختلاف ترتیب بعض سورتون کا بعض پر مصحف ابی بن کعب وغیرہ مین تھا تو جواب اسکا یہ ہی کہ اسوقت جو مصحف ہی اسکی ترتیب مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع مین یہ سب صحابی بھی ہین تو ظاہر ہوگیا کہ مطابقاً ترتیب مین ایسا ہوگا - اور خلاصہ جواب یہ ہی کہ روایات مذکورہ مین متعلق ترتیب مذکور ہی اور ہمارا کلام لوح محفوظ کے موافق ترتیب مین ہی بس موافق لوح محفوظ کے یہی ترتیب ہی جو اسوقت موجود ہی جیساکہ عبد اللہ رضہ وابی رضہ وغیرہ اسمین سب صحابہ رضہ کے ساتھ متفق ہین پس ترتیب لوح محفوظ انکے نزدیک بھی یہی ہی اور سوائے ایسی خاص ترتیب کے اور ترتیب مین باہم اختلاف تھا اور اس سے ہمکو بحث نہین ہی کیونکہ مقاصد ترتیب کے متفاوت ہوسکتے ہین جیسے اس زمانہ مین پنجسورہ لوگون نے لکھ لیا ہی اور اسمین مثلاً بعد سورہ یٰس کے سورہ انا فتحنا ہی تو اس سے کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ قرآن مجید ولوح محفوظ کی ترتیب مین یٰس سے پیچھے ملی ہوئی انا فتحنا ہوگی حالانکہ بیچ مین اور سورتین ہین بس ایسا ہی ان مصاحف مین قیاس کرو اور علاوہ اسکے جو مصحف مجید اسوقت جس ترتیب سے ہی وہ متواتر چلا آیا ہی پس صحابہ وتابعین کا اسپر اجماع خود ظاہر ہی اور اس خبر متواتر قطعی کے مقابلہ مین ان روایات کا جو ایک دو آدمی کی روایت ہی اور وہ بھی مجمل کہ جسمین بہت سے احتمالات ہوسکتے ہین مثلاً شاید راوی کا وہم ہو یا شاید پنجسورہ کی طرح ہو اور مانند اسکے تو متواتر کے مقابلہ مین اسکا کیا اعتبار ہی اور دیکھو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا کہ قرآن مجید جمع کیا کرتے اور گھر سے نہین نکلتے تھے حالانکہ دوسری صاف روایت مین اسکی تصریح آئی کہ مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید کی آیات ناسخ ومنسوخ کو الگ لکھے دیتے تھے یا مصحف مین نشان دیے دیتے تھے کہ اب زمانہ تابعین کا آتا ہی اور مصاحف تمام ملکون مین جاوینگے تو وہ لوگ غلط مین نہ پڑجاوین لہذا بطریق تفسیر وتعلیم کے یہ تالیف ہوجانا چاہیے اور یہ واقعی بڑا عمدہ کام تھا حالانکہ پہلے راوی نے اسکو ایسے الفاظ مین روایت کیا کہ اس سے کئی احتمال پیدا ہوگئے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کو جمع کرتے تھے حالانکہ دوسری روایت سے صاف ہوگیا اور یہ نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے مومنون کی شان مین خصوص صحابہ رضہ کی صفت مین کہا کہ امر بمعروف کرتے اور منکر سے نہی کرتے ہین پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ ترتیب مصحف مجید معاذ اللہ اگر خلاف ہوتی تو اسپر خاموش رہتے تو کبھی اس وہم مین نہ پڑتا - اور فرض ہی کہ اجماع صحابہ وجمیع اہل السنۃ واتباع وائمہ وصلحاء کی دل سے تصدیق کر اور یقین جان لے کہ بحکم قولہ تعالے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - یہ قرآن مجید لوح محفوظ مین جس ترتیب سے ہی اسی ترتیب سے اب موجود ہی فاستقم واللہ تعالے الموفق - فرقان حمید مین اعجاز کے کمالات بے نہایت ہین اور بحکم قولہ تعالے فوق کل ذی علم علیم ہر علم والے سے اونچا علم والا موجود پس جسقدر کمال ایمان ہو اسیقدر اسمین سے عجائب حقائق ودقائق ظاہر ہوتے ہین اور اسمین علوم اولین وآخرین مجموع ہین اور اگر کسی نادان کی سمجھ مین نہ آوے تو یہ اسکا قصور ہی اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضہ سے روایت کی کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالے نے مجھے راآئیات یعنی طواسین کو قائمقام انجیل کے عطا فرمایا ہی یعنی یہ ہین کہ فرقان حمید مین جو علوم ان سورتون مین ہین انجیل مین یہی تھے اور معارف فرقان حمید کے یہان مزید ہین فافہم - واللہ اعلم - اور حضرت عمر رضہ سے روایت کیا گیا کہ آپنے صبح کی نماز مین اسی سورہ کو پڑھا - قال اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۝ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡہُمۡ

یہ آیتین ہین — پکی کتاب کی — کیا لوگون کو — تعجب ہوا — کہ حکم بھیجا ہمنے ایک مرد کو انہین سے

اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

کہ ڈرستا لوگون کو اور خوشخبری دے جو کوئی یقین لاوے کہ انکو ہے پایہ سچا اپنے رب کے ہان

قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیۡنٌ ۝

کہنے لگے منکر بیشک یہ جادوگر ہو صریح

الٓرٰ مترجم کہتا ہو کہ ساتون قاریون وغیرہم نے اتفاق کیا کہ یہ پوری آیت نہین ہو اور دانی رحمہ اللہ نے کہا کہ تمہ کوفی قاریون نے پوری آیت شمار کیا ہو اور شاید معنی یہ ہین کہ باب قراءۃ مین آواز و روانی ولہجہ کے لحاظ سے یہ کلام ہو اور آیۃ اصطلاحی یعنی پارہ کلام جو سورہ کے اندر ابتداء و انتہاء رکھتا ہو یہان کلام نہین ہو کیونکہ وہ امر توقیفی ہو اسمین اجتہاد کو مساغ نہین اگرچہ معرفت اسکی امر ضروری نہو۔ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ ابن عباس رضہ نے قولہ الرٰ کی تفسیر مین کہا اے انا اللہ اریٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہون دیکھتا ایسا ہی ضحاک وغیرہ نے کہا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل نہیں بلکہ بطریق تفسیر ہو اور کلام بلیغ مین اصل مقصود و معنی کے علاوہ عادم و اشارات ہوتے ہین پس آگے سورہ مین کفار کا استعجاب و جادو کہنا وغیرہ جو مذکور ہو اسکے مناسب یہ اشارہ موجب تشفی و تسلی رسول اللہ صلعم ہو اور مفسر رحمہ نے اتقان مین جملہ حروف مقطعہ کی نسبت ایسے اقوال لکھے ہین جنکا مرجع مناسبت مذکورہ ہو اور حسن وعکرمہ سے مروی ہو کہ الرٰ قسم ہو اور قتادہ نے کہا کہ سورہ کا نام ہو۔ بالجملہ اگر یہ روایات صحت کو پہونچین تو تا وقتیکہ ایمان کامل نہو انکے معانی سمجھ مین نہین آسکتے ہین لہذا القول صاوی رحمہ اللہ کے سچا و سدید طریقہ وہ ہو جو شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ الرٰ کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو یعنی یہ کلمہ منجملہ متشابہات کے ہو جیسے الٓمٓ کہ اسکی تاویل و مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا اور واضح رہے کہ تفسیر بہ نسبت تاویل کے عم ہو لہذا جو شیخ مفسر رحمہ نے لکھا وہ بھی ابن عباس رضہ وغیرہ سے مروی ہو پس عدم علم تاویل پر اتفاق ہو اور باوجود اسکے بطور تفسیر کچھ اشارہ بیان کرنا اسکے منافی نہین ہو چنانچہ اول سورہ البقرہ مین مفصل بیان ہو گیا ہو۔ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِیۡمِ یعنی ہذہ الآیات۔ آیات من القرآن الحکم۔ یہ آیات جو آگے آتی ہین یا جو پہلے نازل ہو چکی ہین آیات ہین قرآن حکیم سے۔ تلک اشارہ دبعید بحسب استعمال ہو ورنہ اصل وضع مین تلک اور ہذہ یکسان ہین پھر تلک کا استعمال کبھی براہ بلاغت لے بعد مسافت کے سوائے مجازاً بعد منزلت پر آتا ہو یعنے مرتبہ بہت بالاتر ہو اور یہی یہان مراد ہو اور مشار الیہ اسکا آیات ہین یعنے یہ آیات جنکی طرف رفعت منزلت کا اشارہ ہو آیات الکتاب ہین یعنے آیات ہین کتاب معہود سے پس اضافت بمعنی من ہو اسے آیات من الکتاب اور معہود کتاب وہ قرآن مجید ہو جسکی صفت حکیم ہو اور حکیم بروزن فعیل بمعنی محکم ہو یعنے بحسب فصاحت وبلاغت وکمال ہدایت کے نہایت احکام کے ساتھ ہو کہ اسمین تمام بہتری دنیا و آخرت کی مبین و مندرج ہو۔ لہذا جو کافر و منافق کہ فقط دنیا ہی چاہے تو دولت و آخرت بلکہ معنی آزبت سے جاہل ہو کر کبھی اپنی خواہشون و شہوات کے لیے قرآن مجید کا قائل نہین ہوتا بلکہ مضر پاتا ہو حالانکہ یہ خیال اسکا ایسا ہو کہ جیسے مجنون اپنی خواہش کے لیے عقلاء کی تہذیب و آدمیت کے برتاؤ کے قواعد کو ناقص اور اپنی مراد کے مخالف و مضر خیال کرتا ہو اسی طرح کافر و منافق کی خواہشین محض دنیائے فانی و اسکے اموال و عیش فانی و دنی و بے بنیاد ہین اگرچہ اسکو ان چیزون کے حاصل کرنے کی سمجھ و ڈھنگ خوب سمجھائے گئے ہون پس وے اپنی دانائی پر مغرور و اسی دانائی کے نتائج مین منہمک ہین اور یہ بحریان تقدیر ازلی و تقضاء حضرت ذوالجلال ہو کما قال تعالیٰ سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم ان کیدی متین۔ لہذا جب مانند مجنون و دیوانہ کے انکو امر واقعی سے آگاہی نہین

اور نور ایمان وعقل ایمانی حاصل نہین ہی تو اسرار وحقایق قرآن حکیم سے خبردار ہی نہین ہوسکتے - کما قال تعالے وہو علیہم عمی - پس تحقیق انپر صادق ہی کہ وے قرآن مجید سے اندھے ہین اور رہے اہل ایمان جو ہمیشہ ہدایت الٓہی کی دعا مانگتے ہین انکو اللہ تعالے عقل ایمانی ونور بصیرت کرامت فرماتا ہی پس انکے دلون سے پوچھا جاوے تو عاجزی سے سچ سچ اقرار کرتے ہین کہ سبحان اللہ تعالے وہ ایک سمندر ہی کہ جسکا کنارہ نہین اور اسمین موتی ویاقوت وغیرہ جواہر ہین کہ انکا شمار ممکن نہین اور جب روز بروز انکو زیادہ علم حاصل ہوتا ہی اور قیامت تک کے واقعات اسمین سے پاتے ہین تو حیران رہجاتے ہین اور عجز سے اقرار کرتے ہین کہ اے پروردگار جو تونے فرمایا بقولہ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیۃ - بے شک صحیح ہی اور کسی بندہ کی تاب نہین کہ ان سب علوم کا احاطہ کرسکے پس ہر بندہ کو اسکے مقدار علم حاصل ہوتا ہی - پھر واضح ہو کہ قولہ تلک آیات الکتاب الحکیم کی تفسیر جو مذکور ہوئی یہی مفسر رح نے اختیار فرمائی ہی اور رہا یہ امر کہ تلک کا اشارہ جن آیات کی طرف ہی وہ آیات یہ ہین جو اسی سورہ مین آتی ہین تو یہ ظاہر ہی یا وہ ہین جو اسوقت تک نازل ہوچکی تھین تو آگے کا کلام یعنی قولہ اکان للناس عجبا ان اوحینا - اور قولہ ان ہذا لسحر مبین - اسپر بھی شاہد ہوتا ہی - بہرحال یہ آیات کوئی ہون قرآن مجید مین سے ہین - اور یہی تفسیر کلام ہی - مجاہد رح وقتادہ وحسن بصری رح سے مروی ہی کہ قولہ تعالے تلک آیات الکتاب الحکیم مین کہا کہ توریت وانجیل وزبور یعنی اگلی کتابین ہین اور شیخ ابن کثیر رح نے انکے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا کہ مجھے اس قول کی وجہ نہین معلوم اور یہ معنی معلوم ہوتے ہین - اور مترجم کہتا ہی کہ تفسیر کے طریقہ مین تو بات یون ہی ہی جیسے شیخ نے فرمائی ہان شاید مقصود یہ ہو کہ قرآن مجید کی آیات متضمن علوم اولین وآخرین ہین تو ان آیات القرآن کی نسبت صحیح ہی کہ کتب سماویہ متقدمہ اسمین حاصل ہین اور اس توجیہ پر ایک بات یہ نکلی کہ قرآن مجید وکتاب حکیم ایک بزرگ کتاب ہی کہ اگلے صحیفہ وکتب جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسی علیہ السلام تک نازل ہوے سب کے علوم اس کتاب حکیم مین سے آیات ہین فافہم واللہ اعلم - ضحاک رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالی نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول کرکے مبعوث فرمایا تو اکثر جہال عرب نے انکار کیا اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے ایسا نہین کہ آدمی اسکا رسول ہو پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ ہمزہ استفہام انکاری مفید ملامت وسرزنش ہی کیونکہ انھون نے اپنی طرف سے اللہ تعالے پر حکم لگایا کہ اللہ تعالے ایسا نہین کہ بشر اسکا رسول ہوسکے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسوقت تک جاہل رہے اور اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کی ملت پر کہتے تھے تو کیا انکو بھی رسول نہین جانتے اور کیا اسمعیل علیہ السلام کی رسالت کے منکر تھے اور آدمی جو مظہر قدرت الٓہی ومکرم از جملہ اشیا ہی اس سے بالکل جاہل تھے - کان فعل ناقص - للناس حال ہی اے حادثا للناس ولیکن عجبا سے مقدم کردیا اس لیے کہ صفت کا التباس نہو اور عجبا پر مقدم اور ان اوحینا سے آخر تک اسم کان ہی - اور ان مصدریہ ہے ان اوحینا بمعنی ایحاؤنا ہوا یعنی ہمارا وحی کرنا اور حاصل معنی یہ ہین کہ ایک آدمی کو ہمارے وحی کرنے سے کہ ایمان لانے والون کو بشارت وکافرون کو ڈر سنادے کیون تعجب ہوا اور وہ بھی لوگون کو کہ باوجود آدمی ہونے کے وہ حالت تعجب مین متعجب ہوگئے - اب توضیح کے ساتھ معنی لکھے جاتے ہین - قولہ اکان للناس عجبا کیا ہوگیا لوگون کو عجب - ان اوحینا الے رجل منہم - ہمارا وحی فرمانا انہین سے ایک مرد کی طرف - یعنی جہال عرب کو تعجب کی حالت پیدا کرنے والا ہوا ہمارا وحی کرنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور بیان اس وحی وعجب کا یہ ہی - اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ انذار کردے تو لوگون کو یعنے وحی یہ فرمائی کہ ناکارہ کافر لوگون کو جو اپنے خالق کی اطاعت سے درحقیقت باہر ہین اگرچہ اپنی رائے مین وہ اپنے آپ کو اچھا

راپنا طریقہ بہتر سمجھے ہون تو ایسے کافرون کو انذار کردے یعنی خوفناک عذاب آخرت کی خبر سنا دے کہ اگر دے اللہ تعالے کے حکم کے موافق ظاہر و باطن طاعت و اعتقاد لایق نہ رکھینگے تو آخرت مین نافرمانی کا عذاب سخت ہی اس سے کسی طرح نجات نہوگی اور یہ اسوجہ سے ہی کہ اللہ تعالے کی ذات و صفات کی معرفت اپنی سمجھ سے ممکن نہین کیونکہ آدمی کی سمجھ وخیال مین خواہ مخواہ یہی محسوسات وحادث چیزون کی صورتین باسعانی آدینگی اور خالق عز وجل ان سب سے پاک منزہ ہی پس جب تک اللہ تعالے کے رسول سے یہ بات معلوم نہو کہ اللہ تعالے کی جناب مین کیا اعتقاد رکھین تب تک آدمی کی سمجھ خود نہین پہونچ سکتی اگرچہ وہ دنیا کے کامون مین افلاطون سے زیادہ سمجھدار ہو اس لیے کہ دنیا خود ملعون و ناچیز ہی اور اسکی سمجھ کو عقل سے کچھ مناسبت نہین کیونکہ وہان صورت و شکل وغیرہ کا نشان ہی ممکن نہین ہی پس جسنے سوائے رسول اللہ صلعم کے تعلیم وحی کی خالی اپنی سمجھ سے کچھ اعتقاد کیا تو اسنے کوئی چیز اپنے ذہن وخیال مین گڑھ لی اور اسکو اللہ اعتقاد کر لیا۔ نعوذ باللہ منہ پس درحقیقت اُسنے اللہ تعالے کا اعتقاد نہین کیا اور نہ اسپر ایمان لایا پھر اللہ تعالے کے لایق عبادت کیا کریگا جب کہ وہ اللہ تعالے پر ایمان ہی نہین رکھتا اور نہ معرفت۔ دیکھو حدیث مین آخر زمانہ قرب قیامت کے علامات بیان ہوے ہین منجملہ اُنکے یہ بھی آیا کہ نصرانی اسوقت سب سے اغلب و زیادہ ہونگے تو ہم جو غور کرتے ہین تو آنکھون کے سامنے موجود ہین اور اب اُنکی کثرت وغلبہ کے وجوہ بھی ہم کو معلوم ہوگئے پس باوجودیکہ دنیاوی امور مین اُنکی سمجھ بہت تیز ہی لیکن دین کے معاملہ مین وہی مسیح م کو خدا کا بیٹا کہے جاتے ہین حالانکہ یہ بات ایسی خلاف عقل ہی کہ کوئی ملت و مذہب والا اُسکو روا نہین رکھتا اور اکثر اُسپر ہنستے ہین اور اہل ایمان جب ایسا کلمہ سنتے ہین تو عقل ایمانی و معرفت الٰہی سے اُسکو بالکل محال دیکھکر نصرانیون کی سمجھ پر افسوس کرتے ہین اور چونکہ حضرت خالق عز وجل کی جناب مین یہ کلمہ نہایت گستاخی ہی کہ ہرگز شان باری تعالے کے لایق ہی نہین ہو سکتا پس اُنکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور وے اپنے پروردگار سے پناہ مانگتے ولرزتے ہین۔ ذرا سی بات سمجھو کہ اگر بادشاہ کو کوئی چمار کہے تو بادشاہ اسپر غضبناک ہوگا حالانکہ بادشاہ و چمار دونون آدمی ہونے مین یکسان ہین یا مثلاً سور کہے یا کوئی نجس چیز جیسے گوہ موت کہے تو بادشاہ غضب کریگا حالانکہ جسم ہونے مین دونون یکسان ہین اور یہان تو خالق عز وجل سے کسی چیز کو کچھ بھی مناسبت نہین تو بیٹا کہنا یا بتون وغیرہ کو عبادت مین شریک بنانا یا جتنے امور شرک ہین سب شان الٰہی عز وجل کے کسی طرح لایق و مناسب نہین ہین پس جسنے اپنے خالق جل شانہ کو پہچانا وہ اُسکی شان کے خلاف کچھ اعتقاد نہین کرتا اور شرک و کفر سے پناہ مانگتا ہی اور جنھون نے نہین پہچانا وہ اپنے خیال کی بنائی ہوئی چیز کے معتقد ہین اور ہردم ایسی ایسی گستاخیان کرتے ہین کہ جن سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہون اور دنیاے فانی ذلیل اگر کافرون کو دیگئی اور اسکی تدبیرین و سمجھ اُنکو حاصل ہوئی تو اس سے اُنکا کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ آخرت و اُسکی نعمتون سے بے نصیب رہے بلکہ اِن گستاخیون کے عوض کیسا سخت عذاب پاوینگے لہٰذا اللہ تعالے نے جو رسول بھیجا اُسپر یہ وحی کی کہ خوفناک عذاب پانے کی کافرون کو خبر سنا دے یعنی اگر ایمان نہ لائے تو آخرت مین دائمی جہنم کے عذاب مین پڑینگے یہ خبر سنا دے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور یہ وحی فرمائی کہ بشارت دیدے یعنی خوشخبری سنا دے اُن لوگون کو جو اللہ تعالے پر ایمان لائے۔ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ یہ خوشخبری یا اس طرح خوشخبری کہ اُنکے واسطے اُنکے پروردگار کے پاس قدم صدق ہی۔ یعنی اس سفر مین جو اُنھون نے نیکیان کرکے اپنے اصلی ٹھکانے آخرت مین پہلے مقدم بھیجے ہین اُنکا بہت سچا ثواب ہی۔ قدم بمعنی سلف یعنی جو مقدم کیا اور ہر وہ شخص

جسکو مسافر لوگ قافلہ مین سے منزل گاہ پر پہلے بھیجدیتے ہین کہ راحت کے سامان وہان مہیا کر دیوے اور قدم صدق یعنی نیک اعمال جنکو دنیا کی زندگانی مین اللہ تعالے کی توفیق سے بجالا کر مقدم بھیجا تھا انکا نیک ثواب و اجر ہی۔ یہ معنی حاکم رحمہ اللہ کی روایت ابی بن کعب اور ابن عباس رضہ مین آئے ہین اور ابن جریر رح کی روایت از مجاہد رح مین ہی کہ قدم صدق انکا نمازین ادا کرنا و زکوۃ دینا و روزہ رکھنا و تسبیح و تہلیل پڑھنا وغیرہ اعمال صالحہ ہین۔ یہی ضحاک و ربیع و ابن زید وغیرہم کا قول ہی یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہی۔ اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ قولہ قدم صدق۔ فرمایا کہ ذکر اول مین انکے لیے سعادت مقدم ہو چکی۔ مترجم کہتا ہی کہ ایمان و اعمال صالحہ لقدیر ازلی ہی اور بدون ہدایت الٰہی تعالے کچھ نہین ہو سکتا اگرچہ قرآن مجید سی بزرگ کتاب کی تلاوت کرے پس ہر دو معنی متلازم ہین اور حدیث مین خود ثابت ہی کہ دیکھو یہود و نصاری کے پاس توریت و انجیل تھی مگر بدون ہدایت الٰہی انکو کچھ فائدہ نہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر فائدہ ہوتا تو کیون تحریف کرکے اپنی خواہش کے لیے معنی بگاڑتے حتی کہ جو کچھ موجود رہی اسمین سے بھی راہ حق کی کجی ڈھونڈھتے ہین۔ یہان تک تو انکے انکار کا بیان تھا یعنے لوگون کو جو ایک مرد کی طرف وحی ہونے مین تعجب تھا اسپر اللہ تعالے نے پہلے انکار فرمایا اور پھر وحی فرمانے و انکے تعجب کو بیان کیا تو وحی یہ فرمائی کہ کافرون کو عذاب آخرت سے آگاہ کر اگر ایمان نہ لاوین اور مومنون کو جنت و عمدہ ثواب کی بشارت دے پس جب ایک مرد پر ایسی وحی فرمائی تو کافرون کو تعجب ہوا۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ کہا کافرون نے یعنی تعجب کرنے والون نے کہ بیشک یہ تو کھلا جادو ہی۔ یعنی یہ قرآن جسمین یہ ایجاد مذکور ہی یہ کھلا ہوا جادو ہی۔ اسکو جادو اسوجہ سے کہتے تھے کہ کمال فصاحت و انتہاء بلاغت سے جب اسکے مثل نہین لاسکتے تھے تو یہ معجزہ تھا کہ اسپر ضرور یقین کرنا چاہیے کہ یہ مرد ضرور رسول ہی کیونکہ ایسا معجز کلام لایا کہ باوجود فصاحت و بلاغت مین دعوی کرنے کے عرب اس سے عاجز ہوئے تو شیطان نے انکو وسوسہ دلایا کہ جادو بھی ایسا ہی ہوتا ہی کہ لوگ اسکی ماہیت سے عاجز ہوتے ہین پس ان کافرون نے جادو کہنا شروع کیا۔ اور کہا کہ وحی ہوتی تو یہ آدمی کیونکر رسول ہو سکتا ہی اور ایک قراءۃ مین ان ہذا لساحر آیا یعنی یہ مرد بیشک کھلا جادوگر ہی یہ سب انکی زعم باطل پر تھا کہ اللہ تعالے کا رسول کوئی آدمی نہین ہو سکتا ہی۔ حاصل معنی آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ کیا لوگون کو عجب ہو گئی یہ بات کہ ہم نے انہین سے ایک مرد پر وحی بھیجی اور اسکو رسول بنایا یہ وحی کہ تو کافرون کو ڈر سنا دے اور مومنون کو خوشخبری سنا دے کافرون نے کہا کہ یہ قرآن تو کھلا جادو ہی یا یہ مرد کھلا جادوگر ہی۔ آیت مین ایک قوی دلیل ہی کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت نظم کلام و حسن معانی مین اعجاز ہی اس لیے کہ قرآن مجید مین کافرون کا یہ قول حکایت ہی پس ضرور وہ لوگ جو فصاحت و بلاغت کے مدعی تھے قرآن کے اعجاز کو دیکھکر عاجز ہو کر جادو کہتے تھے کیونکہ اگر نہ کہتے ہوتے تو صاف یہ مشہور کرتے کہ ہمپر بہتان باندھا گیا ہی اور جب ناحق عیب نکالنے والے بکثرت تھے تو یہ بات تمام مین مشتہر ہو جاتی پس ثابت ہوا کہ ضرور سچی بات تھی تو معلوم ہو گیا کہ بڑے بڑے فصحاء عرب جب اسکے اعجاز ہونے کے قائل تھے اور وہ اہل زبان تھے تو اب کسی شخص کو یہ نہین پہونچتا کہ اسمین شک کرے کیونکہ وہ مثل عرب کے ادنی آدمی کے بھی فصیح نہین ہی تو اسکو اسکے اعجاز مین کیا سمجھ ہو گی پھر جب آج تک فصحاء عرب مین اسکے اعجاز پر اتفاق ہی تو زمانہ جاہلیت کے کفار سے لیکر آج تک اجماع اور متواتر الثبوت ہو گیا کہ قرآن کلام معجز ہی و الحمد للہ رب العالمین فــــ فی العرائس قولہ تعالی بسم اللہ الرحیم۔ الر الف عین وحدانیت و لام عین ازلیت و الراء عین ربوبیت از عین وحدانیت ہی۔ الف سے قلوب موحدین کے لیے جو تمام مخلوق سے

منفرد ہین تجلی فرمائی تاکہ انوار الوہیت مین فانی ہون اور لام سے ارواح عاشقین کے لیے تجلی از عین ازلیت فرمائی تاکہ بازوے قدم سے قدم مین پرواز کرین اور را سے عین ربوبیت سے اسرار محبین پر تجلی فرمائی تاکہ حسن صفات سے اُنس پاکر مشاہدہ ذات کے مشتاق ہون موحدین کو وحدانیت سے الف کے ساتھ شربت امانیت دیا کہ صفت اتحاد سے متخلق و آراستہ ہوئے اور لام سے عارفین کو شربت جمال پلایا کہ والہ و شیدا ہوے اور را سے انوار ربوبیت سے اہل محبت کو شربت دیا کہ حیران و بیخود ہو گئے - مترجم کہتا ہی کہ یہ اسرار منجملہ عادم تفسیری کے ہین حقایق تاویل نہین ہین اور جو ابن عباس رض سے مروی ہی کہ الر معناہ انا اللہ اری - اسکے لطائف اسمین توضیح بیان ہوے شیخ رح نے لکھا کہ نیز یہ اشارت ہی کہ الف آلاء یعنے صادقین کے لیے نعمتین ہین - لام الطاف برائے مقربین ہین - را رحمت بحق تائبین ہی حسین رح نے کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز کا علم ہی اور قرآن کا علم ان حروف مین ہی جو سورہ کے اول مین ہین - شیخ نے کہا کہ میرے دل مین واقع ہوا کہ سورہ یونس مین جو غرائب و عجائب و قصص و امثال ہین انکو صرف تین حرف مین جمع کردیا یعنے الف لام را مین اور اپنے حبیب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو اس سے متنبہ کردیا اور آنحضرت صلعم کو یہ کافی ہو گیا کیونکہ اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کے درمیان اشارات جاری ہین کہ اُنسے دیگر مخلوق مین سے کسی کو اطلاع نہین ہو سکتی ہی اسیواسطے انکو پوری سورہ نازل ہونے کی ضرورت ہوتی ہی یعنے قبل نزول تمام سورہ کے انکو تمام احوال و معانی پر اطلاع نہوتی بخلاف آنحضرت صلعم کے کہ حرف الر سے سب اطلاع ہو گئی - اور نیز مجھے مخطور ہوا کہ اللہ تعالے نے تربیت و مواسات کے طور پر سب سے اچھے نام سے خطاب فرمایا چنانچہ الف سے اشارہ کیا کہ اے آدم الثانی کیونکہ آدم مین الف سب حروف سے پہلا حرف ہی اور لام سے یا لطیف کا اشارہ ہی اور الرا سے یا رحیم کی طرف اشارہ ہی جیسے طٰہٰ اور یٰسٓ اور یا ایہا المزمل اور یا ایہا المدثر مین صریح اور اشارت ہی - قولہ تلک آیات الکتاب الحکیم یعنے یہ اخبار و آیات صفات ازلیہ ہین کہ قدم و ازل مین تو انکا عالم تھا اور نیز یہ علامات ہین کہ ازل مین ہم نے تیری روح کو الہام کیا تھا پس اس سے تجھکو خطاب ازلی کا پتہ یاد آجائیگا - پھر اللہ تعالے نے تلک آیات الکتاب الحکیم - مین بیان فرمادیا کہ قرآن مجید محکم بحکم ازلیہ ہی اور پوری جہتون سے آراستہ ہی جسمین حکم ربوبیت موجود اور عبودیت کے آداب موجود ہین جسنے اسکی سمجھ پائی وہ حکمت آلہیہ سے حکیم ہو گیا - بعض نے کہا کہ اسمین علامات ہین جس سے معلوم ہوجاتا ہی کہ کون اس خطاب سے حکمت حاصل کرکے مقبول ہوا - بعض نے کہا کہ کتاب حکیم یعنی عہد ناطق باحکام ظاہر و باطن ہی - استاد رح نے کہا کہ الکتاب الحکیم - الف لام عہد کا ہی یعنے وہ کتاب جو ازلی میثاق کے روز تم سے وعدہ کردی گئی تھی اور اشارہ اسمین یہ ہی کہ ہم نے تم سے وعدہ پورا کیا اور رشتہ محبت مضبوط کردیا اور زمانہ دوری منقضی ہو گیا اور زمانہ سرور ملاقات نزدیک پہونچا پس شربت محبت نوش کرو اور طریقہ مودت پر مستقیم رہو اور ایسے لوگون کیطرح مت بنو جنہون نے محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت و نبوت سے عجب کرکے موقع عنایت الٰہی کو نہین پہچانا کما قال تعالے اکان للناس عجبا ان اوحینا الے رجل منہم - پس درحقیقت یہ فضل عظیم تھا اسکو تعجب سے بدل لیا پھر اللہ تعالے نے آگاہ کیا کہ خاصہ وحی اس لیے کہ جو مخلوق کہ مشاہدہ عظمت کبریاء و جلال سے غافل سوتے ہین انکو بیدار کرے کما قال تعالے ان انذر الناس - پس اسمین معرفت حق تعالے کی تعلیم ہی کہ وہ پاک پروردگار ہر شخص کے فعل نیک و بد سے ایسا علیم و خبیر ہی کہ جتنا اسکا فاعل نہین جانتا اور اسکی صفات مین عقاب کرنا بھی ہی جیسے نیکون کو نعمت دینا کما قال تعالے وبشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم - سچی ارادت و خلوص والون کو اپنی سوابق نعمت سے آگاہ فرمایا کہ اُنکے لیے وصال جمال بلا حجاب ہوگا - نیز اشارت ہی کہ میثاق ازل مین جب کشف جلال و تجلی جمال ہوا تو صادقین کی ارواح ہی کے لیے قدم صدق تھا

پس مؤمنین کا سچا وعدہ تھا کہ عبودیت کے مقام مین محبت کی برداشت کرنے مین اُنکا قدم نہین لغزش کریگا- نیز اشارہ ہو کہ قدم ربوبیت ایجاد کونین مین نہین رکھا گیا الا اُسی وصف سے ازل مین اُنکے ساتھ محبت صادقہ تھی- نیز واضح ہو کہ اول آیت مین تخویف ہو بقولہ ان انذر الناس- اے جنّے ایک دم میرے مشاہدہ کو کھویا اور بیباک مارتے میرا فراق اختیار کیا اُسکو اس حرکت سے خوف دلا وے- پھر آخر آیت مین بشارت فرمائی بقولہ وبشر الذین آمنوا- یعنی جنکے دل اُسکی محبت مین بھرے ہوئے اور سچی یاد مین مستغرق مین اُنکو اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بشارت دیدی- نیز اشارت ہو کہ اہل ارادت کو جو یقین کامل رکھتے ہین یہ بشارت دیدے کہ زمانہ فتور و فراق مین اگر بمقتضاے بشریت و ہولئے نفسانی اُنسے قصور ہوا تو میرے لطف سے نا امید نہون کہ انکے لیے قدم صدق ہی یعنے حکم قبولیت ازلیہ اُنکے لیے ثابت ہی پس نا اُمیدی وسوسہ شیطانی ہو کہ قدم ارادت مقام قبولیت سے دور کردیے جاوین بلکہ لطف و رحمت پر نظر رکھین کہ آخری قدم اُنکے برابر استقامت پر ہو کر سب اگلے پچھلے یکسان ہوجاوینگے- ابوسعید الخراز رح نے کہا کہ حقیقت قول یہ تھا کہ جنّے ڈھونڈھا اُسنے پایا پھر اسمین ڈھونڈھنے والے کئی راہون پر متفرق ہوئے اول اہل اشارات ہین کہ بقوت اشارت سے اُنھون نے ڈھونڈھا پس وہی قدم صدق کے مصداق ہین اور وہی اہل طوالع واشارات ہین- سہل رح نے کہا کہ قدم صدق سابقہ رحمت جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین ودیعت رکھی تھی ترمذی رح نے کہا کہ قدم صدق وہ امام وہادی صادق شفیع مطاع محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین- نصرآبادی رح نے کہا کہ قدم صدق ہر مقام مین ادب کا سلوک ہی اور وہ موضع شفاعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی- استاد رح نے کہا کہ قدم صدق وہ طاعات وعبادات واعمال صالحہ بصدق نیت ہین جنکو اُنھون نے مقدم بھیجا ہی اور صداقت اُنکی طاعت ادا کرنے مین بھی اور بسبب کامل نہونے کے اقرار نقصان مین بھی پس اُنکی یہ صداقت بفضل الٰہی گویا تکمیل ہی- بعض نے کہا کہ قدم صدق وہ انعام ہین جو یوم القیامۃ مین انکے لیے مقدم کردیے ہین- پھر اللہ تعالے نے اپنی الوہیت و ربوبیت وانواع احسان وکرامات ثابت کرکے متنبہ فرمایا کہ مہمل نہین چھوڑے گئے ہین اور ان معارف کے واسطے رسالت ضرور ہی جو جن یا ملائکہ سے تمام نہین ہوسکتی پس رسول آدمی ہوگا- فقال تعالیٰ-

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ

تمھارا رب اللہ ہی جس نے بنائے آسمان و زمین چھ دن مین پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا کام کی

مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○

کوئی سفارش نہ کرسکے مگر جو پہلے اُسکا حکم ہو وہ اللہ ہی رب تمھارا سو اُسکو پوجو کیا تم دھیان نہین کرتے

سعد بن اسحق بن کعب بن عجرہ سے روایت ہی کہ جب مکہ مین یہ آیت اُتری تو سوارون کا ایک بڑا گروہ اُنسے ملاقی ہوا تو اُنھون نے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو پس اُنھون نے جواب دیا کہ ہم جن ہین مدینہ سے آتے ہین اور یہی آیت کریمہ ہمارے سفر کرکے حاضر ہونے کا باعث ہوئی ہی رواہ ابن ابی حاتم اس آیت مین اللہ تعالے نے اپنی الٰہیت سے متنبہ کرکے عبادت خالص اپنے ہی واسطے ثابت فرمائی بقولہ تعالے- إِنَّ رَبَّكُمُ بے شک رب تمھارا- اللَّهُ اللہ تعالے ہی- الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ جسکی صفت یہ ہی کہ اُسی نے پیدا کیے سب آسمان اور زمین- فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ چھ روز مین- یعنی دنیا مین جتنی مقدار ایک روز کی ہوتی ہی تو اتنی مقدار کے چھ گونہ وقت مین کہ چھ روز کے انداز ہوا سب آسمانون و زمینون کو جو سب سے بڑی مخلوق نظر آتی ہی پیدا فرمایا اور اگر

تو ایک لمحہ بلکہ اُس سے بہت کم مین پیدا کر دیتا لیکن مخلوق کو آہستگی اور خوبی کے ساتھ کام کرنا سکھلانے کو اس اندازہ کے وقت مین پیدا کیا اور ہم نے چھ روز کا اندازہ اسواسطے کہا کہ اُسوقت مین سورج نہ تھا کہ دن و رات ہو تو مراد یہی ہی کہ چھ روز کی قدر وقت مین پیدا کیا - لیکن مترجم کے نزدیک اسمین اشکال یہ ہی کہ زمانہ کا حساب حرکت فلکی سے ہی تو فلک نہونے پر وقت و زمانہ اندازہ بھی نہوگا پس جواب اسکا یا تو اسطرح دیا جاوے کہ حرکت فلکی سے زمانہ ہونے کا قول فلاسفہ کا ہی اور ہم اسکو نہین مانتے ہین اور یا جواب یہ ہی کہ آسمان و زمین نہونے کی حالت مین کوئی کیفیت حس و خیال سے معلوم نہین ہو سکتی ہی پس جائز ہی کہ دن اس حال مین موجود ہو جسکی کیفیت ہمکو معلوم نہین جیسی وہ حالت ہمارے قیاس مین محسوس نہین ہو سکتی ہی اور بنسبت اس موجودہ حالت کے وہ حالت عدم اس ملکہ کا ہی محض عدم نہین ہی علاوہ برین علم الٰہی مین ہر حادث کا وجود تھا حتی کہ جو کچھ قیامت تک موجود ہو لہذا سورج نہونے یا فلک نہونے سے جزم اس امر کا نہین ہو سکتا اور نہ حکم لگایا جا سکتا ہی کہ دن نہ تھا یا زمانہ نہ تھا کیونکہ عدم العلم مستلزم علم العدم نہین ہی اور سورج کے طلوع و غروب کے مابین کو دن کہنا فقط لفظی گفتگو ہی کہ اس وجود دنیاوی مین اسکے سوائے معلوم نہین جیسے اقرار میثاق ازل اب یاد نہین ہی یا پچاس ہزار برس کا دن کبھی دیکھا نہین ہی پس سوائے کیفیت مجہول ہونے کے کوئی استحالہ لازم نہین آتا تو جب اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرما دیا کہ چھ روز مین پیدا فرمایا تو معلوم ہو گیا کہ روز تھا جسکی کیفیت ہمارے خیال سے باہر ہی اور ہم اسی کو یقین کرتے ہین لہذا جو صحیح حدیث مین وارد ہوا کہ اتوار کے روز پہاڑ قائم اور دوشنبہ کو فلان چیز و سہ شنبہ کو فلان چیز وغیرہ مفصل ایام کی پیدائش مذکور ہی اور دیگر احادیث جنمین تعیین ایام ہی سب اپنے ظاہر معنی پر ہین اور ایسے ہی جنت کے خلود وغیرہ مین بعض احادیث مین تخصیص روز جمعہ کے مانند ظہور خصوص نعمت خاص کا جو وارد ہوا وہ اپنے معنی پر ہی حالانکہ وہان سورج و چاند اور دن و رات نہین ہی بالجملہ ملک آخرت و عالم ورای محسوسات کو عالم عناصر محسوسات پر قیاس نہین کر سکتے ہین اور نہ کوئی استحالہ قائم ہو سکتا ہی اور عجب ہی کہ ذہن کے مقابلہ مین خارج کا حکم بدلا ہوا مسلم ہی پھر عقل و ایمان ہمارے مسئلہ مین بدرجہ اولےٰ کسی اشکال کو راہ نہین دیتے ہین - فاستقم وباللہ التوفیق - اور آیت مین دلیل ہی کہ سما بمعنی بلندی نہین بلکہ ایک خلقت محسوس اور چند عدد جمع ہی تو جسنے یہ زعم کیا کہ آسمان فقط منتہاے نظر ہی وہ آیت سے کافر ہی - اور آیت مین ربکم مقدم کیا اس لیے کہ عرب کے کفار اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی لہذا انحصار کے ساتھ یون بیان کرنے کی بھی ضرورت نہین کہ اللہ تعالےٰ ہی نے انکو پیدا کیا ہان وے لوگ اپنے کامون و حاجتون کا سرانجام دینے والا بعضے بتون کو خیال کرتے اور انکو رب جانتے تھے تو رد کر دیا کہ رب تمہارا وہی اللہ تعالےٰ ہی جسکی قدرت عظیم و شان بے قیاس ہی اُسنے چھ روز مین لینے اپنی مخلوق کو اسی طرح آہستہ سوچ سمجھکر کام کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لیے چھ روز مین آسمانون و زمین کو پیدا کیا - ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر عرش پر مستوی ہوا - کرخی رح نے لکھا کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالےٰ کی ایک صفت ہی اُسکی کیفیت بالکل سمجھ سے باہر ہی - مفسر رح نے لکھا کہ یہ استوار ایسا ہی جو اُسکی شان پاک کے لایق ہی - یعنی کوئی جاہل یہ گمان نہ کرے کہ عرش پر مستوی ہونا ایسی کیفیت پر ہی یا اسکی مثال اسطرح ہی یا یون متصور ہی کیونکہ حضرت باری تعالےٰ کو کسی چیز سے تشبیہ نہین اور نہ آدمی کے قیاس کو مجال ہی پس جب صحیح آگیا کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز سے مشابہ نہین ہی تو اتنا بالیقین معلوم ہو گیا کہ جو کیفیت بندہ تصور کرے وہ حادث ہوگی اور حادث سے اللہ تعالےٰ پاک ہی تو اُسکی کیفیت کبھی معلوم نہین - اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے استوار علی العرش کو بیان فرمایا تو ہم یہ نہین کہتے ہین کہ

یہ کچھ نہیں ہے بلکہ یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ اُسنے فرمایا وہ صحیح ہے اور کیفیت جسکو معلوم نہیں ہے ہاں اتنا یقین ہے کہ کوئی تشبیہ و تمثیل و
تصور بیان نہیں ہے۔ پس یہ طریقہ تو سلف الأئمہ و اماموں کا ہے کہ ایسی آیات کو جو اللہ تعالے کی شان میں ہیں انپر بدون تاویل کیے
اسیطرح ایمان لاتے ہیں کہ جسطرح وارد ہوا بدون کیفیت کے اور یقین جانتے ہیں کہ یہاں قیاس و گمان و وہم وغیرہ سب باطل ہے
اور پچھلے علماء رح نے ان آیات میں تاویلیں کیں تاکہ سمجھ سے موافق ہو جاوے ولیکن بے ضرورت تاویل ہے اور بکثرت احادیث جو
صفات میں وارد ہیں اُنمیں تاویل بعض جگہ بنتی ہے اور بعض جگہ بالکل نہیں بنتی ہے تو تاویل بیکار ہے اور کوئی آدمی جسکو ذرا بھی عقل ہے
وہ ایمان لانے کے لیے اس بات پر ہٹ نہیں کریگا کہ مجھے شان و صفت الٰہی کا علم ہو جاوے اس لیے کہ مخلوق کو اتنی مجال نہیں
کہ حضرت خالق تبارک و تعالے کا علم حاصل کرے لہذا آیات و احادیث صفات کو اپنے معنی پر یقین کرے بدون دخل اپنے قیاس کے
اور جان لے کہ یہ صفت الٰہی ہے جسطرح اُسکی شان پاک کے لایق ہے اُسی طرح ہے۔ پھر قولہ ثم استویٰ۔ میں حرف ثم اس امر پر دلالت کرتا ہے
کہ آسمانوں و زمین پیدا کرنے کے بعد صفت استوار عرش ظاہر ہوئی اور وہ پاک پروردگار قبل اسکے عرش سے مستغنی تھا اور بعد اسکے
بھی کیونکہ اوتعالے کو کسی چیز حادث کی طرف احتیاج محال ہے اور صفات الٰہی سب قدیم ہیں اُنمیں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا
ہاں ظہور اوقات مختلف میں ممکن ہے۔ بالجملہ سچا طریقہ ایمان کا وہ ہے جپر صحابہ و تابعین گذرے کہ بیشک بے تردد وہ ایمان لائے تھے اور ہم بھی ایمان لاتے
ہیں کہ اللہ تعالے نے چھ روز میں آسمانوں و زمین کو پیدا کیا اور پھر عرش پر جسطرح اُسکی شان پاک کے لایق ہے مستوی ہوا۔ یُدَبِّرُ
الْاَمْرَ تدبیر فرماتا ہے امر کی۔ اس جملہ کو بدون واو عطف کے فرمایا کیونکہ یہ گویا سابق کلام کی تفسیر و تفصیل ہے تدبیر لغت میں نظر
کرنا ادبار امور کو یعنے انجام کار میں نظر کرنا تاکہ اچھی صورت پر واقع ہو اور امر بمعنی شان و حال ہے اور جناب باری تعالے میں
تدبیر کے معنی قضاو قدر کا جاری کرنا نہایت حکمت و کمال قدرت پر کیونکہ اوتعالے کا علم محیط ہے اور اُسی کے خلق سے تمام مخلوق ہے لہذا
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ معنی یہ ہیں کہ امر خلایق کی تدبیر فرماتا ہے اُسکے علم سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین
میں اور نہ کوئی حال و شان اُسکو مشغول کر سکتی ہے اور نہ بے شمار مخلوق کی حاجات و دعاؤں میں کچھ سہو ہوتا ہے اور نہ جنگلوں و پہاڑوں
و آبادیوں و آسمانوں و زمینوں و ملائکہ و جن و انسان و وحوش و طیور و کروروں اقسام کے حشرات الارض و چیونٹیاں و مکھیاں اور بے نہایت
خلقت جسکے علم سے وہی آگاہ ہے کسی کے رزق و جزاو سزا و دعا و عطا میں ذرہ برابر تغیر و فرق ہو سکتا ہے اور ہر جانور کا روزینہ اللہ تعالے
کے فضل پر ہے اور کوئی پتی بدون اُسکے علم کے نہیں گرتی اور کوئی دانہ زمین کے اندر بدون اُسکی اجازت تغیر نہیں پاتا اور جو کچھ رطب
و یابس ہے سب کتاب مبین و لوح محفوظ میں موجود ہے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یدبر الامر یعنی امر کائنات کو بمقتضاے حکمت بالغہ
و کلمہ قدیمہ مقدر فرماتا اور اُسی کے حکم و تحریک پر اسباب نازل ہوتے و اُسی کے فعل و قدرت سے خلق جاری ہے۔ بالجملہ جب کافر لوگ
حضرت حق تعالے عزوجل کے اس اقتدار عظیم کو دیکھیں اور اُسکی عظمت و جلال میں فکر و غور کریں تو انکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت
میں کچھ تعجب و شک نہوگا کہ اللہ تعالے کی معرفت تعلیم فرماتا ہے اور انکو کچھ شک نہ رہے کہ ایسا خلاق العلیم سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ
العظیم وہی ہمارا رب کریم ہے اُسی کے واسطے الوہیت و ربوبیت مختص ہے اور اُسی کے ہم بندے ہیں تو بندگی خالص اُسی کی ہے پس بتوں
وغیرہ کسی چیز کا شرک ہو محض باطل ہے اور رہا یہ گمان کہ بت وغیرہ ہماری حاجت بر لاتے ہیں اللہ تعالے کے یہاں ہمارے شفیع و سفارشی
ہیں تو محض باطل گمان ہے اول تو بت پتھر کے خود تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پس وہ تم سے بھی بدتر ہیں دوم انکو گویائی ہی نہیں ہے

تیسرے پتھر کو نہ عقل نہ شعور - جو تھے حضرت رب العزۃ ذو الجلال والاکرام کے دربار عظمت وجلال کبریائی مین دم مارنے کی مجال کہان ہی
اور بدون اسکے حکم کے زبان حرکت کہان کر سکتی ہی قال اللہ تعالے مَامِنْ شَفِیْعٍ اے لا احد شفیع یشفع لاحد - کوئی سفارش
کرنے والا جو کسی کے لیے سفارش کرے ہو نہین سکتا - اِلَّامِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ مگر حق عز وجل کی اجازت کے بعد - پس بدون اسکی اجازت
کے کسی کی زبان ہل نہین سکتی کہ سفارش کر سکے تو اگر بتون کے زبان ہوتی اور شعور ہوتا اور بول سکتے تو بھی بیکار تھے کہ بدون رضامندی
حق عز وجل کے انکو مجال سفارش نہوتی - اور ظاہر ہی کہ جو بندے کہ اپنے پروردگار کے سوائے دوسرے کی بندگی کرین تو اللہ تعالے
ایسے مشرکون سے راضی نہین اور انپر غضب فرماتا ہی اور بت اگر شعور رکھتے اور اپنے معبود بنائے جانے پر راضی ہوتے تو انکو بھی سخت
عذاب ہوتا اور بڑی ذلت و دکھ کی مار اٹھاتے پھر سفارش کیسی لہذا قطعی حکم دیدیا کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک به الآیۃ یعنی اللہ تعالے
یہ نہین بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے یعنی کوئی دوسرے کی بندگی کرے یا دوسرا اپنی بندگی پر اس سے راضی ہو کیونکہ دونون مشرک
و مردود ہین - آیت مین دلیل ہی کہ اللہ تعالے کی اجازت سے شفاعت ہوگی چنانچہ آنحضرت صلعم کے واسطے حق تعالے عز وجل نے اجازت
کا وعدہ فرمایا ہی اللھم ارض عنا بفضلک وتوفنا مومنین مسلمین علی سنۃ نبیک محمد صلے اللہ علیه وعلی آله واصحابه اجمعین - الحاصل اللہ تعالے
کی عظمت وکبریائی وقدرت وکمال ایسی ہی اور عظمت وجلال یہ کہ بدون اجازت کسی کی زبان نہین ہل سکتی - ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
یہی عظمت وجلال والا اللہ تعالے تمھارا رب ہی وہی معبود ہی اسی کے تم بندے ہو اسی کے واسطے عبادت وبندگی خالص وخاص ہی -
فَاعْبُدُوْهُ پس اسی کی توحید کرو یعنی یقین کرو کہ لا اله الا اللہ وحدہ لا شریک له - پس اسی کی بندگی کرو - اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ اے
تتذکرون - کیا تم سمجھکر نصیحت نہین پکڑتے ہو - پس درحقیقت تعجب کے قابل یہ بات تھی کہ حضرت حق ذو الجلال والاکرام کی توحید
چھوڑکر بتون وغیرہ کے بندے بنگئے جس سے آنکھین اندھی و دل سیاہ ہوگئے تو الٹا تعجب کرنے لگے کہ محمد صلے اللہ علیه وسلم آدمی ہین
اللہ تعالے کے رسول نہین ہو سکتے ہین باوجودیکہ یہ کلام معجز نظام کہ سراسر معرفت ہی اپنے دعوی رسالت پر معجزہ لائے تو بدبخت کافر
اسکو جادو کہنے لگے حالانکہ اس امر کے قائل تھے کہ تمام مخلوق اللہ تعالے کی پیدا کی ہوئی ہی پس خود ہی اقراری تھے کہ وہی معبود برحق اور
اسی کی بندگی خالص ہی ف - عرائس البیان مین ہی کہ اللہ تعالے نے اپنی الوہیت کو اسرار عارفین واہل توحید کی تربیت کے واسطے
ذکر فرمایا بقولہ ان ربکم اللہ - پھر اہل یقین کے فرحت قلوب کے لیے آگاہ فرمایا بقولہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام - اسمین اہل عقل
کو بصیرت ہی اور چند ایام مین انکی خلقت فرمانے کا بیان مفید ہی کہ انسان سے عجلت دور ہو و قد قال تعالے وکان الانسان عجولا -
پس بالطبع انسان مین عجلت اسکی کمالات وترقیات مین بہت مضر ہی پس وجود نور قلب کے لیے درنگی و آہستگی ضرور ہی جیسے اس آیت
کریمہ مین اشارہ فرمایا ورنہ او تعالے ایک لمحہ مین کرورون آسمان بے انتہا پیدا فرما سکتا ہی - وقال تعالے ثم استوی علی العرش - پھر
عرش کو اپنی تجلیات کے لیے آئنہ بنایا اور انفاس صدیقین ومریدین کے واسطے وہی نتہی ہی - مترجم کہتا ہی کہ اس سے نازل مرتبہ
پر سدرۃ المنتہی وغیرہ ہین اور سورۃ النجم وحدیث المعراج مین بہت سے اسرار کی طرف اشارہ ہی جبکہ ہدایت الٰہی سے فکر سلیم نصیب ہو -
پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمادیا کہ جو بندے صدق ارادت سے طالب حق عز وجل ہین انپر راہ بہت آسان فرمائی ہی قال تعالی یدبر الامر
ارواح کو علت حدوث وتعلق بالغیر سے پاک فرماکر راہ مشاہدہ دیتا ہی اور عارفین کے دلون کو کشف انوار صفات سے منور فرماتا ہی - پھر
بیان فرمایا کہ اللہ تعالے خود مختار ہی جسکو چاہا مقبول کیا اور جسکو چاہا مطرود فرمایا اسمین کسی مخلوق کو مجال نہین ہی بقولہ من

شفیع الامن بعد اذنہ- پس جس بندہ مخلوق کو زبان انبساط ویدی وہ سوال ودعا کرنے لگتا ہے اور دوسرون کی شفاعت کرتا ہے ورنہ حادث کو کیا مجال واسکی کیا ہستی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت وجلال کے سامنے دم مارے- پھر حسن وصف سے موصوف فرمایا اسی کو اہل معرفت کے لیے واسطے حصول معرفت کے بیان کیا بقولہ ذلکم اللہ ربکم- پھر معرفت کے بعد انکو عبادت کی طرف بلایا- بقولہ فاعبدوہ معرفت کے ساتھ اسکی عبادت کرو کیونکہ خلق سے یہی معرفت توحید مقصود ہے بقولہ تعالےٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون- یعنی توحید ومعرفت حاصل کرین- پھر انکو فکر وغور سلیم کی طرف آمادگی دلائی بقولہ تعالےٰ افلا تذکرون- دریاے فکر مین غوص نہین کرتے کہ حقایق صنائع الٰہی حاصل کرو جنسے حقائق انوار ملتے ہین اور انسے لطائف اسرار منکشف ہوتے ہین- مترجم کہتا ہے کہ توحید وتفکر کا حکم دیا کہ یہ اسوقت حصول کمالات وقبولیت کا عمل کسبی ہے پھر جزا وسزاے واقعی سے جو بلا اختیار ذواہ مخواہ واقع ہونے والا ہے آگاہ فرمایا-

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ

اسی طرف پھر جانا تم سب کو وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی بنادے پہلے پھر اسکو دوہرا دیگا تا بدلا دے انکو

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ

جو یقین لائے تھے اور کیے تھے کام نیک انصاف سے اور جو منکر ہوے انکو پینا ہے کھولتا پانی

وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝

اور دُکھ کی مار اسپر کہ منکر ہوتے تھے

واضح ہو کہ ضمیر الیہ راجع بجانب اللہ تعالےٰ جو رب وخالق ومالک ہے- مرجع لوٹنا یا مقام بازگشت جمیعًا تاکید- وعد اللہ- مفعول مطلق اپنے فعل محذوف کا اے وعد اللہ وعدًا- اور اپنے نفس کا خود مؤکد ہے کیونکہ قولہ الیہ مرجعکم- خود بھی وعدۂ الٰہی ہے- حقًا بھی مفعول مطلق اپنے فعل محذوف کا اور مؤکد غیر کا ہے یعنے وعد اللہ جسپر دلالت کرتا ہے اُسکی یہ تحقیق کرتا ہے- اس آیت سے شروع کیا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ تمام مخلوقات جو عجائب قدرت وصنعت الٰہی پر دلیل ہے تمھارے امتحان وفکر کرکے توحید حاصل کرنے کے لیے پیدا فرمائی پس تم مہمل نہین چھوڑے گئے بلکہ خواہ مخواہ تمکو بدلا دیا جائیگا پس فرمایا- اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا اللہ تعالےٰ ہی کی طرف تمھارا سب کا مرجع ہے یعنے پیدا ہو پھر ہلاک ہو کر یوم بعث ونشر کو اُسی کی طرف پھر جاؤگے کسی اور کی طرف جنکو شریک بناتے ہو نہین مرجع ہے پس اُسکے حضور مین جانے کا سامان کرو- وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وعدہ دیا تم کو اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ اور اُسکو خوب محقق کر دیا اسمین ذرا خلاف نہین ہو سکتا اِنَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ اللہ تعالےٰ ابدا فرماتا ہے خلق کو اسطرح کہ انکو پیدا کر دیا پھر اعادہ فرماویگا بایں طور کہ ہلاک کرکے پھر بعد موت کے یوم الحشر کو اُٹھاویگا پس جس حالت پر مرے ہین اُسی حال پر اُٹھینگے- لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ یہ پیدائش واعادہ اسواسطے ہے کہ بدلا دیوے اللہ تعالےٰ ان بندون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ساتھ عدل کے- یعنی اپنے عدل وانصاف کے ساتھ- یا یہ معنی ہین کہ ان مومنون نے جو عدل اختیار کیا تھا یعنے تمام امور مین اعتدال شرعی سے تجاوز نہین کرتے تھے اگرچہ انکے نفوس فساد کی طرف خواہش کرتے ہون وعدل شرع سے ناگواری اُٹھاتے ہون- یا عدل سے مراد ایمان ہے اسواسطے کہ ایمان عین عدل ہے چنانچہ ایمان یہی ہے کہ خالق عزّ وجل کی جناب مین ادب ہو پس خالق کو پہچانے اور اسکے حقوق بجالاوے اور اپنے آپ کو اُسکا بندۂ مخلوق جانے اور آپس مین بندون سے خالق عزّ وجل کے حکم کے موافق برتاؤ کرے پس

ایمان عین عدل عظیم ہی جیسے شرک ظلم عظیم ہی۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ یہی معنی اوجہ ہین یعنی یہ ہوے کہ ایمان والون کو اُنکے ایمان کا ثواب عطا فرما وے ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ اور جن بندون نے کفر کیا اُنکے لیے پینے کو حمیم ہی اور دُکھ کی مار ہی بسبب اُنکے کفر کیے ۔ کے یعنی مخلوق ہوکر خالق عز وجل کی عبادت سے منکر ہوے اسطرح کہ غیر کو شریک جانا ۔ یہ جملہ مقابلہ مین جملہ اول کے ہی۔ اور اصل مین یہ معنی تھے کہ ولیجزی الذین کفروا وعملوا السیآت بظلمہم۔ اور تاکہ سزا دیوے اُن لوگون کو جنھون نے کفر کیا اور بُرے کام کیے ہین توجہ اُنکے ظلم و شرک کے ۔ پھر بلاغت کاملہ سے اس جملہ کو اس اُسلوب پر بدل دیا پس اسمین بہت سے فوائد پیدا ہوگئے ازانجملہ یہ کہ ظاہر ہوا کہ اہل کفر اسی عذاب کے مستحق ہین۔ ازانجملہ یہ کہ تنبیہ ہوئی کہ خلق و اعادہ سے اصل مقصود ثواب کا بدلا دینا تھا اور عذاب تو بالعرض واقع ہوا ۔ ازانجملہ تنبیہ ہوئی کہ مومنون کے ثواب دینے مین اللہ تعالے بذات پاک متولی ہی پس جب اُسکے فضل و کرم پر اُنکو ثواب ملا تو اُسکی کچھ انتہا نہین اور وہ فہم بشری سے باہر ہی اسیواسطے اسمین کوئی تفصیل نہین فرمائی اور کافرون کا عذاب فقط اُنکے اعمال بد کا مساوی بدلا ہی کچھ زیادہ بالکل نہین ہی گویا اُنکی بد اعتقادی و بد اعمالی خود اُنپر یہ بیماری و دُکھ کھینچ لائی ۔ حمیم نہایت گرم پانی ۔ اور یہ نچوڑ جلتا ہوا لہو جہنمیون کا اُنکو ملیگا جس سے آنتین کٹ گرینگی بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جملہ گویا کلام سابق یعنے قولہ الیہ مرجعکم الخ کی تعلیل ہی کیونکہ جب پیدا کرنے و مارنے اور پھر اعادہ کرنے سے اصل مقصود یہ ہوا کہ ہر مخلوق کو جو اعمال کی پابند کی گئی ہی اُسکے برتاؤ کے موافق بدلا دیا جاوے تو خواہ مخواہ ہر ایک کا مرجع اسی کی طرف ہوگا ۔ اور اسکے مؤید قراءۃ عبداللہ بن مسعود رضہ و اعمش رحمہ اللہ ہی کہ اُنھون نے قولہ انہ یبدء الخلق کو بفتح ان پڑھا یعنی لانہ یبدی الخلق پس جملہ بلام تعلیل ہوا ۔ واضح ہو کہ قولہ الیہ مرجعکم ۔ مین ضمیر خطاب بجانب اہل عقل ہی اور جملہ تعلیلیہ مین ۔ یبدی الخلق ۔ عام خلق فرمائی تو اشعار ہی کہ سوائے عقلاء کے جانور وغیرہ سب کا اعادہ ہوگا حتی کہ سینگون والی بکری سے بے سینگون والی کے مارنے کا قصاص لیا جائیگا جیسا کہ حدیث مین صحیح ہوا ہی اور فرق عقلاء مین و اُنمین یہ ہی کہ حیوانات بعد قصاص و بدلے کے خاک کر دیے جاوینگے بخلاف کفار و مشرکین کے کہ وے دائمی جہنمی ہونگے جیسے دنیا مین اُنپر کرامت تھی کہ سب سے افضل کیا ویسے ہی عذاب مین سب سے خوار ہونگے فافہم واللہ اعلم ف ــــ وفی العرائس قولہ تعالے الیہ مرجعکم جمیعا ۔ اسمین اشارت یہ بھی ہی کہ جب ہر غریق و خائف و حیران و تائب و قاصد و طالب کا وہی مرجع ہی تو ہر مجذوب کو اُسکی ایک صفت پاک جذب کرتی ہی پس عاشق کا مرجع اُسکا جمال مبارک ہی اور عارف کا مرجع اُسکا جلال اور موحدین کا اُسکی کبریائی اور خائفین کا اُسکی عظمت اور مشتاقین کا وصال اور محبین کا قرب اور مرجع اہل فنا اُسکی ذات پاک ہی پس اُسکی ذات پاک کے انوار مرجع ارواح قدسیہ ہین اور انوار صفات مرجع قلوب شیفتہ و ازار افعال مرجع عقول حیران تعالے اللہ سبحانہ ۔ قال المترجم پس وہان کسی حادث و حدوث کو رسائی نہین ہی اور طرق معرفت سب مسدود ہین سوائے اسکے کہ قادم کی صفت سے قدیم کی طرف معرفت ہو اور یہ طریقہ عقلی نہین ہی کیونکہ عقل اسمین خود حیران ہی پس اُسکا طریقہ یہی ہی کہ اتباع رسول اللہ صلعم تمام و کمال ہو اور بغیر چون و چرا کے تصدیق تمام اُسی پر قائم و ثابت رہے یہان تک کہ اللہ تعالے عطا فرما وے وہ قوت جو ظل الصفۃ ہی اور اُسکا بیان اس حدیث صحیح مین ہی ۔ لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل الی آخر الحدیث واللہ تعالے اعلم ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالے پاک برتر عالی متعالی ہی وہان کسی حادث کو مجال نہین ہی اور بیان اسکا آخر آیت مین ہی قولہ تعالے وعد اللہ حقا انہ یبدی الخلق ثم یعیدہ ۔ عدم سے بتجلی قدم اُنکو ابداع فرمایا پھر قہر سلطانی سے اُنکو معدوم کیا پھر براہ شفقت

انکا عادہ فرمایا کہ اہل عرفان کو نعمت کشف جمال عطا ہو- کما قال تعالے لیجزی الذین آمنوا وعملوا الصالحات بالقسط- یعنی جن بندون
نے ملکوت کو مشاہدہ کیا انکو کشف جمال جبروت عطا فرما دے اور جن بندون نے اپنے سرائر کو درست کر کے نزول انوار کے لیے پاک
کیا تھا انکو قرب وصال عطا فرما دے اے برادر جو اس سفر دنیا سے شوق دل کے ساتھ یہان کلفتون کو پاکیزگی کے ساتھ اُٹھاتے ہوئے
وہین کا دھیان لگائے ہوئے پہونچتا ہے حق تعالے انکو نعمتون سے سرفراز کرتا ہے جنکا کچھ بیان نہین ہو سکتا- اسی پر اکتفا کرو کہ حضرت سید المرسلین
صلعم نے قسم سے بیان فرمایا کہ جنت مین ہاتھ بھر جگہ تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے- جنید رح نے کہا کہ قولہ الیہ مرجعکم- اسی سے ابتدا اور
اسی کی طرف انتہا ہے اور درمیان مین فضل ونعمت کے باغ ہین- مترجم کہتا ہے کہ درمیان مین معرض امتحان مین دنیا وما فیہا ہے
کہ اسپر تجلی قہری ہے پس جسنے اسکو امتحان مین موافق رضاے حق تعالے یعنی موافق شرع پاکیزہ لیا اگرچہ اُسکے نفس پر گران ہو اور
اسیقدر پر اکتفا کیا اور بالکل اسکو اسکی محبت سے نہین لیا بلکہ باغ حقیقی یعنے اعمال صالحہ کے لیے لیا تو اُسکے لیے دنیا کی اتنی چیزین
بالتبع اور اصلی باغ اعمال صالحہ ہین پس شیخ نے فقط اہل ایمان کی تخصیص کی لہذا یون فرمایا کہ درمیان مین باغ فضل ونعمت ہین پس
جسکے لیے ابتدا مین سعادت سابق ہو گئی تو اسکے لیے باغہاے مذکور مین نعمتون کے اظہار مین زبان شکر و دل راضی و دیدار منعم حقیقی
ہے اور جسکے لیے ابتدائی سعادت جاری نہین ہوئی اُسنے تمام عمر اپنے نفس کی خواہش مین اور فانی اموال جمع کرنے مین برباد کی تا کہ ابتدا
مین جو شقاوت اُسکے حق مین مقدر ہوئی آخر اُسی طرف مردود ہوا لہذا قال تعالیٰ الیہ مرجعکم جمیعا- پس اللہ تعالے کی طرف راجع درحقیقت
وہی ہے جسنے تمام ماسواے حق تعالے سے منھ موڑ کر اُسی کی طرف رجوع کیا- مترجم کہتا ہے کہ اشارت یہ فرمائی کہ اللہ تعالی کی درگاہ مین
مرجع واقعی یہ تھا کہ خوشی ورضا کے ساتھ ہو جسپر انعام واکرام ہے اور یہ مومنون کے لیے مخصوص ہے اور رہے کفار ومشرکین ومنافقین
تو وہ مقہور ومجبور اُسکی طرف مردود ہین ورنہ باختیار خود تو ہمہ تن دنیا وما فیہا کی طرف راجع تھے پس مرجع اُنکا عذاب شدید کی طرف ہے
استاذ رح نے کہا کہ رجوع مقتضی ہے کہ ارواح کے لیے جسم مین ہونے سے پہلے وجود ہو پس مقامات تسبیح وتقدیس مین مقیم تھین پس
جو کوئی سفر کو جاتا ہے جب وہ واپس آتا ہے تو اہل محبت اس سے خوش ہوتے ہین- بعض نے کہا کہ مثال ایسی ہے کہ جیسے مالک کے دو غلام
سفر کو تجارت کے لیے گئے جنمین سے ایک کے پاس مالک کے قاصد نے جو پیغام پہونچایا تھا اُسنے اُسی کی پابندی کر کے نفع اُٹھایا
اور دوسرے کے پاس وہی پیغام پہونچا مگر اُسنے پیغام کو خوب استوار یقین کرنے کے باوجود لہو ولعب مین زیادہ اوقات گذارے
اور کچھ نفع نہین کمایا لیکن سرمایہ بھی باقی رکھا اور تیسرے کو وہی پیغام پہونچا اسنے قاصد کو برا بھلا کہا اور اپنی راے کی پابندی کی اور
اس سے بڑھکر یہ کیا کہ وہان ایک اور آقا کی غلامی اختیار کی پھر پہلا غلام واپس ہو کر با مال اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہوا
دیکھا کہ مالک سلطان روے زمین ہے اُسنے اُسکی حسن خدمت پر تمام کمائی اُسکو بخشی اور نعمت بیقیاس و وزارت اُسپر تفضل وکرم سے
مزید فرمائی اور دوسرا غلام حاضر آیا مگر شرمندہ پس مالک نے اُسکو کچھ تنبیہ وتادیب کے بعد بخشدیا اور تیسرا غلام بفرمان سلطانی گرفتار
ہو کر مع اُس شخص کے جسکو وہان آقا بنا لیا تھا حاضر ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ شخص جسکو آقا بنایا ہے مالک کا مملوک ونافرمانی سے بھاگا ہوا
نہایت نجس ونامعقول ہے پس مالک نے دونون مردودون کو جہنم مین ڈالدیا- مترجم کہتا ہے کہ حضرت باری جل سلطانہ وعز برہانہ
ایسا پاک معبود ہے کہ اُسکی جناب مین جو مثال ونظیر بیان کیجاتی ہے وہ کسی طرح ٹھیک نہین پڑتی ہے کیونکہ جس سے مثال بیان کیجاویگی لامحالہ
حادث چیز ہوگی اور حوادث سب مخلوق ومملوک وہیچ وپوچ ہین پھر حضرت قدیم تعالے وتقدس تک کہان رسائی ممکن ہے یہان عبارت

قاصر بیان عقل حیران یہان تو اسی کے فضل پر ہدایت و معرفت ہے ۵ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم + وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم + جو کچھ ہے اسکی مخلوقات ہے ولیکن ہدایت و کرم عفو پر بھروسا کرکے شرمندگی و عاجزی کے ساتھ زبان پر حرف لایا جاتا ہے اللہ تعالےٰ عفو فرما وے ہم بندے اسی طرح آپس مین ناچار ایک دوسرے کو انھین حرفون مین سمجھاتے ہین اللھم اعف عنا واغفر لنا - پھر شیخ نے لکھا کہ جب فرمان بردار مطیع بندہ حاضر ہوا تو اسکو وہ بھلائی ملی جو اُسکے قیاس و گمان و وہم سے کہین بڑھکر تھی بلکہ کسی طرح وہم مین نہین آتی اور نہ کوئی نسبت ہے اور ثواب ملا اور قرب و منزلت حاصل ہوئی ہر دم ترقی اور کہین انتہا نہین ہے اور اقراری گنہگار غلام جب اخلاص کے ساتھ شرم مین ڈوبا ہوا افسوس و آہ کرتا ہوا لوٹا تو اُسکو کرم کے ساتھ درگزر فرمانے کا تمغہ و مغفرت و عفو کا لباس خلعت و امان مل گیا - واضح ہو کہ جو حق تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور وحی خاص سے احکام بھیجے سب قطعی ہین وقد قال تعالےٰ وعد اللہ حقا - پس صالح بندون کو فردوس اعلیٰ و رضوان اکبر ہے اور گنہگار شرمسار کے لیے رحمت و رضاء و لطف حق عز و جل ہے - پس رحمت تو وصف حق جل و علا ہے اور وصل صفت اجل کہ اسکو دوام بقا ہے مترجم کہتا ہے کہ اشارت سے فرق بتلا دیا اور یہان تقریر کی گنجایش نہین ہے ولیکن مجھے اتنی تنبیہ کی ضرورت ہوئی کہ یہ وہم نہو کہ گنہگار پر رحمت و بخشش دائمی نہین بلکہ جو بخشا گیا وہ ہمیشہ جنت مین ہے اور احادیث دیدار حق سبحانہ عز و جل مین بہت اشارات ہین از انجملہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ اُن بندون کا ہوگا جو ہر وقت اس کرم مین غرق ہین اور ادنی وہ ہین کہ اُنکے واسطے میعاد ہے فافہم و اللہ ولی الحق و ہو یہدی السبیل - استاذ رح نے کہا کہ تمام عمر مین جس بندے کو ایسا وقت جب کبھی مل گیا کہ جیسا اُسکا آغاز وجود تھا تو اشارہ مین اُسکے لیے اعادہ متحقق ہوا - مترجم کہتا ہے کہ یہ نعمت کبیر ہے اور حدیث صحیح مین ایک قصہ طویل ایک بندہ مقبول ازلی کا ہے جو شوق ایمان مین سفر دراز طے کرکے گرد آلود حاضر ہو کر عین صدق سے ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت پائی کہ اسوقت تو ایسا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اسقدر خوشی ہوئی کہ اُسی مین سکرات میں ہوئے جان بحق تسلیم ہوئے رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن اصحاب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم اجمعین - پھر حق تعالےٰ عز و جل نے عالم کو نورانی فرمانے کی قدرت کاملہ اور وحدانیت کے دلائل ساطعہ پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالیٰ -

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ

وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اُجالا اور ٹھہرائین اُسکو منزلین تو پہچانو گنتی برسون کی

وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○

اور حساب نہین بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے پتے ایک قوم پر جنکو سمجھ ہے

هُوَ الَّذِي وہی پاک ذات معبود برحق وحدہ لا شریک ہے جسنے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً کر دیا آفتاب کو ضیاء یعنی ذات ضیاء یعنی ضیاء والا کر دیا سورج کو - ضیاء مانند قیام کے مصدر ہے یا ضوء کی جمع ہے جیسے سوط کی جمع سیاط آتی ہے اور یاء تحتانیہ اسمین واو سے بدلی ہوئی ہے - وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اور کر دیا چاند کو نور یعنے نور والا - اور اللہ تعالےٰ نے دونون کو ضیا و نور فرمایا اور نور والا نہین فرمایا تو مانند رید عدل ہے وصف مین مبالغہ ہے - پھر نور کا لفظ ہر روشنی کو شامل ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ ذہب اللہ بنورہم مین بیان ہوا ہے ضوء خاص عمدہ تیز روشنی کو کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ جو روشنی کہ بالذات ہو وہ ضوء ہے اور جو بالعرض ہو وہ نور ہے پس اسمین تنبیہ ہے

حاشیہ: یاد رکھو کہ یہ ترجمہ ... عبارت ہین ... ۱۲

کہ آفتاب کو خود روشن پیدا فرمایا اور چاند کو اُسکے مقابلہ سے روشنی پاکر روشن ہو جانے والا پیدا کیا - بالجملہ یہ دونوں جرم مخلوق اور مطیع
ومنقاد ہین اور انکی پرستش کرنے والے جاہل ومشرک وسفیہ ہین اور جنکو اللہ تعالے نے ایمان عطا فرمایا وے ان دونوں کو اللہ تعالے
کی قدرت کاملہ کی نشانی جانتے ہین اور بعض سلف سے مروی ہی کہ سورج وچاند کے مُنھ آسمان کی طرف اور پشت ادھر ہی ولیکن کسی مرفوع حدیث
مین یہ بات نہین آئی پس اولے یہ ہی کہ اسی قدر پر اکتفا کیا جاوے جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے سورج کو مضی اور چاند کو منور پیدا
کیا- وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ اور مقدر کیا اسکو منازل- بیضاوی رح نے کہا کہ قدرہ کی ضمیر ہر واحد کے لیے ہی یعنی ہر واحد کی رفتار کے
منازل مقرر ومعین کردین یا منازل بمعنی ذی منازل ہو یعنی ہر ایک کو مقرری سیرون والا کر دیا- پس ہر ایک اپنی گردش مین اور سفر مین
مقرری منزلون سے تجاوز نہین کرتا- مترجم کہتا ہی کہ اس تقریر سے یہ وہم دفع ہوا کہ قدرہ کی ضمیر مذکر ہی اور شمس بولنی سماعی ہی
تو قدرہا چاہیے تھا پس قاضی رح نے دفع کر دیا کہ ضمیر ہر واحد کی طرف ہی یعنے - قدر لکلٖ احد منہما - اور اولی یہ ہی کہ ضمیر فقط قمر کی طرف ہو اور
ذکر اگرچہ دونون کا ہوا لیکن ضمیر مذکر سے التباس نرہا کیونکہ شمس مونث مستعمل ہی اور شمس کے منازل سے عموماً عرب بلکہ عموماً عوام واقف
نہین ہوتے ہین اور یہان عموماً ہر ایک کو عبرت اور حسن قدرت الٰہی پر تنبیہ مقصود ہی اگرچہ عبارت بلیغہ دونون کو بھی شامل ہی اور یہی مفسر رح
نے اختیار کیا اور اسی کو ثانیاً بیضاوی رح نے ذکر کیا کہ یا قدرہ کی ضمیر بجانب قمر راجع ہی یعنے اللہ تعالے نے قمر کے منازل مقدر فرمائے
اور اس سے یہ لازم نہین کہ آفتاب کے منازل نہون- رہا یہ امر کہ قمر کو خاص کر کے کیون بیان کیا تو مترجم نے اوپر ایک وجہ کی طرف
اشارہ کیا اور دوسری وجہ قاضی رح نے بیان کی کہ قمر کی رفتار تیز ہی اور اُسکے منازل معائنہ ہوتے ہین اور شرعی احکام اس سے متعلق ہین
مترجم کہتا ہی کہ یہان کچھ شرع ماننے والون کی خصوصیت نہین بلکہ عموماً ہر ایک کو تنبیہ بوحدانیت الٰہی تعالے منظور ہی پس کمال قدرت
دیکھین اور احسان بھی دیکھین کہ اللہ تعالے نے اسکو منور اور اسطرح منازل کے ساتھ مقدر پیدا کر کے احسان کیا لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ
السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ - تاکہ جان لو تم لوگ شمار سال کا اور حساب سنین جمع سنۃ بمعنی سال اور حساب سے یہ مراد کہ ہفتہ ومہینہ وایام جو تمھارے
معاملات مین پڑتے ہین تم انکو معلوم کر لو- اور مفسر رح نے منازل کی تفسیر مین لکھا کہ اٹھائیس منازل اسیقدر راتون کے مقدر ہوئین یعنے
ہر مہینہ ہر رات ان مین سے ایک منزل مین ہوتا ہی اور جب مہینہ تیس کا ہو تو ایک رات دن اور جب انتیس کا ہو تو ایک دن چھپ جاتا ہی
کمالین مین کہا کہ کبھی تین رات بھی چھپتا ہی اور اسپر بعض اہل الہیئۃ کا قول شاہد لایا- مترجم کہتا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ مفسر رح نے شاید
یہ تفسیر بطریق علم الہیئتی ہی اور چونکہ بالاجمال تقدیر منازل نص مین مذکور ہی تو ایسی حالت مین یہ قول لینا مضائقہ نہین ہی بخلاف علم نجوم
وغیرہ کے یا دیگر امور علم الہیئۃ کے جو خلاف نصوص ہین یا رجم بالغیب ہین انکو لینا یا اُسپر اعتماد کرنا حلال نہین ہی اگرچہ بعض نے فی الجملہ اسمین
مخالفت کی ہی اور بعض نے فقہ کے ایک مسئلہ سے استدلال کیا کہ اگر کسی نے دوسرے کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو نجوم سکھلا دے اور
مثلاً دس روپیہ ماہواری دونگا تو فقہ مین لکھا ہی کہ اجرت واجب ہوگی- پس اُس شخص نے استدلال کیا کہ یہ جائز ہی بدلیل ایجاب اجرت
کے اور اسکا جواب یہ ہی کہ ایجاب اجرت کا حکم باعتبار علما ہر قضاء کے ہی چنانچہ اور مسائل بھی ایسے موجود ہین کہ باوجود عدم جواز فعل کے
وجوب اجرت کا حکم دیا اور تنغیص کردی کہ یہ فعل مکروہ ہی پس اس سے استدلال نہین ہو سکتا- بعض نے اس آیت سے نکالا کہ علم
حساب سیکھنا جائز ہی- مترجم کہتا ہی کہ ظاہر لفظ سے یہ استدلال کیا گیا ہی اور میرے نزدیک حق یہ ہی کہ اصل مقصود زندگی دنیا کا یہی ہی
کہ سورج وچاند کی طرح اپنے منازل طاعت واتباع سنت کو استقامت سے پورا کرتا رہے اور جب آدمی سب مخلوق سے اکرم ہی تو ان

دونون سے بڑھکر نور ایمان سے منور ہوا ورجو امر کہ اسکے حق مین ذخیرہ آخرت نہو اس سے احتراز کرے پس اللہ تعالے نے ضرورت واکثر حاجت کے واسطے چاند کا حساب کافی کر دیا ہی اور یہ اصل ہی اور اس سے زائد جہان تک مفید ہو اور لا یعنی نہو جائز ہی ورنہ اتنا وقت طاعت و ذکر الٰہی مین صرف کرے۔ بالجملہ جیسے جواز کی وجہ نکلتی ہی ویسے ہی یہ بھی نکلتا ہی کہ چاند کی اسطرح منازل کی خلقت تمھاری حاجت کے لائق شمار وحساب کے واسطے کافی پیدا کر دی ہی۔ بعض نے نکالا کہ شمار سال جان لینے مین علم تاریخ یعنی مثلاً اچھے لوگون کا سال پیدائش و وفات جان لینا جائز نکلا۔ بعض نے قولہ قدرہ کی ضمیر راجع کرنے مین اول توجیہ کے موافق لکھا کہ قولہ لتعلموا عدد السنین یہ نتیجہ آفتاب کی تقدیر منازل کا ہی یعنی آفتاب کی منازل مقدر فرمائے تاکہ تم لوگ اس سے سالون کی گنتی جان لو اور حساب نتیجہ تقدیر منازل قمر ہی۔ بالجملہ یہ دونون منور جرم اپنے خالق عزوجل کے مطیع ومنقاد ہین اور حدیث صحیح مین ہی کہ آفتاب ہر روز غروب کے وقت سجدہ کرتا ہی اور اجازت چاہتا ہی پس اسکو حکم ہوتا ہی کہ مطلع سے پھر طلوع کرے یہ معانی اہل ایمان کے نزدیک یقینی ہین اگرچہ جہلاء بے ایمان کے خیال مین نہ آوین۔ حق تعالے نے فرمایا۔ **مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ** نہین پیدا کیا حق تعالے نے اسکو یعنی جو مذکور ہوا ہی۔ **اِلَّا بِالْحَقِّ** مگر متلبس بحق۔ یعنی جو مذکور ہوا اسکو اللہ تعالے نے محض حق و درست و عین حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہی یہ کچھ عبث وبیکار نہین ہی اور جہان تک بندہ صحیح سالم فکر کرے تو علم کے ساتھ جان لیگا کہ انسان کے رزق وحیات وصحت وغیرہ کے یہ اسباب ہر دم اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین کمال حکمت کے ساتھ مسخر ہین نہ انکو خود کوئی تاثیر ہی اور نہ قدرت ہی جسنے انکو پیدا کیا وہی تمام مخلوق کا حافظ و رازق عجیب لطف سے ہی لہذا فرمایا۔ **يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ** بصیغہ غائب اے یفصل اللہ تعالے یعنی مفصل بیان فرماتا ہی اللہ تعالے۔ دوسری قراءۃ مین۔ نفصل بصیغہ متکلم ہی یعنی حق تعالے فرماتا ہی کہ مفصل بیان فرماتے ہین ہم آیات کو یعنی اپنی قدرت و وحدانیت والوہیت کے دلائل ونشانیون کو۔ **لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ** واسطے ایسی قوم کے جو جانتے ہین یعنی سوچ و فکر کر لیتے و جان جاتے ہین۔ لقوم مین لام بمعنی نفع ہی پس یہ مراد نہین کہ بیان کرنا عموماً سب کے واسطے نہین ہی بلکہ علم غیب سے آگاہ کر دیا کہ سب بندے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ یہ دلائل قدرت و وحدانیت بہت روشن ہین بلکہ نفع اس بیان سے فقط اہل ایمان و یقین ہی کو ہوگا پس یہ بیان انھین کے نفع کے لیے ہی۔ واضح ہو کہ آیات مین ہر شخص کو اپنی مقدار پر نفع ہوتا ہی اور اعلیٰ اسکا انبیاء علیہم السلام کو ہی اور حدیث صحیح مین ہی جو کہ آنحضرت صلعم کے تہجد کے لیے اُٹھنے کے بارہ مین ہی کہ سبحان اللہ اس رات کیا کیا ابتلاء نازل ہوے ہین جگا دو حجرون والیون کو کہ بہتیری دنیا مین لباس والیان آخرت مین ننگی ہونگی۔ بالجملہ کوئی مومن ایسا نہین کہ اسکو ان آیات سے وحدانیت والوہیت الٰہی و فناے دنیا و تحقیق آخرت کا فائدہ حاصل نہو اسیواسطے اللہ تعالے نے آیات مابعد مین اسکو متفرع فرمایا ہی۔

ف — وفی العرائس قولہ تعالے هو الذی جعل الشمس ضیاء الآیۃ۔ تفصیلی اشارات جو اس آیت کریمہ کی ہدایت سے غور کرنے مین حاصل ہون ازانجملہ یہ ہی کہ آفتاب ذات پاک کو ارواح عارفین کے لیے ضیاء کر دیا پس ازل و ابد انکو نظر آیا اور قمر صفات کو عاشقون کے لیے نور کر دیا پس انکو اخلاق جمال و جلال نظر آئے پس صولت ذات سے ارواح مذکورہ عین ذات مین فنا ہوئین اور مشاہدہ صفات سے ارواح ثابتہ عین صفات مین فنا ہوئین پس آفتاب ذات ہر حال مین و تمام اوقات مین ارواح کی نظر سے پوشیدہ ہی اسیواسطے نہ وہ اس سے غائب ہین اور نہ اسکو دیکھتے ہین کیونکہ مقام توحید ہی۔ سورج تو دن گزر کر رات مین غروب ہوتا ہی مگر دلون کا آفتاب کبھی غروب نہین ہوتا۔ اور صفات کا چاند حالت بسط مین دکھلائی دیتا اور حال قبض مین چھپ جاتا ہی اسیواسطے مقام مقامات

کے منازل مین قلوب کا حال منقلب رہتا ہی پس جیسے آفتاب کی مواجہت مین کمی بیشی کے اختلاف سے چاند گھٹتا بڑھتا رہتا ہی ایسے ہی ماہتاب صفات کے ظہور خفا مین قلوب کا حال ہوتا ہی- پھر محبین کے دلون مین ہدایات کے منازل ہین کہ مواجید و حالات وغیرہ انھین منازل مین متفاوت ہین اور انفاس کا جریان موافق معرفت و محبت و اوقات و ارادت غیبیہ کے ہوتا ہی پس انھین اسباب کے اجتماع وغیرہ سے حالات معلوم ہوتے ہین اور قولہ تعالے لتعلموا عدد السنین والحساب سے یہی اشارہ لیا گیا ہی- بعض نے کہا کہ آفتاب مختلف ہین پس آفتاب اعمال شریعت سے جوارح و اعضاء کو نور ہوتا ہی اور آفتاب تقوی و معرفت سے دل منور و علی ہذا روح و اسرار کی تنویر سے- بعض نے کہا کہ آفتاب توفیق سے بندون کو عبادت و طاعت کی روشنی ملتی ہی اور توحید کا چاند انکے دلون کو حلاوت سے مسرور کرتا ہی اور دونون لازم ملزوم ہین پھر دونون کے اتفاق سے حسب توفیق کامل یا کم و بیش کے بندہ کو منزلت ملتی ہی حتی کہ اعلی اسکا منزل صدیقیت ہی- بالجملہ ان آیات سے اہل عبرت را در رغبت بدار آخرت و انقطاع از دنیا و حیات فانی ہی لہذا فرمایا اللہ تعالے نے-

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ
البتہ　بدلنے مین　رات　اور دن کے　اور جو بنایا اللہ نے　آسمان　و زمین مین　نشانیان ہین

لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا
ایک لوگون کو جو ڈر رکھتے ہین　جو　امید نہین رکھتے ہمارے ملنے کی　اور راضی ہوے　دنیا کی زندگی پر　اور اسی پر چین پکڑا

بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا
اور جو　ہماری قدرتون سے خبر نہین رکھتے　ایسون کا ٹھکانا ہی　آگ　بدلا اُسکا جو

يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ
کماتے تھے　جو لوگ　یقین لائے　اور کیے کام نیک　راہ دیگا انکو　رب انکا　انکے ایمان سے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ
بہتی ہین　انکے نیچے　نہرین　باغون مین　آرام کے　انکی دعا اُس جگہہ یہ کہ پاک ذات ہی تیری یا اللہ　اور ملاقات انکی

فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
سلام　اور تمام انکی دعا اسپر کہ سب خوبی　اللہ کو　جو صاحب سارے جہان کا

ع ۱

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور فی اختلاف الخ خبر مقدم اور لآیات بلام تاکید و اعراب نصب کے اسم موخر ہی اور اختلاف کے معنی یہ ہین کہ انا ایک کا خلف دوسرے کے یعنی ایک کے پیچھے دوسرے کا آنا اور یا ہر ایک کا خود مختلف ہونا اور ظاہرا مفسر رح نے دونون کو جمع کر دیا اور معنی یہ ہین کہ بے شک رات و دن کے اختلاف مین یعنی ایک کے جانے اور دوسرے کے آنے مین اور کبھی گھٹ جانے و کبھی بڑھ جانے مین- وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ اور ان چیزون مین جو اللہ تعالے نے پیدا فرمائی ہین آسمانون مین مانند ملائکہ و سورج و چاند و ستارون کے وَالْاَرْضِ اور زمین مین مانند جانورون و پہاڑون و دریاؤن و نہرون وغیرہ کے- لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیان و دلالات ہین اپنے خالق عز و جل کے وجود اور اسکی وحدانیت و کمال علم و قدرت پر

لِقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ایسی قوم کے لیے کہ جو اپنے خالق عزوجل سے تقوی رکھتے ہین اور انجام کار سے ڈرتے ہین کہ انجام خراب نہو یس
یہ آیات توخود آیات ہین مگر قوم متقین کی تخصیص اسیواسطے فرمائی کہ انھین کو ان آیات سے نفع ہو اور انکا اتقاء انکو آمادہ کرتا ہو کہ
ان آیات مین فکر وغور کرکے اللہ تعالے کی طاعت وتقوی مین مستعد ومستحکم رہین ادنی یہ ہو کہ یہ چیزین اسطرح اپنے خالق عزوجل کی مطیع
ومنقاد ہین کہ کبھی نافرمانی نہین کرتی ہین اور سب سے منھ موڑکر اسی کی طرف راجع ہین پس اہل تقوی بھی خالص دل سے اپنے
پروردگار کی طرف راجع ہوتے ہین۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا جو لوگ کہ نہین توقع رکھتے ہماری ملاقات کے۔ کیونکہ وے
بعث وحشر سے منکر ہین اور جو چیزین انکو محسوس نظر آتی ہین انھین پر جم گئے اور ماسوائے ان محسوسات کے جو ملک عظیم وعجیب انکے
پیچھے ہو اس سے غافل وبھولے ہوئے ہین۔ وَرَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا اور راضی ہوگئے ہین اسی دنیاوی زندگی پر جو ضرور
فانی ہوجاتی ہو مگر جہالت سے اسی فانی پر راضی ہوکر آخرت سے غافل ہوگئے ہین۔ وَاطۡمَاَنُّوۡا بِہَا اور مطمئن ہوگئے اسی حیات
دنیاوی پر یعنے تمام ہمت اسی دنیا کی لذتون پر مقصور کردی اور اسی کی آرایش واسی کی ناموری وغیرہ کو علی مراد سمجھکر اسی پر
مطمئن ہوگئے یا یہ معنی ہین کہ دنیاوی زندگی پر انکو ایسا سکون واطمینان ہو کہ کچھ گھبراہٹ وہان سے موت کی کچھ فکر نہین کرتے
ہین۔ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ اور وہ لوگ کہ جو ہماری آیات سے غافل ہین۔ اُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ
بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ یہی لوگ ہین کہ انکا ٹھکانا دوزخ ہو بسبب ان بداعمال کے جنکو کماتے تھے۔ ان الذین۔ حرف مشبہ واسم
اسکا ہو اور والذین ہم۔ عطف ہو موصول اول پر اور اولئک خبر ہو۔ اور حاصل یہ ہو کہ اہل تقوی وہ ہین کہ جنکے واسطے مخلوقات
آسمانی وزمینی مین آیات وحدانیت الٰہی حاصل ہوتے ہین پس یقین کامل ایمان لاتے اور آخرت کی طرف راجع ہوتے ہین اور
فریق دوم وہ اہل کفر وطغیان ہین جو لقاء الٰہی کی امید نہین رکھتے کیونکہ آخرت سے منکر ہین اور حیات دنیا پر راضی واسی پر مطمئن ہین
اور وہ لوگ کہ آیات الٰہی سے غافل ہین تو انکا ٹھکانا جہنم ہو۔ پس قولہ ان الذین لایرجون۔ معطوف علیہ۔ والذین ہم۔ عطف ہو اور
دونون اسم موصول سے مراد یا تو ایک ہی لوگ ہین یا دو فریق ہین۔ پس اگر ایک ہی فریق مراد ہین یعنے اہل کفر ونفاق تو عطف
کی وجہ بسبب تغایر ہر دو وصف کے ہو یعنے پہلا وصف انکا یہ بیان کیا کہ لقاء آخرت کے متوقع نہین وحیات دنیا پر راضی ومطمئن ہین
اور دوسرا وصف یہ کہ آیات الٰہی جن سے ہدایت پاتے انسے بالکل غافل ہین یعنے دنیا واسکی لذات فانیہ مین ایسے منہمک ہوئے
کہ آیات مین فکر وسوچ ہی نہین کرتے پس اسمین تنبیہ ہوئی کہ جہنم کی وعید انکو دو باتون پر ہو ایک تو آخرت سے انکار ودنیا پر رضامندی
اور دوم شہوات مین اسطرح انہماک کہ آیات ہدایت کی طرف توجہ ہی نہین کرتے محض غافل ہین پس جب دونون باتین جمع ہوئین تو
ضرور بعد موت دیگر جہنم مین ہمیشہ جلائے جاوینگے۔ اور اگر دو فریق مراد ہین تو اول فریق وہ کافر ہین جو آخرت سے منکر اور سوائے حیات
دنیاوی کے قائل ہی نہین ہین پس انکار آخرت وقیامت کفر ہو اور سزا اسکی یہ ہو کہ آخرت کے جہنم مین عذاب پاوین۔ دوم فریق
وہ لوگ مراد ہین جنھون نے سردست حقیر ونا پائدار شہوات ولذات لہو ولعب مین منہمک ہوکر آیات سے غفلت کی اور اسکا کچھ
سامان نکیا پس اسمین گنہگار لوگ بھی داخل ہونگے اور دونون فریق کو عذاب جہنم کی وعید جبھی ہو کہ کفر ومعاصی سے توبہ ورجوع
نکیا ہو بلکہ اسی حالت پر مرگئے ہون۔ پھر اللہ تعالے نے آیات مین غور کرنے والون اور اپنے پروردگار پر تقوی رکھنے والون پر
احسان وفضل بیان کیا کہ ان آیات کے واسطہ سے ہدایت فرماکر داخل فضل عظیم کیا لقولہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بے شک جو بندے ایمان لائے اور انھون نے نیک کام کیے۔ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ہدایت دیتا ہی انکو انکا پروردگار بسبب اسکے کہ وہ اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہین۔ مفسر رح نے کہا کہ ارشاد و ہدایت اسطرح ہوگی کہ قیامت کے روز انکو ایک نور عطا فرمایگا کہ راہ پاوین۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ بایمانہم مین بار موحدہ کے دو معنی ہوسکتے ہین ایک یہ کہ بار سببیہ ہو پس معنی یہ ہونگے کہ ہدایت فرماویگا انکو پروردگار انکا قیامت کے روز پل صراط پر ایک نور سے بسبب اسکے کہ وار دنیا دار امتحان مین وہ لوگ اپنے رب پر ایمان لائے تھے پس وہ پل صراط سے پار ہوجاوینگے اور نجات پاکر جنت مین داخل ہوجاوینگے۔ اور دوم یہ کہ بار استعانت ہو یعنے ہدایت باستعانت ایمان ہو۔ واضح ہو کہ نور قیامت کی جو تفسیر مذکور ہوئی وہ مجاہد رح کا قول ہی اور قتادہ رح سے مرسل مروی ہی کہ اعمال صالحہ کا نور ہوگا اور ایسا ہی ابن جریج کا قول ہی اور علی ہذا ایمان کا اطلاق اعمال صالحہ پر ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ اعمال کا اعتبار جبھی ہی کہ ایمان کامل ہو۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا ہدایت وارشاد قیامت ہی اور یہان کی ہدایت کے معنی بھی درست ہین چنانچہ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یہدیہم ربہم بایمانہم۔ یعنی ہدایت کرتا ہی انکو پروردگار انکا بسبب انکے ایمان کے یعنی ایسی راہ چلنے کی ہدایت کرتا ہی کہ آخر کار جنت مین پہونچ جاوین۔ یا ایسی ہدایت فرماتا ہی کہ حقیقت واسرار کو پاجاوین چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی ایمان وعلم کے موافق عمل کرتا ہی تو اللہ تعالے اسکو ایسی چیز کا علم دیتا ہی جسکو وہ نجانتا تھا۔ اور آیت کریمہ مین اگرچہ ایمان واعمال صالحہ پر ہدایت مذکورہ کا ترتب لطریق مفہوم ظاہر ہوتا ہی لیکن قولہ بایمانہم کے منطوق سے صاف معلوم ہوگیا کہ فقط ایمان ویقین ہی مستقل سبب ہدایت ہی اور اعمال صالحہ اسکا تتمہ و ردلیف ہین۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ یہ جملہ مستانفہ ہی اسمین اہل ایمان کے اوپر نعمتون مین سے بعض کا بیان ہی یا حرف آن کے دوسری خبر ہی اور قولہ فی جنات النعیم تیسری خبر ہی یا حال ہی یا متعلق ہی۔ معنی یہ کہ جاری ہونگی۔ ان مومنون کے قصر ومکانات کے نیچے نہرین جنات النعیم مین یعنی نعمتون کے باغون مین انکے مکانات کے نیچے نہرین جاری ہونگی۔ حدیث مین ہی کہ نیل ودجلہ وفرات کا ظہور یہان ہی اور بطن انکا جنت مین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ منجملہ لطیف اشارات کے ہی کہ اہل ایمان اسپر یقین رکھتے اور خوب سمجھتے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے فرمایا۔ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ طلبہم فی الجنة لما یشتہونہ ان یقولوا سبحانک اللہم۔ یعنی جنت مین جس کسی چیز کی خواہش کرکے اسکو طلب کرینگے تو فقط اتنا کہینگے کہ سبحانک اللہم۔ یعنی تنزیہ تیرے لیے ثابت ہی اے اللہ تعالے پس فوراً وہ چیز جو چاہتے تھے انکے سامنے موجود ہوجائیگی۔ یہ قول مقاتل بن حیان وسفیان الثوری رح کا اسکی تفسیر مین مروی ہی اور تبیان مین لکھا کہ یہ بہت سے علمار سلف سے مروی ہی اور سلف کی ایسی خبر اپنی رائے وعقل سے نہین ہوسکتی بلکہ یون ہی ہوگی کہ انھون نے آنحضرت صلعم کے بیان سے اسکو معلوم کیا۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ دعواہم اے دعاؤہم۔ انکی دعار۔ فیہا اے فی الجنة۔ جنت مین سبحانک اللہم اے اللہم انا نسبحک تسبیحا۔ اے پروردگار ہم تیری تسبیح کرتے ہین کامل تسبیح۔ تفسیر ابن کثیر رح مین ہی کہ ابن جریج رح نے فرمایا کہ جب انکو خواہش ہوگی تو سبحانک اللہم۔ کہینگے پس فرشتہ انکے سامنے حاضر کریگا پس پہلے انکو سلام کریگا اور یہ لوگ اسکو جواب سلام دینگے یہی فرمایا۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ اور آپس مین انکی ملاقات کی تحیت بلفظ سلام ہوگی پھر جب اس نعمت کو کھائینگے تو اپنے پروردگار تعالے کی حمد وثنار کرینگے چنانچہ یہی فرمایا۔ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اور آخر دعار انکی یہ ہوگی کہ الحمد للہ رب العالمین۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ شاید معنی یہ ہین کہ اہل جنت جب اسمین داخل ہوکر عظمت وکبریار الٰہی

معائنہ کرینگے تو اللہ تعالے کی تسبیح وتحمید کرینگے پس فرشتہ انکو سلامت ومبارکباد آن فوز کرامات کی دینگے یا اللہ تعالی کی طرف سے
انکی تشریف وتکریم کے واسطے انکو سلام ہوگا پس شکر گزاری وتعظیم مین یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین کہینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ
ایسے اقوال تفسیری مین یہ احتمال قوی ہے کہ سب باتین وکرامات اللہ تعالے کی طرف سے انکے واسطے جمع ہون اور ایسے بھی بیان
اُسیقدر ہوئین جسقدر عموماً فہم مین آسکتی ہین اور باقی بعد موت کے اس تن مکدر سے خلاص ہوکر جان لینگے جو ایمان پر مرین
فافہم۔ قولہ اَن الحمد۔ مین ان مفسرہ ہے یعنے آخری دعوی کی تفسیر کرتا ہے اور بیضاوی رح نے آن کو مخففہ از ثقیلہ لیا اور کہا کہ ایک
شاذ قراءۃ مین اَنّ مشددہ آیا بھی ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے جل جلالہ وہی اول مین
وآخر مین محمود ہے اور بندے حیات دنیا مین بھی اُسی کی حمد کرتے ہین اور آخرت مین بھی اُسی کی مدح کرینگے اور ہر حال مین اُسیکی
مدح ہے لہذا حدیث مین آیا ہے کہ اہل جنت کو جنت مین تسبیح وحمد کا الہام کیا جائیگا۔ اور یہ اسواسطے ہوگا کہ ہر تسبیح پر اللہ تعالے
کی نعمت مین ترقی ومزید دیکھکر تسبیح کرینگے اور اللہ تعالے انکو ہر بار مزید نعمت کے واسطے الہام فرما ویگا پس اُسکی نعمتون مین
کمی نہین اور مدت ابد الآباد کا انقضاء نہین فسبحان اللہ رب السموات والارض رب العرش رب العالمین ف۔ فی العرائس
قولہ تعالے ان فی اختلاف اللیل والنہار الآیۃ۔ رات مین اہل صدق وعرفان کو اُنس ہوتا اور انوار عظمت نزول کرتے ہین
اور دن آئینہ مشاہدۂ انوار جمال وجلال ہے اور عرش سے تمام مخلوقات آئینہ شہود ہے اور اشارت مین رات قبض اور دن بسط
اور دیگر احوال ومکاشفات ہین کہ سوائے شقی کے دوسرے کو نصیب نہین ہے۔ استاذ رح نے کہا کہ دن وقت اہل طاعت
ہے اور رات وقت ارباب وصلت کہ اپنے پروردگار کی حضور مین منفرد حاضر ہوتے ہین۔ اہل محبت کی مناجات اور استغفار کی
اوقات مین بہی رات ہے اور یہ سب کرامت اہل تقوی وثبات ہے۔ اور رہے منکرین اہل کفر وطغیان تو انکو کچھ نصیب نہین چنانچہ
فرمایا۔ ان الذین لا یرجون لقاءنا۔ انکو لقاء کی امید نہین انکو فراق سے خوف نہین۔ پھر انکے اس انکار ونا امیدی کی وجہ فرمائی
بقولہ ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا۔ یعنی باقی ودائمی حیات کو چھوڑا اور اس زندگی دنیاوی کو اختیار کر لیا اور اسی پر مطمئن اور
ساکن آرام مین ہو بیٹھے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ واللہ اسکو زینت نہین دی اور نہ اسکو مرتفع وبلند کیا جب تک کہ اسپر
راضی نہین ہوگئے اس حال مین کہ اس عالم فانی کی آیات الٰہی سے غافل وبے فکر ہین۔ کذا فی تفسیر الحافظ قول حسن رحمہ اللہ
شیخ نے کہا کہ دنیا کی حیات ودنیا کے اموال فانیہ پر انکی رضامندی کا سبب اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ والذین ہم عن
آیاتنا غافلون۔ ان آیات کے اندر دیدار صفات سے غافل ہوے پس انکو اس دن کا خوف نہین کہ جسدن میدان حشر مین کھڑے
ہونگے اور نامۂ اعمال کھولینگے اور پوشیدہ باتین ظاہر ہونگی۔ اور حیات دنیا پر راضی ہوے یعنی مذموم عیش اور بدتر زندگانی کو اختیار
کیا اور اسپر مطمئن ہوے یعنے ناگہانی موت کو بھول گئے اور آیات سے غافل ہوئے کہ اللہ تعالے قلوب کو پھیر دیتا اور جوارح کو عذاب
فرماتا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے ازلی مقبول بندون کو ذکر فرمایا بقولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیۃ یعنی وہ بندے جنھون نے
عہد ازل مین چشم محبت سے حق عز وجل کو دیکھا اور معرفت کی راہ سے خس وخاشاک حوادث کو دور کیا پس انکو حق عز وجل اپنی صفات
کی طرف اور انوار صفات سے ذات کی طرف ہدایت فرماتا ہے کہ علم الٰہی مین ہدایت الٰہی انکے لیے سابق ہو چکی ہے۔ پھر انکی منزلت ومراتب
کو بیان فرمایا بقولہ تجری من تحتہم الانہار فی جنات النعیم۔ وے خالص بندے مشاہدہ کی جنتون مین اس حال سے ہونگے کہ انکی ارواح کی

نظر مین انہار معارف دکواشف جاری ہوتے ہین - ابن عطاء رح نے کہا کہ ازل مین جب اُنھون نے بلی کہا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر قبولیت کی برکت فرمائی پس اُسی کی برکات سے یہ ہی کہ فرائض وسنت کو لازم پکڑے ہین اور ایمان ٹھیک ہی اور اعمال کو صدق نیت سے ادا کرتے ہین - پھر اللہ تعالے نے اہل جنت کے وصف کو بیان فرمایا کہ جب دیکھینگے تو مشاہدہ کی لغمت مین فنا ہو کر اسی کی حمد وثنا مین جا ینگے اور حق ثنار سے عاجز ہو کر اُسی کی ثنار کی طرف راجع ہونگے فقال تعالے دعواہم فیہا سبحانک اللہم - یعنی تو ہی ہمارا معبود ہی تجھی سے ہم نے تجھکو پہچانا اور تنزیہ بیان کی - یہ مرتبہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حیات مین ہی چنانچہ آپ دعا مین عرض کیا کرتے تھے - لا احصی ثنار علیک انت کما اثنیت علی نفسک - پھر اُنکی تحیت کہ باسم السلام ہوگی بیان فرمائی بقولہ وتحیتہم فیہا سلام - انکو سلامتی سنائی جائیگی کہ اب حجاب فراق سے بیخوف ہو چنانچہ حدیث مین ہی کہ پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تمکو ہمیشگی ہی اور اب موت نہ آویگی - سلام نام الٰہی تعالے ہی پس سلامتی از آفات لبفضل حق سبحانہ تعالے ہی اور آپس مین اہل جنت ایک دوسرے کو تحیت سلام سے ہر نفس وشیطان کے وصف و وسوسہ سے پاک ظاہر کرینگے - پھر جب اہل جنت نے جان لیا کہ یہ تمام نعمتین کہ نہایت کامل ہین محض فضل الٰہی عز وجل سے ہین ہمین ہمارا استحقاق نہ تھا اور کوئی سبب وعلت نہین ہی تو اُسپر مدح وثنار کرین جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین - یہ مدح وثنار صریح ہی کہ اُنکو جو کچھ ملا وہ حق تعالے کا فضل ازلی ولطف قدیم اُنپر تھا بدون اسکے کہ انہین خود کچھ استحقاق ہو یا اُنکے اعمال کچھ سبب ہو سکین کیونکہ ان اعمال کو بھی اُنھون نے اللہ تعالے کی توفیق وہدایت سے کیا تھا پس اُسی کا فضل وکرم تھا - شیخ ذو النون رح کا قول ہی کہ عارفین مین سے جو اہل تحقیق ہین اُنکا یہ قول ہی کہ جو کچھ اُنکے اقوال وافعال وغیرہ ہین سب سے بیزار ہوتے ہین اور اُسکو کچھ نہین سمجھتے ہین اور ہمہ تن حضرت حق تعالے عز وجل کی طرف رجوع لاتے ہین اور اُسکی تسبیح کرتے ہین کہ وہ پاک پروردگار عز وجل ہی کہ اُسکی طرف کوئی اپنے کسی سبب کے ساتھ قصد نہین کر سکتا اور نہ اپنی کوئی طاعت اُسکو پسند کرا سکتا ہی بلکہ وہی اپنی رحمت سے جسکو چاہے قبول کرے پس جو اعمال وطاعات اس سے ظاہر ہوتے ہین یہ وہی قبول ازلی کا نتیجہ ہی - شبلی رح نے کہا کہ اگر ابتدا مین لوگون پر حمد کی راہ کھل جاوے تو کوئی دعوی نہ کرے ولیکن برابر جہالت مین دوڑتے رہتے ہین یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حمد کا دروازہ کھول دے پھر سب دعوی ساقط ہو جاتے ہین اور بالکل اپنے اوپر احسان ہی احسان دیکھتے ہین -

اہل جنت کا قول اللہ تعالے نے حکایت فرمایا بقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ

اور اگر شتاب لاوے اللہ لوگون پر برائی جیسے شتاب مانگتے ہین بھلائی تو پوری کر چکے اُنکی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہین جنکو

لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ

امید نہین ہماری ملاقات کی اپنی شرارت مین بہکتے اور جب پہونچے انسان کو تکلیف ہمکو پکارے پڑا ہوا

اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ

یا بیٹھا یا کھڑا پھر جب ہمنے کھول دی اُس سے وہ تکلیف چلا گیا گویا کبھی نہ پکارا تھا ہمکو کسی تکلیف پہونچی پر اسیطرح

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بھلا سوجتا ہی سب بے لحاظ لوگون کو جو کچھ کر رہے ہین

شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے یہان نزول آیت کا کوئی سبب نہین بیان کیا مگر شیخ مفسر رحمہ اللہ تعالے نے اپنی وسعت نظر سے معلوم کیا ہوگا جبھی یہ سبب نزول لکھا کہ مشرکین مکہ نے جب نہ مانا اور قرآن مجید اعجاز کو جادو اور آنحضرت صلعم کو ساحر کہا اور شیطان نے انکو دلیری پر آمادہ کیا تو مانگنے لگے کہ جو وعید تم کفر و انکار پر بیان کرتے ہو وہ لاؤ چنانچہ اد پر انکی بددعا گزر چکی اور آیندہ بھی آویگی انشاء اللہ تعالے تب یہ آیت نازل ہوئی یعنے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر تعجیل فرما دے اللہ تعالے لوگون کے لیے شر کو یعنے جلدی دیدے ۔ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ مانند انکے جلدی چاہنے کے خیر کو۔ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ تو البتہ پوری کردیجاوے انکو انکی اجل۔ تقدیر کلام یون تھی۔ لو یعجل اللہ للناس الشر تعجیلہ للخیر حین استعجلوہ استعجالا کاستعجالہم بالخیر لقضی الیہم اجلہم۔ اور تعجیل کے معنی جلدی کردینا اور استعجال جلدی چاہنا۔ اور معنی یہ ہوے کہ اگر اللہ تعالے لوگون کو برائی پہونچانے مین جلدی کردے جیسے بھلائی پہونچانے مین جلدی کردیتا ہی جبکہ انھون نے برائی چاہنے مین ایسی جلدی کی جیسے بھلائی چاہنے مین کرتے ہین تو ضرور یہ ہوکہ انکی میعاد مقرر کو ابھی پورا کردے ۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ یہ ایجاز بلیغ ہی کہ اس تقدیری کلام مین سے جو کچھ حذف فرمایا گیا وہ اسوجہ سے حذف ہوا کہ جسقدر باقی یعنی آیت ہی وہ اس محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ اور جملہ استعجالہم بالخیر۔ کو بجاے تعجیلہ لہم بالخیر کے قائم کیا پس اسمین دو باتون کا اشعار ہی ایک یہ کہ اللہ تعالے انکی درخواست بھلائی کو جلد قبول فرماتا ہی حتی کہ انکا استعجال در بارۂ خیر کے گویا انکے حق مین تعجیل ہوتا ہی کیونکہ تعجیل تو استعجال کا اثر قبولیت ہی اور دوم یہ کہ مراد شر سے وہ شر ہی جسکا استعجال کیا یعنی چاہا کہ انکے لیے تعجیل کردیجاوے جیسے کہتے تھے کہ ہمپر آسمان سے پتھر برسا دے یا آسمان گرادے جیسے کہ دیگر آیات مین مذکور ہی حاصل یہ کہ اگر اللہ تعالے بیوقوف لوگون کی درخواست عجلت پر برائی دینے مین تعجیل کردے جیسے بھلائی مین کرتا ہی تو جو انکی مدت مقرری ہی اسکو پورا کردے باین طور کہ موت دیدیجاوین یا ہلاک کردیے جاوین پس اللہ تعالے کی رحمت ہی کہ جب ایمان نہ لاے اور آخرت سے انکو بہرہ نہین تو یہی دنیا انکے لیے جنت ہی کہ ایک وقت مقرر تک اسمین تمتع اٹھالین کیونکہ آخرت کے بدلے اسی پر راضی و مطمئن ہوے ہین اور اپنے پروردگار تعالے کو بھولے اور اسکی آیات سے غافل ہین ولیکن وہ رحمت کاملہ سے غضب مین تعجیل نہین فرماتا لہذا فرمایا۔ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ پس ہم چھوڑے دیتے ہین یعنے اجل مقرری تک ان لوگون کو جو ہمارے لقاء کی امید و توقع نہین رکھتے ہین اس حال مین کہ دے اپنی طغیان و سرکشی و گمراہی مین متردد پھرتے ہین۔ واضح ہو کہ جو لوگ آخرت کے قائل نہین اور جو لوگ اقرار اسلام کرتے ہین مگر دل مین انکو یقین پورا نہین ہی اور جو لوگ متحیر ہین سب انھین لوگون مین داخل ہین اور لقاء یعنی ملاقات ہی پس سواے اہل سنت والجماعۃ کے جملہ فرقے رافضی و خارجی و معتزلی وغیرہ جو دیدار الٰہی سے منکر ہین سب منکرین لقاء مین شامل ہین سواے انکے کہ جنکی تکفیر نہ کیجاوے ۔ آیت مین دلیل ہی کہ شر و برائی کی دعاء کرنا ممنوع ہی اور ہمیشہ اللہ تعالے سے عافیت و بھلائی کو ایمان و سلامتی کی درخواست کرے اور اہل و عیال کسی کے لیے برائی نہ مانگے حتی کہ آیت کی اس سے تفسیر آئی ہی چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت مین کہا کہ یہ آدمی کا قول اپنی اولاد و مال کے حق مین درحالت غضب ہی کہ اللہ تعالے اسکو خوار کردے اللہ تعالے اسمین برکت نہ دے الٰہی یہ ناس ہوجاوے پس اگر اللہ تعالے اسکی قبولیت مین تعجیل فرمادے جیسے بھلائی کی دعاء قبول کرنے مین تعجیل فرماتا ہی تو ضرور انکو موت دیدے و برباد کردے۔ مترجم کہتا ہی کہ اس کلام مین اشارت ہی کہ تعجیل نہونے سے یہ ضرور نہین کہ کسی وقت آیندہ یا آخرت کے لیے قبول نہین ہوتی ہی ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے اسکو قبول نہین کرتا اس لیے کہ وہ تعالے جانتا ہی کہ دل سے اسلیے

ایسی برائی کا قصد مراد نہین لیا ہی پھر لکھا کہ اگرچہ دل سے مراد نہو لیکن خوف کرنا چاہیے اور ایسا کرنا نچاہیئے چنانچہ حدیث مین جابر رضی اللہ
عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بددعا مت کرو اپنی جانون پر اور مت بددعا کرو اپنی اولاد پر اور مت بددعا
کرو اپنے اموال پر ایسا نہو کہ تمھاری بددعا ایسی ساعت مین واقع ہو کہ اللہ تعالے نے اس ساعت کی دعائین مستجاب فرمائی ہین پس
تمھاری یہ بددعا بھی قبول ہو جاوے - رواہ ابوداؤد والبزار - پھر دعاء چونکہ عبادت ہی اللہ تعالے بندون کی دعاء خیر قبول فرماتا ہی اور اسمین
رحمت عام ہی کہ کافر و مومن سب سے قبول ہوتی ہی جیسے تو یہ کا حال ہی لیکن کافر کی دعاء ہمیشہ ایسی ہوگی جو ضلال ہی سوائے اسکے کہ
ایمان و اسکی توفیق و ہدایت کی دعاء کرے اور نیز کافر کا یہ حال ہی جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ - **وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ**
اور جب چھو لیا انسان کو یعنی ایسے انسان کو جو دل سے کافر ہی اسکو چھو لیا - **الضُّرُّ** ضرر نے یعنی ایسی چیز نے جو اسکے بدن یا مال و
اولاد کو مضر ہی - **دَعَانَا** تو دعا کرنا شروع کرتا ہی ہم سے - یعنی شرک و کفر سب بھول کر خلوص سے اسکے دور ہونے کی ہم سے دعا کرتا ہی
لِجَنْۢبِهٖٓ اے ملقیا لجنبہ - اپنی کروٹ پر پڑے ہوے - **اَوْ قَاعِدًا** یا بیٹھے ہوے - **اَوْ قَآئِمًا** یا کھڑے ہوے یعنی انسان
کی یہی حالتین ہین تو جس کسی حالت پر جسوقت ہوتا ہی ہم سے دعا کرتا ہی - پس بحرف واو نہین بلکہ بحرف آو - بیان کرنے مین یہ فائدہ نکلا
کہ جب تک یہ ضرر گھیرے رہتا ہی تب تک وہ ان حالتون مین کسی حالت پر ہر وقت ہوتا ہی تو ہر حال مین دعا کرتا ہی **فَلَمَّا كَشَفْنَا**
عَنْهُ ضُرَّهٗ پھر جب ہم نے اس سے اسکا یہ ضرر کھول دیا اور وہ رہا ہو گیا تو - **مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ** اے مضی علی طریقتہ کان لم یدعنا
وہ اپنی راہ چل دیا گویا اسنے ہم سے کبھی دعا ہی نہین کی تھی - **اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ** اے الی کشف ضر مسہ - کسی ایسے ضرر سے رہائی مین جو
اسکو پہونچا ہو - واضح ہو کہ مذمت یہان اس امر پر نہین کہ ہر حال مین کیون دعاء کی بلکہ اس امر پر ہی کہ جب مضرت لاحق ہوئی تو خلوص
کرنے لگا اور جب چھوٹا اور آسودہ ہوا تو کبھی یاد بھی نہ آئی بلکہ وہی شرک و بدعت کی راہ چلدیا - لہذا یہ اسراف ہی کہ آدمی ہمیشہ اللہ تعالے
کی حمد و ثناء و دعاء نہ کرے یا حالت آسودگی مین غافل و مشرک ہو جاوے فرمایا اللہ تعالے نے - **كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ** ایسا ہی
جیسا کہ اس دعاء کرنے والے کا حال مذکور ہوا ایسا ہی مزین کر دیے گئے تمام مسرفون حد سے بڑھ چلنے والون کے لیے - **مَا كَانُوْا**
يَعْمَلُوْنَ جو کچھ وے اعمال کرتے ہین - چنانچہ کفر و شرک و بدعت کو اچھا سمجھتے ہین اور شہوات مین مبتلا رہتے ہین اور توحید و اخلاص
و دعاء عبادات سے منھ موڑے رہتے ہین - شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ حال تو کافر مشرک و مبتدع بیوقوف کا ہی اور رہے وہ بندے
جنکو اللہ تعالے نے ہدایت و توفیق دی ہی تو وے ان الانسان سے مستثنیٰ ہین جیسے اللہ تعم نے قولہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات
الآیۃ سے مستثنیٰ فرمایا اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ مومن کا حال کیا اچھا عجیب ہی کہ اللہ تعالے جو کچھ اسکے حق مین
قضاء جاری فرماتا ہی وہ اسکے حق مین بہتر ہی ہو جاتی ہی چنانچہ اگر اسکو مضرت پہونچی پس اسنے صبر کیا تو اسکے لیے بھلائی ہو گئی اور اگر اسکو
منفعت پہونچی پس اسنے شکر کیا تو اسکے لیے بھلائی ہوئی پس یہ بات سوائے مومن کے اور کسی کے لیے نہین ہی - الحدیث فی الصحیحین و
غیرہما - واضح ہو کہ جو کوئی اسطرح مثلاً دعاء کرے کہ الٰہی مجھے جنت دیجیو اور اسمین ایک گھر لعل سپید کا اور ایک زمرد کا اور ایک موتی و
الماس کا اور ایک ایسا اور ایک ویسا اور مانند اسکے تو یہ اسراف ہی اسکو چاہیے کہ جنت و رضاے الٰہی کی مع عافیت و سلامتی دعا کرے
کہ اسمین سب آگیا ف — فی العرائس قولہ تعو واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا الآیۃ - اللہ تعالے نے قضاء و قدر و ارادہ
و مشیت مین متحیرین کا وصف بیان کیا کہ جب بلیات کی تاریک گھٹائین ابر چھا جاتی ہین اور راحت کے آثار اسنے زائل ہو جاتے ہین

اور الطاف ازلی انکے دلون کی زنجیر ہلا کر انکو حضوری مین متوجہ ہونے کی جنبش دیتا ہی اور صباح الغیب کی نسیم عنبر شمیم انکے دماغ اسرار مین خوشبوے عہد الست پہونچاتی ہی تاکہ مضطر ہوکر بارگاہ ربوبیت پر حاضر ہون جب یہ اُدھر متوجہ ہوے تو قہر جبروتی کے اعلام دیکھکر انکی عقل قید سے نکلی اور انکو آمادہ کیا کہ بارگاہ عظمت وکبریائی پر تضرع والحاح سے سربسجدہ ہولیں دعاء عبودیت کو بارگاہ ربوبیت پر بعجز ونیاز ادا کرنے سے ارحم الراحمین نے لطف فرمایا اور ورطۂ محنت سے خلاص فرمایا جب تو اتر بلیات سے ساکن ہوے تو عقل نے استقامت پر متمکن رہنے کی خواہش دلائی مگر لشکر قہر نے انکے نفس شوم کی مدد فرمائی کہ دریاے شہوات مین غرق ہوگئے - تمام مشاہدات وعہود بھولکر قبائح اعمال مین منہمک ہوے - کاش التجاء وتضرع مین سچے ہوتے کیونکہ جو بندہ مقام دعاء مین پہنچا وہ بسط وانبساط مین شاہد رضوان ہوتا ہی مطمح نظر اسکا لطف واحسان ہوتا ہی - وہ دعاء مین اپنے رب کریم بے مثل ونظیر بے مانند وبے شبہہ لا الہ الا ہو سے مستانس ہوتا اور خلوص عقیدت وصدق طویت سے ہر حال مین خواہ وقت بلاء ہو یا نعمت شاکر وداعی رہتا ہی - ابو حفص رح نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل نے دعا کا دروازہ بہت وسیع وبلند فرمایا اور نوائب ومحن کے وقت وہی مومن کا ہتھیار ہی اور اصل رجوع بندہ کا فاقہ ومحنت کے وقت رضاء کے ساتھ ہی ولیکن جب رجوع نہ لایا تو التجاء ودعاء سے راجع ہوا شیخ ابو عبد الرحمن السلمی رح نے کہا کہ مین نے اپنے جد بزرگوار سے سُنا کہ عادت کے طور پر دعاء کرنا معصیت ہی اور یقین پر دعاء کرنا نجات وعبادت ہی لقولہ علیہ السلام الدعاء ہی العبادۃ - لیکن دعاء کے واسطے اوقات وآداب وشرائط ہین جسنے انکو لحاظ کر کے نفس کو مقید نہ کیا وہ برکت سے محروم رہا - منجملہ آداب کے یہ ہی جو حدیث مین مروی ہی کہ تم لوگ دعاء کرنے مین قبولیت کا یقین رکھے رہو اور جان لو کہ لہو ولعب مین غافل دل کی دعاء اللہ تعالے قبول نہین فرماتا ہی مترجم کہتا ہی دیگر آداب وغیرہ تحت قولہ تعالے قال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ اور قولہ تعالے اذا سالک عبادی عنی الآیۃ مذکور ہوے ہین وہان سے تلاش کرو پھر اللہ تعالی عز وجل نے مزید توضیح کے ساتھ بیان ہونے اور کفار مکہ وغیرہم کو عبرت ونصیحت لینے کے لیے ایسے آدمیون کا حال جنھون نے حقائق عبودیت کو شاہد ربوبیت مین نہین پہچانا اور مانند مضطر دعاء کرنے والے کافر کی رہائی کے بعد منھ پھیر کر چل دینے کے انھون نے بھی بارگاہ عظمت کے دروازہ پر اخلاص چھوڑ دیا اور وسواس وشہوات کا اقتدار کیا آخر ابدی ہلاک ہوے کما قال اللہ تعالیٰ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

اور ہم کھپا چکے ہین سنگتین تمسے پہلے جب ظالم ہوگئے اور لائے تھے رسول انکے کھلی نشانیان اور ہرگز نہ تھے

لِيُؤْمِنُوْا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ

ایمان لانیوالے یون ہی سزا دیتے ہین ہم قوم گنہگار کو پھر تمکو ہمنے نائب کیا زمین مین

بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

اُنکے بعد کہ دیکھین تم کیا کرتے ہو

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ حرف لام مع قد کے ہول دلانے کو قسم کا موطئہ ہی اور اہلاک دو طرح کا ہوتا ہی ایک باطنی اور وہ اسطرح کہ باطن مسخ ہوا اور ایمان سے زندگی نہ پائی بلکہ کفر وشرک پر مردہ رہا اور یہ بہت بُری موت ہی اگرچہ ظاہری جسم موٹا تازہ رہے اور دوم ہلاک ظاہری خواہ بالکل جڑ سے یا تھوڑے باقی رکھے جاوین ولیکن یہ ضرور ہی کہ اگر ظاہری ہلاکت سے رہائی ہو تو کفر پر اڑے

رہنے مین باطنی ہلاکت لازم ہی اور اسمین کوئی شک نہین ہی اور یہان اہل کفر کو عبرت دلانے کے لیے انھین امم کافرۂ ماضیہ کو بیان کیا
جو جڑ سے ظاہر مین ہلاک کر دیے گئے تھے کیونکہ اہل کفر تو ظاہر محسوس کے پابند ہوتے ہین پس انکو محسوس میٹ دیے ہوے کافرون سے
عبرت دلائی پس معنی یہ ہین کہ قسم ہی کہ ہم نے ہلاک کر دین اُمتین جو تم سے پہلے تھین اے مکہ والو۔ یہ خطاب مکہ والون کو ہی اور آخر
دنیا یعنے قیامت تک جتنے آدمی ہون سب کو شامل ہی اور شاید کہ خطاب عموماً کافرون سب کو ہو کیونکہ ہر ایک پر عبرت لازم ہی اور
یہان خطاب کرکے بیان کرنا کمال تہدید کے معنی دیتا ہی یعنے اے لوگو خواہ جن ہون یا انسان ہون تم عبرت پکڑو کہ ہم نے تم سے اگلی
اُمتین ہلاک کر ڈالین۔ لَمَّا ظَلَمُوْا حین ظلموا بالتکذیب والطغیان۔ جب کہ اُنھون نے ظلم کیا یعنے شرک کیا اور جو ہوش وحواس
اللہ تعالے نے دیے تھے یا جو چیزین پیدا کی تھین اُنکو بیجا صرف کیا پس اپنی جانون پر ظلم کرنے والے ٹھہرے کہ خالق عزوجل کا حق
نہ پہچانا جسطرح مخلوق بندون پر واجب ہی۔ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اے وقد جاءتہم الخ۔ اور حال یہ تھا کہ اُنکے
پاس اُنکے رسول لے آئے تھے بینات کو یعنے اُنکو یہ بھی عذر نہ رہا تھا کہ ہم مخلوق ہین ہماری عقل کو تاب نہین کہ خالق عزوجل کے
حقوق کو خود جان لین تو یہ عذر بھی اللہ تعالے نے رفع کر دیا تھا کہ آیات ومعجزات واضحہ کے ساتھ اپنے رسولون کو بھیجدیا تھا
جنھون نے طرح طرح سے اُنکو سمجھایا مگر اُنھون نے سوائے جھٹلانے وسرکشی کے راہ نہ پکڑی۔ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا وما استقام لہم
ان یومنوا لفساد الاستعداد وخذلان اللہ تعالے ایاہم وقدرہ تعالے بکفرہم۔ اور ٹھیک ودرست نہ تھا اُنکے لیے یہ کہ ایمان لاوین۔ یعنی
اُنکا ایمان لانا اُنکے واسطے ٹھیک نہین ہو سکتا تھا کیونکہ اللہ تعالے کی تقدیر اُنکے لیے یون ہی جاری تھی کہ کافر بے ایمان مرین پس
اُنھون نے جو جھٹلانا شروع کیا تو پھر ایمان نہ لائے آخر اللہ تعالی نے عذاب کر کے سب کو ناس کر دیا۔ یہ صریح دلیل ہی کہ ایمان وکفر
محض خلق الٰہی ہی اور جو کچھ اللہ تعالے نے ازل مین مقدر کر دیا وہی برحق واقع ہوتا ہی اور چونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہی اور بندہ
مخلوق کو کیا علم ہی لہذا حکمت اُسکی بندہ کبھی نہین سمجھ سکتا۔ یہ مقام بہت خوف والتجا کا ہی برخلاف اسکے بعضے کافر وجاہل جو بحث
کرتے ہین کہ پھر ہمارا کیا قصور ہی اور جو ہونا ہوگا وہ ہوگا اور مانند اسکے تو اس سے اُنکو کیا فائدہ یہ مباحثہ یہان کیا کام آویگا اور سلف صالحین
وائمہ مومنین اہل سنت بالکل متفق ہین کہ تقدیر امر حق ہی اُسکا انکار کفر ہی اور مترجم کہتا ہی کہ جو کوئی بحث کرکے چاہے کہ مجھے تقدیر کا علم
ہو جاوے تو وہ بھی جاہل قریب بکفر ہی اور جیسے ایمان بالغیب انکار کرنے والے نے اپنی جان پر خود ظلم کیا ویسی ہی تقدیر کے منکر نے
اپنے آپ کو برباد کیا اور اللہ تعالے پاک معبود ہی وہ بے پرواہ وبے نیاز ہی اسی کو عظمت وکبریائی ہی کروڑون اقسام کی بے انتہا مخلوق
تو وہ ہی کہ آنکھون دکھلائی دیتی ہی اور بے انتہا نظر سے غائب ہی پھر آسمانون کے اُدھر کسی مخلوق کو علم نہین ہو سکتا اسکی سلطنت و
بادشاہت مین کوئی منکر جو بھنگی سے کمتر وبدتر ہی انکار کرکے کیا خلل ڈالیگا اسنے خود اپنا برا کیا۔ اور سیدھا راستہ یہ ہی کہ عاجزی کے
ساتھ ایمان لاوے اور تقدیر سے بحث نہ کرے کیونکہ اسکو کیا معلوم کہ کیا مقدر ہی اور صحیح حدیث مین ہی کہ ہر ایک پر وہی آسان ہی جسکے لیے
وہ پیدا ہوا ہی۔ اسکی تصدیق دیکھو کہ اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ امم کافرۂ ماضیہ جو ظالم ہو کر ہلاک کیے گئے اُنکو مستقیم نہ تھا کہ
ایمان لاوین۔ كَذٰلِكَ ایسے ہی جیسے ہم نے ان ظالمون کو اپنے رسولون کو جھٹلانے اور اپنے معبود عزوجل کی جناب مین بہتان و شرک
باندھنے سے برباد و ہلاک کر دینے کا بدلا دیا ایسے ہی نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ہم بدلا دیتے ہین کافر و مشرک قوم کو۔ جیسے تم جرم کرتے ہو
واضح ہو کہ کافر کوئی ہلاکت وبربادی سے نہین بچتا اگرچہ دنیا مین مالدار ہوتا تازہ مضبوط ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ

قولہ وما کانوا لیومنوا - مین لام تاکید نفی ہی اور یہ بمانند قولہ فما کانوا لیومنوا بما کذبوا بہ من قبل کذلک نطبع علی قلوب المجرمین - پس معنی یہ ہونگے کہ جس سے وے پہلے انکار کر چکے تھے اُسپر ایمان نہ لائے اور نہ لاسکتے تھے - اور مراد یہ ہی کہ ازل مین ظاہری اقرار اور باطنی انکار سے دنیا مین بھی ایمان نہ لائے اور مآل و مرجع دونون معانی کا ایک ہی ہوتا ہی - اور دونون آیتین ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہین اور اسمین فقہ یہ ہی کہ ایمان در اصل صدق یقین دلی کا نام ہی اور اعمال صالحہ و طاعات وغیرہ اسکی تصدیق و مظہر اور اسکو لازم ہین - پھر اللہ تعالے نے تہدید فرمائی بقولہ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ پھر ہلاک شدہ امتون کے پیچھے ہم نے تم کو زمین مین انکا خلیفہ کیا لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ تاکہ ہم دیکھین کہ تم کیسے کام کرتے ہو - یعنی جیسے وے اس امتحانگاہ مین لائے گئے تھے ویسے انکے جانے کے بعد تم پیدا کیے گئے تاکہ تمہارے اعمال کا امتحان ہو پس اگر تم نے جان لیا کہ ہم کو ضرور یہان سے جانا پڑیگا اور یہ دنیا دار امتحان ہی پس تم نے اچھے کام کیے اور آخرت پر ایمان لائے اور اپنے معبود کو جس عظمت و کبریاء و جلال پردہ ہی اُسی طرح اسکے رسول صلعم سے معلوم کر کے مومن ہوئے و نیک کام کیے تو آخر جنت و نعمت و رضوان مین پہونچے اور اگر لقاء الٰہی تعالے سے منکر ہو کر اسی دنیا پر مطمئن ہو بیٹھے اور شرک و کفر و ظلم کیا اور اپنی راے کے موافق جو چاہا اعتقاد کیا خواہ وہ جناب باری تعالے کے لائق ہو یا نہو مگر تمہاری راے مین وہی آیا پس درحقیقت تم اپنی راے کے پابند ہوے تو ضرور تمہاری بھی وہی سزا ہی جو مجرمین کی مقرر ہی - واضح ہو کہ آدمی اپنی راے سے یا بہت لوگون کے مجمع و اتفاق سے یا جھوٹی موضوعی کتابون سے اللہ تعالے کی شان مین کچھ اوصاف اعتقاد کر لیتا ہی جیسے عرب کے مشرکین و عجم کے کفار وغیرہ نے اعتقاد کیا تھا کہ یہ بُت یا یہ آگ وغیرہ اللہ تعالے کے کارپرداز ہین یہی اسکی درگاہ مین ہماری سفارش کر کے جو چاہتے ہین کرا دیتے ہین اور انکی عبادت کرنی ضرور ہی یا جیسے نصاری نے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نعوذ باللہ من ذلک اعتقاد کیا اور بعض نے صلیب پوجنا و چومنا واجب جانا اور ایک مختلط محرف مجموعہ انجیل پر اعتقاد جمایا تو ان سب کا یہ حال ہی کہ اللہ تعالے پر انکا ایمان نہین ہی اس لیے کہ اللہ تعالے تو وہ پاک معبود ہی جسکا کوئی شریک نہین وہی خالق وہی مالک وہی رزاق ہی بدون اُسکے حکم کے ایک پتی نہین گرتی اور اسکی تدبیر خلق سے سب جاری ہی ایک ذرہ کہین ہو اُس سے پوشیدہ نہین وہ بے مثل و بے مانند ہی نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا یہ سب اُسکی شان مین محال ہی تو نصاری کسی ایسے خدا کے اوپر ایمان لائے ہین جسکا مسیح بیٹا ہی اور کسی ایسے عیسیٰ پر ایمان لائے جسنے اُنسے کہا کہ مین خدا کا بیٹا ہون پس وہ کوئی اور ہوگا کیونکہ پیغمبر حضرت عیسیٰ ؑ بن مریم تو اللہ تعالے کے بندے و رسول تھے انھون نے اللہ تعالے کی توحید سکھلائی اور اپنے آپ کو بندۂ الٰہی بتلایا اور اپنے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے کا بندہ و رسول آویگا کہ وہ اللہ تعالے کو محبوب ہی اور وہ اللہ تعالے کا بندہ و رسول اُسکا محبوب و مقبول خاص الخاص ہی وہ دنیا مین نور لاویگا اور پھیلاویگا اور وہ بادشاہ دنیا و آخرت ہی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم - واضح ہو کہ قولہ تعالے لننظر کیف تعملون - بن بیضاوی رح نے حرف کیف کے فائدہ مین لکھا کہ اسمین دلالت فرمائی گئی کہ خود کسی فعل کی ذات معتبر نہین ہی مثلاً کوئی کام نماز کے افعال ادا کر دے تو کچھ اعتبار نہین بلکہ کیفیت و جہت سے معتبر ہی کہ ایمان کے ساتھ خالص عبادت کی نیت سے ہو اسی واسطے جو فعل کہ بطور ریاکاری اور لوگون کے دکھلانے سنانے کو ہو اگرچہ نماز کے ارکان ہون انکی بڑی مذمت حدیث مین آئی ہی اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالے عز وجل کو ازل و قدم سے سب علم ہی اور یہان جو فرمایا کہ لننظر تاکہ ہم دیکھین - تو یہ تہدید ہی اور آمادگی بھی دلائی لہذا جو لوگ بندگی مین کوشش کرتے ہین اللہ تعالے دیکھتا و جانتا ہی کما فی قولہ تعالے قل اعملوا فسیری اللہ عملکم الآیہ - اور بعض

کہاکہ یہ استعارہ ہو یعنے جیسے کوئی امتحان کے طور پر کسی کو مقرر کرتا ہو ایسا ہی تمہاری سمجھ کے لائق ہم نے تمہارے ساتھ یہ معاملہ کیا ہو-
بالجملہ دنیا مین آدمی امتحان مین ہو پس دنیا کی طرف مائل و اسکی زندگی پر راضی و مطمئن نہو بلکہ آخرت کا طالب ہے اور دنیا مین سے بقدر
ضرورت و حاجت کے ایک وقت مقرر تک کے لیے یعنی موت تک کے لیے انتفاع حاصل کرے اور دنیا مین اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرے
اور شرک و کفر کا کلمہ جو باطل ہو مٹا دے اور جو لوگ یہ فساد پھیلاتے ہین انکو زیر کرے - حدیث مین حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے
روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آن الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم الحدیث یعنی دنیا میٹھی ہری بھری ہو اور اللہ تعالی
تم کو اسمین خلیفہ بنانے والا ہو پس دیکھنے والا ہو کہ تم اسمین کیسے کام کرتے ہو پس تم بچے رہنا اس دنیا سے اور بچے رہنا عورتون سے کہ پہلا
فتنہ جو بنی اسرائیل مین شروع ہوا وہ عورتون ہی سے تھا - رواہ مسلم فی الصحیح - مترجم کہتا ہو کہ دنیا کو اللہ تعالے نے ایک زینت دیدی ہو کہ وہ
خوشگوار و مزین نظر آتی ہو پس اسی سے امتحان ہو اور باطن مین وہ نہایت قبیح ہو اور سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فتوح الغیب
مین اسکو گھورے سے مثال دی ہو جہان پلیدی و نجاست ڈالی جاتی ہو اور سچے ایمان والے کی نظر مین یون ہی آخر نظر آنے لگتی ہو پھر
واضح ہو کہ جب تک اللہ تعالے کے ایسے بندے خلیفہ رہے جنھون نے نیک عمل کیے اور دنیا سے بچے رہے جیسے حضرت سرور عالم صلعم
نے نصیحت فرمائی تھی تب تک دنیا مین امن و امان تھا اور بکثرت سلطنتین انکے زیر حکومت تھین اور بے انتہا جواہرات اور سونے
چاندی بھرے ہوے تھے کہ جسپر یہ نیک بندے اسیطرح نظر کرتے تھے جیسے کوئی پلید چیز کو دیکھتا ہو اور جب یہ نوبت پہونچی کہ ایسے
بادشاہ ہونے لگے جنھون نے دنیا پر نظر ڈالی اور اسکو چاہنے لگے تو جیسے کافرون کی نیت ہو ویسی انکی نیت ہوئی پس ہوا جو ہوا اعوذ باللہ
من عذاب اللہ و بلائہ اللہم توفنی مومنا مسلما والحقنی لعبادک المخلصین والحمد للہ رب العالمین - وقال الحافظ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے
حدثنی المثنی قال حدثنا زید بن عوف ابو ربیعۃ بہذا انبانا حماد عن ثابت البنانی عن عبد الرحمن بن ابی لیلے ان عوف بن مالک رضی اللہ عنہ
قال لابی بکر رایت فیما یری النائم کان سببا دلی من السماء فانتشط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم اعید فانتشط ابو بکر ثم ذرع الناس
حول المنبر ففضل عمر بثلاث اذرع حول المنبر فقال عمر دعنا من رویاک لا ارب لنا فیہا فلما استخلف عمر قال یا عوف رویاک قال وہل لک فی
رویاے من حاجۃ اولم تنہرنی قال ویحک انی کرہت ان تنعی لخلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نفسہ فقص علیہ الرویا حتی اذا بلغ ذرع الناس
الی المنبر بہذہ الثلاث الاذرع قال اما احداہن فانہ کان خلیفۃ واما الثانیۃ فانہ لایخاف فی اللہ لومۃ لائم واما الثالثۃ فانہ شہید - قال
فقال یقول اللہ تعالے ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدہم لننظر کیف تعملون - فقد استخلف یا ابن ام عمر فانظر کیف تعمل واما قولہ فانی
لا اخاف فی اللہ لومۃ لائم فیما شاء اللہ واما قولہ شہید فانی لعمر الشہادۃ والمسلمون مسیطیعون بہ ہکذا فی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ - ترجمہ
اسکا میرے نزدیک یہ ہو کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مین نے ایسی حالت مین کہ جسمین
سونے والا آدمی دیکھتا ہو یہ خواب دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی پس آنحضرت صلعم خوشی خوشی اس سے لٹک کر چڑھ گئے
پھر وہ دوبارہ لٹکائی گئی پس ابو بکر رضی اللہ عنہ اسیطرح چڑھ گئے پھر لوگون نے منبر کے گرد ہاتھون سے پیمایش کی تو منبر کے گرد عمر رض کے
تین ہاتھ سب سے بڑھ گئے تو عمر رض نے کہا کہ اپنا خواب بیان کرنے سے ہمین معاف کرو کہ ہمکو اسکی کچھ حاجت نہین ہو پھر جب عمر رضی اللہ
عنہ خلیفہ کیے گئے تو کہا کہ اے عوف اپنا خواب لاؤ تو عوف نے کہا کہ آپ کو کچھ میرے خواب کی حاجت ہو کیا تم نے مجھے جھڑکا نہ تھا تو فرمایا کہ
ارے مجھے یہ گوارا نہوا کہ تو رسول اللہ صلعم کے خلیفہ کو انکی وفات کی خبر سنا دے پس عوف نے اپنا خواب سب بیان کیا جب لوگون کے

گرد منبر کے ناپنے اور عمر رض کے تین ہاتھ سب سے بڑھنے کا ذکر آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان تین ہاتھ مین ایک تو یہ ہی کہ وہ خلیفہ ہوگا اور دوسرا یہ ہی کہ اللہ تعالے کے معاملہ مین وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈریگا اور تیسرے یہ کہ وہ شہید ہوگا اور کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی ثم جعلناکم خلائف فی الارض الآیۃ۔ سو اے عمر کی مان کے بیٹے تو خلیفہ تو ہوگیا اب دیکھ کہ تو کیسے کام کرتا ہی اور یہ جو مین نے کہا کہ مین اللہ تعالے کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈرتا تو مراد یہ کہ جن امور مین اللہ تعالے چاہتا ہی انمین انشاء اللہ تعالے ہون اور یہ جو مین نے کہا کہ مین شہید ہون تو عمر کے لیے شہادت کہان ہی اور حال یہ ہی کہ مومنین بالضرور اسکی اطاعت پر رہینگے **قال المترجم** اسکی اسناد حسن سے کم نہین واللہ اعلم اور اسکے لیے شاہد صحاح مین متفرق موجود ہین **ف** — وفی العرائس قولہ و لقد اہلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا ظلم اس مقام پر اقرار کے بعد مکرنا اور سنت چھوڑکر اپنی رائے پر نازان ہونا اور طریقہ سنت یعنی آنحضرت صلعم کی اقتداء مع خصوص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا ترک کرنا۔ چنانچہ جب انھون نے انبیاء و اولیاء الٰہی سے سرکشی کی بعد اسکے کہ انکو صدق آیات و دلالات سے اس امر کا علم ہوگیا کہ مقبولین بارگاہ تھے تو اللہ تعالے نے انکو ہلاک کردیا اسطرح کہ شہوات و نفس کے حجاب مین مردود چھوڑ دیا اور انکو اہل قرب کا راستہ نہ ملا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ ظلموا یہ کہ سوائے حق تعالے کی ہدایت کے اپنے نفس وغیرہ کی قدرت پر اعتماد کیا۔ ابو عثمان رح نے کہا کہ لما ظلموا۔ اسطرح کہ اکابر و سلف کے حقوق نہ پہچانے اور درگاہ الٰہی مین جو انکا آداب عبودیت تھا ویسا ادب خود حاصل نہ کیا پھر اللہ تعالے نے انبیاء ع کے خلیفہ بندون کو خوف دلایا کہ صدیقین ہون یا مقربین ہون بہر حال پیغمبر علیہ السلام کی راہ سے کسی اور طرف التفات نہ کرین بلکہ اسی طریقہ پر مستقیم رہین اور راہ یقین مین سنت کی اتباع کرنے سے کوئی نقصان نہ کھاوین اور کسی امر پر مغرور نہون کما قال تعالے ثم جعلناکم خلائف فی الارض الآیۃ۔ یہ خلیفہ لوگ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کے نائب و رسولون علیہم السلام کے وارث ہین اور یہی اہل استقامت و تمکین و جمعیت ہین جنکو ہردم اللہ تعالے زبان ولایت سے خطاب فرماتا اور آداب سنت و اعمال پاکیزہ و اخلاق کریمہ و اتباع پسندیدہ تعلیم فرماتا ہی پس ان احکام سے انکو سیر روحی و ہوائے عالم القدس سے خلوص حاصل ہوتا اور ہردم مشتاق رہتے ہین اور انوار صفات و ذات سے صاف کلام بے کیفیت سنتے ہین پھر رجوع کرکے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کیطرف و اسکے رسول کی سنت و امر بمعروف و نہی از منکر و حدود الٰہی کی حفاظت کیطرف راجع کرتے ہین بعض اکابر رح نے کہا برابر اللہ تعم کے انبیاء و رسولون کے خلیفہ و انکے اولیاء و اولیاء کے اولیاء اسیطرح چلا آیا کہ پچھلے اگلون کی اتباع سے راہ پاوین اور خود استقلال و استقامت پر ہوجاوین اور حفظ حدود الٰہی برابر باقی رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کی جہالت و عدم حفظ حدود کو باوجود ایسی واضح آیات توحید و معرفت کے بیان فرمائی کہ راہ عقل چھوڑکر نفس کی پابندی مین اپنے اوپر کمال ظلم کرتے ہین کہ راہ مستقیم کو نفس کے موافق چاہتے ہین قال عز و جل

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ

اور جب پڑھیے اُن پاس آیتین ہماری صاف کہتے ہین جنکو ہمسے ملاقات کی امید نہین لے آ کوئی اور قرآن اسکے سوائے یا اسکو بدل ڈال

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

تو کہہ میرا کام نہین کہ اسکو بدلون اپنی طرف سے مین تابع ہون اُسی کا جو حکم آوے میری طرف مین ڈرتا ہون

اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۞ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ

اگر بے حکمی کرون اپنے رب کی بڑے دن کی مار سے تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو مین نہ پڑھتا یہ تمہارے پاس اور نہ وہ تمکو خبر کرتا

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیونکہ مین رہ چکا ہون تم مین ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہین بوجھتے

واضح ہو کہ عظمت وکبریائی اللہ تعالے سے جاہل ہونا اور آخرت کا انکار اور بندون کی خودمختاری کا اعتقاد اور نفس کی پیروی اور اسی کی خواہشون پر اڑنا ایسی باتون نے کفار کو حق صریح سے منھ موڑنے اور ایسے سوالات پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تلاوت پڑھنا کسی کلام کو اور تلا علیہ اسکو پڑھ سنایا۔ اور آیت مین ضمیر علیہم راجع بجانب کفار کے اور داخل اسمین انکے مانند سب ہین اور اوپر کی آیت مین من قبلکم سے خطاب فرمایا تھا جو ہول دلانے کے لیے تھا اور یہان بطریق صنعت التفات کے ضمیر غائب فرمائی جو مفید ہے کہ یہ لوگ قابل خطاب نہین ہین المعنی اور جب پڑھی جاتی ہین انپر ہماری آیات جنکی شان یہ ہے کہ بہت واضح و روشن حجت ہین یعنی انمین توحید الٰہی و اسکے خلق و تقدیر و مشیت و جزا و سزا سے حکمت و ہدایت وغیرہ صفات کاملہ کا بیان واضح ہے قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا تو کہتے ہین وہ بدبخت مخلوق جو ہماری لقاء کی توقع نہین رکھتے یعنی اپنے خالق عزوجل سے غافل اور اسکی صفات عظمت وکبریائی سے جاہل اور آخرت و قیامت سے منکر اور لقاء الٰہی سے ناامیدی گمان کیے ہین۔ ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا لے آ تو اے محمد صلعم کوئی قرآن جو اسکے علاوہ اسکا غیر ہو۔ أَوْ بَدِّلْهُ یا اسی قرآن کو تبدیل کر دے یعنی اس قرآن مین ایسی باتین ہین جو ہماری خواہش و پسند کی نہین ہین جیسے بتون کی مذمت اور اسکے نام پر ذبیحہ کی حرمت و تکفیر اور دنیاوی زندگی پر مطمئن اور راضی ہو رہنے پر حجت نہ جمانا بلکہ دار آخرت کے لیے نیک اعمال کرنا اور بعد موت کے پھر حشر و قیامت کے لیے زندہ ہونا اور خالص اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی بندگی کرنا کسی کو اسکا شریک نہ کرنا اور جان لینا کہ وہی خالق رازق علیم خبیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو اسکی تقدیر و مشیت ہے وہی ہوتا ہے اسی نے اس حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا ایک ذرہ اسکی حکمت سے باہر نہین اور سب اسکی قضاء و قدر اور مشیت و قدرت کے محکوم ہین کسی کو اسکی مملکت مین ذرہ برابر اختیار نہین ہے ایسی سب باتین ہماری خواہش و نفس کے لائق نہین ہین ہان باقی جو کام کرنے کو کہا گیا اسمین مضائقہ نہین پس تم کو چاہیے کہ یا تو تم اس قرآن کے سوائے دوسرا قرآن ہی لے آؤ جسمین یہ باتین نہون یا خیر اسی کو رہنے دو مگر اسمین سے ایسی باتین بدل دو۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل کفر کی جہالت اپنے خالق عزوجل کی شان عظمت وکبریائی سے ایسی ہی ہوتی ہے اسی واسطے مومن اپنے پاک معبود عزوجل کی ہدایت فرمانے کا بال بال سے شکرگذار رہتا ہے کہ اللہ تعالے ذوالجلال والاکرام نے محض اپنے فضل و احسان سے اسکو اس تاریکی و جہالت سے نجات دی وہی جو چاہے کرے اسپر کسی کا دعوی نہین چنانچہ کفار کو اندھا رکھا کہ ایسی درخواست اسکے کامل مطیع بندہ رسول صلعم سے کی جسکا ہر کام موافق رضائے الٰہی عزوجل اور اسکے حکم سے تھا لہذا جواب کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي تو کہدے کہ میرے واسطے یہ ٹھیک ہی نہین ہو سکتا کہ مین اپنے نفس کی جانب سے اسکو بدل دون۔ بیضاوی رح نے کہا کہ تلقاء در اصل مصدر ہے اور ظرف کے معنی مین مستعمل ہوا اور کفار کی دونون باتون مین سے ایک کے جواب پر اکتفا کیا گیا اسوجہ سے کہ جب تبدیل سے انکار کیا تو بالکل دوسرا قرآن لانے سے انکار اسکو لازم ہے یعنی بدرجہ اولی اس سے انکار ہے کیونکہ کسیقدر بدل دینا بہ نسبت بالکل ترک کرنے کے آسان ہے تو جب آسان کو ممکن نہین کہا تو مشکل کہان سے ممکن ہو سکتا ہے اور قولہ ما یکون لی۔ نہایت بلیغ ہے کہ اس سے اپنے عدم ارادہ کی اور اسکے صحیح نہونے کی اور اسکے نہو سکنے کی سب کی نفی نکلتی ہے یعنے نہ میرا ارادہ اور نہ وہ مجھسے صحیح ہو سکتا اور نہ وہ میری جانب سے ہو سکے اور اسمین اشعار ہے کہ اصل خلقت مین ہر شخص کے ساتھ جو شیطان پیدا ہوتا ہے

اور نفس انسانی میں ایک لمہ شیطانی ہوتا ہے ان دونوں سے آنحضرت صلعم سلامت تھے چنانچہ حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آپکا ہمزاد مطیع تھا اور ثابت ہے کہ خلق آپکا قرآن مجید تھا یعنی بدون کسی معارضہ و تکلف کے جو مقتضائے نفس ہے آپ قرآن مجید کے عامل تھے پس احکام و مواعظ قرآن میں اور آپکے خلق عظیم میں صحیح اتحاد تھا اور اسی پر شاہد ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ خالق سبحانہ نے یوں جواب کا حکم دیا کہ تو کہدے کہ میں اپنے نفس کیجانب سے بدل نہیں سکتا یعنی نہ اپنے نفس کیطرف سے کچھ لایا اور نہ اسکو بدل سکتا ہوں۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ نہیں پیرو ہوں مگر اسی چیز کا جو میری طرف وحی کی گئی یعنی بدون مداخلت نفس کے پس خوب محکم جواب ہو گیا کہ میں کیونکر بدل سکونگا کیونکہ یہاں کچھ بھی میرا تصرف نہیں ہے لہذا بعض احکام کو کسی وقت تک کے لیے اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے اپنے علم قدیم میں مقدر و نازل فرمائے پھر اُس وقت مقررہ کے بعد دوسرا حکم نازل فرما کر اول کو منسوخ کیا اسمیں بھی مجھے کچھ دخل نہیں بلکہ میں وحی کی اتباع کرتا ہوں اور تمھاری درخواست میں جو یہ بات ٹپکتی ہے کہ قرآن معجز بلیغ فصیح کچھ میرا کلام ہے تو یہ تمھارا گمان محض غلط ہے میں تو وحی کا متبع ہوں جو وحی مجھپر ہوئی اگرچہ اسمیں خود بعض احکام کی تبدیل ہو میں نے وہی بعینہ تلاوت کر دی کیونکہ مجھپر یہ اتباع الوحی و تبلیغ بعینہ فرض ہے اور خود میں کیونکر تبدیل کر کے گنہگار ہو سکتا ہوں اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں یعنی اگر اپنی طرف سے تبدیل کرنے میں نافرمانی کروں عذاب یوم عظیم کو یعنے اگر ایسا عصیان کروں تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہے۔ اسمیں ایماء ہے کہ کافر لوگ ایسی ہٹ کرنے سے مستوجب عذاب شدید ہو گئے۔ یوم کو جو عظیم کہا گیا تو بسبب ظہور جلال و عظمت الٰہی کے ہے کہ اُس دن ہولناک و عظیم وقائع بالکل کھلے ظاہر ہونگے۔ بالجملہ سب بوحی الٰہی و بقدرت و مشیت الٰہی عز و جل ہے۔ پھر صحت وحی پر تنبیہ بلکہ حجت بیان کی بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ تو کہدے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں اسکو تمپر تلاوت نہ کرتا۔ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ اور نہ اور اسے اعلام کرتا تمکو اسکے ساتھ یعنی یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحی و مشیت و ارادہ سے ہے کہ میں تمکو یہ سب سناتا اور آگاہ کرتا ہوں اور تم اسمیں سے بعض باتوں سے کراہت کر کے میری ذات کی طرف سے سمجھتے ہو حالانکہ یہ بالکل تمھاری نادانی ہے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ کیونکہ بے شک میں اس سے پہلے ایک عمر یعنے چالیس برس تم میں رہا یعنے اسطرح کہ تمپر کچھ تلاوت نہیں کرتا تھا اور نہ تم کو کچھ اعلام کرتا تھا۔ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ قرآن یکایک ایک معجزہ خرق عادت ہوا کیونکہ جو شخص انمیں ایک عمر چالیس برس تک رہا اسطرح کہ نہ اسکو کسی علم سے ممارست تھی اور نہ کسی عالم کو اسنے دیکھا جس سے کچھ علمی باتیں سنتا اور نہ کبھی اسنے شعر نظم کیا اور نہ کبھی نثر عبارت بنائی پھر یکایک انپر ایسی کتاب تلاوت فرمائی کہ اسکی فصاحت کے آگے سب فصیح جنکو بڑے بڑے دعوے تھے گونگے ثابت ہو گئے اور سب نظم و نثر والے گردنیں جھکانے لگے اور اس انتہا تک بلاغت و فصاحت پہونچی کہ کمال تعجب سے دیکھتے اور جادو کہتے تھے پھر معانی کا یہ حال کہ دو علم ہیں ایک علم اصول اور ایک علم فروع تو دونوں کو اسکے معانی نے گھیر لیا اور اگلوں پچھلوں کے قصص کو بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو جسنے ذرا بھی عقل سے کام لیا اور تعصب کی ریگ اپنی آنکھوں سے نکال ڈالی وہ یقین کر گیا کہ یہ اسکی طرف سے کبھی نہیں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی تعلیم و وحی ہے اسیواسطے ان کفار کو جنکو دین کی سمجھ بالکل نہیں ہے ملامت فرمائی بقولہ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ تمکو تعقل بالکل نہیں ہے یعنے کیوں ایسے بیعقل ہو گئے ہو کہ عقل سے سوچ سمجھکر کچھ بھی کام نہیں لیتے ہو کہ تمھیں صاف ظاہر ہو جاوے کہ یہ قرآن تو خالص وحی از جانب الٰہی ہے۔ قال ابن کثیر رح حاصل دلیل اسکے خالص وحی ہونے پر یہ ہے کہ تم لوگ اسکے ادنیٰ سورہ کے مثل لانے سے عاجز ہو اور تم یہ بھی بالیقین آنکھوں دیکھا جانتے ہو کہ جب سے میں پیدا ہوا تب سے وقت بعثت تک تم میں بہت سچا

امانت دار معروف و مشہور ہون تم مجھ مین کچھ بھی کوئی ایسی بات نہین جانتے ہو کہ جسکے سبب آنکھ مار دیکر کیا تم کو ذرا بھی سمجھ نہین کہ بیفائدہ مین
تم سے کیون جھوٹ بولتا لہذا سوچو اور سمجھو کہ یہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے وحی اور تمہارے لیے دائمی حیات کی نعمت ہو کہ اسکے مثل تم کو ملنا
ممکن نہین ہو پھر ابن کثیر رح نے اسکا شاہد قصہ ہرقل بادشاہ روم پیش کیا کہ جب اسنے ابوسفیان سے حال پوچھا اور ابوسفیان نے باوجود اسکے
کہ اسوقت کافرون کے سرغنہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق و امانت و عفاف و دیانت و کرائم اخلاق کی بھی خبر دی مگر رسول ہونے
سے انکار کیا تو ہرقل نے جواب مین کہا کہ مین ضرور سمجھتا ہون کہ یہ نہین ہو سکتا کہ وہ شخص دنیا کے لوگون پر تو جھوٹ بالکل نہ بولے اور جا کر اللہ تعالے
پر جھوٹ باندھنے لگے - جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ حبشہ سے کہا تھا کہ اللہ تعالے نے ہم مین ایک رسول مبعوث فرمایا ہو جسکی سچائی اور نسب کی
بزرگی اور امانت و دیانت کو ہم خوب پہچانتے ہین ہم مین معلوم و مشہور ہو اور قبل نبوت کے وہ ہم مین چالیس برس رہے ہین - ابن کثیر رح نے کہا
کہ سعید بن المسیب رح سے تینتالیس برس کی روایت ہو ولیکن صحیح و مشہور پہلا قول ہو - مترجم کہتا ہو کہ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ
اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو چالیس برس کی عمر پر مبعوث فرمایا پس تیرہ ۱۳ برس مکہ مین رہے آپ پر وحی اُترتی تھی پھر ہجرت پر مامور ہوئے
پس ہجرت کر کے دس برس مدینہ مین رہے اور وفات فرمائی جبکہ آپ کی عمر ترسٹھ سال کی تھی - رواہ البخاری و ابن ابی شیبہ و الترمذی اور
اسی کے مانند سدی رح سے بھی مروی ہو اور نووی رح نے کہا کہ یہی اصح و اشہر ہو اور اسی کو مسلم رح نے حدیث انس و عائشہ و ابن عباس
سے روایت کیا اور اسی پر علمار نے اتفاق کیا اور ایک قول جسمین ساٹھ برس کی عمر آئی ہو اسکی تاویل یہ ہو کہ راوی نے سال ولادت و ہجرت
و وفات کی کسر چھوڑ دی اور پورے پورے سال شمار کر لیے اور تیسرا قول جسمین پانچ اوپر مروی ہین اسمین اشتباہ واقع ہوا اور مترجم
کہتا ہو کہ اسمین کسر سال ہجرت مکرر محسوب کی گئی باین طور کہ ایک مرتبہ وہ پورا سال اقامت مکہ و دوسرا زمانہ ہجرت مین حساب کر کے زیادہ
ہوا واللہ اعلم **ف** قولہ تعالے ولا ادراکم - مبتدی دو قراءۃ ہین اول قراءۃ جمہور لا ادراکم بالف از ادرا - یدری - بمعنی اعلام اور یہی مذکور
ہو چکی ہو اور ابن کثیر رح نے لا دراکم - بلام بدون الف پڑھا اور معنی یہ کہ - لا ذراکم اللہ تعالے بہ علی لسان غیری من غیر ان اتلوہ علیکم
یعنے البتہ اعلام فرماتا تمکو اللہ تعالے اسکو میرے سوائے دوسرے کی زبان سے - یعنی ضرور یہ پیغام آلہی تمکو پہونچایا جاتا اگر مین نہوتا تو دوسرا
ہوتا - پھر اللہ تعالے نے دروغ باندھنے والے کے کبیرہ جرم کو اس طرح بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبدیل
قرآن کا رد اور مشرکون کی ذاتی حرکت کو متضمن ہو - قال تعالے -

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَیَعْبُدُوْنَ
پھر کون ظالم اُس سے جو بنادے اللہ پر جھوٹھ یا جھوٹھلادے اُسکی آیتین بیشک بھلا نہین ہوتا گنہگارون کا اور پوجتے ہین
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ قُلْ
اللہ سے نیچے جو چیز نہ برا کرے اُنکا اور نہ بھلا اور کہتے ہین یہ ہمارے سفارشی ہین اللہ کے پاس تو کہہ
اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝
تم اللہ کو جتاتے ہو جو اسکو معلوم نہیں کہین آسمانون مین نہ زمین مین وہ پاک ہو اور بہت دور ہو اُس سے جو شریک کرتے ہین

اظلم صیغہ اسم تفضیل مستعمل ہو - افترا جھوٹ باندھنا اور کذب کا بیان اس امر کا ہو کہ یہ امر باوجود افترا ہونے کے خود جھوٹ ہو یعنے
اللہ تعالے کی طرف - اسکو نسبت کرنا جیسے دروغ افترا ہو ویسے ہی وہ خود جھوٹ بھی ہو - لا یفلح اے لا یسعد - یعنی سعید و نیک انجام نہین

ہوتے ہین - المجرمون - الکافرون - لیعنی مجرم سے مراد کافر ہین اور یہ وہی لوگ ہین جنھون نے اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا یا اسکی آیات
کو جھٹلایا - پس یہ کلام اللہ تعالےٰ کی طرف سے اہل شرک وکفر پر جو اللہ تعالےٰ کی جناب مین شریک ہونے کو نسبت دیتے یا بیٹا وجورو
ہونے کو نسبت دیتے تھے اور اللہ تعالےٰ کی آیات لیعنی قرآن کو جھٹلاتے اور اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکے بعض احکام بدل دالنے
یا کوئی اور قرآن لانے کی درخواست کرتے تھے اُنپر تشنیع وتوبیخ ہی - فرمایا - فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا پس کون شخص
ظالم ہی لیعنی کوئی نہین اس سے بڑھکر ظالم ہی جسنے افتراء باندھا اللہ تعالےٰ پر دروغ کو - اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اسکی آیات کو
اِنَّهٗ شان یہ ہی کہ - لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ فلاح نہین پاتے ہین جرم کرنے والے لیعنی کفر کرنے والے اسطرح کہ اللہ تعالےٰ پر افتراء
باندھین یا اُسکی آیات کو جھٹلا دین - وفی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ - اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ ایسے شخص سے کوئی بڑھکر ظالم ومجرم نہین جو
اللہ تعالےٰ پر افتراء باندھے اور وہ بھی ایسی چیز سے جو خود باطل ودروغ ہی لہذا جو کوئی اپنی نسبت دعویٰ کرے کہ مین اللہ تعالےٰ
کا رسول ہون حالانکہ درحقیقت نہو اور دعوے کرے کہ مجھپر وحی اُتری ہی حالانکہ کچھ بھی نہین اُتری بلکہ اُسنے اپنی طرف سے باتین
بنائی ہین تو وہ بھی ویسا ہی اظلم ہی جیسے یون کہنے والا کہ اللہ تعالےٰ کا شریک یا بیٹا وجورو ہی نعوذ باللہ من ذلک - حاصل یہ کہ اس کلام
مشرکون کو دو طرح ملامت فرمائی گئی ایک یہ کہ رسول اللہ صلعم سے قرآن لانے یا بدلنے کی درخواست کرتے تھے - حالانکہ وہ محض وحی الٰہی تھا
پس کیونکر تغیر ہو سکتا ہی اور جو کوئی اپنے کلام کو وحی الٰہی بتلاوے اس سے اظلم کون ہوگا پس قرآن مجید صحیح وحی الٰہی ہی کچھ افتراء نہین ہی
اور دوم یہ کہ جو کوئی وحی الٰہی کو جھٹلاوے اُس سے بڑھکر اظلم کوئی نہین حالانکہ مشرکین جھٹلاتے تھے تو وے سخت مجرم ہوے جنکے واسطے
سعادت وفلاح نہین اگر ایمان نہ لاوین - عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے سب سے بڑے علماء یہود مین تھے کہتے ہین کہ جب آنحضرت
صلعم مدینہ مین آئے تو مین نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ پاک کچھ جھوٹون کا چہرہ نہین ہی اور پہلے پہل مین نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ
یا ایہا الناس افشوا السلام الخ - لیعنی اے لوگو تم آپس مین سلام کے ساتھ ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے کو افشا کرو اور آپس مین کھانا
کھلاؤ اور ناتے کو ملاؤ اور رات مین جب کہ لوگ سوتے ہین تم نمازین پڑھو پس سلامتی کے ساتھ جنت مین داخل ہو جاؤ - قال ابن کثیر رح
اور آنحضرت صلعم کے اقوال پاکیزہ اور جو وحی معجزہ آپ پر ہوتی ہی نہایت روشن حجت آپ کی صدق رسالت کی ہی چنانچہ اسکی سحر بلاغت
وفصاحت واخبار غیب وکمالات معانی کا اقرار جس کثرت سے عرب کے بلیغ وفصیح لوگون نے کیا ہی ایک دفتر طویل مین لکھا جا سکتا ہی اور
اور مسیلمہ کذاب وسجاح واسود وغیرہ لعنہم اللہ تعالےٰ جن جھوٹے مدعیون نے وحی شیطانی کی باتین کہین اور اللہ تعالےٰ پر افتراء باندھا
خود اُنکے تابعین کفار نے اُسکے معیوب وکذب وافتراء ہونے کا اقرار کیا تو بھلا عقل سلیم والے اہل فراست پر کب ان لوگون کا افتراء
چھپ سکتا ہی چنانچہ مسیلمہ وغیرہ کے اقوال جو کتب سیر مین نقل کیے گئے ہین خود اسپر شاہد عدل ہین کہ یعنی ان اقوال والا محض کذاب ہی
اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب سے دوستی تھی ایک مرتبہ عمرو اپنے مشرک ہونے کی حالت مین مسیلمہ کذاب کے
پاس گئے اُسنے پوچھا کہ اے عمرو آج کل تمھارے گروہ والے کی کیا خبر ہی اور مراد اُس ملعون کی یہ تھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا نازل ہوا
تو عمرو نے کہا کہ مین نے محمد صلعم کے اصحاب سے پڑھتے سنا آج کل ایک چھوٹی سی سورہ کیا عظمت والی نازل ہوئی ہی اُسنے کہا وہ کیا ہی تو
عمرو نے سورہ والعصر ان الانسان لفی خسر - آخر تک پڑھی با جسقدر یاد ہو پس مسیلمہ ملعون نے ایک ساعت فکر کرکے کہا کہ مجھپر بھی ایسی ہی
ایک سورہ نازل ہوئی ہی اور وہ یہ ہی - یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حفر نقر - کیون عمرو تم کیونکر دیکھتے ہو عمرو نے جواب دیا

کہ واللہ تو جانتا ہے کہ مین یہ بات جانتا ہون کہ تو کذاب ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ جب ایک مشرک کا حالت شرک مین یہ حال تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حال صدق نبوت اسپر پوشیدہ نہ رہا اور مسیلمہ کذاب کی جھوٹی باتین اسپر اسطرح روشن ہوئین کہ اسنے بالیقین قسم کھائی تو بھلا اہل حق و عقل پر کب مخفی ہو سکتا ہے۔ قال المترجم واللہ کلام الٰہی آئینہ سے زیادہ روشن ہے اسکے صدق مین سوائے ازلی مردود کے جسکو اللہ تعالے نے جہنم کے لیے مخصوص پیدا کر دیا ہے کوئی منکر نہین ہو سکتا یہ تعجب نہین ہے کہ کفار اسکے مثل لانے سے سخت عاجز ہو کر اسکو جادو وغیرہ کہتے تھے چنانچہ متواتر انکا قول نقل فرمایا بقولہ تعالے قالوا ان ہذا الا سحر مبین۔ پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالی نے حق تعالے پر افتراء کو اشد ظلم بیان فرمایا تو کافرون کی خود افترا کی فضیحت و انکی حماقت بیان فرمائی کہ بت وغیرہ جمادات و اوہام کو شرک اور عیسیٰ ع وغیرہ کو بیٹا وغیرہ بنا کر افتراء و بہتان باندھتے ہین بقولہ تعالی۔ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور پوجتے ہین اللہ تعالے کے سوائے ایسی چیز کو جو نہ انکو ضرر دے سکتی ہے اور نہ انکو نفع دے سکتی ہے۔ کیونکہ یہ سب جمادات وغیرہ ہین انکو خود کسی نفع و ضرر کی کچھ قدرت نہین ہے۔ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ اور کہتے ہین کہ یہ لوگ ہمارے واسطے سفارشی ہین اللہ تعالے کے یہان۔ یعنی دنیا مین جو مہم و سخت کام ہمپر پیش آتے ہین انکے پورا ہوجانے مین ہمارے سفارشی ہین یا اگر قیامت ہوئی تو ہمارے سفارشی ہونگے جیسے نصاری نے زعم کیا کہ حضرت عیسیٰ ع نے ہم سب کے گناہ ولادیے ہین اور ہمارے لیے کفارہ ہوگئے ہین حالانکہ جو کتاب انکے پاس ہے اسمین یہ مذکور ہے کہ کوئی کسی دوسرے کا گناہ نہین اٹھاتا ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ انکی سخت جہالت تھی کہ حضرت حق تعالے جو یقینی نفع و ضرر پہونچانے والا ہے اسکی عبادت چھوڑکر ایسی چیز کی عبادت اختیار کی جسکو قدرت نہین خالی اس وہم پر کہ شاید ہمارے سپلے سفارشی ہون۔ اور ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ عجیب جہالت تھی کہ فی الحال جس سے نفع و ضرر کی کچھ قدرت ظاہر نہین اس سے ثانی الحال مین سفارش کے امیدوار ہوکر اسکو پوجنے لگے۔ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ تو کہدے کہ کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالی کو ایسی چیز سے جسکو وہ آسمانون مین موجود نہین جانتا اور نہ زمین مین یعنے تم اللہ تعالے کو آگاہ کرتے ہو کہ اسکا شریک بھی ہے یا یہ لوگ تمہارے سفارشی ہین حالانکہ اللہ تعالے اسکو نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین کہین موجود نہین جانتا پس حق تعالے جسکا علم تمام عالم کو محیط ہے اور تمام مخلوقات کو گھیرے ہے جب وہ اسکے علم مین نہین تو قطعا وہ چیز خود موجود نہین ہے کیونکہ اگر ہوتی خواہ آسمانون مین یا زمین مین تو ضرور وہ اللہ تعالے کے علم مین ہوتی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ بما لا یعلم۔ اے بما لا یعلمہ۔ پس موصول کیطرف ضمیر عائد محذوف ہے اور قولہ فی السموات الخ حال اسی ضمیر محذوف سے نفی کی تاکید اور اس امر پر تنبیہ ہے کہ سوائے حق تعالے کے جسکو پوجتے ہو وہ سماوی ہے یا ارضی ہے اور جو کوئی چیز یہان موجود ہو وہ خود اسکے مثل ایک حادث مخلوق ہے اسکو یہ لیاقت ہی نہین کہ شریک ہو سکے سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ تسبیح ہے اللہ تعالی کے لیے اور وہ پاک برتر ہے ایسی چیز سے جس سے یہ لوگ شرک کرتے ہین۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ اتنبؤن اللہ بما لا یعلم الآیۃ کے معنی یہ ہین کہ کیا خبر دیتے ہو اللہ تعالے کو ایسی چیز سے جو نہوگی نہ آسمان مین اور نہ زمین مین۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جو کچھ کفار نے زعم کیا اسکا وجود ہی نہین ہو سکتا ہے۔ اور آسمانون و زمین کا بیان اسوجہ سے کہ عموماً اعتقاد اہل الحس یہ ہے کہ جو چیز پائی جاوے انھین دونون کے بیچ مین ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ بندے سب ایک ملت پر تھے اور بعد اتفاق کے اختلاف کرکے مختلف حالت پر ہوگئے۔ قال تعالے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور لوگ جو ہین سو ایک ہی امت ہین پیچھے جدا جدا ہوے اور اگر نہ ایک بات آگے ہو چکتی تیرے رب کی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

تو فیصلہ ہو جاتا اُنمین جس بات مین پھوٹ رہے ہین

بعض نے کہا کہ آیت مین ایک ملت پر ہونے کا بیان ہی خواہ ملت کفر ہو یا ملت اسلام ہو اور اہل تحقیق نے کہا کہ ملت فطرت یعنی اسلام پر ہونے کا بیان ہی۔ اور بعض نے کہا کہ۔ الناس سے مراد عموماً سب آدمی ہین اور بعض نے کہا کہ خصوص اہل عرب کا بیان ہی۔ قولہ تعالے وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً نہین تھے سب لوگ مگر ایک ہی ملت پر۔ ابن عباس رض نے کہا کہ آدم ؑ سے نوح تک دس قرن تھے سب ملت اسلام پر تھے اسکے بعد اختلاف واقع ہوا اور بعضون نے بت وغیرہ پوجنے سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے زمانہ سے عمرو بن لحی کے وقت تک ملت ابراہیم ؑ پر تھے پھر عمرو ملعون نے بت نکالے۔ انھین دونون قولون کو مفسر نے ذکر کیا ہی اور یہ اس جہت سے کہ توحید و اسلام سب سے قدیم ملت ہی اسی پر لوگ متفق ہوے اور شرک تو جہالت ہی جسکو گمراہ ہو جانے والے لوگون نے ایجاد کر لیا۔ اور ابن مسعود رض نے کہا کہ ما کانوا الا علی ہدی۔ یعنے سب لوگ ہدایت ہی پر تھے۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ لوگ سب ایک ملت پر متفق تھے یا سب کے سب دین حق پر ثابت تھے۔ اور یہ حالت زمانہ آدم ؑ سے تا وقت قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے یا زمانہ نوح تک یا بعد طوفان نوح کے تھی۔ فَاخْتَلَفُوْا پھر لوگون نے باہم اختلاف کیا پس بعض نے ہوا و ہوس کی پابندی کر کے بت پرستی وغیرہ کو اختیار کر لیا اور بعضے دین حق پر ثابت رہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک وعدہ سابق نہو چکا ہوتا۔ یعنی کمال رحمت سے قیامت تک مہلت کا وعدہ فرما دیا ہی کہ اسی دن فیصلہ و جزا و سزا ملیگی پس اگر ایسا نہو گیا ہوتا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ تو البتہ فیصلہ کر کے حکم دیدیا جاتا انکے درمیان ایسے معاملہ مین جسمین وے اختلاف کرتے ہین۔ یعنی فی الحال حکم دیا جاتا پس دنیاوی زندگی مین ہی مومن جنت مین اور کافر دوزخ مین ڈال دیا جاتا۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کفر و شرک کی خواریون مین سے ایک نوع دیگر بیان فرمائی۔ بقولہ تعالے۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ

اور کہتے ہین کیون نہ اُتری اسپر ایک نشانی اسکے رب سے سو تو کہہ کہ چھپی بات اللہ ہی جانے سو راہ دیکھو مین تمہارے ساتھ ہون

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

راہ دیکھتا

ع ۱۰ / ۷

وَيَقُوْلُوْنَ الکفرة المکذبون۔ لَوْلَآ ہلا۔ اُنْزِلَ عَلَيْهِ علی محمد۔ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کما کان للانبیاء من الناقة والعصا والید۔ اور کہتے ہین یہی کفار و مشرکین جنہون نے قرآن مجید اعظم آیات الٰہی تعالے کو جھٹلایا ہی یہ بات کہ کیون نہین اُتاری گئی اسپر یعنی محمد صلعم پر کوئی نشانی اُسکے رب کی طرف سے یعنی جیسے اگلے انبیاء علیہم السلام کو دیگئی تھین چنانچہ حضرت صالح کو ناقہ اور موسی ؑ کو عصا و ید بیضاء بطریق معجزہ دیے گئے تھے ویسی نشانی محمد صلعم پر کیون نہین اُتاری گئی۔ کمال عجیب ہی کہ قرآن مجید سے بڑھکر کیا معجزہ چاہتے تھے کیونکہ عصاے موسی ؑ وغیرہ خالی محسوس معجزات تھے اور قرآن مجید نظم معجزہ و معانی غیبی دونون کا جامع ہی اور معنوی کمالات جیسے بدرجۂ انتہاء اسمین ہین کسی اگلی آیت مین

نہین پھر اسکو تو سحر کہکر دوسرے معجزات کے طالب ہوئے اور باوجود اسکے درختون کا اپنی جگہ سے زمین پھاڑتے ہوئے آکر اور پہاڑون کا کلمہ توحید پڑھنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات اونٹ وغیرہ کا صاف زبان مین اقرار اور آنحضرت صلعم کو مخلوقات کا سلام کرنا اور آپکی انگلیون سے فوارہ کا جاری ہونا کہ لشکر نے سیر ہوکر پانی پی لیا اور زہر ملے ہوئے گوشت کا آپ سے باتین کرنا کہ مین زہر ملا ہوا ہون اور کوڑھی کا اچھا ہونا اور استی مردے کا اٹھکر باتین کرنا اور مانند اسکے بے شمار معجزات آنحضرت صلعم سے ظاہر ہوئے اور کسی معجزہ پر پابندی نہ تھی اور جب معنی مین غور کیا جاوے تو اگلے انبیاء علیہم السلام کو جو گنتی کے منحصر معجزے دیے گئے تھے اُنسے یہ معجزات کہین بڑھکر تھے اسپر بھی کافرون نے نئا اور عناد سے روز ایک نیا معجزہ مانگنا شروع کیا اور کسی پر ایمان نہ لائے اور اللہ تعالےٰ نے باوجودیکہ اسکے علم پاک مین معلوم تھا کہ اُس نے ان کافرون کو ملعون جہنمی پیدا کیا ہی کبھی ایمان نہ لاوینگے برابر یہ معجزات اپنے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر فرمائے تاکہ کفار پر حجت پوری ہو اور رسول صلعم کی علو منزلت وکمال مرتبت ظاہر ہو پس وہی ہوا حتی کہ کافرون نے زعم کر لیا کہ جو کچھ آنحضرت صلعم دعا فرما دینگے وہ واقع ہوگا لیکن ازلی کافر ہونے سے ایمان کی توفیق تو نہ پائی ہان نفس کی خواہشین دنیاوی پوری کرنے کے لیے مکر و فریب کا ارادہ کرکے یہ درخواست کی کہ مکہ مین کوہ صفا کو خالص سونے کا ہوجانے کی دعا کرو تو ایمان لے آوینگے یا مکہ کے پہاڑ و ریگستان کو زائل کرکے بجاے اسکے ہرے بھرے باغ و نہرین کردو اور مانند اسکے جنکی غرض دنیاوی عیش و راحت تھی - اور علام الغیوب حق سبحانہ وتعالےٰ نے مکہ معظمہ کو حرم محترم بنایا اور اسی شان سے سراسر حکمت بالغہ کے ساتھ پیدا فرمایا وہ ان کافرون کے مکر و فریب کے واسطے تبدیل نہین ہوسکتا تھا جبکہ وے علم الٰہی مین کافر مطبوع تھے حتی کہ اگر علم الٰہی مین انکا ایمان اس معجزہ پر مقدر ہوتا تو اللہ تعالےٰ ہر بات پر قادر ہی یہ تو کچھ بھی نہ تھا وقد قال تعالیٰ تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنات تجری الآیۃ - اور کمال رحمت الٰہی اپنے رسول رحمۃ للعالمین پر یہ تھی کہ اسکی امت کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ فرماوے اور بخصوص جبکہ انھین کافرون کی پشت مین اولاد مومنین صالحین مستودع تھے پس اگر ان ازلی کافرون کی ہٹ کا معجزہ دیدیا جاتا اور وے خواہ مخواہ ایمان لانے والے نہ تھے تو در صورت کفر کرنے کے عذاب استیصال مین گرفتار ہوتے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ختم کردیا ہی اور اگلی امتون کے عبرت آمیز حالات ایسے اُنکو سُنا دیے لہذا ان ازلی کافرون کی ہٹ پوری نہ فرمائی کیونکہ ان اشقیاء کو کچھ فائدہ نہو تا پس اولاد صالحین پر شفقت کرکے انکا استیصال نہ فرمایا وقد قال تعالےٰ وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون واٰتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ الآیۃ - اسی واسطے جب ان کافرون نے ایسی درخواست کی تو آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری مرضی ہو تو انکی درخواست پوری کیجاوے ولیکن پھر ایمان نہ لانے پر سنت الٰہیہ کے موافق اُنپر عذاب استیصال نازل کرونگا تو حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین نے عرض کیا کہ پروردگار اُنکی درخواست پوری نہ کیجاوے اور اُنکو مہلت دیجاوے اور یہ کچھ پہلا مرتبہ شفقت کا نہین بلکہ بارہا ان خبیثون کی ایذاء دینے پر آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری مرضی ہو تو تجھے ایذاء دینے کے جرم مین پارہ پارہ خاک سیاہ کردیے جاوین مگر اس رسول کریم رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین صلعم نے ہمیشہ اپنی ایذاء کو فراموش کرکے ان خبیثون کے لیے مہلت چاہی اس امید پر کہ اُنکی اولاد مین مومنین صالح پیدا ہون پس وہی ہوا والحمد للہ رب العالمین اور آیت کریمہ مین قولہ لولا انزل علیہ آیۃ سے اسی آیت یعنی معجزہ کی درخواست مذکور کی تفسیر بھی کی گئی ہی پس معنی یہ ہونگے کہ کفار مکہ جس نشانی پر ہٹ کرتے تھے اسکے نہ ملنے پر کہتے تھے کہ کیون اسپر یہ آیت نہین اُتاری گئی تو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اپنے رسول کو کہ جواب دے - فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ ما غاب عن العباد امرہ - لِلّٰهِ - سو تو اُنکے جواب مین کہدے کہ غیب تو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی یعنی جو چیزین کہ بندون اور عالم کی

نظر و علم سے غائب ہین اس غائب کا امر مخصوص بحق عز و جل ہی کسی اور کے اختیار مین نہین ہی اور یہ آیات بھی منجملہ غیب کے ہین پس اللہ ہی کو اختیار ہی چاہے لاوے یا نہ لاوے اور مین تو ایک بندہ رسول ہون مجھپر یہی واجب ہی کہ اللہ تعالے کے احکام و زواجر تمکو پہونچا دون فَانْتَظِرُوْا پس اگر تم میری رسالت پر ایمان نہ لائے تو عذاب کے منتظر رہو۔ اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ مین بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والون مین ہون۔ وقال الحافظ رحمہ اللہ فی قولہ فقل انما الغیب للہ یعنی اللہ تعالے ہی کے قبضۂ قدرت مین تمام حکمت کے موافق سب امور ہوتے ہین وہی ہر امر کا انجام جانتا ہی۔ فانتظروا انی معکم الخ یعنی اگر تم لوگ مجھپر ایمان نہین لاؤگے جب تک کہ یہ معجزات جو تمنے ہٹ کرکے مانگے ہین دیکھ نہ لو تو حکم الٰہی تعم کا میرے و اپنے حق مین انتظار کرو کہ وہی احکم الحاکمین ہی منتظر رہو دیکھو وہ کیا حکم فرماتا ہی۔ قال المترجم یہ تفسیر خوب موافق ہی اور بنا برین یہ کلام اُن کافرون کے حق مین تہدید ہوگا اور آخر یہی ہوا کہ بدر وغیرہ مین کفار عذاب کیے گئے اور دین اسلام کو اللہ تعالے نے رونق و بلندی دی یہانتک کہ تھوڑے زمانہ مین تمام جہان آوازۂ عدل سے منور و معمور ہوگیا وللہ الحمد۔ اگر کہا جاوے کہ معجزات طلب کرنے مین کفار کا عذر مقبول ہی چنانچہ انبیاء ع کو معجزات دیے گئے پھر جب کفار قریش کو یہ معجزات نہین دکھلائے گئے تو وہ لوگ معذور کیون نہ ہوئے۔ جواب یہ ہی کہ اُنھون نے مانند شق القمر وغیرہ کے معجزہ کی راہ سے اپنی ہٹ سے بڑھکر معجزات دیکھ لیے تھے کیونکہ زمین کے معجزات جو وہ مانگتے تھے یا جو تصور کیے جاوین سب سے یہ آسمانی معجزہ شق القمر کا بڑھکر ہی پس یہ لوگ ہدایت کی خواہش سے یہ معجزات نہین مانگتے تھے بلکہ تعنت عناد کی راہ سے مستدعی تھے اور اللہ تعالی جانتا تھا کہ کبھی ایمان نہ لاوینگے کیونکہ اُنکے لیے کفر مقدر تھا کما قال تعالے ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل آیۃ۔ یعنے جن آدمیون پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہوچکا ہی یعنے وے جہنمی ہین تو وے کبھی ایمان نہ لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس تمام نشانیان معجزات آجاوین وکما قال تعالے ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ وکلمہم الموتی وحشرنا علیہم الآیۃ۔ وقال تعالے ولو فتحنا علیہم بابا من السماء الآیۃ وقال تعالے وان یروا کسفا من السماء ساقطا الآیۃ۔ وقال تعالے ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس الآیۃ۔ پس ایسے لوگون کی درخواست پوری ہونی بیفائدہ ہی۔ اور بعض درخواستین مانند شق القمر وغیرہ کے جو پوری کی گئین اُنکا پورا کرنا اس راہ سے نہین تھا کہ کچھ مفید ہوجاوین بلکہ اس وجہ سے تھا کہ کافرون کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ دعوی نبوت مین معجزہ دکھلانا چاہیے اگرچہ واجب نہو پھر بھی خوب تکمیل کردی گئی پس اسکے بعد نبوت سے منکر ہونا اُنپر تحقیقی لازم ہوگیا پھر نعمت کے مقابلہ مین کفران طریقہ کفار ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا قُلِ اللّٰهُ

اور جب چکھاوین ہم لوگون کو مزہ اپنی مہر کا بعد ایک تکلیف کے جو اُنکو لگی تھی اُسی وقت بنانے لگین حیلے ہماری قدرتون مین تو کہہ اللہ

اَسْرَعُ مَكْرًا ۚ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

سب سے جلد بنا سکتا ہی حیلہ ہمارے بھیجے ہوے لکھتے ہین حیلے بنانے تمہارے وہی تمکو پھراتا ہی جنگل اور دریا مین

حَتّٰىٓ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ

یہانتک کہ جب تم ہوے کشتی مین اور لیکر چلین لوگون کو اچھی ہوا سے اور خوش ہوے اُس سے آئی اُنپر ہوا جھونکے کی اور آئی اُنپر لہر

كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ

ہر جگہ سے اور اٹکلے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہوکر اُسکی بندگی مین اگر تو بچاوے ہمکو اس سے تو بیشک ہم رہین

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى

شکر گزار پھر جب بچا دیا انکو اللہ نے اُسیوقت شرارت کرنے لگے زمین مین ناحق سنو لوگو تمہاری شرارت ہے

اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

تمہی پر برت لو دنیا کے جیتے پھر ہمارے پاس ہے تمکو پھر آنا پھر ہم جتا دینگے جو کچھ کہ تم کرتے تھے

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً حرف اذا شرطیہ اور اذاقہ چکھانا اور یہ مس کی نسبت بحسب موقع کم و زیادہ ہے اور گویا اشارت ہے کہ کمال رحمت الٰہی سے قیامت و دار آخرت مین متقی بندے سیر ہونگے اور الناس سے بعض نے عموماً سب لوگ خواہ کافر ہون یا مومن ہون مراد لیے مگر ارجح یہ ہے جو مفسر رحمہ نے کہا کہ مراد کفار مکہ ہین اگرچہ حکم مین سب کافر بلکہ ہر وہ شخص جو کفران نعمت اسطرح کرے شامل ہے الغرض اور جب چکھائی ہم نے لوگون کو رحمت ۔ مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ بعد ضرار کے جو انکو چھو گئی تھی ۔ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ناگاہ انکے لیے مکر ہے ہماری آیتون مین ۔ قولہ اذا لہم ۔ جملہ جواب شرط ہے اور یہ اذا مفاجات کا ہے کما افادہ الخلیل و سیبویہ رح اور مفاجات کے یہان یہ معنی ہین کہ ناگہانی طور پر انھون نے آیات مین مکر واقع کیا لہذا اسمین سرعت مکر پر دلالت ظاہر ہوئی یعنی بہت سرعت و جلدی کے ساتھ مکر کرنے لگے جیسے ناگہانی چیز واقع ہوتی ہے اور مکر سے مراد یہان یہ ہے کہ ہر حیلہ سے آیات الٰہی مین قدح کرنے اور اسکے رسول کو جھٹلانے مین سرگرم ہونے اور رحمت سے یہان مراد جیسے وبار و بیماری سے تندرستی و قحط کے بعد فراخی وغیرہ ہے اور ضرار سے قحط و بیماریان وغیرہ اور حاصل معنی یہ ہین کہ کفار مکہ کو بیماریان و قحط کی مصیبت پہونچی اور وے ناچار ہوکر اللہ تعالے کی طرف تضرع کرنے لگے پس جب اللہ تعالے نے انکو اس مصیبت قحط و مرض کے بعد رحمت چکھائی یعنی صحت و فراغت و فراخی دیدی تو اس نعمت کی شکر کی جگہہ سب تضرع بھولکر بہت جلد یہ مکر یعنی حیلہ کرنے لگے کہ آیات الٰہی مین قدح کرین و اسکے رسول کو کسی حیلہ سے جھوٹا بنا دین اور لوگون کو بھی راہ راست پر آنے سے روکین ۔ بعض نے لکھا کہ اہل مکہ کو آنحضرت صلعم کی بددعا سے ہفت سالہ قحط نے گھیرا کہ آسمان انکو دھوان دھار نظر آتا تھا آخر وے لوگ کچھ نادم ہوکر گڑگڑائے تو اللہ تعالے نے انپر فراخی کی رحمت بھیجی تو انکی طرف سے شکر اور طاعت الٰہی کا نتیجہ نکلنا چاہیے تھا گویا عقل منور و روح پاک و ملائکہ اسی کے منتظر تھے کہ ناگاہ اُنسے یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ آیات الٰہی مین مکر کرنے لگے مثلاً زعم کیا کہ اسمین بتون کی الوہیت و طاعت کا ذکر نہین بلکہ بالکل جہالت و باطل کہا گیا ہے اور انکی جہالت مین یہ قابل طعن تھا کہ بت پتھر کے تراشے ہوئے ہر جاندار جانور سے زیادہ مہمل و بیفائدہ ہین اُنسے تو ایک مکھی بھی بڑھکر ہے اُنکی عبادت کا عقیدہ یا نفع و ضرر کا گمان محض غلط و باطل ہے اور کمال و الوہیت و عبادت فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی کے لیے مخصوص ہے پس کفار اسپر طعن و قدح کرتے اور رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتے اور ہر حیلہ سے چاہتے کہ کلمہ توحید بلند ہو یہی انکا تمام مکر تھا ۔ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مکرا تمیز واقع ہے اور معنی یہ کہ تو کہدے کہ اللہ تعالے اسرع ہے از راہ مکر کے ۔ یعنی اللہ تعالے نے اپنے رسول کو خطاب فرمایا کہ قرآن کا فرون کو خبردار کردے کہ تم جو مکر کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہارا مکر کچھ کارگر ہوگا وہ محض تمہاری نادانی ہے اللہ تعالے کا مکر تم سے بڑھکر سریع ہے کیونکہ جب کوئی آدمی بیوقوف کسی عقلمند جاننے والے کے ساتھ مکر کرنا چاہتا ہے تو وہ جاننے والا اس سے بڑھکر ایسی تدبیر کرتا ہے کہ بیوقوف خود ہی اپنے مکر کے وبال مین گرفتار ہوجاتا ہے تو اللہ تعالے سب ظاہر و باطن و حال و استقبال کو خوب جانتا ہے بھلا اس سے کوئی مخلوق کیا مکر کرسکے اور مکر کے معنی لغت مین یہ ہین کہ فریب و کید چھپے چھپے اسطرح کرنا کہ دوسرے کو ناگہانی اثر پہونچے جسکو مکار

کے ناکرے سے خبر نہ تھی اور اللہ تعا عالم الغیب ہر مکار و نیکو کار کی خالی نیت کا بدلا عطا فرماتا ہی تو مکار نے جبھی نیت شروع کی تبھی سے اسکا بدلا ملنے لگا بلکہ اسکے اللہ تعالےٰ کے علم مین اسکا حال سب پہلے ہی معلوم تھا تو پہلے ہی سے بدلا مقرر تھا اسیواسطے مکر کے مقابلہ مین مکر بیان کیا کہ اللہ اسرع مکرا۔ یعنی مکر کی سزا دینے والا ہی یا یہ مراد کہ انکے ساتھ ایسا معاملہ کر دینے والا جسکو وہ اپنے پسند کے موافق دنیا مین اچھا سمجھین حالانکہ جو انھون نے پسند کیا اسکی عاقبت بہت خراب ہی جس سے اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرما دیا تھا پھر بھی کفار مکار نے وہی اختیار کیا۔ حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کے مکر سے یہ مراد ہی کہ مکار کو اسکے مکر کا بدلا دیتا ہی یا ایسے طور پر معاملہ رکھا ہی کہ مکار کی سمجھ مین نہین آتا جیسے آدمی کو دوسرے آدمی کا مکر نہین معلوم ہوتا پس کافرون کے مکر کے مقابلہ مین مکر الٰہی بیان کیا اور یہ بات ظاہر ہی کہ معاملہ آخرت ایسے طور پر واقع ہی کہ کافر اسپر اعتقاد نہین کرتا اور ظاہری دنیاوی زندگی پر بھروسا کر لیتا ہی لیکن اگر کافر اپنے خالق مالک کا حکم مانتا اور اسکی آیات پر یقین لاتا و عمل کرتا تو اچھا رہتا مگر اسنے تو آیات کو ہر طرح مکر و حیلہ سے دفع کرنا چاہا لہذا مکر کی سزا بطریق مکر پاکر دائمی عذاب جہنم مین پڑا و دنیا چند روزہ زندگی ہی۔ اور اسی غمناک و مشوش عیش پر اللہ تعالےٰ سے مکر کرنا چاہتا ہی۔ **اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ** البتہ ہمارے رسل یعنی کرام کاتبین جو فرشتہ اللہ تعالےٰ نے ہر بندے پر اسکے ظاہری و باطنی افعال و اعمال لکھنے کو بھیجے ہین وے فرشتہ لکھتے ہین جو تم مکر کرتے ہو۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ مکر کا بدلا ضروری ہی اور یہ فعل مکر کا لکھا جاتا ہی جیسے ایمان والے کی نیک نیتی لکھی جاتی ہی اور یہ بھی تنبیہ ہوگئی کہ کافرون نے جو مکر کے طور پر مخفی رکھا اور جانا تھا کہ یہ مکر انکا بالکل چھپا ہوا خالی انکے نفس کے اندر رہا کیونکہ انکا نفس ہی ایمان و طاعت سے منکر اور دنیاوی لذت وغیرہ کا طالب و آخرت سے بے اعتقاد کرتا ہی اور کافر حقیقت مین اپنے نفس کا مکر خود اٹھائے ہوئے ہی جانتا ہی کہ اس ناکرے سے اسکے سوائے کسی کو آگاہی نہین تو فرمایا کہ ملائکہ لکھتے ہین پس جب ملائکہ پر یہ مکر مخفی نہین تو اللہ تعالےٰ جسنے ملائکہ کو بھی پیدا کیا ہی اسپر کب یہ مخفی ہو سکتا ہی۔ قال الحافظ رح قولہ قل اللہ اسرع مکرا۔ یعنی اللہ تعم کا استدراج سخت ہی یعنے نافرمان و گنہگار کو ڈھیل دینا جس سے وہ سرکش گمان کرے کہ میرے افعال بہت اچھے ہین حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اسکو خوب مہلت دیدی ہی پھر ناگاہ وہ موت کے عذاب مین گرفتار ہوکر رہائی نہ پاویگا اور انھین اعمال کے بدلے جنکو کرام کاتبین لکھتے تھے سزا پاویگا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے احسان کے مقابلہ مین کافرون کا کفران بیان فرمایا بقولہ **هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** تسییر کے معنی سیر کرانا و چلانا۔ اور مراد تسییر کہ سے چلنے پر آمادہ کرنا اور اسپر قابو دینا اور مترجم کہتا ہی کہ ارادہ کے بعد اس کام کو اسنے پورا کرا دینا پس صریح معنی حقیقی معتبر ہین اور یہ دلیل صریح ہی کہ بندون کا اور انکے افعال کا خالق اللہ تعالےٰ عز و جل ہی کیونکہ فرمایا ہو الذی یسیرکم۔ وہی اللہ تعالےٰ تمھارا خالق تمکو سیر کراتا و چلاتا ہی۔ فی البر خشکی مین اسطرح کہ تمھارے اقدام پیدا کر دیے اور جانورون کو تمھارا مسخر کر دیا اور تمھارے ارادہ و سامان پر قدمون چلنے یا سوار ہوکر چلنے مین تمھارا فعل پورا کر دیا۔ والبحر اور تری مین اسطرح کہ کشتیان وغیرہ بنانی تمکو الہام فرمائین اور جہاز وغانی وغیرہ بنانے و چلانے تمکو سکھلا دیے پس جیسے اسنے تمکو پیدا کیا ویسے ہی تم کو خشکی و تری مین چلاتا ہی **حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ** یعنی یہانتک کہ جب تم کشتیون مین ہوے **وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ** اور چلین کشتیان انکو لیکر ہواے طیبہ کے ساتھ۔ فلک جمع فلک ہر دو باعراب واحد ہین صرف اعتبار کا فرق ہی اسطرح کہ فلک مفرد بروزن قفل ہی اور فلک جمع بروزن اسد جمع اسد بفتحتین ہرا کے جسم مین بالقصہ یہ ہی۔ یہان سے عبرت و نصیحت و سمجھ حاصل کرنے کو ایک واقعہ بیان کیا اسطرح کہ خشکی و تری مین چلانے والا اللہ تعالےٰ ہی اور ایک قوم کشتیون مین سوار ہوکر تری مین سمندر یا دریا مین روانہ ہوئی پس ایک کشتیان اپنے سوار ہونے والون کو لیکر روانہ ہوئین ا

چلیں اور دوم یہ کہ ہوا موافق تھی اور طیبہ یعنی ہلکی ہلکی اسی سمت چلتی تھی جدھر کشتی جاتی ہی اور سوم یہ کہ وَفَرِحُوا بِهَا اور سوار ہونیوالے لوگ اس نرم موافق ہوا سے خوش ہوے - پس قولہ اذا کنتم الخ جملہ شرط مین تین باتین تعین کشتی مین ہونا اور انکا چلنا پھر ہوا نرم و موافق ہونا پھر انکا خوش و فرحناک ہونا انھین تین کے مقابلہ مین جملہ جزا مین بھی تین باتین ہین یعنے جب کشتی مین روانہ ہوے اور یہ تین باتین فرحت کی ہوئین تو - جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ آگئی ان کشتیون پر یا آئی اس نرم طیبہ ہوا کو ریح عاصف یعنی عصف والی ہوا جو ہوا سخت تند چلتی ہی اور اسکی کوئی جہت خاص نہین پس ایسی تند ہوا آگئی وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور آئی انپر موج ہر ٹھکانے سے یعنی جہان جہان سے دریا مین موج انپر آسکتی ہی ہر ٹھکانے سے موجین امنڈ آئین - اور سوم یہ کہ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ اور ظن کیا انھون نے کہ انکو احاطہ کیا گیا یعنی غالب گمان انکو ہوا یا الیقین ہوگیا کہ وے گھیرے گئے اور انکی رہائی کی راہین بند ہوگئین جیسے کسی کو دشمن نے گھیر لیا ہو اور حاصل یہ ہی کہ انکو گمان بالیقین ہوا کہ وے اب ہلاک ہوے گھر کر کوئی راہ رہائی کی نہین ہی پھر بیان فرمایا کہ جب وے ایسی فرحت کے بعد ایسے یاس مین ہوگئے تو پھر انھون نے کیا کام کیا - دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ پکارنے اللہ تعالے کو اس حال سے کہ خالص کرنے والے تھے اسی کے لیے دعاء کو - یعنی دعاء و پکار مین کسی بت وغیرہ کو شریک کرنے والے نہ تھے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ ہی سے دعاء کرنے والے ہوگئے کہ تیرے سواے کوئی نجات دینے والا یہان نہین ہی - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ اخلاص اس جہت سے ہوا کہ خوف کی شدت سے اصلی فطرت نے رجوع کیا اور فرحت و اترانے سے جو پردہ آگیا تھا جس سے شرک کرنے لگے تھے وہ سب دور ہوگیا ولیکن یہ مراد نہین ہی کہ توحید کا اعتقاد کر لیا بلکہ یہ سمجھکر اخلاص کیا کہ یہان کوئی نجات دینے والا سواے اللہ تعالی کے نہین ہی پس خلاص سے اُسی سے دعا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ یعنی بہت تاکید و قسم کے ساتھ عہد کیا کہ اگر تونے ہم کو اس مہلکہ سے نجات دی تو ضرور ہم شکر گزارون مین سے ہونگے - یہ جملہ دعوا کا مفعول بھی ہوسکتا ہی کیونکہ بمنزلہ قول کے ہی - فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ پھر جب اللہ تعالے نے انکی دعاء قبول کرکے انکو نجات دی - إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ تو ناگاہ وے بغی کرتے ہین ملک مین - یعنی مفاجات کے ساتھ فساد پھیلانے لگے اور جس حال پر پہلے تھے اسی حال پر بہت جلد چھوٹتے ہی عود کر گئے حاصل یہ کہ مہلکہ سے نجات پاتے ہی سب عہد و پیمان فراموش کر دیا اور اگلے شرک و کفر و فساد زمین مین پھیلانے لگے بِغَيْرِ الْحَقِّ متعلق یبغون ہی یعنے بغاوت ناحق کرنے لگے اور بغاوت اگرچہ ہمیشہ ناحق و باطل ہوتی ہی لیکن بغیر الحق زیادہ کرکے تنبیہ کر دی کہ بدون شبہہ کے تمرد و عناد سے فساد پھیلانے لگے اور زمخشری رح نے کہا کہ بغی تو حد سے تجاوز ہوتا ہی اور وہ کبھی حق کے ساتھ ہوتا ہی جیسے مسلمانون کا کفار کے ملک پر غلبہ کرکے انکے دیار و املاک کو برباد کر دینا پس بغیر الحق کے قید سے یہ فائدہ ہی کہ مشرکون کا فساد ناحق تھا وقال المترجم زمخشری کا یہ قول خلاف تحقیق اور خطار ہی اس لیے کہ مسلمانون کا استیلاء جسطرح ذکر کیا کچھ بغاوت نہین ہی یعنے حد سے تجاوز نہین ہی بلکہ اُنکا ایسا نہ کرنا حد سے تجاوز ہی اس لیے کہ کفار جنکے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا وہ اپنے افعال و اعتقاد و معاملات مین حد سے متجاوز تھے جبکہ اللہ تعالی عز و جل کی زمین مین کفر و شرک و ظلم و فساد کے احکام و برتاو پھیلاتے تھے بلکہ اپنی جانون پر سخت ظلم کرتے تھے کہ دوزخ کے واسطے اسکو تیار کرتے تھے پس مسلمانون نے مالک حقیقی جل جلالہ کے حکم سے بدون دنیاوی لالچ کے انکو فساد و بغاوت سے روکا چنانچہ یہ نہین دیکھتے ہو کہ اگر کوئی گروہ فرقہ کفار بدون جدال و قتال کے فساد کرنے سے توبہ کرلے اور مطیع ہوجاوے تو پھر اس فرقہ کے جان یا مال کسی چیز سے کچھ بھی تعرض کرنا حرام ہی بلکہ انکی حفاظت کرنا حق واجبہ ہی - لہذا معلوم ہوا کہ بغیر الحق اس تنبیہ مذکور کے لیے بڑھادیا اور تاکہ نصیحت کھاوے کہ بڑی

ترکت کافرون کی ہو کہ ناحق ایسا کرتے ہین - واضح ہو کہ آیت مین دو فوائد عظیمہ ہین ایک یہ کہ شدت وسختی کے وقت انسان کی جبلت یہ ہو
کہ مضطر ہوکر فقط اللہ تعم کیطرف رجوع لاوے اور دوم یہ کہ مضطر کی دعا وقبول ہوتی ہو اگرچہ وہ کافر ہو اسیواسطے حدیث مین مطلقاً مظلوم کیواسطے فرمایا کہ
اُسکے اور اللہ تعم کے درمیان پردہ نہین ہوتا یعنی مظلوم کی دعا سے ڈرنا چاہیے لہذا جس قوم نے کسی پر ظلم کیا آخر وے تباہ وبرباد ہوگئے اور ظلم ایسی بُری چیز
ہو کہ آخرت ہی پر اسکا عذاب موقوف نہین بلکہ دنیا مین بھی وبال مین ظالم گرفتار ہوتا ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ مامن ذنب اجدر من ان یعجل اللہ عقوبتہ
فی الدنیا الحدیث یعنی بغاوت کرنے وناتا قطع کرنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس بات کے لیے لایق نہین کہ اللہ تعم دنیا مین تعجیل اسکی عقوبت مین
گرفتار کرے باوجود اس عذاب کے جو آخرت مین اس گناہ کرنے والے کے لیے اللہ تعالے نے ثابت کر دیا ہو پس اس حدیث سے ثابت
ہوگیا کہ شرک وکفر وغیرہ اگرچہ بڑے سخت گناہ ہین کہ آخرت مین مشرک وکافر وغیرہ کے لیے دائمی دوزخ ہو لیکن دنیا جو ملعون دنا چیز ہو اسمین
ضرور نہین کہ مشرک یہان بھی عقوبت پاوے بلکہ کبھی کافر ومشرک کو دنیا خوب طرح دیدی جاتی ہو اس لیے کہ اسنے دار الآخرۃ وباقیات
صالحات اصلی نعمتون کے عوض اس ناچیز ملعون کو اختیار کر لیا ہو اور رہا ظلم کرنا وبغاوت کرنا واپنے ناتے وارون وقرابت والون سے
ناتا کاٹنا یہ دونون اگرچہ کفر وشرک سے کم درجے کے ہین یعنے عذاب اُنکا اگرچہ کم ہو لیکن اس لایق زیادہ ہین کہ دنیا مین بھی باغی وقاطع الرحم
کو وبال پہونچے اور آخرت مین بھی عذاب پاوے اور واضح ہو کہ شرک وکفر بھی ظلم ہو بلکہ سب سے بڑا ظلم ہو اس سے بڑھکر اور کوئی ظلم
نہین ہو ولیکن حدیث کے جو معنی بیان ہوے اس بنا پر ہین کہ بغاوت سے مراد حد سے تجاوز کرنا جو شرک وکفر وغیرہ سے کم ہو جیسے کسی کو
قتل کرنا یا مال چھین لینا ناحق وما نند اسکے اور طریقہ سے بغاوت کرنا اور یہ بھی ہو سکتا ہو کہ حدیث مین بغی سے مراد اسکے عام معنی ہون
جو شرک وکفر وغیرہ سب کو شامل ہین اور مذمت اسکی ظاہر ہو اور خود اللہ تعالے نے نہایت ارشاد ونصیحت کے ساتھ اپنے کلام
پاک مین بغاوت کی بُرائی واسکا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اے لوگو تمھاری بغاوت
تو تمھاری ہی جانون پر ہو - یعنے اے کافرو جو تم نے ورطہ ہلاکت سے خلاص ہونے کے بعد بجاے شکر وطاعت کے یہ کیا کہ اللہ تعالے
کی زمین وملک مین ناحق جان بوجھکر بغاوت پھیلائی اسطرح کہ اللہ تعالے کی توحید مین شرک کیا یعنے خوب جانتے ہو کہ اللہ تعالی یہی وحدہٗ
لاشریک خالق مالک رازق اور سب امیدین برلانے والا ہو عبادت وطاعت فقط اُسی کی ہو چنانچہ ایکبو ورطہ ہلاکت
مین جب تم گرفتار ہوے تو خالص اللہ تعالے ہی سے مانگنے لگے اور کسی بت وغیرہ کو تم نے نہین پکارا تو تمھین معلوم ہو کہ الوہیت ووحدانیت
فقط اُسی کے واسطے ہو پھر جب تمکو ورطہ ہلاک سے نجات دی تو تجنت ہو کہ بتون وغیرہ کی عبادت کرنے لگے پس بغاوت بغیر الحق تم سے سرزد
ہوئی یعنے جان بوجھکر تم نے یہ بغاوت پھیلائی کہ اللہ تعالے کی توحید وعبادت مین اللہ تعالے کی مخلوق کو بلکہ بتون کو جنھین تمھارے
ہاتھون بنوایا ہو شریک کیا پھر بھی اللہ تعالے نے یہ کرم فرمایا کہ اپنا رسول بھیجا اور اسپر اپنی کتاب مجید نازل فرمائی اور تم کو اسنے حجت
واضحہ ودلائل ساطعہ راہ حق دکھلائی مگر تم نے وہی اپنا برا ناطور نہ چھوڑا اور بجاے اسکے شکر کے اللہ تعالے کے رسول کو جادوگر بتایا
حالانکہ جادوگر کمبخت ایسے خصائل حمیدہ وشمائل پسندیدہ کی تعلیم کہان سے کر سکتا ہو اور اسکو یہ معجزات باہرات کہان سے حاصل
ہو سکتے ہین اور رسول صلعم کچھ بھی مال دنیاوی تم سے نہین چاہتا اور بالکل بھی اُجرت نہین مانگتا اور ایسے اعجاز کلام کو لایا ہو جو کمالات
انسانی سکھلا کر فرشتہ سے بلند مرتبہ بناتا ہو مگر تم ہر حیلہ ومکر سے چاہتے ہو کہ آفتاب کو ہاتھ سے ڈھانپ دو اور رسول سے قتال کرتے ہو تو حکیم
اللہ تعالے نے سمجھا دیا کہ اے کافرو تمھاری یہ بغاوت بغیر حق یعنے جان بوجھکر تمرد وعناد کے ساتھ تمھاری بغاوت تو تمھاری ہی جانون پر ہو

کیونکہ اسکا وبال آخر تمہارے ہی اوپر ہی اور یہ تو ظاہر ہی کہ تم کیا ہو تمام مخلوقات کو ذرہ برابر بھی قوت نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالے چاہے اسکو رد کرکے
پھیر تمہارے تمرد سے تمکو کچھ فائدہ نہیں اور کسی کا کچھ ضرر نہیں بلکہ وبال تمہاری ہی گردنون پر ہی کہ تم نے زندگانی دنیاوی کے پیچھے
محض وہم وخیال سے اپنی عاقبت خراب کی اور بغاوت اختیار کی حالانکہ زندگی دنیاوی اور خود دنیا بے شک محض ناپائدار ہی تمہارے اسپر
اعتماد کرنے سے وہ اپنی حالت پیدائشی سے بدل نہیں جائیگی اور ایسے ہی تم اپنے تمرد سے یہ نہیں کر سکتے کہ جسقدر چاہو اسقدر لے لو بلکہ تم کو وہی مقدر
پھر ملیگا اور وہ بھی فانی ولاحیز ہی قال تعالے متاع الحیوۃ الدنیا حیات دنیا کی متاع ہی۔ واضح ہو کہ قولہ یایھا الناس انما بغیکم
کی ترکیب دو طرح ہو سکتی ہی ایک یہ کہ انما بغیکم مبتدأ اور قولہ علی انفسکم اے واقع علی انفسکم خبر ہی اور معنی وہی ہین جو اوپر مذکور ہوے یا لفظ
انفس بنی آدم یا ابناء جنس کے لیے ہی اے انما بغیکم واقع علی امثالکم او واقع علی ابناء جنسکم۔ یعنی تمہاری بغاوت جا پڑتی ہی تمہارے امثال پر
یعنے تمھین آدمیون پر یا واقع ہوتی ہی تمہارے ہی ابناء جنس پر جو آدمی ہین یا مراد یہ کہ اللہ تعالے جل سلطانہ کی بارگاہ عالی مین تمہاری
بغاوت کی کچھ پروا نہین ہی اور دوم ترکیب یہ کہ قولہ علی انفسکم متعلق بغیکم ہی اور تنبیہ ہی کہ اس بغاوت کا وبال تمھین پر ہی پس یہ مبتدا ہی اور قولہ
متاع الحیوۃ۔ اسکی خبر ہی اور تقدیر کلام گویا یون ہی۔ یایھا الناس انما بغیکم الراجع علی انفسکم متاع الحیوۃ الدنیا۔ یعنی اے لوگو تمہاری بغاوت
جو کہ تمھین پر الٹتی ہی وہ تو یہی متاع حیات دنیا ہی۔ حاصل معنی یہ کہ حیات دنیا جسپر تم نے بغاوت کی وہ پائدار نہین اور اس بغاوت پر جو عذاب
ہوگا وہ پائدار رہیگا اور ایک قراءۃ مین متاع الحیوۃ بنصب ہی پس مفعول مطلق ہو سکتا ہی یعنے تتمتعون متاع الحیوۃ۔ یا بغی کا مفعول ہی کیونکہ اسکے
معنی طلب کے ہین اے انما طلبکم متاع الحیوۃ۔ یعنی تمہاری بغاوت بس یہی حیات دنیا کی طلب ہی جو ناپائدار ہی۔ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ پھر
ہماری طرف تمہارا مرجع ہی کہ موت آتی ہی حیات دنیا سے منقطع ہو کر قیامت کے لیے مہیا ہو جاؤگے فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس
تمہارے کامون سے ہم تمکو خبردار فرماینگے۔ یعنی تم کو تمہارے اعمال کی جزا دیوینگے۔ یہ جملہ تہدید سخت ہی جیسے زبردست حاکم کسی مجرم سے
کہتا ہی کہ جو تم نے کیا ہی وہ ہم تمکو بتلا دینگے۔ قال ابن کثیر رح۔ یعنی ہم تمکو تمہارے سب اعمال سے آگاہ کرینگے اور تمھین کو بھرپور دیدینگے پس
جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالے کی حمد وثناء کرے اور جو کوئی اسکے سوا پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ قلت وقد ثبت المعنی
فی الحدیث۔ ف الاولی۔ قولہ تعالے حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم الآیہ۔ اول خطاب ہی اور ضمیر بہم سے غیبت ہی پس زمخشری و
بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ خطاب سے غیبت کی طرف صرف الکلام مین مبالغہ کا فائدہ ہی گویا ان لوگون سے دوسرون کا حال ذکر کیا جاتا ہی
کہ جس سے تعجب کرین اور قباحت اس فعل کی بخوبی انپر ظاہر ہو کیونکہ انسان کو اپنے عیوب وقبائح کم نظر آتے ہین۔ حاصل آنکہ انتقال از خطاب
بغیبت و بالعکس منجملہ فصاحت کلام کے ہی پھر انتقال متضمن فائدہ بھی ہوتا ہی سو یہان مفید فائدہ مذکور ہی۔ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ خطاب
سے غیبت کی طرف کلام پھیرنا دلیل غضب وناخوشی ہی جیسے غیبت سے خطاب کی طرف انتقال کرنا دلیل رضامندی وتقریب ہی کما فی قولہ ایاک
نعبد۔ فائدہ ثانیہ قولہ ریح عاصف۔ ریح اکثر مونث مستعمل ہی اور کبھی نادر مذکر لاتے ہین اور ابن الانباری رح نے کہا کہ ریح کے سب نام
مونث ہین سواے لفظ اعصار کے کہ وہ مذکر ہی اور ریح ہولے حرف ہی اور یوم راح وراح جسدن خوب ہوا چلتی ہو۔ اگر کہا جاوے کہ
ریح مونث ہی تو عاصف اسکی صفت کیونکر آئی ہی جواب یہ کہ عاصف صیغہ نسبت بسوے مصدر ہی اے ریح ذات عصف بمانند لابن وتامر
پس عاصف مین مذکر ومونث یکسان آویگا اور سخت جھکڑ کو عصف کہتے ہین۔ فائدہ ثالثہ قولہ دعوا اللہ مخلصین لہ الدین سارے عرب
تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالے کو جانتے اور شدائد کے وقت اسی کی طرف رجوع لاتے تھے ولیکن بے فکری مین بغاوت کرکے شرک وبت

کی عبادت کرتے تھے پس بتون کی نسبت یہی اعتقاد تھا کہ اللہ تعالے کے یہان سفارش کرکے حاجت پوری کرا دیتے ہین اور اسیر انکو لائق عبادت
جانتے تھے اور یہ انکی سخت جہالت وکفر وشرک تھا اگرچہ شدت کے وقت سواے حق تعالے کے سب کو بھول جاتے تھے جیسے کہ اللہ تعالے نے
صریح بیان فرمایا ہے پس اللہ تعالے نے اسلام کی ہدایت سے فضل واحسان فرمایا کہ جہالات دور کرکے توحید کی راہ بتلائی پس اس زمانہ مین
جو بعضے لوگ اسلام کا دعوے کرکے ایسی حرکتین کرتے ہین کہ چیچک وغیرہ عوارض وشدائد کے وقت پیرون وقبور وغیرہ کی طرف رجوع لاتے
ہین وے مشرکین عرب سے بھی گویا جہالت مین ایک درجہ بڑھے ہوے ہین کیونکہ لات وعزی وغیرہ کچھ لوگون کے نام ہین جنکو عرب والے
بہت نیکوکار جانتے تھے اور انھین کے نام پر بت تراشے تھے لیکن شدائد کے وقت خالص اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع لاتے تھے اور اللہ تعالے
نے قولہ فلما انجاہم سے انکی دعا قبول ہونے کا اشارہ کیا ہے جیسا کہ بیضاوی رح وغیرہ مفسرین نے بیان کیا پس ان مدعیان اسلام سے
سخت عجب ہے کہ اپنی جہالت پر کچھ غور نہین کرتے ہین بلکہ بڑا غضب یہ ہے کہ سیتلا وبھوانی ولال پری وغیرہ نہین معلوم کسقدر خرافات کے
مان دان کرتے ہین اور فتاوی عالمگیری وغیرہ کے باب ارتداد مین صریح ہے کہ یہ لوگ مرتد اور انکی عورتین انکے نکاح سے باہر ہوجاتے ہین اور
اگر عورتین اسکی مرتکب ہوئین تو وہ بھی مرتدہ ہوجاتی ہین نعوذ باللہ من ذلک۔ فائدہ رابعہ قولہ انما بغیکم علی انفسکم۔ انس رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین جو اپنے ہی لوگون پر لوٹ پڑتی ہین ایک مکر یعنے مکر کرنے والا خود اپنے مکر
مین گرفتار ہوتا ہے اور دوم نکث یعنی بدعہدی کرنا اور سوم بغاوت پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھین یہ آیات قولہ انما بغیکم علی انفسکم
اور قولہ ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ اور قولہ ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ۔ اس حدیث کو ابو الشیخ وابن مردویہ وابونعیم وخطیب نے اخراج
کیا۔ اور اس حدیث مین انحصار مقصود نہین بلکہ اور بھی بعض افعال بد ایسے ہوسکتے ہین اور یہ جو بعض نے کہا کہ خداع بھی لاحق کرنا چاہیے
بقولہ تعہ وما یخدعون الا انفسہم الآیۃ تو مترجم کہتا ہے کہ یہ مکر مین داخل ہو چکا اب لحاق کی ضرورت نہین ہے فافہم۔ فی العرائس قولہ تعہ ہو الذی
یسیرکم فی البر والبحر۔ واضح ہو کہ تمام ممکنات وحادثات بالکل معرفت وطاعت الٰہی عزوجل مین قاصر ہین پس جو لوگ کہ ایمان ہی سے کافر ہین وہ معتقد
نہین کیونکہ اپنے خالق عزوجل سے منکر ہین اور جو بندے ایمان لائے اور اپنے خالق عزوجل کو پہچانا وہ اسکی عظمت وکبریائی کو اسقدر عظیم وکبیر
دیکھتے ہین کہ اپنے کو بالکل نیست ونابود پاتے ہین پس آیت مین فرد کفار کا بیان ہے اور اسمین اشارات ولطائف ہین جو اہل عرفان کے حال سے
موافق ہین یعنی اشارۃ النفس مین حالات ومعارف کا بیان ہے پس بر وبحر دونون مجاہدات ومشاہدات ہین کہ اللہ تعہ ان دونون مین اہل عرفان کو
سیر کراتا ہے اول مین نفوس کو اور دوم مین قلوب کو اور نیز یہ سیر عقل وروح کو بھی آیات وصفات مین شامل ہے۔ قولہ حتی اذا کنتم فی الفلک۔ کشتی عنایت
ازلی کی ہے مدد ان مقامات مین سیر محال ہوتی کیونکہ سب قلوب وارواح اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین لہذا فرمایا۔ وجرین بہم بریح طیبۃ۔ ہواے کرم و
عنایت انکو ازل وابد مین لیجاتی ہے اور یہی نسیم وصال کیا خوش حال ہے کما دل علیہ قولہ وفرحوا بہا۔ پھر جب اسمین سکون ہوا تو غیرت کبریائی نے
میدان قدم سے معرض محنت مین نکالا جیسا کہ حال معروف ہے۔ وقال تعالے جاءتہا ریح عاصف۔ عظمت کمال مین تہ وبالا ہونے لگے اور
ریح انس سے فراق ہوا۔ وقال تعالی وظنوا انہم احیط بہم۔ پھر انھون نے خصوص اثبات وحدانیت اور نفی وجود غیر سے دعا کی کما قال تعہ
لئن انجیتنا من ہذہ الآیۃ۔ یعنی قہر غیرت سے ہمکو نجات دے کیونکہ حادث کو موازات قدیم کی گنجایش نہین پس توفیق ازلی کی درخواست ہے کہ اسی سے
بقا ہو۔ بعض مشائخ نے ان حالات کو اہل ارادت سے متوافق کیا کہ آخر وہ اپنے اختیار وتدبیر سے رجوع کرلے اور اللہ تعالے عزوجل
کی جناب مین تفویض وتسلیم کرکے نجات پاتے ہین۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اہل عبادت کی سیر تو جنگلون وروے زمین خشکی پر سیر کے مانند ہے

اور سیر اہل عرفان کے قلوب سے سیر سمندر کے مانند ہی جسمین مہالک وخطرات ہین ولیکن ایک مہینہ کی رفتار ایک روز مین ہی۔ بعض نے کہا کہ خشکی کی سیر بطریق استدلال ہی اور سمندر کی سیر بطریق غلبہ حال بدون واسطہ کے۔ شیخ نوری رح نے کہا کہ دعاے اخلاص یہ ہی کہ جس دعا کرتا ہی اسکے سواے نفس کے خطرات مین سے کچھ بھی باقی نہو۔ قولہ تعالے فلما انجاہم اذاہم الآیۃ۔ اسمین اہل سکر کا اشارہ ہی کہ آخر دعوی انانیت ہوجاتے ہین اور حد عبودیت سے قدم باہر نکالتے ہین۔ وقولہ تعالے یا ایہا الناس انما بغیکم علی انفسکم الآیۃ۔ بیان عدم ادراک حوادث بشان قدم ہی اور ہر معرفت کہ نفس مدعی ہووے اللہ تعالے اس سے اعلی واجل ہی اور انانیت ایک بغاوت ہی اور حق تعالی ہر کسی مخلوق کی نظر و اتحاد سے پاک منزہ ہی۔ واسطی رح نے کہا کہ ملاحظہ نفس سے خداع پیدا ہوتا ہی چنانچہ ذی النون مصری رح سے پوچھا گیا کہ بہت خفی کون باتین ہین جن سے بندہ خداع مین پڑتا ہی فرمایا کہ الطاف وکرامات ودیدار آیات۔ ابن عطا وغیرہ مشائخ نے کہا کہ نجات بندے کی اسوقت ہی کہ اپنے واسطے کوئی صفت وکوئی شان وکوئی حیلہ وکوئی مکان نہ ٹھہراوے سب سے منھ موڑکر خالص اللہ تعالی کے کرم پر بھروسا کرے کما فی قولہ وظنوا انہم احیط بہم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین الآیۃ۔ پھر اللہ تعالے نے ایک مثال حیات دنیا کی اور اس شخص کی جو جہالت کے ساتھ بدون ہدایت الٰہی کے راہ چلتا ہی پس اسکی سعی بالکل برباد ہی بیان فرمائی بقولہ تعالی

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ

دنیا کا جینا وہی کہاوت ہی　جیسے ہمنے پانی اتارا　آسمان سے　پھر رل نکلا اس سے سبزہ زمین کا　جو کھاوین

النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتّٰى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا

آدمی　اور جانور　یہانتک کہ جب پکڑی　زمین نے　چمک　اور سنگار پر آئی　اور اٹکلے زمین والے

أَنَّهُمْ قٰدِرُونَ عَلَيْهَا أَتٰهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ

کہ یہ　جیدا ہمارے ہاتھ لگے　تو پہونچا اسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو　پھر کر ڈالا اسکو　کاٹکر ڈھیر　گویا کل یہان نہ تھی بستی

بِالْأَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْأٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اسیطرح　ہم کھولتے ہین پتے　ان لوگون پاس جنکو دھیان ہی

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ حرف انما جو انحصار کے لیے ہی یہان اس سے دنیا کے مثل کا انحصار مقصود نہین بلکہ محض ناچیز وفانی وزائل ہونے کا بیان ہی پس اللہ تعالے نے دنیا کی مثل تو کہی مقام پر بیان فرمائی ہی لیکن حاصل سب کا یہی صفت تشبیہ عجیب ہی جو یہان فرمائی کہ انما مثل الحیوۃ الخ۔ زندگانی دنیا کی صفت عجیب جو مثل کے مانند ہی ایسی ہی جیسے ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ یعنے مینھ برسا۔ فَاخْتَلَطَ بِهٖ پس اسکے سبب سے مختلط ہوے یعنی آپس مین گونج گئے۔ نَبَاتُ الْأَرْضِ زمین کی اگنی یعنی جو چیزین زمین سے اگتی ہین وہ ہمارے اس فعل سے کہ پانی برسا دیا اسقدر نکلین وبڑھین کہ آپس مین گنج گئین مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ہر قسم کی جسکو آدمی کھاتے ہین اور چوپائے وغیرہ کھاتے ہین یعنی کھیتی وساگ وگھاس وغیرہ ہر قسم کی پیداوار خوب اگی اور خوب خوشنما تیار ہوئی۔ حَتّٰى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا یہان تک کہ جب حاصل کرلی زمین نے اپنی زخرف۔ یعنی زمین طرح طرح کی نبات مختلف اشکال ومختلف رنگون سبز وسرخ وزرد وغیرہ سے مانند دولھن کے جو مختلف رنگین لباس سے آراستہ کیجاوے خوب سامان والی ہوئی۔ وَازَّيَّنَتْ اسے حسن زینت۔ اور خوب آراستہ ہوگئی۔ وَظَنَّ أَهْلُهَا اور یقین کیا اسکے لوگون نے

کہ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ وے اسپر قادر ہین یعنے اسکی زراعت وپھل وغیرہ حاصل کر لینے پر قدرت رکھتے ہین۔ اَتٰهَآ اَمْرُنَا تو آگیا یکایک اُسپر یعنے اُسکی زراعت وپھلون وغیرہ پیداوار پر ہمارا حکم یعنے قضاء مقدر اسکے ہلاک وبرباد کرنے کی۔ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا رات مین یادن مین یعنے رات کو اولا پالا وغیرہ سردی ایسی ہو پہنچی کہ ساری پیداوار تباہ کردی یا دن مین آندھی دلون وغیرہ نے تباہ کیا۔ فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ سو ہم نے کردیا اسکو حصید یعنی محصود جو جڑ سے کٹی ہوئی ہو گویا کہ کل تھی ہی نہین یعنے گویا اسکی یہ سبلہ پیداوار اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھی۔ قولہ لم تغن اے لم تغن الارض والمراد لم تلبث نبات الارض یعنے نبات زمین ثابت ہی نہین ہوئی تھی۔ اور قولہ بالامس سے خصوص گذرے ہوئے کل مین نہونا مراد نہین ہوتا ہی بلکہ یہ ضرب المثل عرب کی زبان مین بدینمعنی ہی کہ اسوقت سے پہلے بہت قریب وقت سے لیکر کسی وقت نہ تھی۔ ولقال غنی بالمکان اے اقام۔ اور قتادہ رح نے کہا اے لم تنعم یعنی گویا کبھی اُگی ہی نہ تھی۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ حرف تشبیہ اگرچہ قولہ کماء انزلناہ۔ مین لفظ ماء پر داخل ہوا لیکن حیات دنیا کی تمثیل خالی مینھ سے مقصود نہین ہی بلکہ تمام مضمون جو اس بیان سے حاصل ہوا وہ ممثل بہ ہی کیونکہ یہ تشبیہ مرکب ہی یعنی نباتات کا بہت جلد زائل وبرباد ہوجانا بعد ازانکہ بہت ہری بھری تھی اور لوگ اپنے یقین مین جو محض گمان ہوتا ہی یہ جانتے تھے کہ اب ہمکو اسپر سب طرح قدرت ہی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ اوپر کی آیت مین لوگون کی بغاوت وکفر وشرک کو متاع الحیوۃ الدنیا بتلاکر اب حیات دنیا کی تشبیہ فرمائی کہ اسکی تروتازگی وزینت کی اور جلد فانی وزائل ہونے کی مثال ایسی ہی جیسے اللہ تعالے نے مینھ برساکر زمین کو طرح طرح کی نباتات رنگین واشکال مختلفہ کے ساتھ بہت کثرت سے آراستہ کیا پھر جب زمین خوب مزین ہوگئی اور کاشتکار وباغبان کو غرہ ہوا کہ اب ہم کو اسپر قدرت حاصل ہی اور نادانی سے بیخوف ہو بیٹھے یہ نہین سمجھے کہ یہ دار فانی محل آفات ہی بونے والے وکھیتی کرنے والے اسی زعم مین تھے کہ ناگاہ بجلی گری یا سرد ہوا چلی یا آندھی آئی خواہ رات مین یا دن مین کہ تمام درخت خشک وکھیتی تلف ہوگئی اگرچہ پہلے ہری بھری تروتازہ تھی پس برباد ہوکر ایسی ہوگئی کہ گویا اس سے پہلے کبھی کسی وقت اسکا وجود ہی نہ تھا یہی کیفیت دنیادی زندگی کی ہی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ دنیا مین جو سب سے بڑھکر ناز ونعمت مین اتراتا ہوا آخر مرگیا ہی وہ آتش دوزخ مین ایک غوطہ دیکر پوچھا جائیگا کہ بھلا کبھی تو چین مین تھا تو اس شدت کے آگے سب فراموش ہوکر کہیگا کہ کبھی نہین اور دنیا مین جو سب سے بڑھکر تکلیف اُٹھاکر طاعت الٰہی پر مرا ہی وہ لاکر آخرت کی نعمتون مین ایکبارہ غوطہ دیکر پوچھا جائیگا کہ کبھی تجھپر تکلیف تھی تو کہیگا کہ مجھے کسی تکلیف کا اثر نہین معلوم ہوتا۔ وفی السراج دنیا کی حیات کو اس نبات سے تشبیہ کئی معنی پر ہوسکتی ہی۔ اوّل یہ کہ جیسے دنیا کی طرف زیادہ رغبت والا جب تمام ہمت اسی پر مصروف کرتا ہی اور بڑی بڑی امیدین باندھتا ہی تو ناگاہ موت آجاتی ہی چنانچہ اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر فرمایا۔ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذاہم مبلسون یعنی جب پھولے وے لوگ اس چیز پر جو دیے گئے تھے تو ناگاہ ہم نے انکو گرفتار کرلیا بس اچانک وے ہر بھلائی سے ناامید ہوکر رہگئے یعنی نہ دنیا ے فانیہ رہی اور نہ نعیم آخرت باقیہ ملی۔ دوم یہ کہ جیسے اس زراعت وپیداوار کا کوئی انجام سوائے اسکے بہتر ظاہر نہین ویسے ہی حیات دنیا ہی پر قصر کرلینا محض بد انجام ہی باوجودیکہ دنیا مین جو منافع حاصل بھی ہوے وہ بھی آفات سے خالی نہ تھے بلکہ جملہ منافع دنیاوی بلاء ومحنت وتعب ومشقت سے خلط ملط ہین بلکہ خلقت کدورات جسمانی خود بخود تکفرات ومتاعب مین ممتزج ہی سوم آنکہ جیسے کاشتکار وغیرہ کو بعد محنت ومشقت کے بربادی پر سخت غم والم ہی ایسے ہی دنیا کو دل سے چاہنے والے پر جب موت خواہ مخواہ

طاری ہوئی- تو دنیا حاصل کرنے کی مشقت اسپر اور بھی غم وحسرت کے ساتھ شدت بکثرت بڑھ گئی- قال تعالے- كَذٰلِكَ مثل ہی
تفصیل کے جو مذکور ہوئی ہی- نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ مفصل ہم بیان فرماتے ہین آیات کو- لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ایسی قوم کے
نفع کے لیے جو فکر کرتے ہین یعنی آیات تو عموماً بیان فرمائی ہین لیکن انتفاع اہل ایمان ہی کے لیے مخصوص فرمایا اسی واسطے انتفاع و
ہدایت کی راہ سے آیات کی تفصیل فقط قوم متفکرین ہی کے لیے ہی ف- شیخ عارف نے منجملہ اشارات کلام پاک کے یہان یہ بھی
اشارہ پایا کہ اہل ایمان وسلوک وعرفان نے جب اعمال صالحہ وعبادات وطاعات کی کھیتی بوئی یہ سمجھکر کہ دنیا ایک کھیت ہی کہ اسمین
آخرت کے لیے زراعت کرکے توشہ وزاد راہ لیجانا چاہیے پس جب خوب ادب وسنت کے موافق اسکی حسنات کثرت سے ہوئے تو اسنے
وسوسہ شیطان ونفس سے اپنے اعمال کو اچھی نگاہ سے دیکھا اور لوگون کی تعریف وتوصیف سے اسکے نفس مین ریاکاری سے
دخل پایا لیں دکھلانے سنانے کو اسنے اعمال کیے اور اس شرک خفی کے سبب اسکے سب اعمال برباد گئے- نعوذ باللہ من الریاء والسمعة
بھلا حضرت خالق جل جلالہ کے لایق کون عبادت کرسکتا ہی- پھر لاکھ اعمال ہون کچھ نہین اور دنیاے فانی محل آفات ہی اسپر
بھروسا حمق ہی وقال تعالے-

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اور اللہ بلاتا ہی سلامتی کے گھر کو اور دکھاتا ہی جسکو چاہے راہ سیدھی

پہلے اللہ تعالے نے کافرون کا حکم الٰہی واسکی توحید سے پھرجانا اسی واسطے بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی کی رغبت وخواہش مین ڈوبے
ہین پھر بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی اور اسکے منافع بالکل عیش نہین بلکہ محض تعب ومشقت سے ممزوج وآخر حسرت وغم وضرور فانی ہین
پھر اب فرمایا کہ حق تعالے عز وجل تم کو جنت ومقام عیش مین جو بالکل تعب ومشقت سے خالی ہی اور دائم وباقی ہی دعوت فرماتا ہی-
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اور اللہ تعالے دعوت فرماتا ہی یعنے رسول صلعم کے اوپر اپنا کلام پاک نازل فرماکر اور بزبان رسول صلعم بھی تمکو دعوت
فرماتا وبلاتا ہی- اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ دار السلام کی طرف یعنی ایسے گھر کی طرف کہ وہ ہر طرح کے آفات سے وگذر جانے سے سالم ہی
یا وہان ہر طرح سلامتی وعیش ہی یا اللہ تعالے نے بزرگی کے لیے جنت کو اپنا گھر کہا کیونکہ السلام اللہ تعالے کا نام ہی اور مراد یہ کہ یہ گھر اللہ تعالے
نے اپنے بندون کے لیے مہمانی کا گھر مقرر فرمایا ہی کہ ہمیشہ اسمین رہین اگرچہ تمام مخلوقات سب اللہ تعالے عز وجل کی ہی اور اپنے پاک نامون
مین سے السلام کی طرف اس گھر کی نسبت کی یعنی دار السلام کہا اور دار اللہ یا دار الجبار نہین فرمایا اس لیے کہ بندے متنبہ ہون کہ دار السلام
ضرور ہر مکروہ سے سلامت ہوگا یا دار السلام وہ کہ جسمین اللہ تعالی وملائکہ کی طرف سے اسمین داخل ہونے والون کو سلام ہی بہرحال مراد اس سے
جنت ہی یعنے اللہ تعالے بندون کو جنت کی طرف جو باقی ودائم وہر آفت سے سالم ہی دعوت فرماتا ہی- وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اور
ہدایت فرماتا ہی اللہ تعالے جسکو چاہے- اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ راہ مستقیم کی- یعنی اسی دار السلام تک پہونچ جانے کے راستہ کی-
اور یہ راستہ وہی اسلام اور تقوی وایمان ہی پس جو بندہ کہ دنیاوی حیات اور اسکی چیزون کو فانی سمجھا اور اللہ تعالے کی ہدایت پاکر
دار الآخرت کیطرف مائل ہوا اور حکم اللہ تعالے والرسول صلعم پر حسن ثبت وتقوی کے ساتھ اس چند روزہ زندگی مین مضبوط قائم رہا وہ بفضل الٰہی
دار السلام کو پہونچ گیا والحمد للہ رب العالمین- بیضاوی رح نے کہا کہ دعوت مین تعمیم فرمائی یعنے اللہ تعالے ہر ایک کو دار السلام
کی طرف بلاتا ہی اور ہدایت مین یہ تخصیص کی کہ جسکو چاہتا ہی اسی کو ہدایت فرماتا ہی تو یہ دلیل اس بات کی ہی کہ امر دعوت اور ہی اور ارادہ

الٰہی دیگر ہر دونون ایک ہی نہیں ہین اور نیز دلیل اس بات کی ہو کہ جو بندہ کہ برابر مرتے دم تک گمراہی پر اڑا رہا و مرگیا اللہ تعالےٰ نے اسکی ہدایت کو نہین چاہا کیونکہ اگر چاہتا تو ضرور وہ ایمان لاتا - اور سراج مین خطیب نے جو اقوال بیان کیے وہ سب تفسیر العارف مین موجود ہین مع زائد **ف** چنانچہ عرائس مین لکھا کہ اہل عرفان مین سے اہل سلوک و مجذوبین وغیرہ ہر ایک کو جنت و مشاہدہ وغیرہ ہر ایک کے لائق مراتب کی طرف دعوت خالق اکبر جل جلالہ ہو - دعوت ہر ایک کو عام ہو اور ہدایت خاص با اہل عرفان ہو - دنیا مین دار السلام قلوب عارفین ہو ولیکن اسکی طرف بھی ہدایت خصوص اہل ارادت و اخلاص کو ہوتی ہو - دار السلام کی دعوت مین اشارہ ہو کہ اللہ تعالےٰ السلام ہو جو ہر قیاس و گمان و وہم و خیال سے پاک منزہ ہو اسکا دار بھی متصف بصفات کمالیہ ہو اور اس دعوت والے تین مرتبہ کے ہین اہل الدار اور اہل المشاہدہ اور اہل الوصال - پس دار السلام برلے اہل ایمان ہو اور مشاہدہ برلے دوم اور وصال برائے اہل عرفان ہو - ابو سعید رح نے کہا کہ جو کوئی ازل مین مرید ہولینے وہ ارادت و اخلاص والا ہو تو اسکی ہدایت قولہ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا الآیۃ سے نکلی اور جو کوئی ازل مین مراد ہولینے وہ کمال فضل سے ارادہ کیا گیا ہو تو اسکی ہدایت قولہ ویہدی من یشاء الآیۃ سے نکلی پس مرید و مراد مین بہا فرق ہو - جنید رح و قاسم رح نے کہا کہ دعوت عام و ہدایت خاص ہو بلکہ ہدایت عام و صحبت خاص ہو بلکہ صحبت عام و اتصال خاص ہو - بعض نے فرمایا کہ جسکے حق مین ہدایت سابق نہیں ہو چکی اسکو دعوت کچھ مفید نہیں ہوتی ہو قال فی السراج عموم دعوت اظہار حجت ہو اور خصوص ہدایت اظہار حکم و قدرت ہو کیونکہ اسی کا حکم سب مخلوق پر جاری ہو - قال جعفر رح جنت خوش مقام با انوار السلام ہو - بعض رح نے کہا کہ دعوت دار السلام با داب ہو اور ہدایت مذکورہ بحقائق و معارف ہو - بعض نے کہا کہ دعوت واسطے اللہ تعالےٰ کے ہو اور ہدایت از حق تعالےٰ ہو اور استاد رح نے کہا کہ دعوت تو مکلف کر دینا اور ہدایت تو جزا دینا - پس مکلف عبادت تو بعموم سب ہین ولیکن معرفت خاصہ خاص ہو - اور مشہور یہ ہو کہ صراط المستقیم مسلمانون کی راہ ہو اور وہ عوام کے لیے بشرط یقین ہو پھر مومنون کی راہ ہو اور وہ بشرط عین الیقین ہو پھر محسنین کی راہ ہو اور وہ خاص الخاص راستہ بشرط حق الیقین ہو پس گروہ اول زر عقل سے اہل البرہان ہین اور دوم کشف علم سے اہل البیان ہین اور سوم بجہت روشنی معرفت کے گویا اہل العیان ہین اور انھین کے حق مین حدیث مین آیا ہو کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ یعنے مرتبہ احسان یہ ہو کہ تو اللہ تعالےٰ کی بندگی اسطرح ادا کرے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہو پھر

اللہ تعالےٰ نے انھین نیک بندون کی منزلت و کمال نعمت کو بتفخیم بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ

جنھون نے کی بھلائی انکو ہو بھلائی اور بڑھتی اور نہ چڑھیگی انکے منھ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہین

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ

جنت والے وہ اسمین رہا کرینگے اور جنھون نے کمائین برائیان بدلا برائی کا

بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ

اسکے برابر اور انپر چڑھیگی رسوائی کوئی نہین انکو اللہ سے بچانے والا جیسے ڈھانک دیا ہو انکے منھ پر

قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○

ایک اندھیرا ٹکڑا رات کا وہ ہین آگ والے وہ اسمین رہا کرینگے

لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان کیا یعنی ایمان لائے و اوامر کی پابندی و مناہی سے احتراز کیا جنکا خلاصہ یہ ہے کہ صدق دل سے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا - یا ایمان سے بڑھکر مرتبہ احسان کے موافق اللہ تعالیٰ کی بندگی پر قائم رہے - انکے لیے **الۡحُسۡنٰی وَزِیَادَۃٌ** حسنی ہے اور زیادت ہے حسنی تانیث احسن اسے خصلت حسنی اور ابن الانباری نے کہا کہ اہل عرب اس لفظ کو ایسی خصلت پر بولتے ہیں جو محبوب و مرغوب ہو اسی واسطے موصوف کو ذکر میں نہیں لاتے ہیں اور زیادت سے مراد یہ کہ فضل و کرم سے جسقدر وعدہ فرمایا ہے اسپر اور بھی بڑھتی کوئی چیز ہے اور وعدہ دی ہوئی جنت ہے پس جنت سے بڑھکر جو کچھ ہے وہ زیادت ہے - کما قال تعالیٰ ویزیدہم من فضلہ - بعض نے کہا کہ حسنی تو مومنوں کی نیکیوں کے مثل ثواب ہے اور زیادت اسپر دس گونہ سے لیکر سات سوگونہ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے - اور بعض نے کہا کہ زیادت مغفرت و رضوان آلہی ہے - واضح ہو کہ یہ سب امور موعودہ جنت سے زائد نہیں ہیں کیونکہ تمہارے جنت بقدر مراتب مزید ہیں اگرچہ ادنی جنت بلکہ موضع سوط یعنی قریب ہاتھ بھر کہ جگہ جنت کی تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پس صحیح وہ ہے جو ثابت ہوا کہ حسنی سے مراد جنت ہے اور زیادت سے مراد دیدار باری تعالیٰ جل شانہ ہے اور کشاف معتزلی نے اس سے اپنے فاسد اعتقاد کی وجہ سے انکار کیا حالانکہ یہی صحیح و ثابت ہے اور شیخ عکبری نے تبیان میں کہا کہ خود رسول اللہ صلعم نے یہی تفسیر فرمائی ہے جیسا کہ صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ والترمذی و مسند احمد میں ہے اور یہی اکابر صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قول ہے ولیکن فاسد الاعتقاد جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نفرمائی ہو اسکو کون ہدایت کر سکتا ہے - انتہی کلامہ - ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہی تفسیر حضرت ابو بکر الصدیق و حذیفہ بن الیمان و ابن عباس رضی اللہ عنہم و سعید بن المسیب و عبدالرحمن بن ابی لیلے و ابن سابط و مجاہد و عکرمہ و عامر و عطاء و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی و ابن اسحاق وغیرہم سلف و خلف سے مروی ہے اور اسمیں آنحضرت صلعم سے بہت کثرت سے احادیث مروی ہوئی ہیں ازانجملہ صہیب رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ الآیۃ پڑھا اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جاوینگے تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ اے اہل جنت تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک وعدہ ہے اسکو پورا فرمانا چاہتا ہے جنتی کہینگے کہ وہ اور کیا وعدہ ہے بھلا اللہ تعالیٰ نے ہماری میزان بھاری نہیں فرمائیں کیا اسنے ہمارے چہرہ روشن نہیں فرمائے ہم کو جنت میں نہیں داخل کیا ہمکو دوزخ سے نہیں بچایا - حکم ہو گا کہ ہاں یہ تو فرمایا ہے پھر اپنے حجاب دور فرماویگا یعنی اہل جنت کی نظروں پر جو حجاب پیدا کیا ہے وہ اٹھا دیگا پس جنتی بندے اپنے پروردگار کو دیکھینگے پس قسم ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ دیدار آلہی سے بڑھکر انکے نزدیک کوئی نعمت محبوب نہوگی اور کوئی انکی آنکھوں کی ٹھنڈک نہوگی رواہ احمد و مسلم و جماعۃ من الائمۃ - ابو موسیٰ رض نے آنحضرت صلعم سے یہی وعدہ مصرح روایت کیا کہ حسنی جنت ہے اور زیادت دیدار آلہی ہے - رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم - اور یہی تفسیر کعب بن عجرہ رض نے آنحضرت صلعم سے روایت کی اور ابی بن کعب رض نے آنحضرت صلعم سے اسکی تفسیر پوچھی تو آپ نے یوں ہی تفسیر فرمائی رواہ ابن جریر رح و ابن ابی حاتم - جب آنحضرت صلعم سے یہ تفسیر صحیح قریب بتواتر ثابت ہو چکی تو اس کا منکر وہی ہو گا جو اپنی خواہش نفس کی جہت سے علوم نبوت سے جاہل اور اپنے نفسانی بدیانات میں گرفتار رہا - حاصل معنی یہ ہوئے کہ بندگان ایماندار نیکوکار کے واسطے جنت ہے اور دیدار آلہی ہے - **وَلَا یَرۡہَقُ وُجُوۡہَہُمۡ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ** رہق کے معنی چھا لینا و ڈھانک لینا اور بعض نے کہا کہ لاحق ہونا اسی سے طفل مراہق وہ لڑکا جو بالغ مردوں کے ساتھ لاحق ہوا - اور قترہ غبار جسمیں سیاہی ہو اور بعض نے کہا کہ چہرہ کی سیاہی اور بعض نے کہا کہ کآبہ یعنی واپسی کا ٹوٹا و خسارہ جو سخت غمناکی ہے اور اس تقدیر پر مراد یہ ہوگی کہ دار آخرت و اصلی گھر میں واپس ہوکر ایسے حال سے ہونگے کہ کافروں کی طرح خسران میں نہ تھے بخلاف کافروں کے کہ وہ محض خسران میں ہونگے اور معنی یہ ہوئے کہ اور نہیں چھپالیگی انکے چہروں کو سیاہی

اور نہ خواری - بلکہ انکے چہرے سپید ہونگے کما فی قولہ یوم تبیض وجوہ - اور صہیب رض سے مرفوع روایت ہی کہ یہ حال انکا اپنے باری تعالیٰ کو دیکھنے کے بعد ہوگا - رواہ ابو الشیخ - شاید یہ مراد ہو کہ انوار الٰہی اول سے ہی انپر روشن ہونگے جس سے انکے چہرون پر خوشی و تازگی و کمتی ہوگی — واللہ اعلم - شیخ عکبری رح نے کہا کہ یہ جملہ مستانفہ ہی یا بوجہ حال واقع ہونے کے محل نصب مین ہی ولیکن حال قرار دینا مشکل ہی اسلیے کہ صیغہ مضارع بلاے نفی جب حال ہوتا ہی تو اسپر واو حالیہ نہین آتا - ہان محل رفع مین حسنیٰ پر عطف ہو سکتا ہی بتقدیر حرف ان - اسے وان لا یرہق یعنی محسنین کے لیے حسنیٰ ہی اور زیادت ہی اور یہ امر ہی کہ انکے چہرون کو سیاہی نہین ڈھانکیگی اور نہ ذلت - اولٰئک یہی لوگ جنکا وصف اوپر مذکور ہوا ہی - اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ جنت والے لوگ ہین - هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ وے اسمین ہمیشہ رہنے والے ہونگے کیونکہ وہ ملک باقی اور اسکی نعمتین دائم و متزائد ہین اسکو کوئی آفت و فنا نہین ہی اور اسمین داخل ہونے والا ہر آفت سے مانند نکالے جانے وغیرہ کے معصوم ہی - جب نیک بندون مطیع کا حال بیان فرمایا کہ کیسی نعمتون مین ہونگے تو اسکے پیچھے اہل بغی و کفر و شرک کا کچھ حال بیان کردیا کہ کیسے عذاب و خواری مین ہونگے بقولہ - وَالَّذِيۡنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ اے وجزاء الذین کسبوا الکفر والشرک - اور بدلا ان سرکشون کا جنھون نے کمایا یعنے دنیا مین کمایا کفر و شرک کو یہ ہی کہ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۢ بِمِثۡلِهَا جزا ہر بدی کی ہوگی برابر اسکے - وقیل والذین کسبوا السیئات یجزون جزاء سیئۃ بمثلہا - وقیل جزاء سیئتہم بمثلہا - اول و ثالث اولیٰ ہی - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ جملہ والذین الخ عطف ہی قولہ للذین احسنوا الخ پر بنا بر اینکہ عطف معمولین مختلفین کے عاملون پر جائز ہی یا والذین مبتدا اور جزاء سیئۃ اسکی خبر بتقدیر اول ہی اور معنی یہ کہ ہر ایک کو اسکی بدکاری کے برابر سزا ملیگی اسپر زیادتی نہ کیجاویگی پس اسمین تنبیہ ہوئی کہ یہ امر محض عدل پر ہی اور مومنون کو جو زیادتی ثواب عطا ہوئی وہ محض فضل ہی اور ہو سکتا ہی کہ خبر اسکی قولہ کانما اغشیت ہو یا قولہ اولئک اصحاب النار - ہو اور جو کچھ بیچ مین رہا وہ جملہ معترضہ ہی - ولیکن اول بہتر ہی یعنے اور جن لوگون نے کفر و شرک کمایا انکی ہر بدی کی سزا اسکے برابر ہوگی - وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ اور چھا لیگی انکو ذلت یعنی انکے چہرون پر سیاہی ہوگی اور خواری برستی ہوگی - اور بعض نے زعم کیا کہ بسبب غم کے انکے چہرون پر دھنوان سا ہوگا ولیکن صحیح یہ ہی کہ یہ انکی پاداش مین انپر مستقل طاری ہوگا کما دل علیہ قولہ تعالےٰ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوہہم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب الآیۃ - وقولہ تعالےٰ ووجوہ یومئذ علیہا غبرۃ الآیۃ - مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ اے ما من احد یعصمہم من عذاب اللہ - کوئی بھی ایسا نہوگا کہ انکو عذاب الٰہی سے بچالیوے بخیر جو مشرکین زعم کرتے ہین کہ ہمارے بت ہمکو چھڑا لینگے یا عیسیٰ ع ہمارے گناہون کا کفارہ ہوگئے یہ سب انکے خیالات باطلہ ہین جنکا کچھ وجود نہین ہی درحقیقت انکا شرک کبھی نہین بخشا جاویگا جب تک کہ دنیا سے ایمان توحید نہ لیجاوین تو یہ ایمان البتہ انکے لیے بفضل الٰہی بچانے والا ہوگا - قیل من اللہ اے من جہتہ او من عندہ - بعض نے کہا کہ اسمین تنبیہ ہی کہ جیسے مومنون کے لیے اللہ تعالےٰ کی طرف یا اللہ تعالےٰ کے پاس سے عاصم ہوگا یعنی فضل و رضوان الٰہی تو ویسے کافرون کے لیے کوئی بھی اور کچھ نہوگا وے محض روسیاہ رہینگے - كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا گویا ڈھانکے گئے ہین انکے چہرے رات کے ایک ٹکڑے سے درحالیکہ رات ایسی ہو کہ بالکل اندھیری ہو - قطع بفتح الطاء قراءۃ اکثر - بمعنی ٹکڑے جمع قطعہ اور بسکون الطاء قراءۃ حمزہ و کسائی و یعقوب بمعنی ٹکڑا - مظلما حال ہی لیل کا اور اغشیت اسمین عامل ہی کیونکہ وہی قطعا مین عامل ہی جو کہ موصوف واقع ہوا اور من اللیل اسی کی صفت ہی اور جو موصوف کا عامل ہو وہی صفت کا ہوتا ہی یا من اللیل مین معنی فعل لیکر اسمین عامل کیا جاوے اور دوسری قراءۃ کا مظلما صفت قطعا بھی ہو سکتا ہی اے قطعا مظلما من اللیل - یعنی گویا رات مین سے سیاہ ٹکڑا انکے چہرون کو ڈھانکے ہی - اُولٰٓئِكَ

أَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ جنکی حالت بیان ہوئی یہی دوزخ والے لوگ ہین هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ وے اسمین ہمیشہ پڑے رہنے والے
ٹھہرے ہین- معتزلہ نے اس آیت سے سمجھا کہ گناہگار اگرچہ مومن ہو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اگر بغیر توبہ کے مرا ہو کیونکہ اللہ تعالے نے والذین
کسبوا السیأت- کو ہمیشہ کا دوزخی فرمایا ہی پس گنہگار بھی سیئہ کا مرتکب ہوا- اور یہ سمجھ صحیح نہین ہی بلکہ مومنون کے مقابلہ مین یہان کفر و
شرک وغیرہ کے بدکار یعنے بے ایمان مراد ہین کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا- ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء الخ- یعنے
بے شک اللہ تعالے یہ نہین بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور اس سے کم کو جسکے لیے چاہتا ہی بخشدیتا ہی الخ اس سے صاف صاف
ثابت ہی کہ سواے شرک وکفر کے باقی گناہ جسکو چاہتا ہی بخشدیتا ہی پھر یہان گنہگار مومن شامل نہین ہوسکتے ہین کیونکہ یہان جنکو ذکر کیا انکے
لیے قطعی دائمی دوزخ قرار دی ہی اگر کہا جاوے کہ جب شرک وکفر کا گناہ مراد ہی تو کسبوا السیأت بلفظ جمع کیون فرمایا تو جواب یہ ہی کہ الذین
جمع اور انکے کفر بھی جمع ہوے کیونکہ طرح طرح سے کفر ہوتا ہی جیسے بت پوجنا یا عیسیٰ کو بیٹا کہنا- اور مانند اسکے لہذا جمع فرمایا اور دوسرا جواب
تحقیقی یہ ہی کہ آدمی جب اپنے خالق سے کافر ومشرک ہوا تو اسکے جو کچھ افعال ہین سب اپنی رائے پر ہوے کوئی اللہ تعالے کے حکم پر نہوا
تو ہر کام اسکا خطا وگناہ ہوا لہذا کافر ومشرک اپنے سب سیأت مین گرفتار ہوگا- کما ثبت فی صحیح مسلم فافہم- ف- فی العرائس قولہ تعالیٰ
للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ الخ احسان کے معنی یہان کسی دوسرے کے ساتھ نیکوئی کرنا نہین ہین بلکہ وہ معنی ہین جو حدیث صحیح مین ثابت
ہوے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ یعنے اللہ تعالے کی بندگی اسطرح ادب وخلوص ویقین وخشوع وخضوع وعجز وشوق وخوشی وخوف کے ساتھ
کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہی الی آخرہ- پس ان بندون کا احسان یہ ہوا کہ اپنے مراقبات وخلوت مین اپنے دلون سے مشاہد قرب الٰہی
مین اسطرح حاضر ہوتے ہین کہ اسوقت تمام جہان خواہ جنت ہو یا دوزخ بلکہ اپنے وجود سے بھی خبردار نہین ہوتے صرف اپنے معبود برحق جل جلالہ
کی بزرگی دیکھتے ہین اور یہ حال انکا ابتدائی تجلی مین ہوجاتا ہی پس ایسے وصف والے بندون کا بدلا حسنی ہی اور نور جمال الٰہی جل سبحانہ
کو پاتے ہین کیونکہ اگر نور جلال وعظمت کو پاوین تو کون تاب لاسکتا ہی سب ہلاک ہوجاوین- احسان انکا حسن نور جمال سے ہی کہ انکی
ارواح لے کلمات تسبیح وتقدیس سے ورد کیا اور دوسری جزاء انکے لیے زیادہ فرمائی وہ دوام بقاء وتمام مشاہدہ ووصال ہی- واضح ہو کہ
اہل احسان کے بھی مراتب ہین جیسے انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین پس زیادت مین ہر ایک اپنے مرتبہ کے مطابق کشف جمال سے
نصیبہ پاویگا لہذا مروی ہی کہ حسنی جنت ہی اور زیادہ دیدار جمال حق تعالی ہی اور نیز حسنی محبت اور زیادت معرفت ہی- واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ
حسنی معاملات الٰہی مین التذاذ اور زیادت دیدار الٰہی ہی- استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ احتمال ہی کہ حسنی دیدار ہو اور زیادہ اسکا دوام ہو
یا حسنی دیدار ہو اور زیادہ اس دیدار مین بقاء ہو- قال المترجم ان بزرگون کو حدیث صحیح سے اطلاع نہین ہوئی یا بھولکر متردد ہوے
ورنہ حدیث مین آگیا کہ الحسنی جنت ہی اور الزیادۃ دیدار او تعالے جل جلالہ- پھر ان بندون کا شرف بڑھایا بقولہ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ
نہ خجالت ہوگی اور نہ خواری- اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون- مشاہدات ذات وصفات مین سرمد الدہر ایسے ایسے انواع اکرام
سے مشرف ہونگے کہ عقل اسکی ادراک سے عاجز ہی کیونکہ انعامات الٰہی کی انتہا نہین ہی- یہ تو بزرگیان اہل طاعت کی ہین اور انکے
برخلاف حال کفار ہی کہ دوام ذلت وعذاب ونکال مین گرفتار ہونگے- پھر محسنین وکافرین کا معاملہ حشر ذکر فرمایا- بقولہ تعالے

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ
اور جسدن جمع کرینگے ہم ان سب کو پھر کہین گے شرک کرنے والون کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہہ تم اور تمہارے شریک پھر توڑ دینگے آپسمین انکو

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا

اور کہینگے اُنکے شریک تم ہمکو بندگی نہ کرتے تھے سو اللہ بس ہے شاہد ہمارے تمہارے بیچ میں ہم

عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ

تمہاری بندگی کی خبر نہین رکھتے وہان جانچ لیگا ہر کوئی جو آگے بھیجا اور رجوع ہوگئے اللہ کی طرف جو

الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

سچا صاحب ہے اُنکا اور گم ہوجاویگا اُن پاس سے جو جھوٹھ باندھتے تھے

ع ۱۰ ۳ ۸

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا - حشر بمعنی جمع کرنا ہر طرف و ناحیہ سے ایک مقام پر - پس قبرون وغیرہ سے سب مردے نفخ صور زندہ کیے جانے کے وقت محشور ہونگے اور زمین تبدیل ہوگی کما فی قولہ تعالے یوم تبدل الارض غیر الارض الخ - اور مجاہد رح نے کہا کہ حشر موت ہے اور شاید مراد اس تفسیر سے یہ ہے کہ حشر قیامت کو درست سمجھو اس لیے کہ جو کوئی مرا اُسکی قیامت قائم ہوگئی کیونکہ اسکے آثار اسپر طاری ہوجاتے ہین جیسا کہ حدیث صحیح مین آگیا ہے - اور آیت مین حشر سے وہی حشر مراد ہے جو قیامت مین ہوگا - اور قولہ یوم - منصوب بفعل مقدر اے واذکر یوم - یا - وانذرہم یوم نحشرہم جمیعا - انذار اور تذکیر کردے اے محمد صلعم کافرون کو جس دن کہ محشور کرینگے ہم انکو جمیع کو - یعنی جملہ کافرون کو خواہ جنی ہو یا انسی ہو سڑکر خاک ہوگیا ہو یا مردہ جسم پڑا ہو کوئی نہین بچھڑ سکتا ہے - اور یا ضمیر ہم سب جن و انس کی طرف ہے خواہ مومن ہون یا کافر ہون یعنے یاد دلاوے وہ دن کہ محشور کرینگے ہم جن و انس کو سب کو پس کوئی فرد خواہ مومن ہو یا کافر ہو بچھڑ نہین سکتا - ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا پھر کہینگے ہم ان لوگون کو جنھون نے اشراک کیا - یہ امر مشرکون کو مجمع عام مین جبکہ ہر ایک کی نظر سے پردہ غفلت اُٹھا ہوا اور حیاء و شرم وغیرہ عمدہ اخلاق سامنے ہونگے اسواسطے کہا جائیگا کہ لوگون کی نظرون مین خوار اور ذلیل ہون اور اسوقت وہ مخلوق بھی موجود ہوگی جسکو شریک بناتے تھے پس ملامت و سرزنش کرنے کے لیے مشرکون کو کہا جائیگا کہ - مَكَانَكُمْ اپنے مقام پر جمے رہو - مکان در اصل اسم ظرف منصوب ہے اور تفسیر مین لکھا کہ نصب بالاغراء ہے اے الزموا مکانکم - لازم پکڑو اپنے ٹھکانے کو جہان کھڑے ہو - اور یہ لفظ اسم الفعل بھی آیا مگر یہان نہین ہے اور خفاجی نے کہا کہ یہ تکلف ہے اور دمامینی رح نے کہا کہ اسکو اسم الفعل کرنے کی کوئی ضرورت نہین بلکہ اپنے اصل پر ظرف رکھو - اے الحقوا مکانکم - اپنے مقام پر جمے رہو اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ تم اور تمہارے شرکاء دونون - بیضاوی رح نے کہا کہ مکانکم کے عامل سے جو ضمیر منتقل ہوئی اسم اسکی تاکید ہے اے الزموا انتم - اور اسی پر شرکاء عطف ہے اور تبیان مین کہا کہ شرکاء سے وہ بت مراد ہین جنکو اپنے زعم مین شریک بناتے تھے اور بعض نے کہا کہ عام رکھنا بہتر ہے چنانچہ جن گمراہون نے نیک بندون کو شریک بنایا وہ بھی داخل رہین کیونکہ وے بھی اشراک سے بیزار ی و بیزاری کرینگے کما فی قولہ تعالے واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء الآیۃ - وقولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا الآیۃ - ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس آیت مین بیان ہے کہ اہل شرک بروز قیامت خوار و بے مددگار ہوجاوینگے چنانچہ فرمایا کہ ویوم نحشرہم الخ یعنی جسدن کہ ہم محشور فرمادینگے تمام اہل الارض کو جن ہون یا آدمی نیک ہون یا بد ہون جیسا کہ فرمایا وحشرناہم فلم نغادر منہم احدا - یعنی حشر مین کوئی باقی نہین رہیگا - ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم - یعنی تم و تمہارے شرکاء اپنے ٹھکانے جمے رہو - یعنی مومنون کے مقام بلند سے علیحدہ رہو کقولہ تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون - وکقولہ یومئذ یتفرقون - وکقولہ یومئذ یصدعون - اور معنی یہ کہ تم و تمہارے شرکاء دونون اپنے علیحدہ ٹھکانے

جمے رہو اور منتظر رہو کہ تمھارے حق مین کیا حکم ہوتا ہی اور کیا کیا جاتا ہی - **فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ** تزئیل کے معنی تفریق کرنا اور مفسر رح نے
اسکی تفسیر مین لکھا کہ فزیلنا اے میزنا بینہم وبین المومنین کما فی قولہ وامتازوا الیوم الآیۃ - یعنی پس ہم ممیز کر دینگے انکے درمیان مین یعنے
مومنون و کافرون کے درمیان فرق و تمیز کرینگے چنانچہ کفار مع شرکاء کے الگ مقام پر کھڑے ہونگے - قرطبی رح نے کہا کہ یہ تفسیر سابق و
لاحق سے مناسب نہین کیونکہ کلام مشرکون کے حق مین ہی - مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیر رح کی عبارت اسی معنی کو موہم ہی و لیکن
تحقیق یہ ہی کہ شیخ ابن کثیر رح نے قولہ مکانکم - مین اضافت کا فائدہ بتلایا ہی کیونکہ محشر تو مقام حشر سب کا ہی پس کافرون کی طرف و کہا
کہ اپنے مقام پر جمے رہو تو اسوجہ سے کہ انکا مقام الگ مومنون سے ہوگا جیسا کہ دوسری آیت سے ثابت ہی - بیضاوی رح و خطیب رح
نے کہا کہ فزیلنا بینہم - اے فرقنا بین المشرکین وشرکائہم وقطعنا وصلہم - اور یہی تفسیر اولی ہی اور صیغہ ماضی بسبب قطعی الوقوع کے ہی اور
اسی کو مفید و مشعر ہی و المعنی پس ہم جدائی کر دینگے مشرکون اور انکے شرکاء کے درمیان یعنے جو لگاؤ تھا وہ قطع کر دینگے - **وَقَالَ
شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ** اور کہینگے شرکاء انکے کہ نہین تھے تم ہم کو پوجتے - ایانا مفعول مقدم برعایت فاصلہ
ہی - اور مترجم کہتا ہی کہ حالت استعجاب وغیرہ مین جیسے کہتے ہین کہ ایای دعوتنی - مجھے تو نے پکارا تھا - یعنی نہین تو غلط کہتا ہی
مجھے نہین پکارا تھا اسی طور پر انکے شرکاء کہینگے کہ ہم کو تو تم نہین پوجتے تھے یعنی چونکہ مشرکون کی پرستش سے محض غافل ہونگے اور
اور نیز تعجب کرینگے کہ ہم کیونکر پوجے جاسکتے ہین کیونکہ کہین مخلوق بھی معبود و الہ ہوسکتا ہی لہذا کہینگے کہ ہم کو تو تم نہین پوجتے تھے - وقال
البیضاوی رح یہ بطریق مجاز ہی انکی عبادت سے برأت کی یا یہ کہ انھون نے جب بالکل خلاف عقل کے باوجود اپنے آدمی ہوش
گوش والے ہونے کے پتھرون و مردون کی عبادت کی تو فی الحقیقہ اپنی حماقت وخواہش نفس کی عبادت کی اور درحقیقت ہوائے
نفس ہی شرک کرنے پر آمادہ کرتی ہی - اگر کہا جاوے کہ شرکاءہم یعنے انکے شرکاء کیون کہلائے کیونکہ مشرکون نے تو اپنے الٰہہ کو
حضرت حق تعالے کے ساتھ عبادت مین شریک کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ انکے شرکاء سے کون مراد ہین اور کیونکر شرکاء نے جواب دیا
تو مین کہتا ہون کہ اللہ تعالے جل جلالہ کے ساتھ درحقیقت کوئی شریک ممکن ہی نہین ہی لہذا کلمہ توحید مین آیا کہ لا الہ الا اللہ یعنی درحقیقت
موجود یا گڑھکر یا کسی طرح پر کوئی الہ ہو نہین سکتا سوائے اللہ تعالے عز وجل کے تو دنیا مین جتنے مشرک ہین وہ جسکو الہ بناوین خواہ
اسطرح کہ کھلے کھلے اسکو سجدہ کرین یا رکوع کرین یا جو بات کمال تعظیم کی ہی وہ کرین اگرچہ دل ہی دل مین اسکو اسقدر معظم جانین جسقدر انکے
دل مین تعظیم آسکتی ہی یا کسی مین ایسی بات ثابت کرین علم وقدرت وغیرہ کی جو مخصوص بجناب باری تعالے ہی یا بیٹا وغیرہ کہین
جو جناب باری تعالے مین محال ہی - یا سوائے اللہ تعالے کے کسی کا حکم مستقل مانین یا اسطرح بے دلیل مان لین جیسے اللہ تعالے
و اسکے رسول کا کہا ہوا مانا جاتا ہی تو یہ سب و اسکے مانند شرک ہی اور اسکو لازم ہی کہ ایسا کرنے والے نے اسکو معبود بنایا جسکے ساتھ
ایسا کیا و لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی معبود نہین بلکہ محض مخلوق ہی رہا مگر بنانے والا مشرک و کافر ہوا تو بنانے والے کے زعم باطل
مین فقط وہ شریک تھا لہذا انکے شرکاء کہے - اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ مشرکین مکہ مثلاً بتون کے لیے اپنے جانورون و مالون مین سے
یک حصہ لگاتے تھے لہذا جب وے بت وغیرہ درحقیقت کچھ بھی آلہہ نہ تھے تو درحقیقت مین انکے شرکاء اقراری ہوئے - رہا
امر دوم کہ کون مراد ہین تو اوپر اشارہ گذرا کہ جس قوم نے جس کسی کے ساتھ کوئی برتاؤ ایسا کیا جو شرک ہی وہی اسکا شریک ہوا
اور تبیان مین لکھا کہ شرکاء سے بت مراد ہین جنکو مشرکون نے اپنی زعم مین اللہ تعالے کا شریک تصور کیا تھا یعنے سمجھتے تھے کہ یہ بت

کچھ روزی و مال و اولاد دے سکتے ہین یا یہ کہ اللہ تعالے کی جناب مین انکے لیے سفارش کرکے ایسی چیزین ضرور دلوا دیتے ہین لیکن یہ سوال کہ پھر یہ بت کیونکر جواب دینگے تو بیضاوی رح نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا کہ اللہ تعالے ان پتھرون کو گویائی دیگا کہ صاف صاف مشرکون سے بالمشافہہ کہدینگے تاکہ مشرکون کو جو توقع لگی ہو کہ ہمارے سفارشی ہین وہ ٹوٹ جاوے ۔ اور سراج مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے بتون مین حیات پیدا کردیگا پس جواب دینگے اور بعض نے کہا کہ خالی گویائی بدون حیات کے پیدا کریگا کما قال البیضاوی اور رازی وغیرہ نے کہا کہ بعد حیات دینے کے احتمال ہو کہ پھر ویسا ہی کردے یا نہ کرے اور اللہ تعالے قادر مختار ہو جو چاہے کرے اور اصلی بات یہ ہو کہ احوال قیامت تو ادراک بشری سے خارج ہو اسمین سے صرف اسیقدر جسکی کلام مجید یا حدیث صحیح مین خبر دی گئی ہو معلوم ہوا اور مترجم کہتا ہو کہ مجھے ایسے سوال ہی سے تعجب ہو کیونکہ ہمارے ادراک و حواس مین کسی چیز کی ماہیت و حقیقت جیسے واقع مین ہو کبھی نہین آسکتی ہو حتی کہ آدمی کو اپنی روح کی ماہیت نہین ظاہر ہوتی پھر جو چیزین مذکور ہوئی ہین اگر اللہ تعالے انکو دنیا ہی مین واقع کرے تو بھی بے تکلف ہو سکتا ہو اور یہ نہین دیکھتے کہ حضرت محمد صلعم کو ہر درخت و پتھر و کنکر سلام کرتا اور آپ کی نبوت کی گواہی دیتا اور ازلی کافر جو ہرگز ایمان لانے والے نہ تھے وہ اسکو تعجب سے دیکھکر آپ کو جادوگر کہتے تھے اور یہ عیسیٰ نے مردے زندہ کیے جو خوب باتین کرتے اور عصاے موسیٰ حقیقت مین اژدہا ہوجاتا اور اپنا کام کرتا پھر وہی لکڑی ہوجاتا تو اسمین سوال و جواب کی ضرورت ہی کچھ نہین ہو ۔ پھر خطیب رح نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ ہر وہ چیز جو سواے حق تعالے کے پوجی گئی خواہ جن ہو یا آدمی یا فرشتہ ہو وہ سب شرکاء مین داخل ہین اور لکھا کہ یہی قول اظہر ہو ۔ اور بیضاوی رح نے بعض کا قول لکھا کہ شرکاء سے مسیح علیہ السلام و ملائکہ علیہم السلام مراد ہین پس کوئی سوال وارد نہین ہوتا ۔ لیکن حق وہی ہو کہ یہ سب مع بتون کے مراد ہین پس بتون کا انکار کرنا بیان ہوگیا اور مسیح و ملائکہ ظاہر ہو کہ بیزار ہونگے پس جو لوگ مسیح علیہ السلام کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتے ہین جو شرک ہین انکی رہائی نہ ہوگی ۔ اور رہا شیطان تو وہ بھی انکار کریگا جیسا کہ آیات قرآنیہ مین کئی جگہ صریح وارد ہو بالجملہ سب کے سب مشرکون سے بیزاری صاف بیان کرینگے کہ تم ہمکو نہین پوجتے تھے کیونکہ بت و مسیح مثلاً یہ محض بے خبر ہین اگرچہ مشرکین مدعی ہونگے کہ ہم تو ضرور پوجتے تھے لہذا شرکاء کا انکار موکد بیان فرمایا بقولہ ۔ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ پس کافی ہو اللہ تعالے شاہد ہمارے تمھارے درمیان ۔ گویا شرکاء نے حجت و گواہی کی جستجو سے نجات پائی اور یہ عمدہ حجت مل گئی کہ اللہ تعالے عز و جل علیم و خبیر ہو کنہ حقیقت خوب جانتا ہو بالجملہ سب یا بعض شرکاء کہینگے کہ اللہ تعالے عز و جل ہمارے تمھارے درمیان کافی شہید ہو کہ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ البتہ ہم تمھاری عبادت سے غافل تھے ۔ اَنْ حرف مشبہ بالفعل مخفف ہو اے انہ کنا ۔ اور اِنْ نافیہ بھی ہوتا ہو ولیکن اسکی خبر پر لام نہین آتا لہذا جب اِنَّ مشددہ کو مخفف کرکے اِنْ نافیہ کے لفظ پر کیا تو التباس دور کرنے و فرق کرنے کے لیے ۔ لغافلین بلام فرمایا ۔ پھر جاننا چاہیے کہ اظہر یہ ہو کہ جملہ شرکاء مین سے بت و عیسیٰ و عزیز و مانند انکے جو لوگ کہ مشرکون کے شرک کرنے سے غافل ہین یہ جواب دینگے اور عکبری رح نے تبیان مین لکھا کہ شرکاء سے بت مراد ہین اور وے غفلت ظاہر کرینگے یعنی ہم تو پتھر وغیرہ جمادات تھے ہم کو تمھاری حرکتون کا کچھ شعور و علم نہ تھا اور ہم نے تمکو عبادت کا حکم نہین دیا اور نہ ہم راضی ہوے ۔ حاصل یہ ہو کہ عظمت و جلال الٰہی کے حضور مین سب شرکاء اپنے عبادت کرنیوالون سے صاف صاف انکار کرینگے اور مشرکین کو اپنے توقع ٹوٹ جائیگی اور رہا یہ امر کہ ہر ایک ان شرکاء مین سے بطریق تعجب کے انکار کرے یا اپنی لاعلمی پر شاہد کرے تو یہ ضرور نہین ہو پس سیاق کلام مشرکون کی مایوسی و خواری بروز قیامت کا بیان ہو ۔ پس جب بدون رضاء الٰہی کے

سفارشی و مددگار وغیرہ سے مایوس ہوئے تو مدار اپنے اپنے اعمال پر ہوا چنانچہ فرمایا۔ **هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ** یہاںک وہان
یعنی اسی مقام مذکور ہولناک مین۔ تبلو از بلاء بمعنی امتحان ہی اور یہی اکثر کی قراءۃ ہی معنی یہ کہ اسی مقام پر جانچیگا ہر نفس اس چیز کو جو اسنے
پہلے کر رکھا ہی یعنے اپنے کیے ہوئے اعمال کا نفع و ضرر آنکھوں دیکھیگا۔ حمزہ و کسائی نے تتلو پڑھا یعنے دونون تاء فوقانیہ کے ساتھ پس دو
احتمال ہین ایک یہ کہ تلاوہ سے بمعنی قراءۃ ہو یعنی پڑھیگا ہر نفس نوشتہ ان اعمال کا جنکو دنیا مین کر چکا ہی۔ دوم یہ کہ مشتق از تلو بمعنی تبع ہو
یعنی پیچھے لگیگا ہر نفس اپنے اعمال کے۔ پس اسکے اعمال جیسے ہونگے ویسے ہی مقام پر جنت مین یا دوزخ مین لیجاوینگے۔ اور مراد یہ ہی کہ جنت
و دوزخ کے سوائے کوئی ٹھکانا نہین اور ہر ایک انمین سے کسی ٹھکانے پہونچنے مین اپنے اعمال کے تابع ہو گا پس اگر اعمال موافق مرضی الٰہی
عز وجل ہین تو جنت مین جائیگا ورنہ دوزخ مین بھیجا جائیگا۔ بعض نے کہا کہ بلاء کے معنی امتحان و عذاب و انعام بھی آئے ہین تو جائز ہی
کہ یہ معنی ہون کہ وہان ہر نفس کافر و گنہگار مصیبت و عذاب مین پڑیگا بسبب اپنے دنیاوی اعمال کے۔ و علی ہذا ما اسلفت مین ما موصولہ
منصوب بنزع الخافض ہوگا۔ اور ظاہر معنی اول ہین چنانچہ حدیث مین ہی کہ ہر فرقہ کے لیے جسکو پوجتا تھا ممثل کیا جائیگا پس اسکے پیچھے
ہو جائیگا یہان تک کہ جہنم مین پہونچ جاوین پھر پڑھا قولہ ہنالک تبلو کل نفس الآیۃ اور مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین نفس سے کافر
نفس مراد ہوگی کیونکہ مومنین کسی شی کے پیچھے نہ جاوینگے چنانچہ حدیث صحاح مین انکے لیے رب تبارک و تعالی کا تجلی فرمانا بعد سوال و جواب کے
مصرح ہی اور ارجح معنی تبلو بباء موحدہ ہین یعنے ہر نفس خواہ کافر ہو یا مومن ہو اپنے اعمال کے موافق بدلا پاویگا اور نفع و ضرر صاف معائنہ
کریگا۔ **وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ** اے ردوا کلہم الے جزاء اللہ الذی ہو مولاہم الحق لا الی ما اتخذوہ مولی لہم۔ اور سب کے
سب پھیرے جائینگے طرف اللہ کے یعنی اللہ تعالے کے بدلا دینے کے موافق انکے عمل کے اور اللہ تعالے وہی انکا سچا مولی ہی اور جنکو انھون نے
دنیا مین اپنے مولی بنائے ہین وہ سچے نہین ہین۔ بالجملہ اسوقت انکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ انھون نے شرک و کفر کرنے مین بڑا جرم و بڑی
غلطی کی کیونکہ اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہی **وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ** اور گم ہو جائیگا انسے وہ سب جسکو افتراء
باندھتے تھے یعنی بت وغیرہ سب ضائع ہونگے۔ یا لفظ ما مصدریہ ہو یعنے انکا افتراء کرنا گم ہوگا۔ پس بت پرستون کا دعوے کہ یہ
آلہہ ہین یا ہمارے سفارشی ہین یا نصارے کا دعوے کہ عیسی علیہ السلام بیٹا یا الوہیت رکھتا ہی سب افتراء باطل ہوگا **ف**
فی العرائس قولہ تعالے ہنالک تبلو کل نفس۔ جیسے کافر و مومن کا امتحان پہلا یہ کہ اپنے خالق مالک کا وحدانیت سے کون اعتقاد
کرتا تھا ویسے ہی مسلمانون مین سے ظاہری اقراری منافق اور تحقیقی اقراری مومن کا امتحان ہوگا اور ہر سچے و جھوٹے کا اظہار
ہو جائیگا۔ قولہ و ردوا الی اللہ مولہم الحق۔ اہل صدق اپنی خصوصیت درجات پر رہینگے اور ہر مفتری و کاذب اور دکھلانے والا و سنانے والا
قہر الٰہی مین گرفتار ہوگا۔ جب بت پرست و مشرکون کے قبائح ذکر کر دیے تو انکے اعمال و اعتقادات کے باطل ہونے پر چند حجتین فرمائین

فی قولہ تعالے

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ
تو پوچھ کہ کون روزی دیتا ہی تمکو آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کانون اور آنکھون کا اور کون نکالتا ہے جیتا
مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ
مردے سے اور کون نکالتا ہے مردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی سو بولینگے کہ اللہ تعالے سو تو کہہ

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○

پھر کیوں ڈرتے نہیں سو یہ اللہ ہی رب تمہارا سچا پھر کیا رہگیا سچ پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے پھرے جاتے ہو

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

اسیطرح ٹھیک آئی بات تیرے رب کی ان بے حکموں پر کہ یہ یقین نہ لاوینگے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ توکہہ کہ کون رزق دیتا ہی تمکو۔ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان وزمین سے یعنی دونوں سے اسطرح کہ پانی برساوے اور زمین سے نباتات اُگاوے پس آسمان وزمین دونوں سے رزق دینا مراد ہوا اور رازی رح نے عقلی دلیل قائم کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ اس سے بالیقین ثابت ہوا کہ رزق آسمان وزمین ہی سے حاصل ہوتا ہی اور بیضاوی رح نے اچھا لکھا کہ آسمان وزمین دونوں اس جہت سے ہم نے لیے کہ ظاہرا رزق کا حاصل ہونا آسمانی کچھ اسباب سے اور زمینی مادہ سے ہوتا ہی اور شاید یہ مراد ہو کہ دونوں میں سے ہر ایک سے تمکو کون رزق دیتا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ من السماء والارض یعنی من اہل السماء والارض۔ اور بیان کرمن موصولہ کا پس معنی یہ ہونگے کہ تو کہہ یہ بات کہ آسمان وزمین والوں میں سے وہ کون ہی جو تم کو رزق دیتا ہی یعنی ان دونوں میں کہیں کوئی نہیں ہی جو انکا رازق ہو بلکہ اللہ تعالٰے پاک رازق ہی چنانچہ خود کفار کا اقرار آتا ہی۔ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ یا وہ کون ہی کہ مالک ہو سمع والبصار کا۔ یعنی کون قدرت رکھتا ہی کہ انکو ٹھیک پیدا کرے یا آفات سے بچاوے باوجودیکہ یہ دونوں عضو بہت نازک اور آفات بکثرت موجود ہیں۔ یا کون انکا مالک ہی کہ بدون اسکی قوت کے ان میں سے کوئی نافع نہو۔ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اور وہ کون ہی کہ نکالے زندہ کو مردے سے جیسے جاندار کو نطفہ سے۔ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالے مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو حیوان سے۔ اسی میں شامل ہی کافر سے مومن کر دینا اور فطری پیدائش والے کو کافر کرنا اور ایسی ہی بزرگ قدرتیں جو بے شمار تھیں کہاں تک اقرار کرائی جاویں لہذا خاص دو تین کے بعد ایک عام اقرار لیا کہ۔ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون سنوارتا ہی امر کو اسطرح کہ اسکے ہر کام کا انجام کمال حکمت کے ساتھ وہی ہوتا ہی جو اسنے چاہا۔ حاصل یہ کہ تمام عالم کے امور کا کون متولی ہی۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ سو بالضرور کہینگے کہ وہ اللہ تعالٰے ہی۔ کیونکہ یہ اسقدر واضح وظاہر ہی کہ اسکے انکار ومکابرہ کی گنجائش نہیں پاوینگے۔ یہاں سے ظاہر ہی کہ دہریہ وغیرہ بعض اقوام ایسے بیوقوف وبے انصاف ہیں کہ کفار عرب سے زیادہ جاہل ہو کر دہر کو ان امور کا فاعل کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خود بخود باضطرار یہ سب کام ہو جاتے ہیں اور یہ محض حماقت ہی کیونکہ کمال حکمت وانتظام سے جملہ امور واقع ہوتے ہیں پس انصاف وعقل یہ تھی کہ باختیار یہ امور اللہ تعالٰے کی پیدائش سے ہیں جیسے مشرکین عرب قائل تھے لہذا تنبیہ فرمائی بقولہ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس اے محمد صلعم تو کہدے کہ پھر کیا ڈرتے نہیں ہو۔ یعنی اللہ تعالٰے کے ساتھ شرک کرنے میں ڈرتے نہیں ہو کہ تمہاری جانیں جب اپنے خالق مالک رازق زندگی دینے والے کو بھولکر بلکہ اس سے منہ موڑ کر اسکے ساتھ شرک کرینگی تو کیسے سخت عذاب میں پڑینگے۔ پس نصیحت مانو اور اپنے کو اسکے صفات کاملہ سے ٹھیک ٹھیک پہچانو کہ وہ ہر نقص سے پاک ہی اور کسی کو اسکی درگاہ میں شرک کی مجال ہی نہیں۔ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ سو یہی ہی اللہ تعالٰے۔ رَبُّكُمُ الْحَقُّ رب تمہارا سچا۔ یعنی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور رازق ومالک اور سب عالم واسکے امور کی تدبیر کرنے والا وہی مستحق عبادت ہی یعنی عبادت اسی کے لیے سچ وصحیح ہی وہی تمہارا سچا رب ہی۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ سو حق کے پیچھے اور کیا ہی سوائے بھٹکنے کے۔ یعنی جب حق معلوم ہو گیا تو اسکے سوائے جو کچھ ہو وہ

گمراہی ہے پس بتون کا پوجنا اور ہر طرح شرک کرنا سب ضلالت ہے لہذا جسنے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکی عبادت سے تجاوز کیا وہ گمراہ ہوا **فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ** پھر تم کہان کو پھرے جاتے ہو یعنی توحید چھوڑ کر ضلالت مین کہان جاتے ہو کیونکہ تمھارے اعمال کا انجام دائمی عذاب جہنم ہے۔ **كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ** اسی طرح حق ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا یعنی جیسے ربوبیت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے حق و ثابت ہوئی اسی طرح ثابت ہوا کلمہ یعنے حکم تیرے پروردگار کا **عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا** ان لوگون پر جنھون نے فسق کیا یعنے حد عبودیت سے کفر کی طرف نکل بھاگے۔ پھر وہ کلمہ یہ ہے کہ **اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ** البتہ وے فاسق لوگ ایمان نہین لاوینگے یا قولہ انہم بمعنی لانہم ہے تو حق و ثابت ہو جانے کی یہ علت ہوگی یعنے اس سبب سے حق ہوا کہ وے لوگ ایمان نہ لاوینگے۔ یعنی انپر عذاب ثابت و محقق ہو گیا ہے۔

فی العرائس قولہ تعالیٰ فذلکم اللہ ربکم الحق۔ اسمین بیان ہے کہ حق تعالیٰ کے نور شہود سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ بلاشک و شبہہ کشف ذات و وصف دیدار و نشان صفت ہے پس معنی قولہ فذلکم اللہ ربکم الخ۔ یعنی وہی حق بلا شبہہ و بلا تشبیہ و بدون تعطیل ہے یعنی جیسے کفار یونان کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ عقل اول کو پیدا کرنے کے بعد کچھ پیدا نہین کر سکتا بلکہ معطل ہے تو یہ کفر صریح و تعطیل محض و ضلالت واضح ہے پس جسنے اشیاء و شواہد کو جو محسوس ہین اس شناخت سے نہ پہچانا یعنے رب عزوجل کی وحدانیت ان مخلوقات سے مشاہدہ نکی اور ان چیزون کو اسکے شواہد نہ سمجھا وہ گمراہ از مشاہدہ و اندھا و گرداب قہر مین غرق ہے چنانچہ فرمایا قولہ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ پس جو کوئی معرفت حق سے محروم ہوا وہ ضلال کے سوائے کچھ نہین پاویگا اگرچہ ضلال کی راہین بہت کثرت سے ہین کیونکہ صراط مستقیم فقط ایک راہ ہے جیسے دو نقطہ کے بیچ مین خط مستقیم ایک ہی ہوتا ہے اور ٹیڑھے خطوط بے شمار نکل سکتے ہین پس جو کوئی طالب حق ہو وہ ضلال کی راہ سے جو ضرور دوری ہے کیونکر وصال حاصل کریگا لہذا فرمایا۔ فانی تصرفون۔ یعنی وصال دار السلام و رضوان السلام چھوڑ کر دوری ضلال کی راہ سے کہان اور کدھر جاتے و کسکو ڈھونڈھتے ہو۔ واضح ہو کہ مخلوقات و حادثات کو پھر جانے و گمراہی کے کوئی راہ ایسی نہین کہ وہان قہر آلہی سے نجات پاوے۔ ہان راہ مستقیم پر البتہ وصول کرامت و رحمت و نجات از قہر و ملامت ہے۔ اشارہ قولہ من یرزقکم من السماء والارض۔ غذاء ارواح تو قرب و وصال ہے اور غذاء قلوب از صفاء عبودیت۔ اور کانون کو سماع لذیذ خطاب اور آنکھون کو دیدار جمال ہے اور قولہ من یخرج الحی الخ۔ ارواح عارفہ پاکیزہ اسکی معرفت ذات و صفات کے ساتھ نور قدم کی حیات سے عدم سے زندہ نکلتے ہین اور قولہ یخرج المیت الخ سچے دلون سے مردہ سانس نکل جاتے ہین جبکہ اسکی عظمت مین انکو بقاء قدم سے حیات حاصل ہوتی ہے۔ قولہ من یدبر الامر۔ عارفون کو معرفت دینا اور موحدون کو آداب عبودیت و حقوق ربوبیت تعلیم کرنا اسی پاک سبحانہ تعالیٰ کی تدبیر پاک ہے۔ اور قولہ فسیقولون اللہ۔ اہل کفر و ضلال اس امر کو لاچار ہو کر باوجود انکار باطنی کے کہتے ہین اور اہل ایمان اسکو نشاط قلب کہتے ہین اور اشارہ ہے کہ جس بندہ کو مقامات مذکورہ بالا مین توفیق مشاہدہ نصیب ہوئی وہ تحقیق کے ساتھ کہتا ہے۔ پھر قولہ افلا تتقون سے خوف عظمت دلایا کہ حق تعالیٰ کے سوائے اور کسی طرف التفات نکرین اور اس کلام مین بہت اخص اشارہ جسکو خاص خاص بندے سمجھتے ہین یہ ہے کہ کشف صفات سے جب تم انوار قدم مین واصل ہوے تو قدم کے کنہ مت ڈھونڈھو۔ کیونکہ وہان معادن ملکوت بے نہایت ہے اور وہان معرفت بندہ محض ہیچ ہے پس کوئی روح و کوئی بصیرت یہ مجال نہین رکھتی کہ کچھ بھی احاطہ کر سکے۔ حسین رح نے کہا کہ عبادات سے مقصود وہی حق تعالیٰ ہے کوئی غیر اسکا شاہد نہین اور کسی غیر سے اسکا ادراک نہین ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ حق کے بعد جب سب کو ضلال فرمایا تو بندہ موحد کو روا نہین ہے کہ کسی چیز کو توحید پر شاہد کرے کیونکہ جو چیز ہے وہ بعد الحق اور ضلال ہے تو ضلال کیسے واقف ہو اور ضلال کیونکر اسکا وصف کمال بیان کر سکے۔ حسین رح نے کہا کہ حق وہی ہے
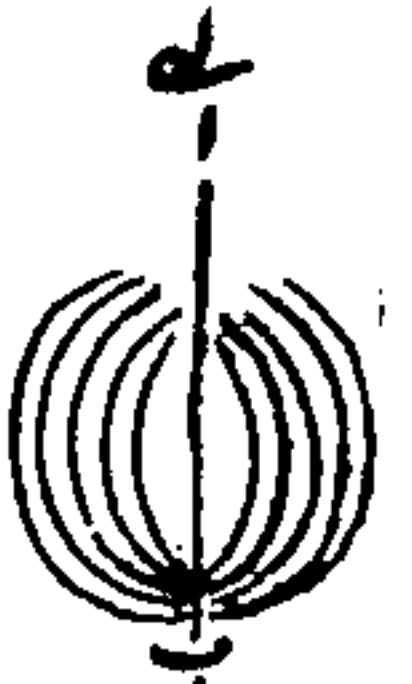
کہ کسی قبیح کا استقباح نہیں کرتا اور کسی خوب کا استحسان نہیں تو اسکی طرف عود کیونکر کرے جو اُسی سے شروع اور اسی کی مخلوق ہو۔ بعض نے کہا کہ حق تو ان لوگوں کا راستہ ہے جو علم دین سے خلوص کے ساتھ عالم ہیں اور جنکو علماء سے بڑھکر عمل و تقوی بھی ہونے کی وجہ سے حکمت حاصل ہوئی انکا راستہ حقیقت ہے پھر جو اولیاء ہیں انکا راستہ تحقیق ہے اور حقائق التحقیق راہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ قولہ فانی تصرفون یعنی حق سے منھ موڑ کر غیر کی طرف کہاں جاتے ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ تعالے ومن یدبر الامر۔ یعنی وہ کون ہے کہ ایجاد کرتا ہے اپنے امر کو اور اعادہ کرتا ہے اسکو اور اوقات حادثہ مخلوقہ میں اپنے علم و حکمت کے موافق جاری فرماتا ہے پس جب حق تعالے عزوجل نے کہدیا کہ من یدبر الامر یعنے اللہ تعالے کے سوائے کوئی بھی مدبر الامر نہیں ہو سکتا تو تمام عالم سے ملک زائل کر دی۔ پس اب کسی بندے کو روا نہیں ہے کہ کہے کہ میرا کام یا میرا عمل طاعت وغیرہ بلکہ جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالے کی حمد و ثنا کرے۔ واضح ہو کہ گمراہی کا دروازہ لوگوں کا یہ غلط گمان کہ سوائے حق تعالے کے بعض مخلوق بھی اپنے اعمال پیدا کرنے یا اپنی تمناؤں کے موافق تدبیر کر لینے کی قدرت رکھتے ہیں حتی کہ سوائے اہل ایمان یعنے اہل السنۃ کے معتزلہ وغیرہ بکثرت فرقہائے اسلام اس گمراہی میں پڑے حالانکہ اللہ تعالے نے کافروں پر رد کر دیا بقولہ تعالے

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلِ اللَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو پہلے بناوے پھر اُسکو دوہرا دے تو کہہ اللہ پہلے بناتا ہے پھر

يُعِيدُهُ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ۚ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي

اُسکو دوہراتا ہے سو کہاں سے اُلٹ جاتے ہو پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو راہ بتاوے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتاتا ہے

لِلْحَقِّ ۗ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ

صحیح اب جو کوئی راہ بتاوے صحیح اسکو چاہیے ماننا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتاوے سو کیا ہوا ہے تمکو کیسا

تَحْكُمُونَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

انصاف کرتے ہو اور وہ اکثر چلتے ہیں سو اٹکل پر اٹکل کام نہیں کرتی صحیح بات میں کچھ اللہ کو

عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

معلوم ہے جو کام کرتے ہیں

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ تو کہہ اے محمد صلعم کہ بھلا ہے کوئی تمہارے شرکاء میں سے مَنْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتداء کرے خلق کو یعنے محض عدم سے وجود میں لاوے۔ ثُمَّ يُعِيدُهُ پھر اسی خلق کا اعادہ کرے۔ یعنی مشرکوں کو راہ دکھلائی کہ بھلا وہ چیزیں جنکو تم الوہیت میں شریک کرتے ہو مانند بتوں و ملائکہ و مسیح وغیرہ کے اور انکے لیے ایسے تعظیمی امور ثابت کرتے ہو جو خاص خالق جل جلالہ کے سوائے کسی شخص کے لیے صحیح نہیں ہو سکتے ہیں بھلا تمہارے ان شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جسکو یہ قدرت حاصل ہو کہ خلق کو ایجاد کرے پھر جب چاہے فنا کرے پھر جب چاہے اسکو دوہرا دے پس مخلوق پر اس خالق کی بندگی فرض ہو جاوے کیونکہ مخلوق اسی کو اپنا معبود بناوے جسنے اسکو خلق کیا۔ پس جب اسطرح انکو تنبیہ فرمائی تو ضرور آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہی یہی جواب دیا جائیگا کہ نہیں تو۔ نہیں سے تو کوئی بھی ایسا نہیں بلکہ ہو نہیں سکتا۔ تب انکو انکے خالق جل سبحانہ کی معرفت بتلائی بقولہ قُلِ اللَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ تو کہدے کہ اللہ تعالے عزوجل ہی کی یہ شان عظمت و کبریائی ہے کہ خلق کو ایجاد فرماتا ہے پھر اسکا اعادہ فرماتا ہے۔ پس جب وہی خالق ہے

تعالے شانہ اور تمام جو کچھ اسکے سوائے ہی سب مخلوق ہی تو سب پر فرض ولازم ہی کہ اسی کی درگاہ مین سجدہ کرین اور اسی کی ثنا و صفت جہان تک ممکن ہو بیان کرین اور اُسی کی بندگی کرین اور اُسی کے واسطے الوہیت خاص کرین کیونکہ اسکی بارگاہ عظمت وجلال مین کسی کی شرکت نہین کیونکہ سب ہی مخلوق ہین - لہذا التعجب سے فرمایا - فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ اے کیف تصرفون عنہ الے المخلوق - پھر بھلا تم کیونکر اس خالق عزوجل سے منھ موڑ کر مخلوق کی طرف شرک کرتے جاتے ہو - تؤفکون افک سے بمعنی صرف منھ موڑتا ہی یعنی پھر تم کہان منھ موڑے جاتے ہو - اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق پاک بس وہی معبود الٰہی اور یہ بالکل صاف ظاہر ہی تو بڑا التعجب ہی کہ پھر دوسرے کسی مخلوق کو کسی امر مین جو عبادت سے مخصوص بخالق عزوجل ہی کیون مستحق ٹھہرا لیتے ہو اور کیون اپنے خالق عزوجل کی درگاہ مین یہ بہتان باندھتے ہو کہ اسکی یہ مخلوق بھی اسکی عبادت مین مستحق ہی - ابو السعود رحنے اپنی تفسیر مین لکھا کہ یہ کلام ایک پوری دلیل اس امر کی ہی کہ خالص اللہ تعالے ہی کے لیے توحید عبادت فرض ہی اور شرک بالکل باطل ہی اور طریقہ استدلال یہ ہی کہ اُلوہیت اسی کو ثابت ہی جو خالق ومالک ہی اور اللہ تعالے کے سوائے کوئی خالق ومالک نہین پس اللہ تعالے کے سوائے کوئی الٰہ نہین کہ وہی پاک سبحانہ تعالیٰ مُبدی ومُعید ہی اور اسکے سوائے جو کوئی ہو سب مخلوق وبندے ہین پس کسی دوسرے مین اُلوہیت نہین ہو سکتی ہی اور یہ حجت نہایت کامل اور بہت ہی کھلی ہوئی ہی اسیواسطے آخر مین سمجھدار بندون کو تعجب دلاتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تقریر اس کلام کی تفسیر مین بہت صاف ہی اور یہ حجت ارشادی ہی یعنے ہدایت ورہنمائی ایسے کلام سے فرمائی کہ دلیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کو برحق سمجھین اور اپنے شرک طریقہ کو جھوٹ وباطل جان لین اور بیضاوی رح وغیرہ بعضے مفسرین نے اسکو حجت الزامی قرار دیا جسکا حاصل یہ ہوگا کہ اُلوہیت اسی کو ہوتی ہی جو خلق کو ایجاد کرے اور اعادہ کرے اور وہ فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی تو دوسرے کسی کو الوہیت نہین چنانچہ استفہام انکاری کے طور پر پوچھا کہ ہل من شرکائکم الخ یعنی تمھارے شرکاء مین سے کوئی مبادی ومعید ہی یعنے کوئی نہین ہی - اس صورت مین یہ سوال ہوتا ہی کہ مشرکین مکہ وغیرہ بھی اس خطاب مین شامل ہین بلکہ پہلے انکو خطاب ہی اور باقی تمام جہان کے مشرک قیامت تک شامل ہین اور یہ مشرکین اس بات کے معتقد نہ تھے کہ اعادہ واقع ہوگا یعنی دنیاوی زندگی سے مرجانے کے بعد پھر قیامت کے لیے اُٹھائے جانے واعادہ کیے جانے کو مانتے نہ تھے تو انپر یہ الزام کیونکر پورا ہوگا کیونکہ الزام اسی طرح ہوتا ہی کہ مخاطب کی مانی ہوئی باتون سے اسپر باطل ہونے کا اثبات پہونچایا جاوے اور جواب اسکا بیضاوی رحنے یہ دیا کہ اعادہ سے بھی ابداء کے مثل انپر الزام قائم ہونا اسی وجہ سے ہی کہ اعادہ واقع ہونے کے ٹھیک ہونے کے تحقیق نہایت واضح وبہت قوی قائم ہین اگرچہ وے ہٹ دھرمی سے اقرار نہین کرتے تھے - اسیواسطے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ انکی طرف سے جواب دے بقولہ قل اللہ یبدئ الخلق الخ - کیونکہ کافر قوم تو اعتدال سے برگشتہ ہو کر جھگڑالو ہو جاتی ہی تو یہ غضب انکو کب چھوڑیگا کہ ایسا اقرار کرین - مترجم کہتا ہی کہ اس تفسیر کے موافق جواب مین انحصار کے معنی لینا ضرور ہونگے یعنی اللہ تعالے ہی وہ ہی کہ ابداء واعادہ فرماتا ہی - کما لایخفی علی المتامل - اور پہلی صورت مین جبکہ حجت ارشادی ہووے کوئی تکلف نہین ہوتا کہ جواب مین مشرکین کی طرف سے نیابت ہو یا انحصار نکالا جاوے اور اگر کوئی وہم کرے کہ پہلی صورت مین بھی خطاب مشرکون کو ہی جو اعادہ کے لیے دوبارہ پیدا کیے جانے کے قائل نہ تھے تو جواب یہ ہی کہ ہان قائل ہون یا نہون کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ انکو ہوشیار کیا کہ بھلا کوئی اُن چیزون مین سے جنکو تم پوجتے ہو ایسی صفت والا ہی کہ پیدا کر سکے اور پھر اعادہ کر سکے پس جب انکو نہین ملا اور ہرگز نہین مل سکتا تو آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل پاک معبود خالق مبدی ومعید ہی پھر تم کہان کو منھ موڑے جاتے ہو - ہایہ

وسوسۂ شیطان کہ جو مشرکون کو دامنگیر تھا کہ یہ چیزین جیسے شرک کرتے تھے انکے لیے سفارشی ہین اور انکی امیدین برلانے والے اور انکے گناہون کا کفارہ وغیرہ مین تو اسکو بھی دفع فرمایا۔ القولہ۔ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ تو کہہ یعنی انکو ارشاد کرا ور راہ کھلا اور ہوشیار کر کہ، ہر کوئی تمھارے شرکا، مین سے مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ جو ہدایت کر دے حق کی۔ ٹھیک راہ بتادے اسطرح کہ جمتون کو پیدا کر دے جیسے اللہ تعالے نے دلائل اپنے توحید کے تمام مخلوقات پر ظاہر کر دیئے اور مثلاً دوبارہ مردون کے اعادہ پر دلیل تبلائی کہ جسنے ابتدائً پیدا کیا وہ اعادہ پر بخوبی قادر ہے اور بے شمار درخت پیدا کیے کہ انکے بیج گر کر زمین مین مستہلک ہو جاتے ہین پھر جب رحمت سے پانی بارش کے موسم کا برسایا تو اُگتے ہین پس تمام مخلوقات اسکی وحدانیت پر دلیل ہے تعالے اللہ علوا کبیرا اور جیسے بہتون کو ہدایت کے لیے حجت کیا اور کمال یہ کہ توفیق عطا فرمائی اور عجیب قدرت دکھلائی کہ مدعی عقل کو جب ہدایت نہ دی تو وہ بد تر دجال اور زمانہ کے گمراہون کا سردار ہو گیا مگر بندہ ضعیف عاجز کو اپنی ہدایت سے سرفراز کر کے ایمان پر خاتمہ بخیر فرمایا۔ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ تو کہہ دے یعنی ہدایت کر دے کہ اللہ تعالے پاک قادر ہے ہدایت فرماتا ہے حق کی۔ یعنی جب شرک کرنے والون نے دیکھ لیا کہ انکے شرکا مین سے کسی کو یہ قدرت نہین کہ جسکو چاہے ہدایت کرے حتی کہ جن جن سے مشرکون نے اشراک کیا انہین سے مسیح و ملائکہ اشراف ہین حالانکہ مسیح سے شرک کرنے والے خود قائل ہین کہ یہود نے انکو سولی دیدی اگرچہ انکا زعم غلط ہے لیکن عدم قدرت تو ظاہر ہو گئی کہ یہود کو ہدایت نہ دے سکے۔ پس الوہیت سوائے اللہ تعالے کے کسی مین ممکن نہین ہے پس فرض ہے کہ عبادت خالص اللہ تعالے وحدہ لا شریک کے لیے رکھین اور تمام عالم کو اسکی مخلوق و بندہ جان لین لہذا فرمایا۔ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ سو بھلا جو کوئی ہدایت کرے حق کی۔ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ وہی لائق اسکے ہے کہ اسکی پیروی کیجاوے أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ سے یا وہ کہ جو راہ نہین پاتا مگر اسطرح کہ راہ پر لگا دیا جاوے۔ یعنی حق تعالے عز و جل نے تم کو سمجھ عطا فرمائی ہے پس تم سمجھ دیکھو کہ دو شخص ہین ایک ایسا ہے کہ اسکو قدرت کاملہ حاصل ہے وہ مخلوق کو ٹھیک راہ کی ہدایت کر دیتا ہے اور دوسرا ایسا عاجز و زبون ہے کہ دوسرے کو راہ کیا بتلاوے خود بھی کسی طرح راہ نہین پاتا ہان کوئی دوسرا اسکو راہ پر لگا دے یا وہی کھینچ لیجاوے تو چلا جاوے پس بتلاؤ کہ جسکو ذرا بھی سمجھ ہے وہ ان دونون مین سے کسکی پیروی کریگا پس تم بھی معذور نہین ہو کہ یہی کہو کہ ضرور اُسی کی پیروی کرنی فرض ہے جو قدرت کاملہ ہدایت کی رکھتا ہے اور تم جان چکے کہ اللہ تعالے وہی خلاق علیم ہادی ہے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ پھر تم کو کیا ہوا تم کیونکر حکم لگاتے ہو۔ یعنی ایسی صاف صاف بات جسکے سمجھنے مین کوئی معذور نہین ہو سکتا تم بالکل بے عقل بن گئے اور اسکے برخلاف تم نے بتون وغیرہ کی پیروی اختیار کی۔ اور سیح دیکھو تو ملائکہ و عیسی علیہم السلام کا یہ حال ہے کہ خود کچھ قدرت نہین رکھتے ہین ہان جب اللہ تعالے جل جلالہ نے انکو راہ بتلا دی تو اسپر چلے گئے اور بتون کو تو یہ بھی استطاعت نہین کہ راہ پر لگا دینے سے چل سکین بلکہ دوسرا انکو کنکرون پتھرون کی طرح کہین اُٹھائے لیے جاوے۔ اس آیت سے بہت سے فوائد نکلتے ہین ازانجملہ یہ ہے کہ جو راہ اللہ تعالے نے تبلادی ہے بواسطہ اپنے رسول مکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی تو سیدھی راہ ہے اور اس سے کسی بات مین کمی کرنا یا بڑھانا سب بھٹکنا اور گمراہی کی پیروی ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ جو کوئی دین مین کوئی کام ایسا نکالے جو قرآن یا حدیث سے ثابت نہین اور یہ سمجھے کہ راہ ثواب ہے تو یہ مردود ہے اور صحیح ثابت ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ خالق جملہ افعال اللہ تعالے ہے کیونکہ شرکا کو جنمین سے مسیح و ملائکہ بھی ہین خود اپنی راہ ٹھیک حاصل کرنے والا بھی نہین قرار دیا اور خود فرمایا۔ واللہ خلقکم و ما تعملون الآیۃ۔ پس ظاہر ہو گیا کہ

بدعت
رد
خالق اعمال بندہ اللہ ہے

خالق افعال بندہ نہین بلکہ کاسب ہی-ازانجملہ یہ ہی کہ کسی بات کے حکم لگانے مین بندہ گنہگار ہی مگر وہ احکام جو اللہ تعالی و اسکے رسول صلعم
کے فرمانے یا اجازت یا اباحت سے معلوم ہوئے- وقد قال تعالے ان الحکم الا للہ- پس جو کوئی معرفت وغیرہ کسی مین خلاف شریعت حکم لگادے
وہ حکم مردود ہی-ازانجملہ یہ ہی کہ جس کسی مخلوق کی طرف مشرک لوگ التجا لیجاوین اُنکی جہالت ہی کیونکہ اُنکے شرکاء خود مہتدی نہین ہین اور
بے رضاء آلہی اُنسے کوئی جنبش نہین ہوسکتی پس خالق عز وجل عادل رحیم کریم سمیع وبصیر کی رضاجوئی فرض ہی- واضح ہو کہ مصدر ہدایت
جیسے حرف الے سے متعدی ہوتا ہی بسبب تضمن معنی انتہاء کے کما یقال ہداہ الے الحق ویسے ہی لام سے متعدی ہوتا ہی تاکہ
اس بات پر دلالت کرے کہ ہدایت کی وہی انتہار ہی اور وہی کمال مقصود ہی لہذا جناب بارئتعالے مین دونون طرح اسناد کیا گیا
اور واضح ہو کہ قولہ امن لا یہدی مین کئی قراتین ہین اول بفتح یاء وکسرہاء ودال مشدد اور یہی یعقوب وحفص کی قرات ہی
اور ابن کثیر رح ونافع رح اور ابن عامر نے بفتح ہاء پڑھا از اصل مین یہتدے تھا پس تاء فوقانیہ کو ہاء مین ادغام کرکے
بقرات اول بسبب التقاء ساکنین کسرہ دیا اور بقرات ثانیہ تاء کی حرکت سے فتحہ دیا اور ابو عمرو نے خالی ادغام کے ساتھ پڑھا اور التقاء
ساکنین کی کچھ پرواہ نہین کی کیونکہ جو مدغم ہی مانند متحرک ہی-اور قالون نے نافع سے بھی یہی روایت کی ہی اور ابو بکر نے یاء دال
سب کو باتباع کسرہ دیا ومعنی قولہ- امن لا یہدی الا ان یہدی اے ام الذی لا یہتدی الا ان یہدی لیعنی کیا وہ شخص
پیروی کرنے کے لایق ہی جو اپنے آپ راہ نہین پاتا مگر جب ہی کہ اُسکو راہ بتلائی جائے یا وہ دوسرے کو راہ نہین بتلا سکتا
مگر جبھی کہ اُسکو اللہ تعالے ہدایت فرمادے- قال البیضاوی رح مشرکون نے جنکو شرکاء بنایا ہی انہین سے جو سب سے اشرف ہی
جیسے ملائکہ اور مسیح یہ اُنکا حال ہی کہ کسی کو ہدایت کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین اور زجاج رح نے کہا کہ قولہ فما لکم- پورا کلام یعنے
بتون کے پوجنے مین تمھین کیا فائدہ ملتا ہی پھر اُنسے کہا گیا کہ- کیف تحکمون- لیعنی جو صریح باطل ہی اُسمین تم کیسے حکم لگاتے ہو کیونکہ
تمھارے شرکاء کو نہ کسی کام کی قدرت اور نہ کچھ ہدایت مگر جب ہی کہ اللہ تعالے ہدایت فرمادے تو وہی پاک سبحانہ تعالے ہادی اور
کارساز ہوا پھر شرک بیفائدہ اور توحید فرض ہی اور واضح ہو کہ بہت بڑا فائدہ اس کلام پاک سے یہ حاصل ہوا کہ آدمی کے واسطے گمراہی
کی جڑ یہ ہوئی کہ اُسنے اپنی عقل وحواس سے اللہ تعالے کی ہدایت کے موافق کام نہ لیا بلکہ اپنی عقل کو یا تو ہدایت مین مستقل سمجھا جیسے
دہریہ وفلاسفہ یونان گمراہ ہوئے اور یا اُسنے معرفت الٰہی مین اپنی طرف سے کچھ حکم لگائے اور وہ احکام جناب باری تعالے کی شان مین
محال ہین تو لامحالہ اُنکا مرجع کسی ایسی چیز کی طرف ہوا جسمین یہ باتین جو اُنھون نے نکالی ہین پائی جاوین اور اللہ تعالے عز وجل
کی طرف ہرگز نہ ہوا اگرچہ وے لوگ زبان سے اللہ تعالے کا اقرار کرین اسی واسطے اللہ تعالے نے متنبہ فرمایا بقولہ تعالے- **وَمَا يَتَّبِعُ**
أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا اور نہین پیروی کرتے اُنمین کے بہتیرے مگر اپنے گمان کی لیعنی تمام مشرکین دو قسم کے ہین لبعضے تو بالکل اللہ تعالے
کا اقرار نہین کرتے جیسے دہریے وغیرہ اور بہتیرے اس قسم کے ہین کہ زبان سے اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہین لیکن اس اقرار مین اُنکو
اپنے گمان کی پیروی ہی چنانچہ جو کچھ انھون نے اپنے گمان مین ٹھہرالیا اُسی کے پیچھے چلے جاتے ہین جیسے مشرکین عرب نے بتون کو امر الٰہی مین
شریک سمجھ لیا یا نصرانیون نے عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا یا اپنے گناہون کا کفارہ گمان کرکے اپنے گمان کی پیروی اختیار کی اور جب یہ دیکھا
جائے کہ یہ گمان کہانسے نکالا گیا تو صاف کھلجاتا ہی کہ کچھ اوہام اور خیالات پر اسکا مدار ہی چنانچہ وہمی مشارکت کی وجہ سے خالق کو مخلوق
پر یا غائب کو حاضر پر قیاس کرکے اللہ تعالے کی درگاہ مین ایسے گمان باندھے جیسے مثلاً مشرکین عرب نے اللہ تعالے کو دنیاوی بادشاہو

پر یون قیاس کیا کہ رغبت کی حاجتین وزیر و دیگر اہل کار بادشاہ کے حضور مین پہونچا کر حکم حاصل کر لیتے ہین لہذا وزیرون کی خوشامد کرنی ضرور ہے بس انھون نے بتون کی پرستش اپنے اوپر لازم کر لی حالانکہ اللہ تعالے کو خالق اقرار کرتے تھے اس سے ظاہر ہوگیا کہ ایسے مشرکون نے اللہ تعالے کو نہین پہچانا بلکہ ایسے خدا کو اپنے ذہن مین گڑھ لیا کہ جو محتاج و بے خبر ہے اور اللہ تعالے شانہ جب ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہے تو کوئی مشرک اسکا اقرار کرنے والا نہوا بلکہ اپنے گمان کا پیرو ہوا اسیواسطے فرمایا کہ بہتیرے انمین کے اللہ تعالی کا اقرار کرنے مین حق بات دیکھے اوصاف کی پیروی نہین کرتے بلکہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہین - قال تعالے - اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا البتہ گمان کچھ بھی کفایت نہین کرتا حق سے یعنی جو بات حق ہے اسکے حاصل ہوجانے مین گمان کچھ کام نہین بلکہ جو کچھ اللہ تعالے اپنی معرفت بھیجے اسی کی پیروی عین ایمان ہے اور وہ اسطرح ہوتی ہے کہ رسول پر وحی بھیجکر آگاہ فرماتا ہے اسیواسطے رسول خالص وحی کی پابندی فرماتا ہے - کما فی قولہ تعالے ان اتبع الا ما یوحی الیے الآیۃ - اور چونکہ یہ معرفت بغیر وحی کے حاصل نہین ہوسکتی اسیواسطے بغیر رسول بھیجنے کے کسی پر عذاب نہین فرمایا - کما فی قولہ - ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا الآیۃ بعض علماء نے قولہ وما یتبع اکثرہم الخ کی تفسیر مین یون کہا کہ اکثر سے مراد کل مشرکین ہین یعنی نہین پیروی کرتے سب مشرکین اپنے باطل اعتقاد مین مگر گمان کی اور بعض نے کہا کہ اکثر سے وے مشرکین مراد ہین جو خالی اپنے باپ دادا کی تقلید پر راضی نہوے بلکہ کچھ فکر و نظر دوڑائی یا وے لوگ مراد ہین جو معرفت الٰہی مین اپنے باپ دادون کی تقلید پر جہالت سے راضی ہوئے اور بعضے جان بوجھ کر دنیا کی خواہش سے سرکشی و عناد کرنے لگے - وقال الرازی رحمہ اللہ قول اول بہتر ہے اسلیے کہ لفظ اکثر اپنے معنی پر رہتا ہے اور حق سے مراد یقین اور سچا اعتقاد ہے لہذا بیضاوی رح نے کہا کہ یہ صریح دلیل ہے کہ اعتقادات مین گمان کچھ کافی نہین ہے بلکہ امر یقینی ہونا چاہیے اور خالی تقلید و گمان پر کفایت کرنا جائز نہین ہے اور یہ بھی دلیل پائی گئی کہ اعتقادات مین یقین حاصل کرنا فرض ہے لہذا آدمی جبھی مومن ہوگا کہ جو باتین اعتقادی ہین انکو معلوم کرکے اُن پر ٹھیک یقین لاوے خالی سنلینے پر یا تقلید پر اکتفا نہ کرے - مترجم کہتا ہے کہ بڑا افسوس ہے کہ اس زمانہ مین بہت کثرت سے مسلمان اپنے خیال و گمان کے پابندی پر ایسی باتون کے معتقد ہین جو جناب باری تعالے مین جائز نہین اور بہتیرے معرفت صفات الٰہی سے بے خبر ہین برلے نام مسلمان کہلانے پر راضی ہین حالانکہ اللہ تعالے نے صاف مشرکون پر رد فرمایا کہ اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہین لیکن اسکی شان مین گمان کے پابند ہین حق بات کا علم و یقین نہین رکھتے حالانکہ گمان سے کچھ بھی حق حاصل نہین ہوتا ہے پھر تہدید فرمائی بقولہ - اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ - بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو وے کرتے ہین یعنی گمان کی پیروی کرنا اور وحی الٰہی سے منھ موڑنا یہ سب اللہ تعالے کو خوب معلوم ہے اور حاصل یہ کہ رد و زجر کا بلکہ مرتی ہے ایسی نافرمانی و بد اعتقادی کا بدلا پاوینگے اگر کوئی کہے کہ مسائل فقہیہ کے دلائل ظنی ہوتے ہین اور ظن کی اتباع کافی نہین پھر کیونکر عمل کرنا جائز ہے تو جواب یہ ہے کہ بندہ پر اپنے خالق کی بندگی فرض ہے پس خالق کو یقینی قطعی وحی الٰہی سے پہچان لینا فرض ہوا اور اس جاننے مین گمان محض بیفائدہ ہے کیونکہ گمان سے اپنے خالق کو نہین پہچان سکتا ہے لہذا معرفت و اعتقاد کے مسائل جنمین یقین ہونا ضرور ہے وہان گمان نہین کافی ہے - اب رہے عبادت کے اعمال تو انمین بعض قطعی ہین جیسے پانچ وقت کی نمازین اور انکی رکعتون کی تعداد وغیرہ جو آگاہ کرانے سے معلوم ہوئے ہین اور باقی کچھ اعمال جیسے آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا اور جیسے ہاتھ اٹھانا یا نہ اٹھانا انمین ظنی دلیل پر اکتفا کرنا قطعی دلیل سے معلوم ہوگیا ہے تو ثابت یہ ہوا کہ ہمارے دین کا مدار سب قطعی طور سے ہے اور مترجم

وغیرہ بعض علماء نے آیت مین تخصیص کی اسطرح کہ جہان یقین چاہیے وہان گمان نہین کافی ہی لہذا سوائے اعتقادات کے احکام فرعیہ اس سے مستثنیٰ ہوگئے۔ لیکن مترجم نے اسکو پسند نہین کیا اسلیے کہ تکلف کی کوئی ضرورت نہین ہی۔ چنانچہ جو کچھ اُسنے اوپر جواب لکھا ہی اسمین غور کرنے سے حق صاف کھل جاتا ہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ف۔ وفی العرائس قولہ تعالے قل ہل من شرکائکم من یبدؤا الخلق ثم یعیدہ۔ یہان دلیل قطعی سے ثابت کردیا کہ جو کچھ مخلوقات ہی سب محتاج ہی کوئی یہ قدرت نہین رکھتی کہ حضرت قدیم عزوجل سے مزاحم ہوا ورکیونکر کفار بیوقوف محض عاجز چیزون کو پاک معبود جل شانہ سے شریک کرتے ہین بیچاری مخلوق کو موجود یا معدوم کرنے کی قدرت کہان سے آئی وے خود جلال قدم کے سامنے درحقیقت معدوم ہین انمین سے کوئی بھی خود قائم نہین بلکہ بذات قدیم الحی القیوم انکا قیام ہی۔ اس کلام سے ان مشرکون کو رد کیا جو اللہ تعالے کے سوائے دوسری چیزون کی توجہ کرتے ہین پھر مشرک جاہل کو اپنی پاک ذات سے آگاہ فرمایا کہ جو باتین وجو چیزین ظاہر ہوتی ہین انکا پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہی پاک پروردگار ہی پس عدم کو تمام صفات کشف فرماکر شہود کے وجود سے ابداء کیا پھر انوار عظمت وہیبت کو مسلط فرماکر تمام حوادث کو عزت جلال کے تحت مین مضمحل فرادیگا پھر جمال لقاء کشف فرماکر انکو اعادہ کریگا پس اسکی لقاء سرمدی سے انکو دوام لقاء ہوگی۔ چنانچہ اہل العدل کو دوام راحت ومقام جنت مین لقا ہوگی اور اہل الجدل والعدول کو دوام عذاب ومحنت مین لقاء ہوگی۔ بالجملہ تمام تصریف اسی کی ارادت ومشیت قدیمہ کے موافق جاری ہی۔ اشارہ یہان یہ ہی کہ انوار قیومیت عارفون کے دلون مین پیدا کرکے اسکے لطائف سے حقائق معرفت ظاہر فرماتا ہی پھر سطوات جلال سے ایسا فنا کردیتا ہی کہ سوائے معروف کے کچھ نہین باقی رہتا پس تجلی جمال سے بقاء اعادہ فرماتا ہی۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ اظہار قدرت سے ابداء فرماتا ہی تو معدوم موجود ہوجاتا ہی پھر اظہار ہیبت سے اعادہ فرمائیگا تو موجود معدوم ہوکر موجود ہوجائیگا۔ قولہ تعالے قل ہل من شرکائکم من یہدی الے الحق الآیۃ۔ پہلی آیت اس آیت کی تصدیق ہی کیونکہ ہادی وہی ہوگا جسنے سب کو پیدا کیا اور وہ ازلی مقدس قدیم ہی پس جیسے قدرت قدیمہ اسکا وصف ہی ویسے ہی ہدایت ابدیہ اسکی شان ہی پس اپنے وجود پاک کے انوار اپنے اولیاء پر کشف فرماتا ہی تو حقائق عبودیت سے آگاہ ہو کر آداب شریعت سے متاوب ہوجاتے ہین اور اشارہ ہی کہ اللہ تعالے وہی حق ہی اور ازل مین اہل اصطفاء کو محقق فرمایا کہ نظر انکی اغیار سے اُٹھ گئی اور انکو حقیقت دیدی کہ محبت وشوق کے ساتھ کتاب اللہ تعالے وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع واقتداء کرتے ہین۔ قولہ تعالے افمن یہدی الے الحق احق ان یتبع الآیۃ حسین رح نے کہا کہ حق از حق وازجہت حق ہی اور وہ قائم الحق مع الحق ہی اور نہین سوائے اسکے الا دیدار حق۔ پھر حق تعالے نے آگاہ فرمایا کہ اہل الشرک کو ادراک حق سے کچھ حاصل نہین بلکہ وے تو ہم نفوس وتاریکی ظنون مین گرفتار ہین کما قال تعالے وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اس آیت کریمہ کا ظاہر تو ایسی قوم کے واسطے ہی جو رحمت حق سے مطرود ہین اور اہل الحق نے اسمین کچھ اشارات پائے ہین ازانجملہ یہ کہ عقول کو آیات سے حجاب ہی اور قلوب کو ذات سے اور ارواح کو راحتون سے اور نفوس کو شہوات سے حجاب ہی اور اسرار باطنہ کا حجاب خطرات ہین اور سب مین سے کسی نے سوائے رسوم افعال کے درگاہ کبریائی سے کوئی علم نہین پایا اور انمین سے کسی پر سوائے سایہ ملکوت اور تصرف جبروت کے کوئی سایہ نہین پڑا بھلا کہان تاب ہی کہ حادث کو کنہ قدم کا ادراک ہوسکے اور ذات واحد تعالے شانہ بذات خود بدرجہ کمال ہی کسی عقل یا سر باطن یا وسوسہ خاطر کو مجال نہین کہ اسکی حقیقت وجود پر مطلع ہو ہرگز نہین ہرگز نہین۔ ہان تمام لوگ جو صراط مستقیم سے کج چلتے ہین وے اقرار خالق تعالی مین اپنے

خیالات وظنون کے پابند ہین اور دیسے وہ لوگ جو طریق وحی ورسالت سے معرفت الٰہی سبحانہ کے یقین رکھنے والے ہین وے کسی اعتقاد
مین وہم وخیال کے پابند نہین بلکہ نور حق سے انکو بینائی حاصل ہو اور وے معرفت و توحید کی راہ مین اپنے خیالات وظنون وعقول و آرا
سے بیزار ہو کر ایمان الٰہی لعنہ کے مومن ہین کما فی قولہ تعالے علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی الآیۃ بلکہ بحر ازل و ابد مین نور حق کے ساتھ مستغرق ہین
پھر بھی ایک قطرہ وصول بحقائق سے انکو تری ونمی نہین ملی بلکہ دریا کے دریا پیتے چلے جاتے ہین اور ہنوز ویسے ہی پیاسے ہین ؎
نگریم کہ بر آب قادر نیند ✤ کہ بر ساحل نیل مستسقی اند ✤ اور تمام زمانہ غیر متناہی تک انکا یہی حال رہیگا۔ بھلا اہل حدوث کو قدم الرحمن
تک کب رسائی ہو اور حال تو یہ ہو کہ وہ حق سبحانہ تعالے ہر اتصال و انفصال سے پاک منزہ ہو۔ شیخ جنید رح نے اس آیت مین کہا
کہ ارباب توحید حتیٰ کہ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ پر یہ حال گذرا کہ حقائق توحید مین دنیا سے خالی تو ہم پر نکلا ہین اور ایسا ہی شیخ
واسطی رح کا مقولہ ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ شیخ جنید رح وشیخ واسطی رح کی مراد یہ ہو کہ حقیقت توحید اس کمال پر پاک منزہ ہو کہ بڑے
بڑے اکابر اولیاء اللہ تعالے جو واصل سمجھے جاتے ہین وے اپنے آپ کو عارف کی جگہ محض جاہل جانتے تھے کیونکہ معارف حق
سبحانہ تعالے غیر متناہی ہین پس جب کسی بندہ کو اللہ تعالے نے اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر اسپر دروازۂ معارف کھول دیا تو
لحظہ بلحظہ ہزار ہا معارف پر آگاہ ہوتا ہو کما قیل ؎ سیر عارف دردمی تا تخت شاہ ✤ لیکن جسقدر عروج ہوتا ہو اسیقدر کمال ذات
باری تعالے عزوجل کو بیحد وبے پایان دیکھکر اپنے آپ کو محض نادان وگنہگار وحقیر وبیمقدار جانتا جاتا ہو چنانچہ ظاہری علوم کو دیکھو
کہ ہر جاہل اپنے خیالات مین مغرور ہو اور ہر عالم اپنے علم سے اپنے خالق تعالے شانہ کے سامنے ہر دم عاجز وہیچ ومجبور ہو اور لحظہ بلحظہ
خوفناک ومتواضع وانکساری بڑھانے والا اور عظمت الٰہی پر ایمان بڑھانے والا رہتا ہو حالانکہ عالم مذکور ہنوز طفل مکتب ہو اسکو حقائق
جواہر ایکی خوشبو بھی نہین پہونچی ہو پس جب حقائق معارف سے آگاہ ہو تو اپنے آپ کو محض نادان ونابود جانے بلکہ سوائے حق تعالے
کے بقا نہ رکھے اور یہ سب بھی اپنا ہی خیال ہوگا لہذا حقیقت عرفان حق مخصوص بحق عزوجل ہو اور یہی ہر دو شیخ رحمہما اللہ تعالے نے
اشارہ کیا ہو اور مترجم نے اسقدر عبارت لکھکر آخر یہ اقرار کیا کہ یہان عبارت کو گنجایش نہین ہو جسکو اللہ تعالے توفیق دے
وہ سمجھ لے وہو الہادی والموفق والیہ المرجع والمآب شیخ نے لکھا کہ بڑے اکابر اولیاء الٰہی اسی تگ وپو وزاری مین دنیا سے گئے کہ ہم
اپنے گمان کے پابند ہین لوگ جانتے ہین کہ وے واصل ہو گئے حالانکہ وے مقام انفصال مین ایسے حال سے ہین کہ نہ وہان وصل
ہو نہ فصل ہو وہ ذات پاک تعالے شانہ درحقیقت وہ ذات ہو کہ وہان وصل کو گنجایش نہین جیسے وہان فصل محال ہو بالجملہ جو کچھ کسی
مخلوق کی عقل ووہم وخیال مین آوے وہان سب محال ہو ؎ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ✤ وز ہر چہ گفتہ اند وشنیدیم و
خواندہ ایم ✤ دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر ✤ ماہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم ✤ شیخ ابو حفص رح سے توکل کی حقیقت پوچھی
گئی تو جواب دیا کہ بھلا ہم بندے کہان کسی چیز کی حقیقت مین گفتگو کر سکتے ہین دیکھو اللہ تعالے فرماتا ہو وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اور شیخ
ابو عثمان رح سے پوچھا گیا کہ ظن کیا چیز ہو تو فرمایا کہ نفس اپنی مراد حاصل کرنے مین کچھ خیالات باندھتا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ راہ حق سوا
اسکے نہین کہ جو کچھ اللہ تعالے واسکے رسول محمد صلعم نے فرمایا اسپر یقین کرے ورنہ جو کچھ خیال مین لاویگا سب وہم وخیال ہوگا کیونکہ معرفت
ذات وصفات حق جل جلالہ کو کوئی مخلوق اپنے قدر اندازہ سے بالکل بھی نہین جان سکتا بھلا یہ نہین دیکھتے کہ کمہار نے جو برتن
بنایا وہ برتن کسی طرح کمہار کی معرفت وحقیقت سے واقف نہین ہو سکتا حالانکہ برتن وکمہار دونون درحقیقت مٹی کے پتلے ہین

اور ایک ہی ذات ہین اور یہان تو خالق و مخلوق مین کچھ نسبت ہی نہین ہی لہذا جو کچھ خالق ذوالجلال والاکرام نے وحی خاص سے
آگاہ فرمایا اسی پر یقین وایمان لادین واللہ تعالے ہو الموفق اللہم ربی توفنی علی الایمان والاسلام -- رہا یہ امر کہ وحی آلہی پہچان لینا
کیونکر حاصل ہو تو روح نورانی کلام ربانی پہچانتی ہی کیونکہ قرآن مجید نور ہی اور انکی ارواح ازلی منور تو جب روح منور کو یہ نور نظر پڑا
اسکے سینہ کو کمال فرحت حاصل ہوئی اسی واسطے اہل ایمان کو آیات الرحمن سے مزید ایمان و ایقان حاصل ہوتا ہی اور عموماً ارحم الراحمین
نے معجزات باہرات سے نبوت حضرت محمد صلعم کو آفتاب کی طرح ظاہر و روشن کر دیا و بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہی لہذا متنبہ فرمایا - بقولہ تعالے

وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

اور وہ نہین　یہ　قرآن　کہ کوئی بنالے　اللہ کے سواے　اور لیکن　سچا کرتا ہی　اگلے　کلام کو

وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا

اور　بیان ہر کتاب کا　جس مین کچھ شبہ نہین　جہان کے صاحب سے　کیا لوگ کہتے ہین　یہ بنالایا　تو کہہ تم لے آؤ

بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ كَذَّبُوا

ایک سورت　ایسی　اور پکارو　جسکو پکار سکو　اللہ کے سواے　اگر تم　سچے ہو　کوئی نہین پر جھٹلانے لگے

بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَانظُرْ

جسکے سمجھنے پر قابو نہ پایا　اور ابھی آئی نہین اسکی حقیقت　یونہی　جھٹلاتے رہے　اُنسے اگلے　سو دیکھ لے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝

کیسا ہوا　آخر　گنہگارون کا

واضح ہو کہ اوپر اسی سورہ مین کفار مکہ کی درخواست دربارہ تبدیل قرآن وغیرہ بروجہ عناد و تمرد مذکور ہوئی اور یہ حرکت انکی کمال
اتباع نفس و طمع حیات دنیاوی تھی کہ اندھے ہو کر کمالات علوم قرآن سے غافل تھے اور رہین انکار رد کر دیا تھا بقولہ قل مایکون لی
ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ - پھر درمیان مین انکا مرض ذکر کیا کہ حیات دنیاوی پر فریفتہ اور دار السلام سے منھ موڑنے والے ہین
اور اپنے خالق کو باوجود ظہور آیات کے نہین پہچانتے یہان تک کہ مصرح فرمادیا کہ وے جو کچھ غرہ کرتے ہین کہ ہم تو خداے تعالے کا اقرار کیے
ہوے ہین اور خوب پہچانتے ہین یہ سب انکا غلط گمان ہی اس لیے کہ معرفت آلہی مین سے انکو کچھ حاصل نہین سواے اسکے کہ اپنے
گمان کی پیروی کرتے ہین پس جو کچھ اوصاف انھون نے گمان کیے وہی انکا خدا ہو گا اور اللہ تعالے عز وجل پاک ہی انکے شرکا نہ گمان
و اوہام سے اور اس کلام مین نہایت نفیس علوم ہر مرتبہ و درجہ کے بندون کے لیے بھی آ گئے جیسا کہ ایک شمہ اسکا عرائس وغیرہ سے بطور
اشارہ مذکور ہوا فسبحان اللہ تعالے شانہ اسکا کلام معجز نظام کس درجہ اعجاز پر ہی کہ یہی کلام جیسا کافرون کو ہدایت ایمان کرتا ہی ویسا ہی
اہل توحید و درجہ کمال پر پہونچنے والون کو درجات توحید و مراتب قرب و کمال کی ہدایت فرماتا ہی باوجودیکہ دونون کے درمیان بالکل ضد
و مخالفت ظاہر ہی پس جن بندون کو اللہ تعالے نے ایمان و ہدایت سے بصیرت عطا فرمائی ہی وہ اپنے خالق پاک کا کلام سمجھکر نہایت
شاد ہو جاتے ہین اور عجیب اعجاز دیکھتے ہین کہ اسکا بیان عبارت سے بہت ہی کم ممکن ہی اور صاف قولہ تعالے فاما الذین آمنوا فزادتہم
ایمانا وہم یستبشرون کے معنی کھل جاتے ہین اور کلام مجید کا اعجاز مثل آئینہ کے ظاہر ہوتا ہی - اللہم لک الحمد آمنا بک فاہدنا ذات

الہادی وانت ارحم الراحمین - پس جب اسکو بیان کر دیا تو آپ تحقیق جواب فرمایا - ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اعجاز قرآن کا بیان ہی
کہ اُسکی فصاحت اور بلاغت اور کم الفاظ مین بے انتہا معنی کے بیان اور اُسکی کمال حلاوت اس درجہ تک پہونچ گئی ہی کہ آدمی ہو
یا فرشتہ کوئی مخلوق ہو اُسکی ایک سورت سے مثل نہین لا سکتا بلکہ وہ کسی بشر کے کلام سے مشابہ نہین ہو سکتی اور بیضاوی رحؒ نے
کہا کہ اوپر کی آیت مین گمان کی پیروی سے ممانعت کرنے کے بعد اب اُس چیز کا بیان ہی جسکی پیروی کرنا فرض ہی - مترجم
کہتا ہی کہ ان سب اقوال کا مآل ایک ہی چنانچہ خطیب رحؒ نے کہا کہ قولہ قل مایکون لی ان اُبدلہ من تلقاء نفسی الخ پر عطف کرکے فرمایا
وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہین ہی یہ قرآن افترا سوائے اللہ تعالےٰ کے دوسرے
کی طرف سے یعنی کفار مکہ نے جو گمان کیا تھا کہ محمد صلعم یہ قرآن مجید اپنی طرف سے بناتے ہین اسی واسطے اُنسے درخواست کی تھی کہ
دوسرا بناؤ یا بدل دو تو پہلے اُنکو جواب دیا تھا کہ مین بدل نہین سکتا پھر درمیان مین ایسا کلام فرمایا کہ جسکے معانی و بلاغات درجہ اعجاز
سے متجاوز ہین تاکہ اُسمین غور کرکے جان لین کہ ایسا کلام اس حکمت کے ساتھ کسی بشر کی مجال نہین ہی پھر یہان صاف فرمایا کہ
اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی دوسرے کی طرف سے یہ قرآن افترا نہین ہو سکتا بلکہ حقیقت مین وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف سے
وحی خاص ہی کسی مخلوق نے اُسکو بناکر اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت نہین کیا تاکہ افترا ہو وے کیونکہ ایسے اعجاز پر کسی مخلوق کو
قدرت نہین پھر تاکید فرمائی بقولہ - وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اے ولکن کان ہو تصدیق الکتب التی
حاصلۃ بین یدیہ - یعنی ولیکن یہ قرآن تصدیق ہی اُن کتابون آسمانی کی جو اُسکے پہلے اُتری ہین جیسے توراۃ و انجیل وغیرہ
وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ اے یفصل ما کتب اللہ لعبادہ من الاحکام - اور تفصیل ہی اُن احکام کی جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون پر لازم
کیے ہین - لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کچھ شک نہین ہی اسمین رب العلمین کیطرف سے یعنی اسکا تصدیق ہونا یا دیٔ ہونا رب العالمین کیطرف سے
ہی اسمین کچھ شک نہین ہی کیونکہ محمد صلعم محض اُمّی تھے لکھتے پڑھتے نہ تھے اور باوجود اسکے جو احکام اگلی اُمتون پر تھے اور انمین سے
جسقدر آسان کر دیے گئے اور جو کچھ علین عدل و ایمان کے احکام مضبوط اُتارے گئے سب اسمین واضح بیان ہین اور جنکو اگلی کتابون
کے عالمون نے اپنی خواہش نفسانی سے یا باہمی اختلاف سے بدلا یا بگاڑا تھا اُنکا اسمین صاف فیصلہ کر دیا چنانچہ یہودی و نصرانی عالم
لوگ اسکا اقرار کرتے ولیکن عداوت سے ظاہر نہین کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب نے اُنکا یہ مکر بھی اُنکے روبرو صاف صاف
کھول دیا اور ایسے ہی کفار مکہ جو محض جاہل اور اپنی بلاغت و فصاحت پر بہت اترایا کرتے تھے دل مین اُسکے اعجاز بیان کے قائل تھے
چنانچہ اُنکو الزام دیا بقولہ تعالےٰ - اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا وے کہتے ہین محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنا لیا قُلْ فَاْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ تو کہدے کہ اگر بات یون ہی ہی جیسے تم کہتے ہو تو لے آؤ کوئی سورۃ اسکے مثل یعنی تمام علوم الٰہی جو اسکے اندر بھرے ہین
اگر وہ تم کو بسبب کفر کے نظر نہین آتے کہ تم کو اُسکا اعجاز کھل جاوے تو اسکی فصاحت و بلاغت بھی اعجاز ہی لہذا آدمی سے ناممکن ہی
پس اگر ممکن ہو جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو تو تم بھی اسکے مثل کوئی سورہ لاؤ کیونکہ محمد صلعم تو بالکل اُمّی ہین اور تم مین سے بہتیرے پڑھے لکھے
اور اپنی بلاغت کے مدعی ہین اور محمد صلعم اکیلے ہین اور تم بہت لوگ ہو اور اسپر بھی فرمایا - وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور پکارو اُسکو جو تمہارے امکان مین ہو سوائے اللہ تعالےٰ کے یعنی تمام دنیا کے آدمی اور جن وغیرہ جتنے تمکو
مل سکین سب کو اپنی مدد کے واسطے بلا کر قرآن کی ایک سورہ کے مثل لاؤ - اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو یعنی اگر سچے ہو ل سے

کہتے ہو کہ محمد صلعم نے اسکو اپنی طرف سے بنالیا اور بہت دھرمی نہین کرتے ہو تو تم بھی ایسی ہی سورۃ بناؤ کیونکہ تم بھی عربی اور فصاحت و
بلاغت کے بڑے مدعی ہو بلکہ تم سب اور جہان کے جتنے لوگ تم کو ملین سب ملکر لاؤ۔ خطیب وغیرہ نے لکھا کہ قرآن کے مثل لانے پر
چھ مرتبہ تحدی کی گئی اول پورے قرآن کی۔ کمافی قولہ تعالےٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ
ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ دوم دس سورتون سے کمافی قولہ۔ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات الایہ۔ سوم ایک ہی سورت پر جیسا کہ فرمایا۔ فاتوا
بسورۃ مثلہ۔ چہارم ایک بات پر کما قال تعالےٰ فلیاتوا بحدیث مثلہ الآیۃ۔ اور پنجم ایسے شخص کی طرف سے جنے آنحضرت صلعم کے مثل
کسی سے سیکھا پڑھا ہو۔ کما فی قولہ تعالےٰ فاتوا بسورۃ من مثلہ الآیۃ اے من مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ششم یہ کہ مخلوق
کی طرف سے چاہے امی ہو یا نہو اور چاہے کتنے مددگار کر لیوے اُسکے مثل لاوے جیسے اس مقام کی آیت مین فرمایا اور سورہ بقر مین بعد
تحدی کے یہ بھی خبر دیدی کہ ہرگز اسکے مثل نہ لاوینگے حالانکہ فصاحت اور بلاغت اہل عرب کی جبلت ہی اور بڑے بڑے دعوے کے
قصائد خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکاتے تھے ولیکن باوجود اس قدر تحدی کے قرآن کی ایک سورۃ کی مثل لانے پر قادر نہوئے اور کہان
سے قدرت پاتے کہ اللہ تعالےٰ خالق فصاحت و بلاغت بلکہ فصیح و بلیغ کے خالق کی طرف سے ایسا معجز کلام آیا جسکا مقابلہ ممکن نہین ہی
لہذا اسکی بلاغت پر عرب بکثرت ایمان لائے اسی واسطے وہی لوگ اسکو خوب جاننے والے اور خوب سمجھنے والے اور نہایت ہی مطیع
ومنقاد تھے اور یہ واقعہ ساحران موسی کے مانند ہوا چنانچہ جب ساحرون نے عصائے موسی کا معجزہ دیکھا اور وے فنون سحر کو خوب
جانتے تھے تو صاف یقین کر گئے کہ یہ جادو نہین اور نہ آدمی اسکی طاقت رکھتا ہی لہذا کمال یقین کے ساتھ ایمان لائے اور فرعون کے
قتل کرنے اور سولی دینے کی کچھ پرواہ نکی اور ایسی ہی اللہ عز وجل نے ہر زمانہ مین اُس زمانہ کے دعوی کرنے والون کے موافق اُنکے عاجز
کرنے کو ویسے ہی معجزہ دیکر اپنے انبیا کو مبعوث فرمایا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین طب کا بہت زور تھا تو جالینوس وغیرہ کے
عاجز کرنے کے لئے عیسی علیہ السلام کو باذن الٰہی مردہ زندہ کرنے اور اندھے اور کوڑھی اچھے کرنے کا معجزہ دیا تمام طبیب حیران اور عاجز
رہے اور جاننے والے پہچان گئے کہ یہ بندہ خدا اسکا رسول ہی اور واضح ہو کہ جو معجزات انبیاء سابقین کو دیے گئے وہ خالی محسوسات
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شق القمر وغیرہ کے مانند بہت سے محسوس معجزہ بھی عطا ہوے اور بہت سے معنوی معجزہ بھی عطا ہوے
اور سب سے بڑا یہ معجزہ قرآن کا تا قیامت باقی و پائدار ہی اور محسوس و معنوی دونون کا جامع ہی اسی واسطے صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت ہی کہ فرمایا۔ ما من نبی من الانبیاء الا وقد اوتی من الآیات ما امن علی مثلہ البشر وانما کان الذی اوتیتہ وحیا اوحاہ اللہ الی
فارجو ان اکون اکثرہم تابعا۔ رواہ البخاری وغیرہ۔ یعنی انبیاء مین سے ہر ایک کو کوئی معجزہ ایسا دیا گیا کہ ویسے معجزہ پر آدمی ایمان لایا اور
مجھے جو عطا ہوا یہ تو وحی خالص ہی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی فرمائی پس مجھے اُمید ہی کہ ان سب سے میرے پیرو بہت ہون۔ مترجم
کہتا ہی کہ بفضل الٰہی ایسا ہی واقع ہونا معلوم ہوتا ہی اور مراد تابعین سے واقعی پیرو مراد ہین خالی نام کے تابع نہین لہذا نصرانی جو حضرت
عیسی علیہ السلام کے امتی ہونے کا دعوے کرتے ہین خالی نام کے ہین واقعی کوئی بھی نہیں ہی سوائے اُن اصحاب عیسیٰ کے جو اپنی توحید اسلام
کے ساتھ ایمان لائے تھے اور وے بہت تھوڑے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین ماشاء اللہ سب توحید پر ہین لہذا متبعین
موسی ع جو باقی انبیاء سے بہت ہونگے وے بھی تابعین آنحضرت صلعم سے تھوڑے ہونگے جیسا کہ دوسری حدیث صحیح مین منصوص ہی۔
بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ اے بل سارعوا الی التکذیب بما لم تبلغ معانیہ اذہانہم۔ بلکہ جلدی کی انھون نے ایسی چیز کے

جھٹلانے ہین جسکے معانی ہنوز انکے ذہن مین نہین آئے تھے - یعنی قرآن کو سنتے ہی بدون اسکے کہ جو کچھ اسمین معانی ہین انکو جانین پہلے اسکو جھٹلانے لگے یا ترلہ الم یحیطوا بعلمہ سے حشر و قیامت و دوزخ و جنت وغیرہ ایسی چیزین مراد ہین جنپر انکو اعتقاد نہ تھا لیس معنی یہ کہ قرآن کے اعجاز بلاغت کے معترف ہین لیکن انھون نے ایسی چیزون کو جھٹلایا جنکے علم سے بے خبر ہین - وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ اور ہنوز انکے پاس اس چیز کی تاویل نہین آئی یعنے بدون غور کیے قرآن کو جھٹلایا اور جو وعدہ وعید اسمین مذکور ہین انکی تاویل یعنے انجام مین جو واقع ہوگا وہ ابھی واقع نہین ہوا - یا اپنے اعتقاد کے خلاف باتون کو جھٹلایا جنکی تاویل ابھی نہین آئی بلکہ اپنے وقت مقدر پر آویگی - حاصل آنکہ جو غیب کی خبرین اسمین ہین ہنوز واقع نہین ہوئین تاکہ تصدیق کر لیتے اس جہت سے جھٹلاتے ہین حالانکہ انکو اللہ تعالے و اسکے رسول کی خبر غیب پر یقین لانا فرض تھا - بیضاوی رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ قرآن مجید اپنے نظم و معانی دونون راہ سے معجزہ ہی لفظ سے تو ظاہر ہی اور معنی وہ اخبار غیب ہین جو اسمین مذکور ہین تو براہ اعجاز نظم انکو اقرار تھا جبکہ اسکی مثل نہین لا سکتے تھے اور براہ معنی چونکہ ابھی واقع نہین ہوا اور انکے اعتقاد کے خلاف تھا تو ناگاہ بدون غور و فکر کے اسکو جھٹلانے لگے - قال البیضاوی اور حرف لَمّا مین ایک توقع ہی باین معنی کہ جب مکرر برملا انکو تحدی کی گئی اور وے سب طرح کوشش کر کے معارضہ سے تھک گئے تو اسکا اعجاز ظاہر ہوگیا یا اسکی بعض خبرین آخر مطابق واقع ہوتی گئین اور بارہا تجربہ کر کے آخر اعجاز مان گئے ولیکن بعضے ازلی کافر اپنی سخت جہالت و خواہش نفس سے براہ تمرد و عناد منکر رہے چنانچہ ابوجہل اس شرم و عار سے انکار کرتا تھا کہ ہم لوگ ایمان لاوین تو بنو ہاشم کے تابع نہین حالانکہ ہم انکے برابر ہین اور یہ اقرار کرتا تھا کہ بے شک محمد سچے ہین ولیکن کہتا کہ ہم نے کوشش کر کے برابری کر لی ہی اب ہم بنو ہاشم کے تابع نہین ہونگے - مترجم کہتا ہی کہ باوجود اقرار اعجاز کے بتون وغیرہ کا اعتقاد اور قیامت و حشر و جزاء کا انکار نہین ایسا جم رہا تھا کہ اپنی جہالت نہین سمجھتے بلکہ قرآن کو جادو کہتے تھے - قال تعالے - كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ایسے ہی جھٹلایا ان لوگون نے جو ان کافرون سے پہلے گذرے ہین یعنے اگلی امتون نے بھی اپنے رسولون کو علوم غیب و ایمان کی تاویل واقع ہونے سے جھٹلایا - فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ سو تو دیکھ کہ کیا انجام ہوا ظالمون کا یعنی کیسے عذاب سے ہلاک ہوئے - اسمین اس امت کے کافرون کو بھی وعید ہی - فانظر کا خطاب آنحضرت صلعم کو دو وجہ سے ہی اول یہ کہ وحی الٰہی سے آپ کو اگلون کا انجام معلوم تھا دوم یہ کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کی نظر سے پردہ اٹھا دیا تھا تو اگلون کا عذاب دیکھ لیتے تھے اور بہت سی احادیث اسپر دلالت کرتی ہین فافہم واللہ اعلم - ف - فی العرائس قولہ تعالے بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ الآیۃ - اسمین اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ کافر دین جنکو کچھ معرفت نہین ہی وہ علوم غیبیہ کے ادراک سے بالکل عاجز ہین اور اہل معرفت کی روحانی اور ملکوتی زبانین ان اسرار سے باتین کرتی ہین اور یہ اسرار صفات و ذات ہین اور کفار چونکہ اہل خطاب سے نہ تھے اسی واسطے حقائق خطاب جو اولیاء الٰہی کی زبان پر جاری ہین انکو ارواح کافرہ نے جھٹلایا اور اسمین اشارہ ہی کہ جن قومون کے دلون مین ایمان راسخ نہین وے بھی نور معرفت سے نابینا ہو کر کرامات اولیاء و فراسات اہل کشف سے منکر ہوتے ہین - کما قال تعالے - واذلم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم الآیۃ بعض نے فرمایا کہ تصدیق اور ایمان و انواع کرامات جو اولیاء اللہ کو عطا ہوے اونسے یہ قوم محروم ہو کر منکر ہو گئی اور ابو تراب نخشبی نے کہا کہ اللہ تعالے سے جو دل دور ہوتے ہین وہ ایسے بندون سے بغض رکھتے ہین جو حقوق الٰہی پر قائم ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ لوگ جس بات کو نہین جانتے اُسکے دشمن ہوجاتے ہین - پھر اللہ تعالے نے خبر غیب وغیرہ سے آگاہ فرمایا - بقولہ -

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ

اور کوئی انمین یقین کریگا اُسکو اور کوئی یقین نکریگا اور تیرے رب کو خوب معلوم ہین شرارت والے اور اگر تجھکو جھوٹلاوین

فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

تو کہہ مجھکو میرا کام کرنا اور تمکو تمھارا کام تمپر ذمہ نہین میرے کام کا اور مجھپر ذمہ نہین جو تم کرتے ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ضمیر منہم جھٹلانے والون کی طرف راجع ہی جیساکہ بیضاوی نے کہا یا اہل مکہ کی طرف راجع ہی جیسا مفسر رح نے اختیار کیا اور ظاہر یہ ہی کہ نزول کلام اہل مکہ کے حق مین ہی تو اس اعتبار سے قول مفسر رح صحیح ہی اور شمول حکم کا مانند اہل مکہ کے قیامت تک سب جھٹلانے والون کو ہی پس قول بیضاوی بھی صحیح ہی اور یومن صیغہ مضارع محتمل حال واستقبال ہی - اور اسکا مصدر ایمان بھی بمعنی تصدیق قلبی و بمعنی ایمان شرعی دونون ہوسکتا ہی اسیواسطے اسکی تفسیر مین دو قول ہین - اول یہ کہ مضارع بمعنی حال اور ایمان بمعنی تصدیق قلبی ہی تو یہ معنی ہوے کہ قرآن کے تمام جھٹلانے والون یا اہل مکہ مین سے بعض وہ شخص ہی کہ اپنے دل مین اُسکو سچ جانتا ہی ولیکن عناد سے اقرار نہین کرتا - وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ - اور اُنہین سے بعض وہ ہی کہ اُسکی تصدیق نہین کرتا یعنی جسنے کچھ بھی غور کیا وہ اُسکے سچ ہونے سے واقف ہو ولیکن عناد مین گرفتار رہا اور بعض بسبب اپنی غباوت اور کجفہمی کے بالکل منکر رہا اور حقیقت مین یہ دونون مفسد ہین اسیواسطے تہدید فرمائی بقولہ تعالیٰ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ اور تیرا رب خوب جانتا ہی مفسدون کو یعنی اُنکو اُنکے فعل بد کی سزا دیگا - اور دوسری تفسیر یہ ہی کہ مضارع بمعنی استقبال و ایمان بمعنی شرعی ہوا اور یہ علم الٰہی کی خبر غیب ہی اور اسی کو مفسر وغیرہ نے اختیار کیا پس معنی قولہ ومنہم من یومن بہ یعنی بعض اہل مکہ مین سے وہ ہی کہ قرآن پر ایمان لاویگا اور اپنے کفر سے توبہ کرکے مومن و مصلح ہوجاویگا پس وہ علم الٰہی مین بندہ صالح ہی و معنی قولہ ومنہم من لا یومن بہ - اور بعض اہل مکہ سے وہ ہی کہ اسپر کبھی ایمان نہ لاویگا بلکہ اپنے کفر پر مصر رہکر مرجاویگا اور ایسے ہی لوگ علم الٰہی مین مفسد ہین جنکو خاتمہ آیت سے تہدید فرمائی ہی - وَاِنْ كَذَّبُوْكَ اور اگر تجھکو جھٹلاوین یعنی اُنپر حجت قائم ہونے کے بعد بھی تیرے جھٹلانے پر اڑے رہین تو فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ کہدے اُنسے کہ میرے لیے میرے اعمال ہین اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہین یعنی اُنسے بالکل برائت کیجئے اور معنی یہ کہ میرے لیے میرے کامون کا بدلا ہی اور تمکو تمھارے کامون کا بدلا دیا جاویگا نیک یا بد جو کچھ کرو اُسکی جزا و سزا پاؤگے - اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ تم اُس سے بری ہو جو مین کرتا ہون یعنی ان میرے اعمال مین تم گرفتار نہوگے - وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور مین اُس سے بری ہون جو تم کرتے ہو یعنی مین تمھارے اعمال مین گرفتار نہونگا - بعض علمانے کہا کہ مقصود اس کلام سے زجر ہی اور بعض نے کہا کہ نرمی و ملائمت سے اُنکو راہ راست کی طرف جھکایا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اس کلام مین چونکہ یہ وہم ہوتا ہی کہ کافرون کو ہدایت کرنے سے اعراض کیا گیا اور اُنکو اُنکی راہ پر چھوڑا گیا اسیواسطے بعض نے کہا کہ یہ حکم آیت السیف سے یعنی عام حکم جہاد سے منسوخ ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ تاویل مقاتل رح وکلبی رح سے منقول ہی اور مدار اسکا یہ کہ ہر ایک اپنی راہ پر جو چاہے کرے بمانند قولہ لکم دینکم ولی دین - اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور کلام بیضاوی رح سے اس قول کا ضعف ظاہر ہی اور رازی رح نے کہا کہ یہ تاویل بعید ہی اسلیئے کہ ناسخ وہ آیت ہوتی ہی جس سے منسوخ کا حکم اُٹھ جاوے اور یہان مرتفع نہین ہوتا کیونکہ آیۃ کے یہ معنی ہین کہ ہر ایک جیسا کام کرے اُسکا ثمرہ ثواب یا عذاب پاویگا اور یہ بات برابر جاری ہی آیت الجہاد نے اس حکم کو نہین اُٹھایا پس یہ قول ٹھیک نہین ہی بلکہ آیت محکم ہی - پھر اللہ تعالےٰ نے

اہل کفر و فساد کو خواہ مخواہ تصدیق پر آمادہ کرنے سے اعراض کرنے کی حکمت کا اشارہ فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ○ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ

اور بعضے اُنمین سے کان رکھتے ہین تیری طرف بھلا سنا دیگا بہرون کو اگرچہ بوجھ نہ رکھتے ہون اور بعضے اُنمین نگاہ کرتے ہین

إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ○ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ

تیری طرف کیا تو راہ دکھاویگا اندھون کو اور اگرچہ سوجھ نہ رکھتے ہون اللہ ظلم نہین کرتا لوگون پر کچھ لیکن

النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○

لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہین

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ اور بعض اُنمین سے وہ ہین کہ تیری طرف کان لگاتے ہین یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہی اور شرائع سکھاتا ہی اور دین اور دنیا کی نافع احادیث فرماتا ہی تو تیری طرف کان لگاتے ہین ولیکن قبول نہین کرتے مانند ایسے بہرے کے ہو بالکل کچھ نہین سنتا پس تو اُنکو کیونکر سنا سکتا ہی۔ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ بھلا کیا تو سنا سکتا ہی بہرے کو۔ کافرون کو بہرے سے اس بات مین تشبیہ دی کہ ان کو حق بات سننے سے کچھ نفع نہ ہوا گویا بہرے کی طرح اُنھون نے کچھ نہین سنا اور اُنکو انتفاع نہونا بمشیت الٰہی ہی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ممکن نہین پس استفہام انکاری ہی یعنے تو بہرون کو کچھ نہین سنا سکتا وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ اور اسپر زیادتی یہ کہ وے بے عقل ہون یعنی ایک تو بہرے اور اسکے ساتھ نا سمجھ بھی تو یہ بہرون سے بھی بڑھکر ہوئے کیونکہ سمجھدار بہرا کبھی فراست سے علم حاصل کر لیتا ہی بخلاف ان کافرون کے کہ باوجود ایسے فصیح و بلیغ و افصح و منور دلائل توحید و معجزات نبوت کے رسالت سے منکر اور قرآن سے کافر بلکہ اپنے خالق سے جسنے اُنکو پیدا کیا منھ موڑ گئے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس کلام مین تنبیہ ہی کہ سننے اور کان لگانے کا حقیقی فائدہ یہ ہی کہ اصل مقصود سمجھ مین آجاوے اسیواسطے کسی جانور کو مستمع نہین کہتے ہین پس استماع یون ہی ہوتا ہی کہ جتنے خطرات اور ہوس و شہوات ہین اُن سب سے عقل کو سلیم کرکے کلام مین غور کرے اسی واسطے چونکہ کافرون کی عقلین وہم و خواہش دنیاوی و باپ دادون کی تقلید وغیرہ کے امراض سے بیمار ہو رہی تھین اُنکو حکمتہاے الٰہی اور معانی دقیقہ سمجھنا متعذر ہو گیا پس خالی الفاظ کی روانی سے اُنکو کچھ اور فائدہ نہ ہوا سواے اتنی بات کے کہ جیسے چرواہے کی ہانک سے بھیڑ وبکری وغیرہ جانورون کو کچھ تنبیہ ہوتی ہی ولیکن کچھ سمجھتے نہین ہین۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ اور بعض اُنمین سے وہ ہی جو تیری طرف دیکھتا ہی یعنے تیرے اخلاق و شمائل اور اپنے خالق عز و جل کی طاعت وغیرہ تیرے نبی ہونے کی دلیلون کو آنکھون دیکھتے ہین ولیکن تصدیق نہین کرتے کیونکہ اُنکو بصیرت نہین ہی خالی نظر ہی جیسے کسی جانور کو کوئی کتاب دکھلائی جاوے تو اُسکا دیکھنا بیفائدہ ہی گویا وہ اندھا ہی لہذا فرمایا۔ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ بھلا کیا تو راہ دکھلا سکتا ہی اندھون کو یعنی ایسے لوگون کو جنکا دیکھنا ایسا بیفائدہ ہی گویا وہ دیکھنے سے اندھا ہی۔ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ اور اسپر بڑھکر یہ کہ وہ بصیرت نہ رکھتے ہون یعنی آنکھون کی بینائی نہونے پر یہ اور زیادتی ہو کہ دل کی بینائی بھی نہین رکھتے کیونکہ دیکھنے کا اصلی مقصود یہ ہی کہ عبرت حاصل ہو اور کافرون کو کچھ حاصل نہ ہوا اسی واسطے اُنکو اندھون سے اس بات مین تشبیہ دی کہ وے سیدھی راہ نہین پاتے بلکہ اندھون سے بھی بدتر ہین کیونکہ عقلمند اندھا دلی بینائی سے ایسی بات سمجھتا ہی جو احمق آنکھون والے کو حاصل نہین ہوتی بلکہ دلی بینائی رہی اصل ہی ولہذا قال تعالیٰ

فانہا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور الآیۃ ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ کافرون سے برائت اور اعراض کرنے کا حکم جو دیا ہوا اسکے لیے یہ آیت گویا سبب ہے یعنی اُنسے برائت اور اعراض کرلو کیونکہ وہ بہرے بیوقوف اور اندھے بیعقل ہین تو کیسے ہی بلیغ اور فصیح نصیحت اور روشن اور واضح حجت سے اُنکو سمجھاؤ وے نہین سمجھینگے واضح ہو کہ رازی و خطیب وغیرہ علماء نے یہان طول کلام کیا کہ سمع بہتر ہے یا بصر پس بعض علماء نے کہا کہ سمع بہتر ہے کیونکہ آیت مین مقدم ہے اور بعض نے کہا بصر کیونکہ آنکھین جاتے رہنے پر صبر کرنے والے کے لیے ثواب جنت کا وعدہ حدیث صحیح مین آیا ہے واللہ اعلم ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے آگاہ فرمایا بقولہٖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا اللہ تعالےٰ نے ظلم نہین فرماتا ہے لوگون پر کچھ ۔ ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایمان والے وقار کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور کافر لوگ آپ کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے ۔ کما قال تعالےٰ واذا رأک ان یتخذونک الا ہزوا الآیۃ ۔ پس آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کسی پر کچھ ظلم نہین فرماتا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتون کو ہدایت فرمائی اور اُنکی آنکھون کو بینائی بخشی اور دلون کو کھول دیا اور اکثرون کو آپ پر ایمان لانے سے محروم چھوڑا کہ گمراہ ہوگئے پس اللہ تعالےٰ کی تمام مخلوقات ہے اسمین جسطرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے وہ علیم حکیم سب کا خالق ہے جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی سوال نہین کرسکتا اور مخلوقات جو کچھ کرین سب سے پوچھ گچھ ہوگی ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اے لایظلم شیئا بسبب حواسہم وعقولہم یعنی اللہ تعالےٰ کسی پر کچھ ظلم نہین کرتا کہ کسی آدمی کے حواس آنکھ کان وغیرہ کو یا کسی کی عقل و فہم کو سلب کردے بلکہ وہ کسی کی عقل و حواس کو کچھ سلب نہین کرتا وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ ولیکن لوگ اپنی جانون پر خود ظلم کرتے ہین اسطرح کہ اپنے حواس و عقول کو بگاڑتے و اپنی منفعتین خود زائل کرکے محروم رہجاتے ہین ۔ حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلعم سے ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما الخ ۔ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو مین نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمھارے درمیان بھی ظلم کو حرام ٹھہرا دیا پس تم آپس مین ظلم مت کرو یعنی نہ اپنے نفس کے ساتھ اور نہ کسی غیر کے ساتھ کچھ ظلم کا برتاؤ کرو ۔ اور اس حدیث کے آخر مین ہے کہ اے میرے بندو یہ سب تمھارے اعمال ہین کہ تمھارے واسطے انکو احصار فرماتا ہون پھر وہی تم کو بھرپور دیدونگا پس جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرے اور جو کوئی اسکے سوا پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے ۔ رواہ مسلم ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ بندہ کے لیے اعمال کی کمائی ہے اور وہ بالکل پتھر کی طرح بے اختیار نہین ہے جیسا کہ فرقۂ جبریہ نے خیال کیا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ فرقہ معتزلہ وغیرہ تو اس امر کے قائل ہین کہ بندہ خود مختار ہے جو چاہے وہ کرلے پس خود اپنے اعمال آپ پیدا کرتا ہے اور یہ اعتقاد کثرت سے گمراہ قومون کا ہے اور مخالف قولہ تعالےٰ واللہ خلقکم وما تعملون ۔ اور خود یہ بات سخت گناہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بھی کچھ خالق خیال کرے اور اس فرقہ کے مقابلہ مین جبریہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ہمپر کچھ عذاب وغیرہ نہین کیونکہ ہم بالکل بے اختیار اور مجبور ہین اور یہ دونون قول باطل و گمراہی ہین کیونکہ صاف معلوم ہے کہ آدمی اور پتھر مین فرق ہے پھر صحیح قول اہل السنۃ کا یہ ہے کہ نہ ہم کو بالکل اختیار ہے اور نہ ہم بالکل مجبور ہین بلکہ آدمی کماتا ہے اور خالق عزوجل وہ کام پیدا فرماتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ ہدایت فرماتا ہے تو یہ بات اسکو صاف صحیح معلوم ہوتی ہے واللہ تعالےٰ یہدی ونسالہ الہدایۃ وان یوفقنا الاستقامۃ علی ما یرضی بہ ربنا الرحمن الرحیم ۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ ومنہم من یستمعون الیک الآیۃ ۔ بیان ہے کہ خاص قوت سننے و دیکھنے سے وے لوگ محروم ہین نہ انکو سماع خطاب کے کان ہین اور نہ

دیدار جمال قدیم کی آنکھیں ہیں بلکہ عوارض بشریہ میں لتھڑے پڑے ہیں۔ یہ آیت تصدیق اول ہے چنانچہ جب انھون نے عقل کے
کانون سے خطاب غیب کو نہ سنا تو حقائق وحی والہام سے منکر ہوئے اور جب دل کی آنکھون سے مشاہدہ حق نہ پایا تو جو کچھ انبیاء
اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس سب کا فر ہوئے۔ جب ازل میں انکو حکمت بالغہ الٰہی کے موافق عقل قدسی و نظر جبروتی و سماع ملکوتی نہیں
ملی تو قبول حقائق کی استعداد اور فہم دقائق کی صلاحیت انمین موجود نہین اسیواسطے منکر ہو گئے۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ حقایق علوم غیب
اور دیدار ملکوت کچھ انسان کے اختیار مین نہین ہے بلکہ موہبت الٰہی ہے جس سے روز ازل ہی مین خالص بندون کو سرفراز فرماتا ہے اسمین
بندے کے اکتساب کو دخل نہین ہے اور اگر حاصل کرنے سے حاصل ہو سکتی تو آنحضرت صلعم انکو سنانے اور ہدایت کرنے پر قادر ہوتے
فالحمد للہ الذی ہدانا للاسلام حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ جسنے تیری طرف اپنی قوت سے کان لگائے تو اسکو نہین سنا سکتا
ہے بلکہ اسی کو سنا سکتا ہے جسکو ہم نے ازل مین سنا دیا ہے اور جسکو نہین سنایا وہی بہرا ہے اور وہ اگرچہ سنتا ہے لیکن سمجھتا نہین تو
اصلی مقصود کی راہ سے وہ بہرا ہے وقد قال اللہ تعالےٰ ان الا من یومن بایاتنا الآیۃ یعنی سنتا نہین مگر وہی جو ہمارے آیات پر ایمان لایا
یعنی ازل مین ہم نے اسپر سعادت کا حکم جاری کر دیا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کے بلانے کو نہین سنتا وہ اللہ تعالیٰ کیطرف
ہدایت کرنے والے کی پکار کیا سنیگا۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ نہین ہے کہ جو تیری طرف دیکھے وہ تجھے دیکھ لے بلکہ وہی دیکھ سکتا ہے جو
ہماری توفیق سے دیکھے اور تجھے وہی دیکھ سکتا ہے جو تیرے دیدار مین اوقات عمر مستغرق کیے ہوے ہے قال تعالےٰ تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنی تو
دیکھے کہ وہ تیری طرف نظر کرتے ہین مگر وے تجھے نہین دیکھتے ہین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ طوبیٰ لمن رانی الحدیث یعنی بسیار کیا وہ نہایت بشارت اسکو جسنے
مجھے دیکھ لیا اور نہایت بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھنے والے کو دیکھ لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ فضیلت کمال تو صحابہ رض کو حاصل ہوئی پھر تابعین رحمہم
اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوئی کہ انھون نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھا اور واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ رح کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوئی کیونکہ انھون نے
بعض صحابہ کو دیکھ لیا پس یہ فضیلت ابوحنیفہ رح کیواسطے کافی ووافی ہے اور اسکے بعد ضرورت نہین کہ اصطلاحی تابعی یعنی راوی ہونا بھی ثابت کیا جاوے
جیسا کہ اس زمانہ مین اسکا اختلاف یہانتک پھیلا کہ اسلام والون نے آپس مین نفاق پیدا کر لیا اور حرام کے مرتکب ہو گئے اللہم وفقنا للصواب۔
قال الشیخ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جہان مین جو کچھ جاری ہے خواہ طاعت ہو یا معصیت خواہ کفر ہو یا اسلام ہو وہ بقضاء وتقدیر ازلی ہے جو موافق
مشیت الٰہی کے جاری ہو چکی اور قلم قدرت نے ہر ایک کیواسطے مقدر کر دیا اور یہ ارادہ ومشیت اسکی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور وہ ازل مین سب کچھ
جانتا تھا لہذا جیسا وہ جانتا تھا ویسا ہی واقع ہوا اور جو اسنے چاہا اسکے خلاف نہین ہو سکتا پس اسکے موافق ہی واقع ہوا وہ علم والا وہ حکمت والا ہے اور
وہی خالق ہے جو چاہے کرے پس اسنے کسی پر ظلم نہین کیا جبکہ اسنے ایک قوم کو اپنی مخلوق مین سے نبوت وولایت کے لیے برگزیدہ فرمایا اور
دوسری قوم کو گمراہی وضلالت کے واسطے الگ کر دیا تو وہی مالک وخالق ہے جو چاہے وہ کرے اسمین ظلم کو کیا دخل ہے لہذا فرمایا ان اللہ لا
یظلم الناس شیئا۔ پس کافر پر کچھ ظلم نہین جبکہ اسپر اسکے فعل کے موافق عذاب کیا کیونکہ ازل ہی مین انکو اپنے قہر کے لیے مخلوق فرمایا اور
ایسے ہی اہل ایمان پر کچھ ظلم نہین جبکہ لطائف مشاہدہ سے انکی تربیت فرمائی کیونکہ ازل ہی مین انکو لطف کے واسطے پیدا کرنا مقدر کیا۔ پھر
ہم کو آگاہی بخشی کہ ہر دو گروہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین۔ بقولہ تعالےٰ ولکن الناس انفسہم یظلمون۔ پس ظلم فرقہ گمراہ کا تو ظاہر ہے کیونکہ کفر
کفر سے بڑھکر کوئی ظلم نہین کیونکہ جسنے اسکو پیدا کیا اسی کی شان مین پاکی بیان کرنے کی جگہ بہتان باندھے اور اقرار وعاجزی کی جگہ انکار کیا
اور رہے نیک بندے تو انکا اپنی جانون پر ظلم کرنا البتہ اشارہ ہے کہ اہل تفریط نہایت اپنے معبود برحق جل شانہ کی طرف توجہ مین ایسے

غرق ہوئے کہ حق تعالےٰ کے ادراک کے امیدوار ہین اور اپنی جانین فدا کرتے ہین حالانکہ حق تعالےٰ جل سبحانہ کے فضل سے واقف ہین کہ حادث کو کہان طاقت کہ قدیم کا تحمل ہوسکے اسی واسطے انسان کو ظلوم جہول خطاب دیا پس اوتعالےٰ اپنے فضل سے انکو انکے لائق دکھلاتا ہی اور اگر فرض کرو کہ نہایت ذرہ برابر نور قدم سے مطلع ہون تو سطوات عظمت کے اول ہی دہلہ مین فنا ہوجائین حالانکہ وہ ذات پاک قیاس وگمان ووہم ومثال سب سے برتر ہی کوئی چیز بھی اسکے مشابہ نہین ہی اور نور وظلمت سب اسکی مخلوق ہی اور کوئی مثال و کوئی وہم وخیال اس لائق نہین ہوسکتا کہ کوئی ذرہ برابر فہم وادراک حاصل ہو سوائے اسکے کہ جسطرح بذریعہ وحی ونبوت کے ہدایت فرمائی ہی اسی راہ پر چلے چلو تو البتہ قبولیت کی امید ہی اللھم لک الحمد علی ما ہدیتنا فتوفنا علی الایمان والحمد للہ رب العالمین - پھر جو لوگ اس زندگانی دنیا پر مغرور ہوکر آخرت بھول گئے انکو اس زندگی کے ناچیز ہونے اور آخرت کے برحق ہونے کو مصرح سمجھادیا بقولہ تعالےٰ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ

اور جسدن انکو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن آپس مین پہچانینگے بیشک خراب ہوئے

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

جنھون نے جھوٹھلایا اللہ کا ملنا اور نہ آئے راہ پر

فی السراج - جب کافرون کا دنیا پر غرہ ہونا اور حق سے اعراض کرنا بیان کردیا تو پیچھے اس فعل کے وعید بیان فرمائی - بقولہ تعالےٰ - **وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ** حفص رح کی قراءۃ مین بیاء تحتیہ ہی یعنے واذکر یوم یحشرہم اللہ تعالےٰ - اور باقیون کی قراءۃ مین بنون یعنے اور یاد کرایا انکو یاد دلاوے کہ جسدن ہم انکو محشور کرینگے **كَأَنْ** کانہم - **لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ** گویا وے نہین ٹکے تھے مگر دن کی ایک ساعت - یعنی دنیا مین یا قبرون مین اپنے ٹھہرنے کی مدت بہت قلیل جانینگے اور یہ ہولناک امور کے دیکھنے کے سبب طاری ہوگا - یا اسوجہ سے کہ اُنھون نے دنیا مین اپنی عمرین برباد کین تو اُسکو کالعدم ٹھہرایا یا محشر مین مدت دراز تک پڑے رہنے کی وجہ قلیل جانا یا اسلیے کہ دنیا مین اُنکا ٹھہرنا بمقابلہ آخرت کے نہایت قلیل گویا معدوم ہی - یہ جملہ تشبیہیہ موقع حال مین واقع ہی اے نحشرہم مشبہین بمن لم یلبث الا ساعۃ یا یوم کی صفت ہی اے کان لم یلبثوا قبلہ - اور حشر کے معنی ایک جماعت کو نکالنا اور اپنی جگہ سے جنبش دینا اور یہان مراد قبرون سے زندہ کرکے نکالنا اور ساعت سے مراد بطریق مثل کے نہایت قلیل زمانہ اسی واسطے دوسری آیۃ مین ہی لبثنا یوما او بعض یوم - اور ساعت کو نہار مین سے اسواسطے خاص کیا کہ رات کی ساعتون سے دن کی ساعتون کو آدمی زیادہ پہچانتا ہی - ابوالسعود نے کہا کہ اس تشبیہ سے مقصود یہ بیان ہی کہ قبرون سے زندہ کرکے اٹھانا اگرچہ زمانہ دراز کے بعد ہو اللہ تعالےٰ کے نزدیک نہایت آسان ہی اور آخرت کے مقابلہ مین اسکا ایک ساعت ہونا بھی بڑی چیز سے تمثیل ہی اور اسمین اظہار ہی کہ کفار جو خاک ہوکر پھر زندہ ہونے کو مستبعد جانتے اور انکار کرتے تھے وہ باطل ہی والحاصل - وہ دن یاد کرین کہ قبرون سے اٹھائے جاوینگے اس حال سے کہ اُنکی مشابہت ایسے شخص کے ساتھ ٹھیک ہوگی جو گویا ایک ساعت نہین ٹھہرا تھا - **يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ** درحالیکہ آپس مین ایک دوسرے کو پہچانینگے گویا بہت تھوڑی دیر جدائی رہی تھی اور یہ ابتداے حشر کا حال ہی پھر سختی اور دہشت بڑھنے سے یہ تعارف جاتا رہیگا جیساکہ دوسری آیات سے ثابت ہی - قالہ البیضاوی وتبعہ المفسر رح - اور بعض نے کہا کہ یہ تعارف کچھ مہربانی کا نہین ہی بلکہ ملامت کا ہی کہ آپس مین بعضے بعضون کو کہینگے کہ تجھی نے مجھے گمراہ اور برباد کیا - ابن کثیر رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ باپ بیٹے اور قرابتی ایک دوسرے کو پہچانینگے ولیکن وہان

ہر ایک اپنی جان کی فکر مین ہوگا انتہی - اور محتمل ہے کہ ساعت کی صفت ہو یعنی دنیا مین جو بقدر ساعت کی آپس مین پہچانتے ہین
اُسیقدر وہان معائنہ کرینگے جیساکہ اہل ایمان یہان جانتے ہین کما قیل الدنیا ساعۃ - اور اول دونون قول پر خواہ تعارف بطریق
ملامت ہو جسکو قرطبی نے صحیح کہا ہے یا بطریق شفقت ہو دونون پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بعض نصوص سے تعارف کی نفی ثابت ہے اور
جواب دیا گیا کہ حشر کے اوقات مختلف ہونگے چنانچہ ابتدا مین تعارف ہوگا پھر منقطع ہوجائیگا یا تعارف شفقت نفیًا ابتدا مین
ہوگا اور تعارف ملامت کچھ بھی انکی تفضیح کے لیے رہیگا - لیکن واضح ہو کہ حدیث صحیح مین ننگے بدن بے ختنہ مانند ابتدائی پیدائش
دنیا کے محشور ہونا مروی ہے اور جب حضرت ام المومنین عائشہ رض نے ننگے بدن ہونے پر شرم کو دریافت کیا تو جواب پایا کہ وہ امر ایسا سخت ہوگا
کہ کسی کو اسکی طرف التفات بھی نہین ہوسکیگا اور خود اللہ تعالے نے فرمایا شاخصۃ ابصارہم یعنے واقعہ ہولناک کی طرف آنکھین
پتھرائی ہونگی - پس یہ صریح ہے کہ ابتدا مین بھی تعارف شفقت نہین ہوگا کما لایخفی اور حق یہ ہے کہ کیفیات حشر جسقدر منصوص ہین سب
اسی طور پر یقینی ہین اور کیفیت اسکی عقل سلیم کے نزدیک اسوقت معقول نہین ہوسکتی لہذا ایمان لانے مین اشکال نہین ہے -
بالجملہ کفار اسوقت قیامت وحشر کو بعید جانتے اور زندگی دنیاوی کو طویل دیکھتے ہین پھر جسدن محشور ہونگے اُسدن آنکھون دیکھا
یقین جان لینگے کہ قدرت الٰہی مین حشر محض آسان تھا اور حیات دنیا ایک ساعت یعنی نہایت ہی کم تھی - **قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ**
كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ یہ جملہ ضمیر یتعارفون سے حال ہوسکتا ہے بتقدیر قول اے قائلین قد خسر الخ یعنی باہم پہچانینگے درحالیکہ آخرت
کے معائنہ سے یقین کرکے یہ کہتے ہونگے کہ بے شک اُنھین بندون نے خسارہ اُٹھایا جنھون نے دنیا مین لقاء الٰہی کو جھٹلایا - اور اولی یہ کہ
یہ جملہ مستانفہ ہے پس اللہ تعالی کیطرف سے شہادت ہے کہ بے شک آخرت کے جھٹلانے والے خسارہ مین رہے کیونکہ تجارت مین
انھون نے دنیائے فانیہ کو بدل لیا آخرت باقیہ سے اور نیز مومنون کو تعجب دلایا کہ دنیا کی ظاہری بھڑک پر فریفتہ ہوکر عذاب دائمی
لینے والے کیا برباد ہوئے - **وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ** اور نہ تھے وے مہتدین - یعنی راہ پر نہ تھے کیونکہ جو چیزین عقل وشعور وحواس
وغیرہ کی انکو اپنے خالق کی معرفت اور وہان کے سامان کے لیے دی گئی تھین انھون نے انکو ایسی بُری طرح صرف کیا کہ بجائے معرفت
ونیکیون کے انھون نے الٹی ایسی جہالتین کمائین کہ بے راہ جاکر جہنم کے دائمی عذاب مین پڑے - پھر حق تعالے نے اپنے رسول صلعم کو
انکے عذاب کی خواہ دنیا مین یا دین مین خبر دی - بقولہ تعالے -

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور اگر ہم دکھا دینگے تجھکو کوئی ان وعدون مین سے جو دیتے ہین انکو یا پوری کر دینگے تیری عمر سو ہماریطرف ہے انکو پھر آنا پھر اللہ شاہد ہے اُن کامون پر جو کرتے ہین

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور ہر فرقے کا ایک رسول ہے پھر جب پہونچا اُنپر رسول انکا فیصلہ ہوا اُنمین انصاف سے اور اُنپر ظلم نہین ہوتا

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ اور یا تو ہم تجھے آنکھون دکھلا دینگے - **بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ** تھوڑا اُسکا جو ہم انکو وعید دیتے ہین
یعنی عذاب کی وعید مین سے کچھ عذاب ہم تجھکو دنیا ہی مین دکھلا دینگے چنانچہ بدر کے روز انکو کچھ عذاب کیا اگرچہ جو کفار اُسدن قتل ہوئے
وہ تو لگاتار عذاب آخرت مین مل گئے - **اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ** یا ہم تجھے وفات دینگے یعنی قبل انکا عذاب تجھے دنیا مین دکھلانے کے
فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ تو ہماری ہی طرف انکا لوٹنے کا ٹھکانا ہے پس آخرت مین تجھے دکھلا دینگے - یہ دوسرے اما کا جواب ہے اور پہلے کا جواب

ایسے مقام پر حذف ہوا کرتا ہی نسے اما نرینک فذاک - اور حرف آما سے بیان بطریق احتمال نہین ہی بلکہ مقصود تحقیق وقوع عذاب ہی یعنی کافرون کو جو وعدہٗ عذاب ہی وہ ضرور واقع ہوگا از انجملہ جو کچھ تھوڑا عذاب انکا تو دنیا ہی مین دیکھلے وہ آپنے دیکھ لیا اور پھر تیری وفات بھی مثل اور انبیاء کے مقدر ہی تو ضرور تو آخرت مین انکا عذاب دیکھیگا کیونکہ جنپر دنیا ہی سے عذاب شروع ہوجاوے یا جنپر بیان شروع ہو سب کا مرجع آخرت کی طرف ہی اور وہی تحقیقی جزاء کا مقام ہی اسیواسطے دوسرے آیا کا جواب ذکر کیا ایسے کلام سے جو مفید معنی دیگر بھی ہی - ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ پھر اللہ تعالے شہید ہی ان اعمال پر جو وے کرتے ہین - حرف ثم بیانی ترتیب ہی کیونکہ اللہ تعالے دونون جہان مین ہر ایک کے اعمال پر شاہد عالم ہی اور مراد یہ کہ جب منکرین کا مرجع دار الآخرۃ کی طرف ہوا تو پھر ان ان اعمال انکار و کفر و استہزاء وغیرہ پر سزا پاوینگے کیونکہ اللہ تعالے انکے افعال کو خوب جانتا ہی - زمخشری نے کہا کہ شہادت ذکر ہوا اور اس سے مراد نتیجہ ہی یعنے عقاب گویا کہا گیا کہ پھر اللہ تعالے انکے اعمال پر انکو عذاب فرماویگا اور شہادت بفعل سے وے کافر جو اسوقت کفر پر تھے پھر راہ پر آگئے اس سے مستثنیٰ ہوجاوینگے کیونکہ انکے اعمال جنپر اللہ تعالے مطلع ہی صالح ہوگئے اور اگر تنصیص عقاب ہوتی تو وعید و تہدید تو ہوتی لیکن یہ وہم ہوتا کہ اسوقت جسقدر منکر ہین عذاب ہی کیے جاوینگے - فافہم - یا یہ مراد کہ اگر تو نے وفات پائی قبل دیکھنے کے تو اللہ تعالے انکے اعمال پر شاہد ہی - کمافی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم - یہی ابن کثیر رح نے اختیار کیا اور لکھا کہ طبرانی رح نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس پتھر پاس میری امت اگلی و پچھلی پھر پیش کی گئی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مخلوق ہوچکے وہ آپ پر پیش ہوئے مو جو ابھی پیدا نہین ہوئے ہین فرمایا کہ وہ میرے واسطے سب مثل ہی کیے گئے تھے مین حتی کہ مین انمین سے ہر آدمی کو ایسا زیادہ پہچانتا ہون کہ تم مین سے کوئی اپنے دوست ساتھی کو نہین پہچانتا - رواہ من وجہین - اسمین اشارات لطیفہ ہین فافہم - وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ اور ہر امت کے لیے رسول ہی یعنی اگلی امتون مین سے ہر امت کے واسطے ایک رسول بھیجا گیا کہ انکو حق کی دعوت کرے - فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ پھر جب انکا رسول آگیا یعنی معجزات و آیات لایا اگر انھون نے رسول اللہ کو جھٹلایا قُضِيَ بَيْنَهُم تو انکے درمیان فیصلہ کردیا گیا یعنے رسول کے اور جھٹلانے والون کے درمیان حکم کیا گیا - بِالْقِسْطِ عدل کے ساتھ پس رسول کو نجات ہوئی اور جھٹلانے والے ہلاک ہوے - وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور وے ظلم نہین کیے جاتے یعنے بغیر جرم کے انپر عذاب نہین اور نہ بغیر حجت کے مواخذہ ہی اور مراد اس سے کمال عدل کا اظہار ہی اسیواسطے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا - یعنی جب تک ہم رسول نہ بھیجین اور وحی سے معرفت نہ دین تب تک کسی پر عذاب نہین کرتے - یہ جو مذکور ہوا اس قول پر ہی کہ یہ فیصلہ اسی دار دنیا مین ہی اور اس تقدیر پر احتمال ہی کہ کافرین کی ہلاکت سے انکا کفر پر رہنا اور بے ایمان مرنا مراد ہو کیونکہ درواقع اس سے بڑھکر کوئی ہلاکت نہین ہی - اور دوسرا قول یہ ہی کہ اس فیصلہ کا مقام دار آخرت ہی پس آیت بمانند قولہ وجیٔ بالنبیین والشہداء وقضی بینہم الآیۃ - اور قولہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید الآیۃ - اور معنی یہ کہ ہر امت کسی ایک رسول کی طرف نسبت کی گئی ہی پھر جب موقف حساب مین وہ رسول آیا تاکہ انپر کفر یا ایمان کی گواہی دے تو فیصلہ ہوگا - اور جب امت کافرہ اپنے رسول کے پیغام الٰہی پہونچانے سے انکار کرینگی تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جنکے درمیان سب سے پہلے حکم و فیصلہ ہوچکا ہوگا ان انبیاء کی تبلیغ پر بشہادت قرآنی گواہی اداکرینگی اور رب تبارک وتعالے خوب جانتا ہی مگر یہ عدل کامل ہی کہ کافرون پر حجت قائم ہوگئی پس رسول کے مراتب عالیہ ہین اور کافرون کو عذاب دائمی ہی اور اس صورت مین

شاید ضمیر بینہم سے مراد انھین امتیون کے درمیان فیصلہ ہو یعنے جب رسول کی شہادت یا امت محمدی کی شہادت قائم ہوجائیگی تو امتیون کے درمیان جو اختلاف دنیا مین تھا حکم اللہ عزوجل سے فیصلہ ہوجائیگا پس مومنون کو نجات و مرتبہ عالیہ ملیگا اور کافرون کو خواری ودائمی عذاب ملیگا - یہی قوم دوم تفسیر کا حضرت مجاہد رح سے مروی ہو اور ابن کثیر رح نے اسکے معنی مین لکھا کہ ہر امت اپنے رسول واعمالنامہ کے ساتھ بحضور حق عزوجل پیش ہوگی اور ملائکہ حفظہ وغیرہ بھی شاہد ہونگے حتی کہ بھلے و برے اعمال کے واسطے زمین و مقام حتی کہ جوارح ہاتھ پاؤن وغیرہ بھی شاہد ہونگے اور یہ امت مرحومہ یعنی امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ سب امتون سے آخر دنیا مین پیدا ہوئی لیکن یہی امۃ وسط ہی بقولہ تعالے وکذلک جعلناکم امۃ وسطا الآیۃ - پس یہ امت عدل ہی سب سے آخر کی گئی کہ سب پر شاہد ہی اور آخرت مین سب سے اول اسکا فیصلہ ہوگا کما قال علیہ السلام نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ الحدیث پس اس امت کو سبقت کا ملہ بسبب اپنے رسول کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی - پھر کافرون کی جہالت و قوع قیامت و استعجال عذاب مین وقلت معرفت بیان فرمائی - بقولہ تعالے

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا

اور کہتے ہین کب ہی یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ مین مالک نہین اپنے واسطے برے کا

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ

ونہ بھلے کا مگر جو چاہے اللہ ہر فرقے کا ایک وعدہ ہی جب پہونچا انکا وعدہ پھر نہ ڈھیل کرین

سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا

ایک گھڑی نہ جلدی تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آپہونچے تمپر عذاب اُسکا راتی رات یا دن کو کیا

يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ

کر لینگے اُس سے پہلے گنہگار کیا پھر جب ہو چکے گا تب یقین کروگے اُسکو اب قائل ہوے اور

كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ

تم تھے اسی کی جلدی کرتے پھر کہین گے گنہگارون کو چکھو عذاب ہمیشہ کا

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

وہی بدلا پاتے ہو جو کچھ کماتے تھے

وَيَقُولُونَ اور کہتے ہین یعنی کفار مکہ یا مع دیگر کفار عرب کے کیونکہ بت پرست مشرکین سب منکر قیامت تھے اور حکم مین تو آخر زمانہ کے منکرون کو شامل ہی کیونکہ قول سے انکا عندیہ و اعتقاد مذموم بیان کرنا مقصود ہی اس لیے کہ وہی معتبر ہی جیسے قول اقراری مین ایمان معتبر ہی لہذا قیامت تک کے منکر اسکو اپنے حق مین ارشاد و ہدایت سمجھین اور یہ امر منجملہ معجزات قرآنیہ کے ہی کہ جو امور قیامت تک خواہ مرجع کفر کے یا ضمنی شرک و کفر کے یا دیگر ہوسات نفس جو فسق و فجور کے سبب رضاے الٰہی و حصول معارف سے مانع ہین سب بیوقت عالم الغیب والشہادۃ العزیز الحکیم جل شانہ نے بیان فرما دیے ہین ولہذا علماء اسلام اپنے نفوس اور اپنے تابعین کے نفوس کی آراستگی مین اسی کلام مجید سے بانضمام احادیث سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین راہ مستقیم ظاہر و باطن حاصل کرین اور اللہ تعالے

سے توفیق چاہیں پس یہاں کفار کا بد اعتقاد مع بد قول کے ذکر فرمایا کہ ویقولون یعنی کہتے ہیں کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب ہوگا- علماء
نے لکھا کہ انکی غرض یہ نہیں تھی کہ حال کی تحقیق کریں تاکہ مہلت میں عبادت و طاعت سے وہاں کا سامان کریں اور خوف کریں بلکہ اس وعدہ کو
یعنی قیامت آنے و عذاب کفر طاری ہونے کو مستبعد جانتے تھے لقولہٖ أإذا کنا عظاما ورفاتا أإنا لمبعوثون الآیۃ- پس بعث و حشر کو خلاف
جانتے ولقولہ یستعجل بہا الذین الآیۃ- یعنی اسکے وقوع میں جلدی چاہتے کیونکہ معتقد نہ تھے ورنہ خوف کرتے اور چونکہ اسکا ایک وقت مقدر
بعلم الٰہی ہی تو ابھی ٹھٹھا کرتے کہ بھلا وہ بڑا وعدہ کب ہوگا بتا دو- اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو- اس خطاب میں آنحضرت صلعم
کے ساتھ آپ کے متبعین مومنین بھی شامل ہیں کیونکہ صدق دل سے قیامت کے قائل و کافروں کو ہدایت کرنے والے تھے- حاصل قول
ان کافروں کا بطور استہزاء و استبعاد کے یہ تھا کہ اگر وہ وعدہ عذاب جو تم دیتے ہو سچ ہی تو لاؤ دیکھیں اور کوئی وقت جو علم الٰہی میں کہتے ہو تو
بھلا آخر کب ہوگا تم اللہ تعالےٰ سے دریافت کرکے لاؤ اور واقع کرو کیونکہ ہم تمکو سچے نہیں مانتے ہیں پس تم عذاب لاکر اپنے دل ٹھنڈے کرو
قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اے محمد صلعم تو کہدے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے لیے کسی ضرر کا کہ اپنی ذات سے اسکو
چاہوں دور کروں اور نہ کسی نفع کا کہ جب چاہوں حاصل کرلوں پھر بھلا تمہارے اوپر کیونکر اسکا مالک ہونگا کہ عذاب موعود جلدی تم پر جاری کردوں
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ان الکہ اولکن ماشاء اللہ من ذلک کائن- سوائے اسکے جو اللہ تعالےٰ چاہے- یعنے اللہ تعالےٰ جس امر کو
چاہتا ہی اسپر مجھے قادر فرماتا ہی یا حرف الّا بمعنی لکن ہی یعنی ولیکن اللہ تعالےٰ جو چاہے وہ واقع ہوتا ہی- حاصل یہ کہ تم لوگ اپنے خالق تعالےٰ
کو نہیں پہچانتے ہو ورنہ ایسا نہ کہتے کیونکہ منجملہ صفات کے یہ ہی کہ ہو النافع ہو الضار- وہی نفع پہونچانے والا اور وہی ضرر پہونچانے والا
ہی ہو المالک الذی لا یقع شیٔ الا بمشیتہ ولا یتحرک ذرۃ الا باذنہ- وہی مالک ہی کہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی مگر جبھی کہ وہ چاہے اور کوئی ذرہ نہیں
ہلتا مگر اسی کے حکم سے اور جو کچھ واقع ہو اسکا وہی خالق ہی الغرض قادر و خالق وہی ہی اور سب مخلوق ہی پس جب یہ بات ہی تو پھر کافروں
نے کفر کا خیال جمایا کہ تم عذاب پھیر لاؤ بسبب جہالت و بے ایمانی کے سمجھا نا کہ یہ اللہ تعالےٰ کے اختیار و قبضۂ قدرت میں ہی لہذا پہلے
انکو معرفت کی طرف ارشاد کیا کہ تو کہدے کہ میں اگرچہ تمام مخلوقات الٰہی میں افضل و اکرم ہوں لیکن- بے شک اسکا بندہ و رسول ہوں
میرا لقب عبد اللہ و رسولہ ہی میں قدرت و خلق نہیں رکھتا یہ تو فقط اللہ تعالےٰ جل جلالہ کے اختیار میں بلکہ اسی کی صفات میں سے
ہی- اور یہ جو زعم کفار تھا کہ اگر ہم برے اعمال پر ہوتے تو عذاب آتا تو یہ بھی جہالت تھی اسکو ہدایت سے معرفت دی کہ- لِكُلِّ اُمَّةٍ
اَجَلٌ ہر گروہ کے واسطے ایک مدت مقرری ہی- اجل بمعنی مدت و آخر مدت و موت وغیرہ معانی میں مستعمل ہی اور یہاں آخری وقت مہلت
کا ہی یعنے ہر گروہ جسکو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا اسکے لیے ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا ہی- اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ جب آگئی انکی اجل
یعنی آخری وقت- فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ای لا یتاخرون ولا یتقدمون- اور یستاخرون از استفعال
یہاں مبالغہ بلیغ ہی یعنے پھر نہیں پچھڑتے ایک دم اور نہ ایک ساعت آگے ہونگے- الحاصل تمہارا بھی ایک مقرری وقت ہی تو جلدی مت
کرو کہ وہ آنے ہی والا ہی ہر گھڑی گھٹتی چلی جاتی ہی پس عنقریب تمہارا وعدہ پورا ہوگا- عجب کہ درصورت خالق عز و جل سے کفر کرنے کے
دنیا میں تو کیسے ہی محتاج و تکلیف میں ہوں دائمی عذاب عاقبت کی بہ نسبت گویا بہشت ہی پس چونکہ انھوں نے نعمت و عیش آخرت کے
عوض اسی کو لیا تو وہ انکو ایک مدت معین تک اللہ تعالےٰ نے دیدی کہ حرام حلال جسطرح جی انکا چاہتا ہی کھاتے پیتے و زنا وغیرہ شہوت
پرستی کرتے ہیں پس باوجود کفر کے کیا وعدہ میں جلدی کرکے یہ بھی چھوڑنا چاہتے تھے اور رہا یہ کہ خالی عذاب آنے میں اگر شک کرتے تھے

تو یہ بھی سخت جہالت تھی کہ جس خالق عزوجل نے انکو پیدا کیا وہ کیا عذاب کرنے پر قادر نہیں ہے - لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ
لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر - لہٰذا فرمایا قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ تو کہدے کہ اے کافرو مجھے تبلاؤ کہ اگر آجاوے
تمپر عذاب اُسکا یعنے جس عذاب کو جلدی مانگتے ہو تاکہ ہم کو سچا جانو سو اگر وہ تمپر بحکم الٰہی آپڑے - بَيَاتًا وقت بیات و نوم
تمھارے سونے وقت میں - اَوْ نَهَارًا یا وقت نہار میں جب تم اپنے لہو و لعب کے کاروبار میں مشغول ہو مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ
مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ اے شئ من العذاب یستعجلونہ وکل العذاب مکروہ لا یلائم للاستعجال - کون چیز عذاب میں سے مجرم لوگ جلدی
مانگتے ہیں - یعنے مجھے خبر دو کہ انہیں سے سونے کا یا جاگنے کا کون عذاب مانگتے ہو وہ تو سب نہایت خوف کی سخت چیز ہے جلدی مانگنے
کی چیز نہیں ہے اور تستعجلون ضمیر بصیغہ خطاب کی جگہ المجرمون ظاہر کر دیا کہ مجرم کو ایسی تمنا جو عقوبت جرم ہو عجیب ہے انکو واجب تھا کہ
عذاب جرم سے ڈرین نہ آنکہ اسکو جلدی مانگیں - جواب شرط محذوف ہے اے ندموا علی الاستعجال او عرفوا خطاءہ یعنی اگر عذاب تمپر آیا
تو جلدی مانگنے پر نادم ہوگے یا اپنی خطا پہچانوگے اور ہو سکتا ہے کہ ماذا الخ جواب ہو جیسے بولے کہ ان اتیتک ماذا تعطینی - اگر تیرے پاس
آؤن تو وہ کیا چیز ہے جو مجھے دیگا - اور یہ جملہ متعلق ارایتم ہے - اور یہ بھی عمدہ بنتا ہے کہ آگے کا کلام جواب الشرط ہو یعنی قولہ - اَثُمَّ اِذَا
مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ کیا اسوقت جبکہ واقع ہو جاوے عذاب مذکور تو تم اُسپر ایمان لے اؤگے یعنی بعد وقوع کے کیا ایمان لاؤگے جبکہ
ایمان کچھ نافع نہیں اور قولہ ماذا - درمیان شرط و جزا کے جملہ معترضہ ہے - ثم ظرف بالفتح پر ہمزہ استفہام انکاری ہے یعنے اتنے وقت تک
ایمان لانے میں تاخیر نہیں جائز ہے کیونکہ اسوقت ایمان کچھ مفید نہوگا - کذا فی البیضاوی وغیرہ اور معنی یہ ہیں کہ مجھے خبر دو کہ اگر عذاب
تمپر رات یا دن میں آوے تو کیا جب آپڑے اسوقت ایمان لاؤگے - اور جملہ ماذا معترضہ ہے کہ سوتے یا جاگتے کے عذاب میں سے تلاؤ
کون تم مجرم چاہتے ہو یعنی انھیں دونوں حالتوں کا ہوگا بہر حال کوئی چاہو تو پھر مطلب کیا ہے کیا آپڑنے پر ایمان لاؤگے تو یہ کچھ مفید نہیں
ہے اور کہا جائیگا کہ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ کیا اب ایمان لاتے اور گڑگڑا کر تمنا کرتے ہو کہ عذاب جاوے عافیت
آوے اور ہم مومن ہیں حالانکہ تم پہلے اسی کو جلدی مانگتے تھے جبکہ غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا اور تم نے جھٹلایا و ٹھٹھوں میں اُڑایا تھا
الآن بمد ہمزہ بادغام ہمزہ استفہام و ہمزہ آل اور ایسا قرآن میں چھ جگہ ہے انعام الذکرین دو مرتبہ اور اس سورہ میں الآن دو مرتبہ اور
آٰللہ اذن لکم - اور سورۂ نمل آللہ خیر - ایک جگہ پس ان چھ جگہ ہر دو ہمزہ کو الگ الگ پڑھنا نہیں جائز ہے ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا یہ
عطف ہے قیل مقدر پر یعنے قیل لہم الآن وقد کنتم الخ ثم قیل للذین الخ - یعنے پہلے انکو ملامت کرنے کے واسطے وہ کہا جائیگا کہ اب ایمان
لاتے الخ - پھر کہا جائیگا ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا یعنے اپنی جانوں پر اسطرح کہ شرک و کفر کیا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ چکھو
عذاب دائمی یعنے اپنے جرم کے عوض جس سے بڑھکر کوئی جرم نہیں ہے ایسا عذاب چکھو جو دائمی ہے کیونکہ چند روزہ دنیاوی زندگی کے
بعد سوائے راحت جنت یا عذاب النار کے تیسرا امر نہیں اور اس سے اچھی طرح خبردار کر دیئے گئے تھے مگر نہ مانا سوائے اپنے خالق
سے انکار و شہوات دنیاوی کے - هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ نہیں بدلا دیئے جاؤگے الا بعوض اسکے جو تم کفر و
معاصی کماتے تھے - واضح ہو کہ دنیا میں خالق عزوجل کی معرفت و ایمان کو رضائے حق تعالےٰ لازم ہے مگر یہ یاد رکھو کہ معرفت الٰہی قدیم پاک
سبحانہ تعالےٰ آدمی سے ممکن نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالےٰ کے رسول صلعم سے معلوم کرکے ایمان لاوے اور یہیں سے رسول صلعم کا
بھی ہمپر نہایت بڑا احسان ہے اور مرجع اسکا عین احسان الٰہی تعالےٰ ہے لہٰذا آخر دعانا الحمد للہ رب العالمین ہے لقولہ وما کنا لنھتدی لولا

ان الآیۃ - اور مفصل مکرر یہ بیان گزرا کہ جو کوئی بدون تصدیق رسول صلعم کے معرفت آلہی کا دعوی کرے اگرچہ دنیاوی عقل کیسی ہی رکھتا ہو محض جھوٹا ہی کیونکہ دنیا ومافیہا سب حادث فانیہ ہین اور باری تعالے کی ذات وصفات قدیم ہی بس دونون مین ضد ہی تو ایک کی سمجھ سے کچھ بھی دوسرے کی سمجھ نہین آتی بلکہ اُلٹا ہونا چاہیے کیونکہ اضداد جمع نہین ہوتے اور خود معاینہ ہی کہ کثرت سے دنیاوی ہور جنکا مرجع حیات دنیا ہی جسکو انہین زیادہ توغل وعقل ہووہ دین سے اُتنا ہی زیادہ اندھا ہوتا ہی - پھر دنیا مین نفس کو مکلف باحکام آلہی رکھکر یہان کے شہوات سے موافق شرع کے بچنا اور جنت دونون گویا لازم ملزوم ہین اور دنیا بین نفس کو چھوڑ دینا اور یہان کی خواہشون پر دل جمانا اور خالق تعالے کا حق بھول جانا اور جہنم یہ دونون گویا لازم ملزوم ہین مگر دنیا دار امتحان ہی اور نہایت عجیب نظام مخلوق ہی اسمین پردہ ہی کہ ظہور نہین ہوتا لہذا جسکو بصیرت عطا ہوئی وہ اس دنیا کو دیکھکر قولہ تعالے ربنا ما خلقت ہذا باطلا پڑھتا اور عجیب حیران رہتا ہی - جو کچھ مترجم نے اشارہ کیا اسکو غور سے دیکھنا چاہیے اور یقین کرنا کہ دنیا کے بعد کہین ٹھکانا سوائے جنت یا دوزخ کے نہین پھر خالق عزوجل پر یقین کامل وایمان واثق بدون شرک کے یہی رضوان آلہی اور وہ جنت مین ہی اور خالق تعالے کو بھولنا بلکہ کفر وشرک کرنا یہی غضب آلہی وجہنم ہی اور ہر ایک کو دوام ہی لہذا دنیاوی زندگی چند روزہ سے دل ہٹا کر شرک وکفر سے بچنا جسکو نصیب ہوا عین رحمت واحسان آلہی ہی - واضح ہو کہ آدمی کو وسوسۂ شیطانی اور اسکے مکر خفی سے پناہ مانگنا واجب ہی چنانچہ آیات واحادیث مین اسکی بہت تاکید معروف ہی لہذا جادۂ شرع سے اپنی عقل ورائے کی طرف قدم نہ بڑھاوے اور محکم یقینی کو چھوڑ کر مشتبہ مین نہ پڑے خصوص ایسے مشتبہ مین جسمین خوف کفر وغیرہ اعتقاد مین یا خوف حرام وغیرہ کبائر اعمال مین ہو جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ آج کل ایک مسئلہ پھیل رہا ہی وہ یہ کہ لوگ سختی ومصیبت وغیرہ کے وقت اولیاء وبزرگان دین کو جو وفات پا گئے ہین پکارتے ہین اسمین دو امر ہین ایک یہ کہ وے سنتے ہین یا نہین سنتے تو عامۂ علماء حنفیہ رح کے نزدیک موتی نہین سنتے ہین بس یہ صریح مخالفت ہی دوم یہ کہ اگر سنتے ہین تو کسی کے نزدیک یہ نہین صحیح ہی کہ سوائے مدفن کے دور سے بھی سنتے ہین تو تمام امت سے صریح مخالفت ہوئی اور سمیع بصیر اسطرح صفت آلہی ہی دوسرے کو ثابت کرنا شرک جلی ہی - اور اگر سنتے ہوتے تو مقصود کیا ہی آیا وے نفع وضرر پہونچانے پر خود قادر ہین تو یہ کفر صریح ہی اور اگر اللہ تعالے سے سفارش کرکے ہوگا تو دو حال سے خالی نہین یا تو رضاے آلہی انکو مقدم ہوگی یا نہین تو دوم صورت باطل ہی اور اول صورت مین رضاے آلہی اُسی بندہ سے ہی جو امر تقدیر پر شاکر اور اسکی درگاہ مین دعا کرے تو اُسنے خلاف رضاے آلہی کام کیا اور دعا بے شک نافع ہی لیکن خلاف تقدیر نہین واقع ہوتا پس ایسا کرنے والے نے اپنے آپ کو مخالفت ائمہ حنفیہ ومخالفت اجماع امت اور شرک وانکار تقدیر یعنے کفر اور خلاف رضاء آلہی مین ڈالا اگر اسکے نزدیک اسپر یقین نہین تو دیگر علماء کے قول پر مشتبہ سہی لہذا اس سے احتراز فرض ہی اور علماء پر واجب ہی کہ بندگان حق تعالے کو راہ مستقیم بتادین اور لوگون کو واجب ہی کہ سیدھی راہ پر چلین اور چند روزہ زندگی دنیاوی سے ایمان سلامت لیجاوین اور ہوشیار ہون کہ شیطان انکو پیرایۂ محبت واعتقاد مین اس فریب کی راہ چلاتا ہی واللہ تعالے ہو الہادی الی الصراط المستقیم ف — فی العرائس قولہ تعالے قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الآیۃ - اسمین عین توحید سے آگاہ فرمایا اور بتلایا کہ قدم مین حدوث بالکل زائل ہی اور مشیت فقط ایک ہی مشیت ہی یعنی مشیت ازلی جسمین کسی حادث کی مشیت کو کچھ دخل نہین اور خبردار کیا کہ مخلوق کی نیکی بدی کمانے کو ازلی مقدر مین کچھ تاثیر نہین ہی بلکہ وہی انکے اکتساب مین موثر ہی - بعض نے کہا کہ حضرت سید المرسلین صلعم نے اپنی ذات سے ہر طرح کی قدرت کی نفی کی کہ کسی چیز پر ملک نہین اور کسی حال پر اعتماد نہین ہی بلکہ ظاہر کر دیا کہ سب اللہ تعالے عزوجل کیطرف سے ہی بس جو کوئی اپنے نفس کا مالک نہو وہ نفس کے ضرر ونفع کا کہان سے مالک ہو سکتا ہی اور جس شخص کو یہ حالت بخوبی

صحیح ہو جاوے وہ مخلوق کی مدح و مذمت اور مخلوق سے طمع و امید رکھنے اور انسے توسل ڈھونڈھنے سب سے الگ ہوگا۔ قال المترجم شیخ رح نے بھی جملہ امور کی تصریح کردی فافہم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دریافت کرنے کو بیان فرمایا بقولہ

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ۝ وَلَوْ أَنَّ

اور تجھسے خبر لیتے ہیں کیا سچ ہے یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے اور اگر ہو

لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ

ہر شخص گنہگار پاس جتنا کچھ ہے زمین میں البتہ دے ڈالے اپنی چھڑوائی میں اور چھپے چھپے پچھتاویںگے جب دیکھیں گے عذاب

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اور انمیں فیصلہ ہوگا انصاف سے اور اُنپر ظلم نہو گا

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ استنبار طلب بنا یعنی طلب خبر ای یستخبرونک۔ تجھسے چاہتے ہیں کہ تو انکو خبر دے و آگاہ کر دے کہ۔ **أَحَقٌّ هُوَ** کیا سچ ہے یہ۔ یعنی جو تو نبوت کا دعوی کرتا ہے اور کفر و انکار کرنے والوں کو عذاب کے وعید سناتا اور مومنوں کو انعام و اکرام جنت کے وعدے فرماتا ہے کیا یہ سچ ہے یعنے تم سچ مچ کہتے ہو یا ٹھٹھول کے طور پر باطل بیان کرتے ہو۔ بعض نے زعم کیا کہ یہ خبر پوچھنا بطریق ٹھٹھول کافروں کا فعل تھا اور قولہ احق میں ہمزہ انکاری ہے۔ **بیضاوی** رح نے کہا کہ شاذ قراءۃ میں الحق ہو۔ آیا بمد ہمزہ جسمیں تعریض ہے کہ تمھارا قول حق نہیں ہے پس یہ قراءۃ اس زعم کی مؤید ہو سکتی ہے مگر **بیضاوی** رح نے اس زعم کو ضعیف ٹھہرایا اور کہا کہ اظہر یہ ہے کہ استفہام یہاں اپنی اصل پر ہے اور لکھا کہ یہ قول ایک یہودی عالم حیی بن اخطب نے کہا تھا جب مکہ میں مسافر آیا تھا۔ اور شیخ **ابن کثیر** رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویستنبئونک احق ہو۔ یعنی تجھسے خبر پوچھتے ہیں کہ بعث و قیامت و معاد بعد مٹی ہو جانے کے کیا سچ ہوگا مترجم کہتا ہے کہ یہ مشعر ہے کہ کفار مکہ پوچھنے والے تھے کیونکہ یہودی معاد و حشر کا اقرار کرتے تھے ظاہراً حیی بن اخطب کا پوچھنا صحیح روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نیز مشعر ہے کہ استفہام بمعنی حقیقی ہے اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور یہی اظہر ہے بدلیل قولہ ویستنبئونک۔ یعنی احق ہو۔ کو اللہ تعالیٰ نے استنبار قرار دیا پس مقصود انکا یہی تھا کہ ہمیں بتاؤ کہ تم حشر و معاد کے وعدے و وعید کو سچ کہتے ہو یا بطریق ہزل ہے کیونکہ انکو یہ بہت بعید معلوم ہوتا تھا کہ خاک مٹی ہو کر اُٹھائے جاویں و کفر پر عذاب پاویں لہذا تحقیقی جواب کا حکم دیا بقولہ **قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ** تو کہدے کہ ہاں قسم مجھے اپنے رب کی کہ بے شک یہ البتہ حق ہے یعنی بعث بعد موت کے اور عذاب جہنم کفار کو برحق ہے۔ ای بکسر اول بمعنی نعم یعنے ہاں۔ اور وہ لوازم قسم میں سے ہے لہذا تصدیق میں واو قسم سے ملا دیا جاتا ہے جیسے یہاں ہے۔ واضح ہو کہ نعم جواب ایجاب ہے جیسے کوئی پوچھے کہ الحشر کائن۔ کیا حشر ہونے والا ہے کہو کہ نعم یعنے ہاں ضرور ہوگا۔ اور جواب نفی میں نہیں آتا اور وہاں بلی آتا ہے جیسے قولہ الست بربکم۔ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں۔ قالوا بلی۔ بولے کہ کیوں نہیں یعنی بے شک تو ہمارا رب ہے۔ اور اگر ایسے مقام پر نعم سے یہ معنی پیدا ہوں کہ ہاں تو رب نہیں ہے پس نعم یہاں غلط ہے۔ اس سے تقویت ہوگئی کہ احق ہو میں ہمزہ انکاری نہیں بلکہ حقیقی استنبار ہے کہ یہ حقیقت میں سچ ہے تو جواب دیا کہ نعم ہاں سچ ہے۔ **وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ** اور تم اسکو معجز نہیں یعنے یہ عذاب گم کرنے والے نہیں ہو کہ کسی حیلہ و مکر سے اپنی ذات سے دفع کر سکو۔ قال **ابن کثیر** رح یعنے تمھارا خاک ہو جانا کچھ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والا نہیں کہ تم کو اعادہ نفرماوے جیسے پہلے عدم سے پیدا کیا تھا اور تب تم کچھ بھی نہ تھے

قال اور اس آیت کی نظیر قرآن مین فقط دو آیات اور ہین جہان اللہ تعالے نے رسول صلعم کو قسم سے موکد کرکے ایسے جواب کا حکم دیا
سورہ سبا قولہ وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعۃ قل بلی وربی لتاتینکم الآیۃ - سورہ تغابن قولہ زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی
وربی لتبعثن الآیۃ - پھر فرمایا - وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ اور اگر ہوتا ہر ایسے نفس کے لیے جسنے ظلم یعنے شرک وکفر کیا یا غیر پر تعدی
کی ہی - مَا فِي الْأَرْضِ سب جو کچھ زمین مین ہی خزانے وجواہرات ونقود واسباب وغیرہ سے - لَافْتَدَتْ بِهِ تو ضرور
افتدا کر لیتا اسکے عوض - یعنی اسوقت دنیا مین کافر کو ریزہ حقیر مال واسباب کو چھوڑنا وآخرت ہی کو طلب کرنا گران ہی آخر کفر وشرک
وخلاف راہ الٰہی چلتا ہی اور وہان بعد موت کے اٹھکر عذاب معائنہ کرکے ایسا ہو جائیگا کہ اگر بالفرض اسکے پاس ریزہ حقیر کیا بلکہ تمام خزائن
واموال زمین ہوتے تو انکو اپنا فدیہ کرتا یعنے اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کی عوض یہ سب کمال خوشی سے دیدیتا - فی الحدیث ایضا
کافرون سے حق تعالے فرما دیگا کہ تمام جو کچھ زمین مین ہی تو سب اپنے فدیہ مین دیدے عرض کریگا کہ ہان اے رب میرے - فرمائیگا کہ
تو جھوٹا ہی ہم نے تجھسے دنیا مین بہت آسان بات چاہی کہ ہمارے ساتھ شرک نکرے تو نے نہ مانی مگر یہی کہ شرک کیے جاوے - مراد ظلم سے
شرک ہی لقولہ تعالے ان الشرک لظلم عظیم - اور غیر پر تعدی کرنا اسکی فروعات مین سے ہی - افتداء بمعنی فداء یعنے افتدا کیا باب افتعال
سے بمعنی فدیہ دیکر چھڑایا بالجملہ کچھ فدیہ نہین اور نہ قبول ہوگا اور فرمایا - وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ اسرار لغات
اضداد مین سے ہی اسکے معنی چھپانا بھی اور ظاہر کرنا بھی دونون آتے ہین اور یہان دونون محتمل ہین پس بنا بر معنی اخفاء کے کئی وجہین بیان
کی گئین اول آنکہ چھپایا انھون نے یعنی کافرون نے جنکا بیان ہی جو کہ کفر وشرک پر مر گئے ہین ندامت کو ہر گاہ کہ دیکھا انھون نے عذاب کو
صیغہ ماضی بمعنی مستقبل اور اشارہ ہی کہ قطعی الوقوع مانند ماضی کے ہی اور علم الٰہی مین سب ماضی ومستقبل یکسان ہی بس یہ کہا گیا کہ ندامت
چھپانا اسوجہ سے واقع ہوا کہ برخلاف اپنے گمان کے جب اچانک عذاب ہولناک دیکھا تو کمال خوف سے زبان بند ہو گئی اور ندامت
دل ہی مین چھپی رہگئی - مترجم کہتا ہی کہ اگر اسروا بصیغہ مجہول ہوتا تو البتہ توجیہ مذکور مناسب زیادہ تھی مگر آنکہ مجاز کہا جاوے -
اور بعض نے کہا کہ اسرار ندامت کے معنی یہ ہین کہ خالص ندامت ہی دلون مین بھر جائیگی کیونکہ اخفاء ندامت وہ اخلاص ندامت ہی
یا یہ کہ ہر چیز کے خالص کو سر الشئ کہتے ہین کیونکہ وہ لوگون کی نظر سے مخفی رکھی جاتی اور بخل کیا جاتا ہی - اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ
یہ حال کافرون کے سرگروہ لوگون کا ہی جنھون نے عوام کو گمراہ کیا پس وے اس خوف سے چھپاوینگے کہ عوام انکو عار نہ دلاوین کہ تم نے
ہمکو گمراہ کیا اور ظاہرا یہ وقت ایسے امور کے برتاو کا نہوگا - اور بنا بر معنی اظہار کے ابو عبیدہ رح نے کہا کہ معنی یہ کہ اور ظاہر کرینگے ندامت
ہر گاہ کہ عذاب دیکھینگے - وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور فیصلہ کیا جائیگا انکے درمیان عدل کے ساتھ اور
وے کچھ ظلم نہین کیے جاوینگے - اسی کے مثل پہلی آیت گذری لیکن یہ اسی کی تکرار نہین ہی کیونکہ وہان تو انبیاء وانکے جھٹلانے والون کے
درمیان فیصلہ تھا اور یہان کافرون کے خود اعمال اور ظالم ومظلوم کے درمیان فیصلہ ہی - پھر واضح ہو کہ اسرار کے معنی اخفاء کے لغت مین
مشہور ہین اسی سبب سے شاید مفسر رح نے اخفاء کے معنی اختیار کیے پھر جبکہ اخفاء کے معنی لیے جاوین تو یہ ابتداء قیامت کا حال
ہی ورنہ بعد داخل ہونے دوزخ کے چلا وینگے کہ ربنا غلبت علینا شقوتنا الآیۃ - یعنی اے رب ہمارے ہمپر شقاوت ہماری غالب
آئی - اور اسرار بمعنی اخلاص بھی مناسب سیاق ہین یعنے ابتداء مین تو دنیا ومافیہا کی افتداء پر راضی ہونگے پھر جب عذاب دوزخ اپنے
واسطے متعین دیکھینگے تو خالص ندامت سے بھر جاوینگے کہ وہان ندامت کے سوائے کچھ نہوگا اور عذاب انپر جزائے فعل کفر وظلم ہی جو

محض عدل کے ساتھ ہی- **ف** **فی العرائس** قولہ تعالےٰ یستنبؤنک احق ہو الخ- **مترجم** کہتا ہی کہ بنی آدم مختلف اقوام کثیرہ ہین
بعضے بالکل کافر او روے آپس مین بے شمار مختلف باعتبار اوضاع واطوار ظلم وفساد و اعتقاد کے ہین اور دوم اقرار کرنے والے
پس انھین بہتیرے زبانی اقراری ہین اور باطن مین کافر ہین اور بعضے دلی معتقد بھی ہین ولیکن اعتقاد اُنکا محض استدلالی ہی اور چونکہ
بحکم قولہ تعالےٰ قل ہو اللہ احد الخ یہان کسی استدلال کی ضرورت نہین بلکہ استدلال ایسے پاک معبود پر کیونکر قائم کیا جاوے جسنے
استدلال وغیرہ سب کو پیدا کیا لہذا ایسے استدلال معتقد بھی معرض زوال مین ہین لیکن اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سبکے
ایمان دیدے جیسے اسنے انبیاء علیہم السلام پر فضل فرمایا انکے طفیل مین خصوص ہمارے سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
طفیل مین اور آپکے آل واصحاب رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے طفیل مین ہم سب کو ایقان کامل عطا فرماوے اور ایسے
بندے کامل الیقین جس حال پر ہوتے ہین انکو بھی خطرات سے چارہ نہین تو بھلا دوسرون کا کیا شمار ہی اب سنو کہ شیخ رحمہ نے
اس آیت کے اشارات مین لکھا کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے ان جاہلون کے حال سے ہم کو آگاہ فرمایا جو ہر ذرہ کے آئینہ مین انوار
عظمت وجلال الٰہی نہین دیکھتے اور اپنی طبیعتون کے شہوات مین پھنسکر اندھے ہو رہے ہین حالانکہ ظہور تجلیات کے ساتھ
حق تعالےٰ ہر چیز پر شاہد ہی- کما قال تعالےٰ اولم یکف بربک انہ علی کل شئ شہید الآیۃ- پھر انکے شکوک بواطن سے آگاہ
فرمایا- لقولہ الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الآیۃ- پس جو ایسا ہو وہ حقائق خطاب واسکے فہم سے محجوب ہوگا اور اگر محجوب نہوتے
خبر مخبر عنہ کو دیکھتے اور خبر پوچھنے کے محتاج نہوتے کیونکہ ہر خبر کے ساتھ ایک اثر ہی- بعض مشائخ نے کہا کہ انوار حق کے سامنے آتا
اندھا ہی پھر اُس سے جو شک کرے وہ اندھا یا گمراہ ہی- جو بندے حقائق آگاہ ہین وے اپنے مقاصد وموارد ومصادر مین راہ
حق چلتے ہین اور جو بندے اس سے مڑے ہوے ہین اور غیر کی طرف جاتے ہین وہی گمراہ ہین کہ شک سے پوچھتے ہین کیا یہی
حق ہی لہذا آنحضرت صلعم کو حکم خطاب دیا کہ قل ای وربی انہ لحق- تو اے آئینہ جمال احدیت کہدے کہ مجھے اپنے رب کی قسم کہ
بے شک یہی حق ہی- پھر حق تعالےٰ نے اپنی خلاقی وعظمت ظاہر فرمائی تاکہ چشم بصیرت کو راجع کرکے اسکے حق ہونے کو جان لین لقولہ

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

سن رکھو اللہ کا ہی جو کچھ ہی آسمان وزمین مین سن رکھو وعدہ اللہ کا ہی سچ ہی پر بہت لوگ نہین جانتے

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

وہی جلاتا ہی اور مارتا اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے

ما اسم موصول عام ہی ذی عقل و ذی روح وبے روح سب کو شامل ہی اور ائمہ حنفیہ کے مسائل وتصریحات اسی کے شاہد ہین اور بعض
نے کہا کہ نہین بلکہ مَن ذی عقل کے لیے اور ما بے عقل کے لیے خاص ہی پس آیت کریمہ مین ما موصولہ سے بالاتفاق کل مخلوق مراد ہی خواہ
بطور حقیقت بنا بر قول اول اور بالسبیل مجاز بنا بر قول دوم پس غیر ذوی العقول کو بسبب کثرت کے غالب رکھکر انھین میں ذوی العقول
داخل کردیے اور فرمایا- **اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون مین
اور زمین مین ہی- اس سے خوب مقرر کردیا کہ اللہ تعالےٰ کو ثواب دینے اور عذاب کرنے کی کامل قدرت ہی- قالہ البیضاوی اور
کوئی زعم نہین کرسکتا کہ کچھ میرا ہی حتی کہ وہ خود اپنا نہین ہی لہذا اللہ تعالےٰ مالک خالق ہی جسطرح چاہے تصرف کرے پس سوائے اسکے

جو کچھ ہی سب اسکی قدرت مین مقہور ہی تو کسی بت یا مسیح یا فرشتہ وغیرہ پر بھروسا جہالت ہی-جب اسکی عظمت ایسی ہی تو ثواب و عذاب کا وعدہ برحق ہی- کما قال تعالے-اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ خبردار ہو کہ اللہ تعالے کا وعدہ سچ ہی خواہ مخواہ ضرور واقع ہوگا لہذا عذاب مین کفار کا جلدی کرنا اُنپر قطعی خوف ہولناک ہی جسکا منشأ محض اُنکی جہالت ہی لہذا فرمایا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر آدمیون کے یعنی کافر لوگ جو ہر زمانہ مین کثرت سے ہوتے ہین اسکو نہین جانتے کہ اللہ تعالے ہی کی ملک وخلق تمام ہی اور اُسی کے قبضۂ قدرت مین مقہور و مجبور ہی- هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہی حیات دیتا اور وہی موت دیتا ہی پس ظاہری زندگی اگر مانگین تو اُسی سے نہ کسی بت وغیرہ سے جو خود مجبور ہی اور اگر موت آوے تو اُسی کی قدرت ہی جو ہرگز ٹل نہین سکتی اور جب تک وقت مقدر نہو تب تک کسی مہلکہ و بیماری و زہر سے موت نہین آتی ہی یہ سب اُسی کے اختیار مین ہی جیسے اسکو اُسی سے چاہو ویسے ہی حیات اصلی یعنے ایمان کی اُسی سے تمنا کرو اور موت اصلی یعنے کفر کی اُسی سے پناہ مانگو کیونکہ بے شک و بے شبہہ زندگی عارضی چند روزہ ہی- وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے یعنی خواہ مخواہ وہین جاؤگے لہذا اسپر ایمان واثق و جازم پر اعمال نیک کے ساتھ قائم رہو اسی کی توحید و طاعت کرو کہ سفر سے لوٹنا مبارک ہو اور کفر و شرک و بے ایمانی و بداعمالی سے بچو کہ اسکی سزا بہت سخت ہی اور ہوشیار ہو کہ مر کر زندہ کیے جاتے ہین تاکہ ثواب یا عذاب پاؤ تحقیق کیونکر شک ہو جبکہ وہی سبحانہ تعالے خالق مالک زندہ کرنے و موت دینے والا ہی پس جب چاہے بے انتہا مرتبہ تمکو جلاوے و مارے لہذا آخرت کا یقین کرو کہ وہان ہر ایک کو اسکا بدلا دینے کا حق تعالے نے حکم فرمایا ہی ف- وفی العرائس قولہ تعالے الا ان للہ ما فی السموات والارض الآیۃ- حادثات و ممکنات جملہ فیض الٰہی سے صادر اور اسکی قدرت مین مسخر اور مزید رحمت کے محتاج ہین سب سے اپنے بندون کے منھ موڑ کر اپنی طرف پھیرے کہ کوئی ذرہ بدون اسکی مشیت کے متحرک نہین تو اپنے کو اسی پر قربان کر کہ سب تیرے واسطے ہوا اور اسمین وعدۂ الٰہی برحق ہی کسی سچے کی امید نہین ٹوٹتی اور نہ طلب ضائع ہوتی ہی- بعض مشائخ نے فرمایا کہ محروم و نامراد وہ رہا جسنے اللہ تعالے کے سوائے کسی دوسرے کی طرف اپنے کسی مہم و مطلب و خواہش و امید مین رجوع کیا حالانکہ اللہ تعالے ہی کا ہی جو کچھ اسکے سوائے ہی سو جب سب اسی کا ہی تو جسنے اسمین سے بعض کو بعض سے مانگا تو راہ بھولا- قولہ تعالے الا ان وعد اللہ حق- اسکی درگاہ مین التجا کرنے والا محروم نہین بلکہ اپنی مراد کی انتہا کو پہونچ جاتا ہی- قولہ تعالے ہو یحیی و یمیت الآیۃ- زندہ وہ ہی جو اسی حی القیوم سے زندہ ہی ورنہ ہر ایک مردہ ہی اگرچہ عکسی تصویرون کیطرح خیالات مین زندہ معلوم ہون- اور اسمین بیان ہی کہ جو اسکی طرف رجوع لایا وہ حیات سے فائز ہوا اور نابود ہستی سے چھوٹا- اور جو اس سے پھر اُسنے نابود ہستی کو زندہ خیال کیا اور حقیقی حیات سے مردہ رہا کیونکہ اسکے سوائے کسی غیر مین حیات نہین ہی مگر جسکو اللہ تعالے حیات دے کیونکہ ہو یحیی و یمیت الخ پس عارفون کے دلون کو اپنی معرفت و مشاہدہ سے زندہ فرمایا اور زاہدون کے نفوس امارہ کو اپنی ہیبت کے انوار سے مردہ کر کے حیات طیبہ دیتا ہی پس ہر ایک کا مرجع وہی ہی لہذا قال والیہ ترجعون- بعض مشائخ نے کہا کہ نفوس کو موت دیکر قلوب کو زندہ فرماتا ہی اور جن مخلوقات کے نفوس زندہ کرتا ہی انکے قلوب مردہ فرماتا ہی پس گروہ اول تو ہر حال مین اسی کی طرف رجوع لاتے ہین اور گروہ دوم اس سے بھٹک کر غیر کی طرف جو مردہ فانی ہی دوڑے جاتے ہین- بعض نے کہا کہ انوار تجلیات و مشاہدات سے قلوب زندہ فرماتا ہی اور شہوات و فانیات دور کر کے نفوس کو مردہ کرتا ہی- نصر آبادی رح نے کہا کہ ارواح کو مشاہدہ و تجلی مین جلاتا اور نفوس کو پردہ و حجاب کر کے مارتا ہی- قال المترجم- بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ ولکن اکثرہم لا یعلمون- قدرت تامہ الٰہی کو اکثر آدمی یعنے کفار نہین جانتے

کیونکہ قصور عقل سے یہ لوگ خالی حیات دنیاوی ہی کو سمجھتے ہیں تو لہو بھی دہیت - اﷲتعالےٰ دنیا میں زندہ کرتا اور مارتا ہی تو وہ عقبیٰ میں ضرور اس پر قادر ہی کیونکہ وہ پاک خالق عزوجل ہی کبھی اسکی قدرت کو زوال نہیں اور مر کر یا حشر میں اسی کی طرف سب کا مرجع ہی - جب یہ امر محقق ہی تو ایمان سے بھٹکنا بیوجہ ہوا اور یہ خطرات شیطانی جو آدمی پر طاری ہوتے ہیں انکے واسطے حق تعالیٰ عزوجل نے کتاب مجید و رسول حمید صلے اﷲ علیہ وسلم بھیجا جس سے قلب صاف ہو کر وساوس سے بچے کما قال تعالیٰ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ ۵

اے لوگو تمکو آئی ہی نصیحت تمہارے رب سے اور چنگے کرنے جیون کے روگ

وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ○

اور راہ سوجھانے اور مہربانی یقین لانیوالوں کو

دلائل توحید کے بعد اب دلائل رسالت وطرق ہدایت کو شروع فرمایا - بقولہ تعالےٰ - يَا أَيُّهَا النَّاسُ مراد عام لوگ ہیں کما اختارہ ابن جریر رح یا خاص اہل مکہ ہیں کما اختارہ المفسر رح اور یہی اوجہ ہی کیونکہ سورہ مکیہ ہی اور ابتدائی خطاب انھیں کو ہی ولیکن اسمیں اتفاق ہی کہ شمول خطاب میں عموماً قیامت تک سب داخل ہیں - المعنی اے اہل مکہ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ البتہ آگئی تمہارے پاس موعظت تمہارے رب کی طرف سے - موعظت وعظ در اصل انجام کار کی نصیحت ہی خواہ رغبت دلانے کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر اور خلاصہ اسکا نصیحت ایسی کہ اسوقت سے لیکر انجام کار تک بھلائی چاہی جاوے - اور بعض نے کہا کہ وعظ ایسے زجر کو کہتے ہیں جسمیں خوف دلانا ملا ہو اور خلیل رح نے کہا کہ بھلائی کی نصیحت جس سے دل پسیجے - اور مِنْ رَبِّكُمْ میں مِن ابتدائیہ ہی یعنی رب واحد لاشریک قادر ذوالجلال کی طرف تمہارے نیک انجام و بھلائی حال کے واسطے پوری موعظت آگئی اور وہ قرآن مجید ہی کہ جسنے اسکو نظر عبرت و نصیحت سے پڑھا اور سمجھا اسکو سچی ہدایت ملی کہ اپنے نفع و ضرر حال و مال سے آگاہ ہوا پس یہ کتاب موعظت ہی - وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ اور شفاء ہی ان سب بیماریوں سے جو سینہ میں ہوتی ہیں یا مراد قلب ہی کہ اسی کا بناؤ بگاڑ معتبر ہی اور اسی کو اکثر علماء نے اختیار کیا یعنی قلب کی بیماریوں کے لیے شفاء ہی کہ اس سے دل مردہ و بیمار اچھا ہو جاتا ہی اور ظاہری جسم کی بیماری سے قلب کی بیماری نہایت مہلک ہی اور مؤید اول حدیث ابو سعید خدری رض ہی کہ ایک نے رسول اﷲ صلعم سے اپنے سینہ کی بیماری ظاہر کی تو حکم دیا کہ قرآن پڑھے کہ وہ شفاء لما فی الصدور ہی اخرجہ ابن المنذر و ابن مردویہ - اور دوسرے کو درد حلق کی یہی دوا مع شہد بتلائی کما اخرجہ البیہقی فی شعب عن واثلۃ بن الاسقع رض اور شفاء در اصل مصدر ہی پس قرآن کو ہدیٰ و شفاء و رحمۃ بطریق مبالغہ فرمایا - وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ اور ہدایت و رحمت ہی مومنوں کےلیے - یعنی درحقیقت شفاء و ہدیٰ و رحمت قرآن کے ذاتی اوصاف ہیں لیکن نفع پانے میں مومنین ہی مخصوص ہوئے کیونکہ وہی بفضل الٰہی یہ خزانہ ہاے نعمت الٰہیہ کو خوب جمع کرتے ہیں - قال البیضاوی رح حاصل یہ کہ تمہارے پاس ایسی کتاب آگئی جو حکمت نظری و عملی دونوں کی جامع ہی اسی واسطے اسکو تعظیمی تنکیر سے بیان فرمایا پس اسمیں نیک اعمال و انکی طرف رغبت دلانے کی چیزیں اور بداعمال و انسے باز رہنے کی راہیں مذکور ہیں یہی حکمت عملیہ ہی اور ضرر سے امراض مانند شکوک و اعتقادات باطل کے شفاء ہی یہی حکمت نظریہ ہی پس مومنین ان کمالات سے آراستہ ہو کر ضلالت سے ہدایت کی طرف نجات پاگئے اور انکے سوائے جو منکر ہوئے وہ اپنی گمراہی میں اٹکلیں لگاتے رہگئے جنکا جہنم ٹھکانا ہی - کرخی رح نے کہا کہ

موعظت سے اشارہ ہی کہ ظاہری جسم کو جو بچا ہیے اس سے پاک کرنا سکھلاتا ہی اور یہی شریعت ہی اور شفاء باطنی بیماریون مانند بد اعتقادی
وغیرہ سے پاکی کی طرف اشارہ ہی اور یہی طریقت ہی اور ہدی ظہور نور حق باطن صدیقین مومنین کی طرف اشارہ ہی اور یہی حقیقت ہی اور
رحمت اس حد کمال تک پہونچنے کا اشارہ ہی کہ ناقص کو کامل کردے اور یہی نبوت ہی پس یہ مراتب اس آیت سے ثابت ہین انہین یہی
ترتیب واجب ہی۔ اقول فعلے ہذا شفاء مافی الصدور اور ہدی ورحمت ہونا مومنین کے لیے جنہین انبیاء بھی داخل ہونگے مخصوص ہوگا اور
موعظت یعنی شریعت کی اضافت کفار مکہ کی طرف مؤید قول شافعی رح ہی کہ شرع کفار پر بھی فرض ہی بدین معنی کہ اسکی موافقت نکرنے سے
انپر عذاب زیادہ ہوگا۔ فافہم فنادیٰ عز الشان ہین خطاب کی دو جہت کا اشارہ کیا ایک جہت عقوبت پس کفار پر بجہت انکار کے ثابت
ہی اور دوم جہت رحمت پس واقع مین مومنین مخصوص ہین چنانچہ آیت مین کہا کہ اسمین اپنے محبوب بندون کو الناس سے خطاب کیا
کیونکہ سوائے انکے اہل کفر و شرک وغیرہ درحقیقت الناس نہین بلکہ کالانعام بل ہم اضل ہین کیونکہ حقوق خالق و آداب مخلوق تو
درکنار رہے تو اپنے نیک و بد کو نہین پہچانتے ہین پھر ناس وہ کہ اپنے نفس سے ناسی ہو یعنے جسکو اپنا نفس فراموش ہو اور اسکو یہ بچا
اور حاصل یہ کہ پروردگار کی طرف سے کتاب پاک آئی جسمین موعظت ہی یعنے احکام عبودیت ہین اور شفاء یعنے انوار ربوبیت ہین
اور ہدی ہی یعنے اپنی ذات پاک کی تعریف فرمائی اس طرح سے کہ انوار صفات ظاہر فرمائے اور رحمت ہی یعنے مشاہدہ کے ابواب
کشادہ فرمائے۔ مترجم کہتا ہی کہ کلام شیخ کرخی رح سے اسکو ملاکر فوائد عجیبہ حاصل ہوتے ہین اور مزید بران شیخ رح نے لکھا کہ پھران
چارون خصال سے موعظت تو مریدون کے لیے ہی اور شفاء محبون کے لیے اور ہدی عارفون کے لیے اور رحمت اہل اشتیاق و انس
کے لیے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تفصیل لطیف ہی اور معنی یہ کہ اہل ارادت اس موعظت پر استقامت کرنے سے محبت و عرفان و انس
بینے توحید کے مراتب پر ترقی کرتے جاتے ہین اور ہر ایک اپنے مقام کا فیض اسی کلام پاک سے حاصل فرماتا ہی اور تحقیق یہ ہی کہ یہ مراتب
وسکے علوم ایک ہی آیت کریمہ سے ہر درجہ والے کو حاصل ہوتے ہین حتی کہ اہل کفر و جہالت کو نہایت آسان مثالون سے نصیحت فرمائی گئی
حالانکہ وہی کلام علوم دقیقہ اور مدارک عالیہ کو مشتمل ہی اور ہر ایک کے نفس مین خطرات مخفیہ اور وسوسات گمراہ کرنے والے جنسے وہ خود بھی
خبردار نہین ہوتا مگر بعد بد انجامی کے جسقدر مضر ہوتے ہین سب خالق عز و جل نے اپنی رحمت عامہ و فضل خاصہ سے مخلوق کو بتلا دیے
لہذا بعد اسکے گمراہی وہ اندھا پن لوگون کا شقاوت ازلیہ ہی اور کسی کو کوئی عذر بعد ارسال الرسل کے نہین رہا اور جو کچھ بطریق اشارہ و تنبیہ
یہان مذکور ہوا اس جہت سے کہ بیان و عبارت اس کلام پاک کی صفات ادا کرنے سے درحقیقت محض عاجز ہی ولیکن جہان تک ممکن ہی یہی
غایہ ہی کہ کچھ اشارت و تنبیہ ہو پس غور کرکے اس سے متنبہ ہونا چاہیے کہ سبحان اللہ تعالے شانہ اسکا کلام پاک بے شک اعجاز ہی کیونکہ یہ
امور کسی بشر کی طاقت مین نہین ہین اور یہان سے سمجھے واضح ہو جائیگا کہ اعجاز قرآن مجید کا مسئلہ نہایت ہی واضح و بہت ہی ٹھیک ہی
ولیکن علماء متکلمین اس بحث مین اندھے معاندین کو پورے طور پر سمجھانے سے عاجز رہے کیونکہ عبارت بیان بالکل قاصر ہی فتدبر واللہ یہدی
من یشاء الے صراط مستقیم۔ پھر شیخ نے دوسرے نکتہ کی طرف اشارہ کیا کہ نیز موعظت ہی نفوس کے لیے جو اپنی جبلت سے شہوات و دور
باطل و بد انجامی امور کی طرف راغب ہوتے ہین اور شفاء ہی قلوب کے لیے یعنے پہلے نفس کو احکام حقہ کی قید سے راہ پر لایا گیا تب قلوب
کو شفاء حاصل ہوئی پھر ہدی ہی ارواح کے لیے اور رحمت ہی اشباح کے واسطے یہی تکمیل ہی۔ اور نیز یہ موعظت تو مقام بشریت ہی اور
شفاء مقام وصلت ہی اور ہدی مقام معرفت ہی اور رحمت مقام مخاطبت ہی۔ موعظت تو عظمت سے صادر ہوئی اور شفاء کا صدور

سن انجمال سے اور ہدی کا صدور علین قدم ولقاء سے ہے اور رہا وصف رحمت تو اسمین یہ تفصیل ہے کہ عموم کی رحمت تو افعال سے صادر
ہوئی اور رحمت خصوص کا صدور صفات سے ہے اور خاص الخاص بندون کی رحمت کا صدور ذات سے ہے - اور نیز موعظت تو انکے لیے
ہو جو بھگوڑے غلام کی طرح حضور سے غافل وبیراہ ہین اور شفاء ان بندون کے لیے ہو جو محبت کے بیمار ہین اور ہدی انکے واسطے
جو دل وجان سے اُسی کی جستجو مین ہین - اور رحمت ہو واصلین کے واسطے - پس موعظت سے شروع کیا کہ مریض محبت کو پاکیزہ کیا جاے
کیونکہ یہ موعظت ہو جسکی دوائین حکمت بالغہ الٰہیہ قدیمہ سے ترکیب دی ہوئی اس حسن کمالیہ پر ہین کہ تمام شہوات کا مادہ اس سے زائل
ہو جاتا ہے پس اہل محبت کے بشری عوارض سے اسکے اسرار باطنی واسطے انوار محبت کے پاکیزہ ہو جاتے ہین قال المترجم اس سے یہ
ثابت ہوا کہ بدون استقامت شریعت کے کوئی کمال جو اس سے اوپر ہو مانند طریقت یا حقیقت کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور یہی
جملہ اولیاء الٰہی رحمہم اللہ تعالے کے کلام مین مصرح ہے فاحفظہ ثم قال الشیخ رح پھر جب وہ اس معجون موعظت سے پاکیزہ ہو کر محبت کا
بیمار ہوا اور زہے نصیب اسکے جسکو یہ بیماری جو کروڑ صحت معروف سے افضل ہے بلکہ صحت معروف تو موت ہے اور یہ بیماری محبت الٰہی
حیات ہے پس جب وہ اس محبت کی بیماری سے سرفراز ہوا تو الطاف حضرت خلاق العلیم سے اسکو شفاء کا شربت پلایا گیا اور حق تعالے
نے خطاب پاک سے بیماران جذب محبت وشوق کے سینہ کمال لطف سے شاد فرماتا اور شفاء دیتا ہے ع بعدہ تک المبارک زال ذلی
فی لقیاک نجل سے شفائی + پھر جب صحت پائی تو اپنی طرف ہدایت فرمائی - اللہ اکبر اللہ اکبر زہے نصیب جسکو یہ حاصل ہو پھر جب صحت
مین سبب حدوث سے بے چین ہوا تو اسکو رحمت عطا فرمائی یعنے باران رحمت سے اس مریض کو بعد صحت کے نہلا دیا کہ مرض وامتحان کے
میل کچیل سے صاف ستھرا ہو گیا - قال المترجم سدد الشیخ رحمہ اللہ لطیف اشارات مین یہان دلالت فرمائی اگرچہ کلام باری تعالے
معجز تام ہے اور کمال واضح کیونکہ مقصود آخری اسکی تعمیل مین حاصل ہے ولیکن انشراح صدور اہل ایمان اور انکے خوش ونہال ہو جانے
کے لیے ان اشارات عالیہ مین سے بعض کی طرف دلالت کرنی اصلی غرض ہے کہ پہلے ہی سے یہ نشان کھلا دے ولیکن عبارت کو اسکے
اداء وبیان کی مجال نہیں تو ناچار یہ بھی اشارات ہی اشارات رہے بلکہ در واقع اظہر سے اخفی کی طرف میلان ہوا تاکہ جو قلوب دور رہ گئے
مین انکو چونکہ اخفی سے بسبب ابعد ہونے کے مناسبت ہے کچھ سمجھ جاوین ورنہ در اصل کلام الٰہی خود واضح ہے کما قال عز من قائل ولقد
یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر - اور معلوم ہے کہ تفاسیر ضرور لکھے جاتے ہین پس وجہ اسکی یہی ہے اور بعینہ اسمین یہی ہے جو مترجم نے اشارہ
کیا فاحفظہ فانہ سانح عزیز واللہ تعالے اعلم بالصواب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم - ابن عطاء رح نے کہا کہ موعظت برائے
نفوس اور شفاء برائے قلوب اور ہدی برائے اسرار ہے اور رحمت اسکے لیے جسمین یہ اوصاف ہون جعفر رح نے کہا کہ شفاء یعنی اسرار
کے لیے راحت ہے - جعفر رح نے کہا کہ بعض کے لیے شفاء معرفت وصفا ہے اور بعض کے لیے شفاء نسیم رضا اور بعض کے لیے شفاء
توبہ ووفا اور بعض کے لیے شفاء مشاہدہ ولقاء ہے - استاد رح نے کہا کہ موعظت تو سب کے لیے ہے ولیکن مانند کفار وغیرہ کے بعض
اقوام وہ ہین جنمین موعظت اثر نہیں کرتی ہے اور دوسرون مین نفع بخشتی ہے پس جسنے اپنے دل کے کان اس نصیحت کی طرف جھکائے اسکے
دل مین تو یقین کھل جاتا ہے اور جو اس طرف ظاہر مین متوجہ اور باطن مین غائب ہے وہ ہمیشہ اسکے نور سے محجوب ہے - بعض کا قول ہے کہ
موعظت ان لوگون کے لیے ہے جو غائب ہین تاکہ حضوری مین حاضر ہون اور شفاء خاص بندون کے لیے اور ہدی خاص الخاص کے
اور رحمت جملہ واصلین کے واسطے کہ اسی رحمت سے انکو وصول ہوا - بعض مشائخ کا قول ہے کہ قرآن مانند موعظت کے شفاء بھی

ہر ایک کے لیے ہی لیکن ہر ایک کو اپنی لیاقت کے موافق نصیبہ ملتا ہی پس گنہگارون کو موعظت سے انتفاع ہوا تو رحمت حاصل ہونے
سے شفار حاصل ہوئی کیونکہ گناہ کی سخت بیماری جاتی رہی اور راہ پر آگئے وعلی ہذا اہل خباثت کے لیے وجود نعمت سے شفار ہی اور
بیمار قلوب کے لیے وجود قرب سے اور اہل وجد کے لیے وجود حقیقت سے شفار ہی - بعض نے کہا کہ گنہگارون کی شفار تو نجات ہی اور
مطیعین کی حصول درجات اور اسیطرح ہر ایک کو اپنے مرتبہ کے موافق شفار عطا ہوتی ہی - وقال المترجم یہ قول گویا اشارت ہی
کہ کوئی بندہ معرفت الٰہی مین سب طرح سے بدرجہ کمال نہین پہونچ سکتا حتی کہ جو دیدار عیانی مثلاً قیامت مین موعود ہی اسوقت حاصل
نہین اور ایسے ہی احاطہ وہان بھی منتفی لہذا اعتراف عدم معرفت بحضور عظمت وکبریار الٰہی جل سلطانہ اسکے بندۂ خاص الخاص بلکہ
اخص وافضل مخلوقات سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے صحاح مین مروی ومعروف ہی پس کوئی شخص ایسا نہین ہو سکتا جو شفار
ورحمت کا محتاج نہو - فافہم - قال الشیخ - پھر نعمت کو تمام کیا جبکہ بندون کو نصیحت وموعظت وشفار ورحمت سے
ہدایت فرمائی کہ کسی علت وسبب پر یا اپنی عبادت وطاعت پر نظر نہ کرو اور ازلی فضل وعنایت پر نظر کر کے انعامات متواترہ
پر کامل شکریہ ادا کرو - لقولہ تعالیٰ -

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کہ اللہ کے فضل سے اور اُسکی مہر سے سو اسی پر چاہیئے خوشی کرین یہ بہتر ہی اُن چیزون سے جو سمیٹتے ہین

واضح ہو کہ بفضل اللہ مین بار جارہ متعلق ایسے فعل سے ہی جسکی فلیفرحوا تفسیر کرتا ہی - اور بذلک اسم اشارہ ہی بمنزلہ
ضمیر کے آیا پس تقدیر کلام یہ ہی قل فلیفرحوا بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا - اور ہو سکتا ہی کہ فلیفرحوا اس فعل محذوف
پر دلالت کرنے والا قرار دیا جاوے اور مانند آنکہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا فبذلک فلیفرحوا لفضل اللہ وبرحمتہ فلیعتنوا فبذلک
کیونکہ فرحت جس چیز سے ہو آدمی اسکی جانب زیادہ اہتمام کرتا ہی - فلیعتنوا - یعنے چاہیئے کہ اسیر اعتنار کرو اور اہتمام کرو -
رہا یہ کہ تکرار کا فائدہ کیا ہی تو کہا گیا کہ ایجاب کے بعد تاکید وبیان ہوا اور فضل ورحمت کے ساتھ اختصاص فرح کا ایجاب
ہو - یعنے فرح اسی پر ہونا چاہیئے بلکہ واجب ہی یا جار مجرور متعلق ہی - قولہ تعالیٰ جارکم سے اور ذلک اشارہ ہی اسکے مصدر
کی طرف اسے بمجیہما فلیفرحوا - اور فار بمعنی شرط ہی - یعنے اگر وے لوگ کسی سے فرحت پاوین تو چاہیئے کہ انھین سے فرحت مین پاوین
یا ربط بما قبل کے لیے تاکہ دلالت کرے کہ ایسی کتاب جامع اوصاف کا آنا موجب فرحت ہی اور تکرار مفید تاکید ہی اور یعقوب
رحمہ اللہ کی قرارت مین فلتفرحوا بتا فوقانیہ ہی اور مرفوع قرارۃ بھی اسطرح مروی ہی اور شاذ قرارۃ مین فافرحوا اسکا مؤید
ہی - ابن جنی رح نے کہا کہ قرارۃ بالتا وابنی اصل پر ہی کیونکہ اصل امر یہ کہ اپنے حروف کے ساتھ ہو پس افرحوا در اصل فلتفرحوا تھا جیسے صیغہ غائب
مین ہوتا ہی ولیکن بسبب کثرت کے حذف کر کے اوزہ اسکے مانند کیا گیا - اگر کہا جاوے کہ تقدیم ظرف سے کیا فائدہ ہی جواب یہ کہ اختصاص
فرحت کا ان دونون سے ثابت ہو کیونکہ فرحت بطریق اترانے وغیرہ کے مذموم ہی - کما فی قولہ لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین - اگر کہا جاوے
کہ قولہ فرحین بما آتاہم اللہ الآیۃ مین جو کچھ اللہ تعالےٰ نے انکو دیا اسپر فرح مذکور ہی تو اختصاص کیونکر ہوا جواب اول یہ کہ انکا فرح عالم آخرت
کا ہی اسپر دنیاوی زندگی کو قیاس نہین کر سکتے - دوم یہ کہ وہ بھی فرح بفضل ورحمت الٰہی ہی - سوم یہ کہ ان جزون کا فرح کے ساتھ اختصاص مراد ہی
پس فرح اور وجہ سے ہونا ضرور نہین ہی اور حاصل یہ کہ اختصاص از جانب فضل بفرح ہی نہ برعکس - اور یہ جواب ضعیف ہی چنانچہ تفسیر سے

معلوم کردکہ فرمایا - قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ تو کہدے کہ خوش و فرحت مین ہوجاؤ اللہ تعالے کے فضل و رحمت سے یعنی ہر چیز
و ہر امر جہان کہین جب کبھی ایسا ہو کہ وہ اللہ تعالے کا فضل و اسکی رحمت ہی تو اسپر فرحت ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید و رسول حمید جو آیا
وہ نہایت بڑا فضل الٰہی ہی اسپر کمال فرحت چاہیے برخلاف اسکے کفار و مشرکین اسلئے منھ موڑتے اور بغض و عداوت کرتے تھے اور دنیاوی
مال و متاع پر جو اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہی خوش ہوتے تھے تو انکو فہمایش و تنبیہ کی کہ دیکھو یہ فضل الٰہی ہی جسپر فرحت ہوتی ہی
فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا پس اسی کے ساتھ تم کو فرحت والا ہونا چاہیے - ابن عباس سے مروی ہی کہ فضل اللہ تعالے قرآن ہی اور رحمت
الٰہی دین اسلام ہی - حسن و ضحاک و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ فضل تو ایمان اور رحمت قرآن ہی - انس رضہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ فضل الٰہی قرآن ہی اور رحمت اسکی یہ کہ تمکو اسکے لوگون مین سے کر دیا - رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ اور مانند اسکے جماعت تابعین
سے روایات آئی ہین اور مقصود یہی معلوم ہوتا ہی کہ فرحت عموم فضل الٰہی و اسکی رحمت پر چاہیے جنمین سے اعلی و اولی قرآن مجید و
دین اسلام ہی یعنے دنیاوی متاع حقیر و حیات فانیہ پر فرحت نہین چاہیے - هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اے ذلک خیر الخ - یہ فضل و رحمت
الٰہی بہتر ہی اس چیز سے جسکو مشرکین جمع کرتے ہین یعنی اموال دنیاویہ جو بلے شک معرض زوال مین ہین - اور ابن عامر نے تجمعون بخطاب
پڑھا یعنی آنکہ مومن اسپر فرحت کرتے ہین اور یہ اس سے بہتر ہی جسکو اے کافرو تم جمع کرتے ہو - خیر اگرچہ اسم تفضیل ہی لیکن یہان معنی
تفضیلی مراد نہین تاکہ اموال دنیاویہ کا خوب ہونا لازم آوے اور فضل و رحمت الٰہی کی یہ نسبت بہت خوب ہو - بعض نے کہا کہ نعم المال الصالح
الحدیث سے مال حلال کا خوب ہونا بھی ثابت ہی تو اسم تفضیل اپنے معنی تفضیلی پر ہوگا اور حق وہی قول اول ہی کیونکہ مرجع مال صالح کا
مرد صالح کی قید سے جو حدیث مین خود مذکور ہی ثواب الٰہی کی طرف ہی تو اموال فی نفسہ کچھ نہین بلکہ بھلائی انمین بنظر حصول ثواب ہی کہ
بندہ صالح اسکو خیرات وغیرہ کرکے فضل الٰہی حاصل کرتا ہی اور فرحت بھی مخصوص بفضل و رحمت الٰہی ہی اور ایمان پر فرحت ہونا اور
روزہ دار کو موافق حدیث کے روزہ کھولنے کے وقت فرحت ہونا اور قبول توبہ سے اور مانند اسکے جو فرحتین ثابت ہین وہ بمرجع فضل و
رحمت ہین حتی کہ بدون اس نظر و نیت کے فرحت باطل ہی فافہم - آیت مین دلیل ہی کہ جو فرحت بنظر مرجع فضل یا رحمت الٰہی نہو وہ باطل ہی
کیونکہ جب انہین سے اختصاص ہوا تو اور جگہ باطل ہوگی - حطام دنیاوی و اموال وغیرہ پر فرحت بنظر دنیاوی شیوۂ اہل کفر ہی اور استمتاع
مباح بنظر آنکہ اختلال حواس وغیرہ سے حفظ صحت ہو تاکہ عبادت و طاعات مین تقویت رہے مباح فرحت اسی نظر سے ہی ورنہ باطل ہی
اور یہ نہین کہ ہر ایسی چیز جسکا کچھ انجام محمود نہو وہ حرام ہو کیونکہ کھاکر فنا کرنا اور پہنکر پھاڑ ڈالنا وغیرہ حدیث سے بدینمعنی باطل ثابت ہین
اگرچہ فی الجملہ اباحت ہی فافہم - خراج عراق کو دیکھکر عمر رضہ نے قولہ قل بفضل اللہ و برحمتہ الآیۃ پڑھی تو آپ کے آزاد کیے ہوے غلام نے
بھی کہا کہ واللہ یہ فضل و رحمت الٰہی ہی فرمایا کہ تو جھوٹ بولا بلکہ یہ تو مما یجمعون مین سے ہی - ہذا الاثر رواہ ابن ابی حاتم و الطبرانی - عمر رضہ کی
مراد یہ تھی کہ ان سب اموال سے جسکو لوگ جمع کرتے ہین فضل و رحمت الٰہی خوب ہی یا یہ کہ فضل الٰہی اہل اسلام پر ظاہر ہوا کہ کفار و کلمہ کفر
مقہور ہوا کیونکہ کفار جسکو دل و جان سے جمع کرتے ہین وہ اہل خیرات کے پاس آیا جس سے وے فضل حاصل کرنے مین قدرت پاوین فافہم
بالجملہ امور ایسے بہت ہین کہ انمین خالی دلی نیت سے زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہی چنانچہ کفار کی نیت اموال جمع کرنا محض باطل ہی اور
مومن کی نیت اصلاح عاقبت وہ بہتر ہی اور یہ حسن نیت حصۂ مومن ہی لہذا مومن کی نیت کا اسکے کام سے بہتر ہونا حدیث مین آیا ہی - ف
فی العرائس قولہ قل بفضل اللہ الخ ازل مین اہل ایمان کو ولایت و مشاہدہ کے لیے چھانٹ لیا پس مشاہدہ فضل ہی اور خطاب رحمت

اور انکی کچھ انتہا نہیں ہے لیکن اول فضل ورحمت ازلی ہے پھر انہایہ ابدی ہے اور درحقیقت ایکسا ہی چلی جاتی ہے کبھی اسکو تغیر نہیں ہے کیونکہ مثل دنیا کے یا زندگی کے انقطاع ہوتا تو کمال نہ تھا اور جب انقطاع نہیں تو اسپر فرحت و سرور لازم ہے اور اسپر دیدار حق تعالےٰ کی زیادتی لانہایہ دبے کیف وکمال سرور ہے۔ اسمین اشارت ہے کہ مجاہدہ سے جمع کرنے کی نسبت مراقبہ افضل ہے کیونکہ کثرت مشقت مجاہدہ مین نظر مراقبہ غیب سے فی الجملہ غفلت ہوتی ہے اور مراقبہ کا حاصل خزائن معرفت ہین لہذا ثابت ہوا کہ ایک ساعت صفات الٰہیہ مین فکر کرنا تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ وفی حدیث تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیاءہا۔ رات مین ایک دم علم کی مدارست تمام رات عبادت سے بہتر ہے اور شبلی رح نے اپنی ایسی حالت مین اسی مضمون کا شعر کہا ہے۔ پھر شیخ رح نے فضل ورحمت کے انواع ظہور کو بیان کیا کہ فضل اختیار ولایت ہے یعنے بندے کو ازل مین ولی کرنے کے لیے پسند کر دیا۔ ورحمت حفظ از قہریات مطرودہ ہے۔ فضل وصال ہے اور رحمت حفظ از لعنت فضل عنایت ہے اور رحمت کفایت۔ فضل معرفت ذاتہ ہے اور رحمت کشف صفات۔ فضل عطاے محبت ہے اور رحمت جذب ارواح اور مریدون پر کشف انوار آیات ورعایت ادب ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے فضل ورحمت کی تخصیص سے تمام مخلوق کو مایوس کر دیا کہ کسی کو اپنی ذات سے کچھ نہین ہے۔ بعض نے کہا کہ فضل الٰہی احسان ازلی ہے اور رحمت ایجاد از عدم ہے پس ہدایت وایمان نتیجہ فضل ورحمت ہے۔ قال المترجم بذریعہ قرآن مجید ورسول حمید صلے اللہ علیہ وسلم کے فافہم۔ جعفر رح نے کہا کہ معرفت فضل اور توفیق رحمت ہے۔ بعض نے کہا کہ ثواب وکرم ہے۔ جنید رح نے کہا کہ ابتدا مین فضل وانتہا مین رحمت ہے۔ کتانی رح نے کہا کہ نعمتہاے ظاہرہ وباطنہ ہین کما فی قولہ اسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ۔ شیخ فضل رح نے کہا کہ فضل اللہ تعالےٰ اسلام ہے اور رحمت اسکی اتباع سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے اجتناب از بدعات ہے۔ ذو النون رح نے کہا کہ حصول جنت وپناہ از دوزخ ہے۔ عمرو بن عثمان رح نے کہا کہ فضل الٰہی حجاب اٹھا دینا اور رحمت اسکی دیدار ہے۔ بعض نے کہا کہ فضل دوام توفیق اور رحمت تمام تحقیق ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے کفار کی نظر اموال جمع کرنے مین اور انکے درمیان خلاف رضاے حق تصرف کرنے مین مع دیگر قبیح اعمال کفر و مذموم نیات کے بیان فرمائین۔ بقولہ تعالےٰ۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے جو اُتاری تمہارے واسطے روزی پھر تمنے ٹھہرالی اسمین سے کوئی حلال اور کوئی حرام کہہ اللہ نے حکم دیا تمکو

اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

یا اللہ پر جھوٹھ باندھتے ہو اور کیا اٹکلے ہین جھوٹھ باندھنے والے اللہ پر قیامت کے دن کو

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگون پر لیکن بہت لوگ حق نہین مانتے

ع ۶ / ۱۱

قُلْ اَرَءَيْتُمْ تو کہدے کہ تمھین معلوم تو ہے مجھے خبر دو کہ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ تعالےٰ نے اُتارا تمہارے لیے رزق۔ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا سو بنایا تم نے اسمین سے حرام وحلال۔ قال البیضاوی رح آیت مین رزق کو اُتارا ہوا قرار دیا کیونکہ وہ آسمان مین مقدر ہے اور آسمانی اسباب مانند مینھ وغیرہ سے حاصل ہوجاتا ہے۔ اور ما موضع نصب مین معمول انزل یا ارأیتم کا ہے کیونکہ ارأیتم بمعنی اخبرونی ہے اور حرف لکم دلالت کرتا ہے کہ مراد رزق سے حلال رزق ہے کیونکہ وہی نفع کے لیے

ہوتا ہے اور اسی واسطے فجعلتم مین توبیخ کو منہ سے قرار دیا یعنے من تبعیضیہ سے پس مراد یہ کہ تم نے رزق مین سے حلال کو اپنی شرع سے پھر دو ٹکڑے کر کے اسمین سے بعض کو حرام کر دیا کما فی قولہ وقالوا ہذہ انعام وحرث حجر الآیۃ اور قولہ ما فی بطون ہذہ الانعام خالصۃ لذکورنا ومحرم علی ازواجنا الآیۃ۔ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ اے محمد تو کہدے کہ کیا اللہ تعالےٰ نے تمکو اسکی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالےٰ پر افترا باندھتے ہو یعنی اللہ تعالےٰ پر تم قطعًا افترا باندھتے ہو اور یہ نہایت سخت گناہ ہے۔ کما قال۔ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور کیا گمان ہے ان لوگون کا جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ افترا باندھتے ہین قیامت کے روز یعنی ایسے مفترون کا گمان اپنے حق مین قیامت کے روز کیا ہے بھلا کیا یہ خیال باندھتے ہین کہ سزا نہ پاوینگے نہین بلکہ ایک سزا پاوینگے ایسی بڑی سزا کہ خوب سمجھین بیان کی حاجت نہین ہے پس موعود وعید کو مبہم رکھنا بڑے سخت ہونے کی دلیل ہے جیسے اردو محاورہ مین کہین دیکھ تجھے کیسی سزا ملتی ہے۔ اور ما بمعنی اے شئی ہے منصوب بظن بدلیل قرأۃ شاذۃ ظن الذین بلفظ ماضی بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے۔ قال البیضاوی رح اور جائز ہے کہ قولہ اللہ اذن لکم متصل ارأیتم ہو۔ اور قل کی تکرار تاکیدی ہو۔ اور جائز ہے کہ ارأیتم ما۔ استفہام انکاری ہو۔ ام منقطعہ بمعنی بل ہو۔ قال المترجم کشاف نے یہی اختیار کیا ولیکن اول اولے واظہر ہے۔ قال الحافظ رح اور ابن عباس ومجاہد وضحاک وقتادہ وعبد الرحمٰن بن زید وغیرہم نے کہا کہ بحیرہ وسائبہ وغیرہ جنکو مشرکین طرح طرح کی جاہلانہ تشریع سے اپنے اوپر حرام کرتے تھے انپر انکار کے لیے یہ آیات ہین (تاکہ جب تشریع الٰہی کے حق ہونے کا اقرار کرین اور اسی کی تحلیل وتحریم کو صحیح دیکھین اور اپنی خود رائی چھوڑین تو راہ راست پر آوین) اور مالک بن نضلہ رض سے روایت ہے کہ مین شکستہ حالت بنا ہوا آیا تو آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے مین نے کہا کہ اونٹ گھوڑے بکریان غلام باندیان سب قسم کا مال ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے تجھے دیا تو محبوب ہے کہ تجھپر اُسکا اثر دیکھے یعنے یہ بخل وبدہیات چھوڑ دے پھر فرمایا کہ بھلا تیرے اونٹ بدن سے درست بچہ جنتے ہین اور تو استرہ اُٹھا کر انکے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو بحیرہ ہے اور کھال پھاڑ کر کہتا ہے کہ یہ صرم ہے پس انکو اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر حرام کر لیتا ہے مین نے کہا کہ جی ہان ایسا تو کرتا ہون الی آخر الحدیث یعنی اچھی نصیحت سے یہ طریقہ باطل اسکے دل سے دور کیا جیسا کہ سورہ انعام مین گزر چکا والحدیث قد رواہ احمد باسانید جیاد قویۃ۔ پس اللہ تعالےٰ نے ہر ایسے شخص پر انکار کیا جو بدون دلیل ومستند کے محض رائے وخواہش سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرتا ہے۔ والحاصل علی ما قال الرازی وغیرہ۔ تم لوگ جن چیزون پر حلت یا حرمت کا حکم لگاتے ہو تو خالی رائے وخواہش سے ہے یا نہین پس اگر محض رائے ہے تو جسکو ذرا بھی عقل ہے اسکو ٹھیک نہین سمجھتا اسلیے کہ رائے وخواہش سے پسند یا نہین پسند کر سکتا ہے اور رہا حلال ہونا کہ اسپر آخرت مین ثواب ہوگا یا مواخذہ نہوگا اور ایسے حرام کہ اسپر آخرت مین عذاب ہوگا تو ایسا حلال وحرام کبھی نہین معلوم ہو سکتا سوائے اس طریقہ کے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے معلوم ہو اور یہ طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے رسول پر وحی سے حکم الٰہی دریافت ہو جیسا کہ حق تعالےٰ نے ابتدائے آدم علیہ السلام سے برابر انبیاء علیہم السلام بھیجے ہین پس ہمتن اسی کی پیروی ضرور ہے لہذا فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے بندون پر چنانچہ پیدا کر کے عقل دی اور رسل ع بھیجکر ہدایت کی اور کتابین نازل فرما کر حلال وحرام وفرض وسنت ومکروہ وممنوع سب کی راہ بتائی کہ معرفت توحید خالق عز وجل سے ثواب جنت حاصل کرین پس انپر بے انتہا شکر واجب ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے۔ قال ابن جریر رح اللہ تعالےٰ لوگون پر فضل والا ہے کہ دنیا مین انپر عذاب

کرتے مین تعجیل نہین فرمائی۔ وقال الحافظ رح مین کہتا ہون کہ بڑا فضل کیا کہ دنیا مین انکے لیے مخلوقات کے منافع مباح کر دیے اور حرام وہی کیے جو انکے دین یا دنیا مین انکو مضر ہین اگرچہ اپنے زعم مین اچھا سمجھین ولیکن بہتیرے اسکے عوض ناشکری کرکے شرک وکفر کرتے اور اپنی رائے وخواہش سے حرام حلال بناتے ہین۔ قال الکرخی رح یہ نہایت کافی زجر ہی ہر ایسے شخص کو جو دین مین اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بغیر مضبوط دلیل پہچاننے کے حرام یا حلال وغیرہ کا حکم لگا دے جیسے اس زمانہ کے بعضے فقیہ ہین انتہی ترجمۃ کلامہ۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ کرخی رح نے اپنے زمانہ والون پر افسوس کیا تو مترجم اپنے زمانہ والون پر اگر صد افسوس کرے تو کم ہی کیونکہ ان لوگون نے کلام الٰہی وحدیث سے بالکل ہاتھ اُٹھا کر محض تقلید پر مدار کر لیا بلکہ سخت واجب قرار دیا حالانکہ انکو مجتہد ہونے کی لیاقت نہین تو مجتہد کے قول کے دلائل دیکھ لینے کی لیاقت ہو ورنہ اپنے نفس کے خطرات واصلاح کی خاک سمجھ ہوگی بلکہ اسی وجہ سے خالی اعمال جوارح پر مغرور ہو کر اصلاح قلب سے محض بے بہرہ ہوتے ہین حتی کہ شیطان کے خطرات سے دین برباد کرنے مین ساعی ہو جاتے ہین۔ نعوذ باللہ تعالیٰ انپر فرض ہی کہ جدال چھوڑ کر ائمہ مجتہدین وسلف صالحین کیطرح اعمال جوارح سے ہر وقت ذخیرۂ ثواب جمع کرین اور اصل اصول اصلاح قلب وافعال قلبی کی نگہداشت کرین تاکہ علماء ربانی ہون عوام کو جنت ودوزخ کی طمع وخوف ہی سے اور اپنے کو توحید ومحبت الٰہی کے جوش سے قبر تک جو دروازۂ آخرت ہی با ایمان صحیح سلامت لیجاوین اللھم وفقنا للاخرۃ ولا تجعلنا للدنیا وانفسنا خاسرین۔ حافظ رح نے لکھا کہ ایسی خود رائی مین بہت لوگ پڑ گئے بس مشرکین تو معلوم کہ اپنے واسطے انھون کیا کیا شرعیتین بنائین اور کتاب والون مین سے جیسے یہود ونصاری کہ دین مین بکثرت بدعتین نکالین قال المترجم نصاری کی ایک بدعت یہی کہ عیسیٰ ع بیٹا اور خدا تثلیث ہی کمال گمراہی کے لیے کافی ہی اور واضح ہو کہ یہ بدعت اس امت مین بھی پھیلی چنانچہ کرخی رح نے اشارہ کیا ہی۔ ثم ذکر الحافظ رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر مین موسیٰ بن الصباح تابعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ لذو فضل علی الناس کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو (کافر ومشرک ومنافق وفاجر وفاسق اپنے اپنے اعمال مین گرفتار ہونگے اور رہے نیک نیت نیکوکار مومن بندے اولیاء اللہ تو وے) حضور مین لائے جاوینگے پھر اولیاء الٰہی تین گروہ ہو کر کھڑے ہونگے پس ایک گروہ مین سے ایک شخص لایا جائیگا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اے بندے تونے یہ کام نیک کس غرض سے کیے تھے عرض کریگا کہ پروردگار آپ نے جنت واشجار ونہرین وثمار وحور وقصور پیدا فرمائے اور اسمین اہل طاعت کے لیے نعمتین رکھین سو مین اسکے شوق مین راتون جاگا ودنون روزے رکھے کہ اسکو پاؤن تو فرمائیگا کہ اے بندے تونے جنت کے لیے یہ کام کیے۔ اچھا لے یہ جنت ہی اسمین داخل ہو اور تجھپر میرے فضل سے یہ ہی کہ مین نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور میرے فضل سے ہی کہ تجھے اپنی جنت مین داخل کرون پس وہ اور اسکے ساتھی جنت مین چلے جاوینگے۔ پھر دوسرے گروہ سے ایک شخص لایا جائیگا کہ اے بندے تونے کس لیے کام نیک کیے عرض کریگا کہ پروردگار آپ نے دوزخ واسکے حر وسموم وطوق وبحموم پیدا کیے اور جو کچھ اسمین اپنے اعداء کے لیے عذاب رکھے تو مین نے راتون کو بیداری مین اور دنون کو روزے مین اسی کے خوف سے کاٹا۔ فرمائیگا کہ اے بندے تونے دوزخ کے خوف سے ایسا کیا تو مین نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھپر میرا فضل ہی کہ تجھے جنت مین داخل کرون پس وہ اور اسکے ساتھی جنت مین داخل ہو جائینگے پھر تیسرے قسم کا ایک آدمی لایا جائیگا اس سے فرماویگا کہ اے بندے تونے کس لیے یہ کام کیے وہ عرض کریگا کہ میرے مولیٰ آپ کی محبت وعشق وشوق ودیدار مین قسم ہی آپ کی عزت وجلال کی کہ راتین تیرے شوق مین رو رو کر کاٹین اور دنون تیری محبت مین روزے رکھے پس حق عز وجل فرمائیگا کہ اے میرے بندے تونے میرے ہی عشق و

جمع شجر یعنی پیڑ

محبت سے یہ کام کیے تو اسکی عطا مین میرا دیدار دیکھ۔ حق عزوجل اسکا حجاب دور فرماویگا پھر فرمائیگا کہ تجھپر افضل ہی کہ مین نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھے اپنی جنت کو مباح کردیا اور ملائکہ تیرے حضوری ہین اور مین آپ تجھپر سلام فرماونگا پھر وہ اسکے ساتھ جنت مین داخل ہوجاوینگے۔ قال المترجم دلائل احادیث سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ سب سے اسی امت مرحومہ والون کو پچھلی اگلی امتون کے مومنین کو فضل ملیگا اور یہ سب مومنین سچے توحید والے بدون شرک و خودرائی کے دنیا مین خالص ایمان والے ہین جو دنیا کی چیزون سے بدون دنیا کی خواہش و محبت کے نفع لینے والے اور دل و جان سے آخرت کی طرف مائل تھے۔ واللہ تعالے اعلم اور اللہ تعالے ہر ایک کے حال و نیت و صدق کو خوب جانتا ہی اور ہر ایک کے نافع و مضر امر کا وہی عالم ہی۔ لہذا فرمایا۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ

اور نہین ہوتا ہی تو کسی حال مین — اور نہ پڑھتا ہی اُسمین سے کچھ قرآن — اور نہ کرتے ہو تم لوگ کچھ کام

مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ

کہ ہم نہین ہوتے حاضر تمپر — جب تم لگتے ہو — اُسمین — اور غائب نہین رہتا

عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ

تیرے رب سے — ایک ذرہ بھر — زمین مین — نہ آسمان مین — نہ اُس سے چھوٹا

ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

نہ اُس سے بڑا — جو نہین کھلی کتاب مین

پہلے کلام کی ترکیب فصیح و بلیغ سمجھ لو کہ ما تکون بحرف نفی ہی اور خطاب آنحضرت صلعم کو جو سردار خاص الخاص ہین پھر آگے سب کی تعمیم کردی بقولہ ولا تعملون الخ۔ اور شان بالف در اصل ہمزہ بمعنی قصد ہی پس اطلاق مصدر بمعنی اسم مفعول آیا۔ اور تفسیر اسکی لفظ امر سے کی گئی ہے لا تکون فی امر۔ اور تتلو منہ۔ مین ضمیر مجرور یا شان کیطرف ہی کیونکہ تلاوت بھی منجملہ شان کے ہی اور رسول کا تلاوت کرنا منجملہ شان رسول کے بڑی شان عظیم ہی لہذا تخصیص کی گئی یا تلاوت کسی شان کی وجہ سے ہوا کرتی ہی تو منہ۔ اے من اجل الشان۔ یا یہ ضمیر راجع بحق عزوجل ہی یعنے حق تعالے کی طرف سے یا یہ کہ ضمیر بجانب قرآن ہی جو آگے مذکور ہی پس اضمار قبل الذکر لغرض تفخیم شان کتاب ہی اور بنا بر اول کے من قرآن در اصل مفعول تتلو ہی اور من اسپر یا تبعیفیہ ہی یا تاکید نفی کے لیے زائدہ ہی اور بر وجہ اخیرہ وہ بیانیہ ہی۔ ذرہ چھوٹی چیونٹی یا ریگ کے ذرہ جو ہوا مین شعاع سے نظر آتے ہین اور من مثقال مین من زائدہ لغرض استغراق نفی ہی۔ یعزب بضم زا اور بکسر زا معجمہ دونون قراۃ مشہورہ فصیحہ ہین اور معنی اسکے دور ہونا یا غائب ہونا۔ اور قولہ الا فی کتاب کی استثنا مین کلام آویگا انشاء اللہ تعالے پھر واضح ہو کہ جب کفار نے قرآن سے انکار کیا اور فضل و رحمت الٰہی سے منہ موڑا اور حالت اوپر بیان ہوچکی تو اب احاطہ علم الٰہی سے کفار کو تہدید کامل کردی اور اہل ایمان کو پوری خوشخبری و طمانیت ہوئی کہ مولاے حق عزوجل کا علم ہم بندون کے ادنی و اعلی حالات کو ہم سے کہین زیادہ محیط ہی بلکہ ہمارا علم کچھ چیز نہین اور ہی قسم ہی اور علم در حقیقت اُسی کا علم ہر بندے کی ابتدا و انجام کو محیط ہی چنانچہ فرمایا۔ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ اور نہین ہوتا تو کسی شان مین یعنے کسی حال و کام مین۔ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ اور نہین تلاوت کرتا ہی تو اُس سے قرآن سے۔ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اور نہین کرتے ہو تم لوگ کوئی کام۔ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا

مگر آگہ ہوتے ہیں ہم تمپر شہود یعنی اے محمد صلعم تو جس شان وحال پر ہوتا ہی اور جو کچھ قرآن پڑھتا و تبلیغ ونصح فرماتا ہی اور جو کچھ کام تم لوگ کرتے ہو وہ ہم سے کچھ بھی چھپا نہیں بلکہ ہم اسپر شاہد و رقیب ومطلع ہیں- اِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ جبکہ تم اسمین گھستے منہمک ہوتے ہو- بعض نے کہا کہ لاتعملون کا خطاب اہل مکہ کو ہی اور حاصل یہ ہی کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری سب شان کو نماز و روزہ و نظر بحضرت کبریاء وحرص بجانب ایمان بندگان خدا وغیرہ کو اور تیری تلاوت قرآن کو تاکہ سب لوگ ہدایت پاوین اور خرابی و بربادی جہنم سے بچین اس سب کو ہم دیکھتے و اسپر مطلع ہین اور تم اے کفار مکہ جو کوئی کام کرتے ہو جیسے قرآن مجید سے انکار و اسمین بیوقوفی و عداوت کا خوض کرنا اور انجام مین اس سے منکر ہونا اور توحید الٰہی سے انکار کرنا وغیرہ جو کام کرتے ہو اسکو ہم ابتداء سے انتہاء تک بخوبی جانتے ہین- وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ اور نہین دور ہی یا نہین پوشیدہ و غائب ہی تیرے رب سے مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ وزن ذرہ بھر- یعنی چھوٹی چیونٹی برابر یا ریت کے ذرہ برابر جو شعاع مین نظر پڑتے ہین- فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ نہ زمین مین اور نہ آسمان مین- وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ اور نہ اس سے بہت چھوٹی چیز اور نہ بڑی- یعنی بڑی سی بڑی چیز جو تم کو نظر آتی ہی آسمان ہی اور سب سے نزدیک زمین ہی تو زمین سے شروع کرو اور آسمان تک نظر کرو کہ انہین کوئی ذرہ برابر یا اس سے چھوٹی بڑی چیز نہین جو پروردگار تعالے شانہ کے علم سے غائب ہو- من مثقال مین من زائدہ استغراقی ہی اور علم الٰہی تو ہر جگہ ہر مخلوق کو خواہ محسوس ہو یا نہو جیسے نیات وخطرات سب کو محیط ہی لیکن چونکہ کفار پابند محسوسات ہین اور سوائے زمین و آسمان کے نہین دیکھتے لہذا نہایت حقیر محسوس چیز کا پوشیدہ نہونا خواہ زمین مین ہو جو قریب محسوس ہی یا آسمان مین جو دور ہی بخصوص بیان فرمائی تاکہ اس سے سمجھ حاصل کرلین کہ حضرت الٰہی تعالی کے صفات کیسے کمال پر ہین پس وہی معبود ہی- إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ مگر کتاب مبین مین ہی مفسرین نے اس استثناء مین کلام کیا کیونکہ اگر قولہ مایعزب سے مستثنیٰ ہی تو یون ہوا کہ مایعزب عن ربک الا فی کتاب- حالانکہ یہ درست نہین ہی کیونکہ یہ معنی ہوئے جاتے ہین کہ علم الٰہی سے کچھ پوشیدہ نہین مگر جو کتاب مین یعنی لوح محفوظ مین ہی یعنے وہ خارج از علم ہی حالانکہ یہ محال ہی اور جواب دیا گیا کہ اشیاء دو قسم کی ہین ایک وہ کہ جنکو اللہ تعالے نے بلا واسطہ پیدا کیا جیسے آسمان و زمین وغیرہ اور دوم وہ جنکو بالواسطہ پیدا کیا جیسے بواسطہ سطر یا آدمی کے تو مایعزب بمعنی مایبعد لیکر یون ہوا کہ علم الٰہی سے دور نہین کوئی چیز مگر وہی ایک درجہ دور ہی جو لوح محفوظ مین ہی- مترجم کہتا ہی کہ ایسا جواب دینے والا محض غفلت مین رہا کہ اسکو اصول و فروع و ایجاد و فعل سب سے ذہول ہوا کیونکہ اسباب خود کچھ موثر نہین تو ایجاد بالواسطہ درحقیقت لہ ایجاد الٰہی ہی علاوہ برین کلام علم الٰہی مین ہی نہ ایجاد مین پس یہ جواب محض واہی و باطل ہی اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت وجہالت کے اصول سے متوافق ایسے قول کو بدون رد کے ذکر کرنا روا نہین ہی- بعض نے جواب دیا کہ استثناء بمعنی لکن ہی یعنے منقطع ہی اے لکن فی کتاب مبین- یعنی اللہ تعالے سے کچھ پوشیدہ نہین ہی اور یہ معلومات الٰہیہ سب کتاب لوح محفوظ مین ثابت ہین خلاصہ یہ کہ ایسا استثناء درحقیقت استثناء نہین ہوتا ہی اور ابو علی جرجانی رح نے کلام عرب سے الا بجائے واو کے بولنا ثابت کر کے یہان بھی یہی تجویز کیا اور کرخی رح نے اسکو تعسف قرار دیا اور مترجم کہتا ہی کہ تعسف نہین بلکہ درحقیقت قریب بجواب دوم ہی اور تحقیق یہ ہی کہ لکن کے معنی مین الا جو منقطع ہی وہ لکن عاطفہ کی قوت مین قرار دیکر بمعنی واو لیتے ہین اور اردو زبان مین بھی لفظ مگر اسطرح بولا جاتا ہی- اور اس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ علم الٰہی تمام کائنات زمین و آسمان کو محیط ہی خواہ کیسی ہی چھوٹی ہو اور یہ سب لوح محفوظ مین اللہ تعالے نے ثبت فرمائی ہین اور مقصود یہ کہ علم الٰہی محیط ہی اور

عجیب قدرت ہی کہ لوح محفوظ مین ہر چیز مثبت ہی اور عجیب احاطہ ہی کہ وہ شئی مثبت بھی ہی - وقال البیضاوی رح قولہ مایعزب
لافی السماء تک ایک کلام ہوا جو احاطہ علم پر برہان ہی اور قولہ ولا اصغر من ذلک الخ - کلام مستقل ہی جو اپنے ماسبق کا مقرر ہی - مترجم
کہتا ہی کہ حاصل اسکا وہی ہی جو الا بمعنے لکن بمعنی حرف عطف لینے کی صورت مین مذکور ہوا یعنے پوشیدہ نہین تیرے پروردگار کے علم سے کوئی
ذرہ بھی جو کہین ہو خواہ آسمان مین یا زمین مین - یہ تو اُسکا علم محیط ہی پس جو کوئی یہ گمان کرے کہ وہ جزئیات کو نہین جانتا وہ کافر ہی - اور
قولہ ولا اصغر یعنے اس علم محیط کے ساتھ دوسری قدرت کا ظہور یہ کہ ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب لوح محفوظ مین مثبت ہی - قال الحافظ
رحمہ اللہ فی تفسیر الآیۃ - اس آیت مین اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرماتا ہی کہ تیرا خالق مالک ذوالجلال والاکرام تیرے
سب احوال و تیری اُمت کے اور تمام مخلوقات کے ہر ساعت و ہر دم ہر لحظہ کے خوب جانتا ہی اُسکے علم و نظر سے کوئی ذرہ حقیر سے حقیر یا
بڑے سے بڑے کچھ پوشیدہ نہین ہی خواہ کہین ہو - اور یہ مانند قولہ تعالے وعندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر و
ماتسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کے ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہر کلام متوافق باختیار
بیضاوی رح ہی واللہ اعلم ف - فی العرائس قولہ تعالے وما یکون فی شان الخ - اسمین آگاہی فرمائی کہ او تعالے بندون کے دلی
خطرات پر آگاہ ہی اور کیونکر نہین کہ اُسی نے اُنکو پیدا کیا - کما قال تعالے الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر - پہلے اپنے رسول مکرم
اشرف الخلق کو اپنی اطلاع ہونے سے متنبہ کیا بقولہ وما تکون فی شان تو جس وسیلہ کی جستجو مین مجھ تک رسائی کے لیے ہوتا ہی - وما
تتلو منہ من قرآن - اور جو خطاب تو امت پر اُنکو میری طرف جذب کرنے کے لیے بطریق تبلیغ رسالت پڑھتا ہی ہم ضرور اُسپر مطلع
ہین پس سوائے حق کے کوئی خطرہ آنے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے اور حبیب علیہ السلام کو اس خطاب سے عظمت کی
تجلی فرمائی پھر سب کو شامل کر دیا بقولہ ولا تعملون من عمل - اور تم کوئی کام نہین کرتے یعنے عبودیت کے کامون مین سے جسمین پر اشاہدہ
چاہو - الا کنا علیکم شہودا - مگر اسکہ ہم ضرور اُسپر مطلع ہین اسطرح کہ جلال و عظمت تمپر کشف فرمائی اور سطوت کبریائی تمہارے دلون پر
ڈالتے ہین تاکہ تم ہمیشہ ہماری عظمت جبروت و کبریائی کے مشاہدہ مین رہو - اذ تفیضون فیہ - در وقتیکہ تم اپنے آپ کو عظمت کے واسطے
قربان کرتے ہو اور جو حرکت تم سے ایسی جاری ہوتی ہی - پھر آگاہ فرمایا کہ عرش سے تا انتہائے مخلوق ہر ذرہ علم کبریائی کے احاطہ مین
ہی بقولہ وما یعزب عن ربک الخ اسمین بیان فرمایا کہ عدم سے جو کچھ بنور قدم صادر ہوا وہ اللہ تعالے کے علم قدیم اور قدرت قائمہ
بالذات کے سامنے ہوا اور نظر اُسکی تمام مخلوق کو شامل ہی خواہ کیسی ہی چھوٹی یا بڑی ہو - اور یہ سب مخلوقات اُسکے علم مین اُسکی بصر
کے سامنے معروف ہین اور یہ سب اُسکی ذات و صفات کے ساتھ قائم ہین اور ہر حال مین ہر ذرہ اُسکی حفظ و رعایت مین ہی اور اگر اُسکی
عزت کاملہ و قدرت محیط شامل نہوتی تو سب کے سب پارہ پارہ ہو جاتے اور اس آیت سے عارفین کو اپنے اپنے مرتبہ کے موافق
تکمیل خوف ہی - شفیق بلخی رح نے کہا کہ بندہ پر لازم ہی کہ اپنے قلب کو ہمیشہ ہر دم یہی دیکھتا رہے کہ نظر الٰہی اُسپر دائم ہی اور علم و قدرت
اسکی ہر دم محیط ہی تو ہر کام اسکے حضور نظر و علم مین ہی - بعض نے کہا کہ جسنے یقین کیا کہ حق تعالے شاہد و مطلع ہی تو آخر تمام اغیار سے
منقطع ہو جائیگا - نصر آبادی رح نے کہا کہ تین گروہ ہین ایک وہ کہ جسنے بنظر ثواب کام کیا اور دوم جسنے بنظر حکم الٰہی اتباع کیا اور سوم
وہ جسنے بر سبیل مشاہدہ کام کیا اور انمین باہم بڑا تفاوت ہی - اور مجھے یہان لطیف اشارہ ظاہر ہوا کہ حق تعالے نے ارواح و اشباح
و اجرام مین تفاوت بیان فرمایا کہ او تعالے ارواح و اشباح کے ساتھ بانوار شہود و کشف وجود و استغراق فی العلم ہی اور اجرام

انکے ساتھ ہین بعلم و قدرت و احاطہ کہ اللہ تعالےٰ نے انپر منت و احسان فرمایا پس حق سبحانہ تعالےٰ بندۂ عارف کے ساتھ ہین بصفت قرب و مشاہدہ ہی اور تمام مخلوق اُسکے علم مین مستغرق ہی- کما قال و ما یعزب عن ربک الآیۃ- اور عارف اگر اپنے مشہود کو مشاہدہ کرتا تو کبھی اعمال کیطرف نہ جاتا بلکہ پر و بال احوال سے اُسی کے کشف جمال کیطرف پرواز کرتا کیونکہ شدت محبت مین اعمال کا واسطہ نہین رہتا پس ایسی صورت مین اُس سے خوف حزن و غم جو بسبب عبادت بخوف جہنم ہوتا ہی اور امید جنت سب ساقط ہوجاتی کیونکہ وہ مشاہدہ جمال مین غرق ہی پھر حق تعالےٰ نے ایسے بندون کو بیان فرمایا جو قہریات و عقوبات سے انجام مین یا ابتدا سے رہا ہو کر اہل مشاہدہ و انس اور داخل وصال ہوے ہین- لقولہ تعالےٰ-

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۝

سن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہین نہ ڈر ہی اُنپر نہ وہ غم کھاوین جو لوگ یقین لائے اور رہے پرہیز کرتے

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝

اُنکو ہی خوشخبری دنیا کے جیتے جی اور آخرت مین بدلتی نہین اللہ کی باتین یہی ہی بڑی مراد ملنی

علم الٰہی تعالےٰ مین تمام مخلوقات اپنی اپنی ابتداء و انجام کی راہ سے متمیز و معلوم ہی اور ہر ایک اپنے انجام کے موافق اعمال کا مرتکب ہی از انجملہ جو اللہ تعالےٰ عز و جل کی توحید و کمال صفات پر موسن ہین وے ہر حال مین جو عمل کرتے ہین خواہ اُسمین جوارح ظاہرہ کو دخل ہو یا فقط باطن کا فعل ہو ہر دم اللہ تعالےٰ کو شاہد و علیم و خبیر جانتے اور تقوی رکھتے ہین اور اُنکے اعمال خلوص محبت الٰہی سے ہوتے ہین اور حدیث موسی بن الصباح متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہی کہ وعدۂ الٰہی پر یقین کرکے یا وعید الٰہی سے ڈر کر اعمال کرنے والے بھی اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مخلص ہین اگرچہ خالص محبت سے عاملین کے برابر نہون پس اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیاء کا مرتبہ بیان فرمایا تاکہ کفار حسرت مین پڑین اور اہل ایمان خوشی سے سر جھکاوین لقولہ تعالےٰ- اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ کے اولیاء بندے بے شک ایسے ہین کہ- لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُنپر کچھ خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے- ولی ضد عدو ہی جیسے موسن ضد کافر ہی اور ترکیب لفظ قرب پر دلالت کرتی ہی پس ولی کو قرب ہوتا ہی جسکی کیفیت مجہول ہی جیسے حدیث مین حالت سجدہ مین بندہ کا رب سے بہت قریب آیا پھر ولی کا لفظ جب اللہ تعالےٰ پر اطلاق ہو جیسے قولہ ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب الآیۃ- تو متولی اسم فاعل کے معنی مین اور جب بندہ پر اطلاق ہو جیسے یہان تو فعیل بمعنے اسم مفعول ہی اور بلحاظ محبت کے ہر ایک مین معانی کا اعتبار ہی اور یہ عجیب لطف ہی فافہم- یہان دو معنی ہو سکتے ہین ایک یہ کہ انجام مین انکے لیے کوئی ایسی بات نہین جس سے انپر خوف ہو یا غم کھانا پڑے اور دوم یہ کہ وے ایسے حال مین ہونگے کہ اُنپر کوئی غم یا خوف نہین طاری ہوگا بخلاف کافرون و مشرکون کے کہ اُنکو سخت غم متواتر رہیگا اور بخلاف گنہگار مسلمانون کے کہ اُنپر ایک نوع کا غم و خوف چھایا ہوگا اگرچہ آخر مین عفو ہو جاوے یا کچھ سزاے جہنم کے بعد نجات ہو جاوے واللہ اعلم- اور کفار تو عذابی کفر و شرک کے غم و رنج مین متواتر ہمیشہ پڑے رہینگے کہ یہ غم اُنہین اشقیاء کے ساتھ مخصوص ہوگا- پھر واضح ہو کہ دونون احتمال کے واسطے احادیث و آثار مین شواہد ہین چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا اگرچہ ابتداء سے غم نہونا مستلزم ہی کہ آیندہ نہو پس ارجح یہ ہی کہ اُنپر کچھ خوف و غم طاری ہی نہوگا

اور یہان سے نکتہ ہو کہ شدت محبت بجناب باری تعالیٰ سے خوف جہنم یا امید جنت کی نیت اُسکی عبادت مین جاتی رہتی ہو اور ناخوشی اپنے مولیٰ سے ہردم ہراسان وخائف رہتے ہین - پھر واضح ہو کہ اولیاء کی تفسیر مین علماء کے اقوال ہین - بیضاوی رح نے کہا کہ اولیاء وہ لوگ جو طاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تولی رکھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کرامت عطا کرنے کے ساتھ اُنکی تولی فرماتا ہو - اور ایسا ہی متکلمین کا قول ہو اور مدار انکا محبت کی یہ تاویل کہ بندہ کی طرف سے محبت یون کہ طاعت مین مستقیم ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسطرح کہ انکو ثواب و کرامت عطا فرماوے - اور اہل تصوف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی مختلف عبارات سے تعریف کی ولیکن مآل واحد ہو اور بناء انکے تعریف کی اثبات محبت ہو اور یہی مختار وصحیح ہو ولیکن معنی محبت کے بیان مین نہین آسکتے ہین اور رہی کرامت تو یہ ولی کے لیے کچھ ضروری نہین اگر مراد اس سے خرق عادت ہو ورنہ ایمان واستقامت عین کرامت ہو اور جو تفصیل تعریفات مین ہو امر مجمل کی توضیح باعتبار ظاہر فہم ناقص ہو ورنہ درحقیقت واضح معنی یہ ہین کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ - اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ یعنی اولیاء وہ بندے ہین جو ایمان لائے ومتقی رہے - پس خلاصہ معنی ولی کے مومن متقی - اور ابو السعود رح نے لکھا کہ تقویٰ کے مراتب متعدد ہین ادنیٰ یہ کہ شرک سے پرہیز کرے اگرچہ اس سے گناہ سرزد ہوا اور اعلیٰ یہ کہ طاعت پر قائم اور معاصی سے مجتنب اور شبہات سے دور اور طریق سنت پر مستقیم ہو - پس یہان تیسرا مرتبۂ اعلیٰ مراد ہو اور مدار ولایت کا یہی تقویٰ ہوا کہ ہر ایسی چیز سے جو حق تعالیٰ سے غافل کرے دور ہیگئے اور تمام عالم سے بالکل منقطع ہوکر اپنے رب تبارک تعالیٰ سے واصل ہوتے ہین اسی سے انکو قرب وحضور وشہود حاصل ہوتا ہو - اور جب یہ غور کیا جاوے کہ ایمان صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ - کہنا پھر صدق کی تفصیل دیکھی جاوے تو مآل واحد ہو کیونکہ جسنے ایمان کے بعد معصیت کا ارادہ کیا اسمین صدق کا کامل اثر نہین ہو اور اسی کی نظیر ولی کی تعریفات مین مختلف عبارات ہین جنکا حاصل ایک ہی ہو مگر لوگون کے سمجھانے کو مختلف عبارات مین تبلایا کہ اپنی سمجھ کے موافق ہر ایک سمجھ جاوے - ابن عباس وسعید بن جبیر نے کہا کہ اولیاء الٰہی وے بندے ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے - یہ پہچان انکے سیماء وآثار سے ہو - ابو حنیفہ وشافعی رح نے کہا کہ اگر عالم لوگ اولیاء نہون تو پھر کوئی ولی نہین ہو کذا حکاہ عنہما النووی فی مقدمۃ شرح المہذب - پھر نووی رح نے کہا کہ یہ اُن عالمون کا ذکر ہو جو علم کے موافق عمل کرتے ہین - قشیری رح نے کہا کہ ولی کی شرط ہو کہ محفوظ ہو جیسے نبی معصوم ہوتا ہو پس جسپر شرع کا اعتراض ہو وہ مغرور مخادع ہو ولی نہین اور ولی وہی ہو جسکے اقوال و افعال متوافق لشرع ہون - مترجم کہتا ہو کہ بعض آثار مین اسکا مؤید آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ولی جاہل نہین بنایا - اور معروف ہو سے کہ بے علم نتوان خدارا شناخت ۔ وقال الحافظ فی تفسیرہ - جو شخص متقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو اسکو آیندہ کے لیے آخرت کا اور پچھلی دنیا کا کچھ خوف اور غم نہین ہو - اور عبد اللہ بن مسعود وابن عباس وبہتیرے سلف رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اولیاء الٰہی وہ ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے - اسمین ایک مرفوع حدیث بھی آئی جو سعید بن جبیر عن ابن عباس ہو کہ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اولیاء الٰہی کون ہین فرمایا کہ جب انکو دیکھے تو اللہ تعالیٰ یاد آوے - رواہ البزار وقال قد روی عن سعید مرسلا - ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے بعض ایسے ہین کہ انبیاء علیہم السلام وشہداء رضی اللہ عنہم اُنپر غبطہ کرینگے - پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وے کون ہین تبلا دیجیئے شاید کہ ہم اُنسے محبت کرلین فرمایا کہ وے ایک قوم ہین کہ بدون شرکت مالی یا نسبی کے انھون نے آپس مین اللہ تعالیٰ کے واسطے الفت کرلی انکے چہرے نور اور نوری کرسیون پر ہونگے لوگون کے خوف کے وقت انکو خوف نہوگا اور لوگون کے غم کے وقت انکو غم نہوگا پھر پڑھی آیت الا ان اولیاء اللہ لا خوف الخ - رواہ ابن جریر عنہ وصحح الحاکم و

ابو داؤد و ابن ابی حاتم والبیہقی عن عمر بن الخطاب ایضاً وقال الحافظ اسنادہ جید ولکن اسناد حدیث عمر مع جودتہ منقطع وروی احمد نحوہ مرفوعاً عن ابی مالک الاشعری رضہ مترجم کہتا ہو کہ عمرو بن الجموع رضہ سے مرفوع روایت ہو کہ بندہ کا ایمان خالص نہیں ہوتا یہان تک کہ اللہ تعا ہی کے واسطے محبت کرے اور اسی کے واسطے بغض رکھے پھر جب ایسا کیا تو اللہ تعا کیطرف سے ولایت کا مستحق ہوا اور اللہ تعا فرماتا ہو کہ میرے بندون مین سے میرے اولیاء اور میری خلق مین سے میرے احباء وہ ہین کہ میری یاد مین رہتے ہین اور انکی یاد مین انکو یاد کرتا ہون- رواہ احمد وغیرہ- عبدالرحمن بن غنم الاشعری رضہ سے مرفوع روایت ہو کہ بندگان الٰہی مین سے وے بہتر ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعا یاد آوے اور وے بدتر ہین جو لوگون کے درمیان لگائی بجھائی کرتے پھرتے اور دوستون کے درمیان پھوٹ ڈالتے اور باغی سرکش اکھڑ ناہنجار ہین- رواہ احمد وعن عمرو بن العاص رضہ مرفوعاً تم مین سے بہتر وہ ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعا یاد آوے اور اسکی باتون سے تمہارا علم بڑھے اور اسکے کامون سے تمکو آخرت کی رغبت ہو- رواہ الحکیم الترمذی وہو غیر الحافظ الترمذی صاحب السنن الجامع- پھر واضح ہو کہ یہ فضل جن لوگون کا بیان ہو بے شک اولیاء الٰہی ہین ولیکن یہ قطعی منحصر نہین کہ اس کمال والے آیت مین مراد ہین بلکہ جائز ہو کہ اسنے کم مرتبہ والون کو بھی شامل ہو واللہ تعالے اعلم- پھر اللہ تعالے نے اپنے اولیاء کو انکی ذات کے لیے معرفت اور دوسرون کو انکی منزلت کی رغبت دلائی بقولہ- لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ انکے لیے بشری ہو حیات دنیا مین اور آخرت مین- بشری بالضم والف مقصورہ مصدر ہو مراد اس سے وہ چیز جس سے بشارت ہو- پس دنیا مین انکا بشری وہ ہو جو اپنی کتاب مین اور اپنے رسول علیہ السلام کی زبان سے انکو خوشخبری کے وعدے فرمائے اور سچے خواب ہین اور مکاشفات ہین اور موت کے وقت ملائکہ کا حضور نہایت خوبصورتی کے ساتھ کہتے ہوئے کہ کچھ نہ ڈرو اپنے مہربان مالک حق عزوجل کے رضوان مین چلو اور رہا نہ سکے- اور آخرت مین ملائکہ انکو فوز عظیم و سلامت کی بشارت دیتے ہوئے اُٹھنے لینگے- لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالے کے کلمات کے حق مین تبدیل نہین ہو- اُسکے وعدون مین کچھ خلاف کو راہ نہین سب برحق و صحیح ہین- ذٰلِکَ یہ جو مذکور ہوا کہ دونون جہان مین انکے لیے بشارات ہین هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی فوز عظیم ہو- اسکی حقیقت و ماہیت کو تمام و کمال حق تعالے جانتا ہو پس یہ بہت ہی بڑی نعمت ہو- یہ دونون جملہ معترضہ اس بیان کے لیے ہین کہ جس امر کی بشارت دی گئی وہ بہت بڑی نعمت ہو اور معترضہ جملہ ہونے کے لیے یہ شرط نہین ہو کہ اسکے بعد ضرور کوئی کلام ایسا ہو کہ پچھلے کلام سے متصل ہو- کذا قال البیضاوی رح- واضح ہو کہ قولہ لہم البشری الخ گویا توضیح ہو کہ انکو بشارات دنیا کی وجہ سے خوف و غم بفضل الٰہی زائل ہو جاتا ہو- اور حق یہ ہو کہ ایمان درمیان خوف و امید کے ہو ولیکن انکو خوف و غم اس قسم کا جو ان کو محیط ہو نہین رہتا ولیکن عظمت و کبریاء الٰہی اور موارد قہریات سے ڈرتے رہتے ہین یہان تک کہ وقت موت کے بشارت ملائکہ سے بحکم قولہ تنزل علیہم الملائکہ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیہ زائل ہو کر تمام امن ہو جاتا ہو اور یہ جو بعض نے لکھا کہ انکو اسوجہ سے خوف نہین ہوتا کہ جو کچھ اللہ تعالے نے انپر واجب کیا تھا اسپر وے ٹھیک ٹھیک قائم رہے اور معاصی سے مجتنب رہے پس وے اپنے اوپر بھروسا کرتے اور اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھتے ہین انتہی مانی کلامہ تو یہ بالکل خبط و مہمل ہو انکو کبھی اپنی ذات یا اعمال و افعال پر یا تقوے و طہارت پر کچھ اعتماد نہین ہوتا اور کیونکر آدمی قبل مرگ کے یہ اطمینان کر سکتا ہو کہ مین گناہون سے پاک مرونگا حتی کہ ایمان پر خاتمہ کی تمنا فرض ہو پس منجملہ صفات اولیاء کے یہ ہو کہ تمام اعمال و افعال انکے بتوکل الٰہی سبحانہ تعالے موافق سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے ہین پھر بھی وے انکو بالکل کچھ نہین سمجھتے لقولہ ولا یدخل احدکم الجنۃ عملہ الحدیث اور خوب جانتے ہین کہ عظمت و کبریاء الٰہی تعالی کے لائق

[illegible]

کسی سے عبادت ادا نہین ہوسکتی لقولہ ما عبدناک حق عبادتک الحدیث اوکما روی - اور لوگون کی دنیاوی تعریف یا مذمت کچھ
قابل اعتبار نہین مگر آنکہ مومنین کاملین اسکی تعریف کرین تو حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ بشارت دنیا ہی سے شروع ہوگئی ہی
اور طرق کثیرہ سے حدیث مرفوع مین حیات دنیا مین بشارت کی تفسیر صالح خواب سے مروی ہی لیئے دنیا مین اللہ تعالے اسکو سچا اچھا
خواب دکھلاتا ہی ولیکن اسمین انحصار نہین ہی کیونکہ دیگر آیات واحادیث مین دیگر بشارات بھی حیات دنیا مین مومن کے لیے آئی ہین
ہان نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزا مین سے ایک جزو ہی چنانچہ ایسے خواب کو بیان کرنے کا حکم آیا اور جو شیطانی خیالات
ہوتے ہین انکے بیان سے منع کا حکم آیا ہی یہ مختصر فضائل اولیاء الٰہی سبحانہ تعالے ہین اللھم اجعلنی من احبتہ اولیائک فی زمرتھم
بفضلک یا ارحم الراحمین آمین - فی العرائس قولہ تعالے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الآیۃ - عارف صادق
پر جب انوار ذات کا انکشاف ہوتا ہی تو نہایت مانوس ہو کر فرحت مین دوام وصال چاہتا ہی پھر تو ربسط مین داخل ہوتا اور اسپر
طمانیت وامید غالب ہوجاتی ہی پھر راحت وصال سے سماع انبساط مین داخل ہوتا اور نشاط و استبشار اسپر غالب ہوجاتا ہی اور
یہ ایسا مقام ہی کہ سطوات عظمت سے وہان قلب مین دہشت نہین آتی اور نہ ہیبت سے روح مضطرب ہو اور نہ شان قہاری سے
سر باطن فنا ہو اور نہ سلطان عزت سے وجود مضمحل ہو بخلاف اسکے جب تک ولی کو دیدار صفات کا مرتبہ ہوتا ہی تو وہان اسرار کا ازل
وابد کی منازل مین سیر ہوتی ہی اور وہان غیرت قہریات سے خطرۂ فنا رہتا ہی چنانچہ وارد ہی کہ المخلصون علی خطر عظیم - اہل اخلاص
ایک بڑے خطرہ مین ہوتے ہین - پھر جب اسرار کو ان منازل سفر سے سکون ہوا اور وصال الحق فی الحق ہوا اور تمکین باللہ فی اللہ
حاصل ہوئی اور انوار جمال مین توطن ہوا تو پھر اسپر امتحان کی بجلیان نہین گرتی ہین چنانچہ دیکھو کہ جنت مین مومن پر آفات العذاب
و خوف وحزن نہین کیونکہ وہ مقام روح وریحان ہی ایسے ہی عارف بھی جب جنت مشاہدہ مین پہونچا تو سایہ الطاف سے تمازت
قہریات سے مامون ہوجاتا ہی پس یہی اشارت ہی قولہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون - یعنی مکر سابق ازلی سے خوف
نہین کیونکہ سابقہ ازل مین عنایات قدم کا ظہور ہوا اور حزن آئندہ عوارض قہر سے نہین کیونکہ غایت کفایت مین ابد تک مصون
ہوتے اور کیونکر وہ بندہ غم و خوف مین ہوگا جو جمال کا ناظر و نور جلال مین داخل ہی - پھر ولایت بدون چار مقام کے پوری نہین
ہوتی - اول مقام محبت - دوم شوق - سوم عشق - چہارم معرفت - پس محبت نہین حاصل ہوتی بدون کشف جمال کے اور شوق نہین
ملتا مگر نسیم وصال کی خوشبو سے اور عشق نہین ہوتا بدون قرب القرب کے اور معرفت نہین ہوتی بدون حضور صاحبیت کے اور
اصل صاحبیۃ کشف الوہیت قدم مع ظہور انوار صفات مجموعی حالت ہی چنانچہ جب انوار صفات دیکھے اور نعوت و اسماء کو اور صفات
کے مشارب کو پہچانا (جیسا کہ سابق مین قولہ یتفکرون فی خلق السموات الآیۃ اور قولہ من یوت الحکمۃ الآیۃ وغیرہا مین مشارب کا تفصیلی
بیان گذرا ہی) اور اس سے اسنے ذات کی معرفت حاصل کی - اور مقام فنا سے بصفت بقاء نکلا تو ولی ہوا پس محبت سے اسکو
طاعت مین سرگرمی ملتی ہی اور شوق سے حالت طاری ہوتی ہی اور عشق سے جان فدا کرنا چاہتا ہی اور معرفت سے یہ کہ تمام ماسوائے
حق سبحانہ تعالے سے منقطع ہوجاتا ہی - پھر طاعات سے اسکو فراست حاصل ہوتی ہی اور حالت سے لطافت اور بذل الوجود سے
کرامات اور ماسوائے حق تعالے کے سبب سے خالی و منقطع ہونے سے ہیبت و وقار حاصل ہوتا ہی پس جب ان مدارج پر پہونچا
تو وہ اللہ تعالے کی ملک مین ایک آیۃ الٰہی ہوتا ہی فضائل اسکے بشارت و سخاوت ہین اور اخلاق اسکے محبت و نصیحت ہین

بھلائیوں کا حکم کرتا ہی اور ممنوعات سے روکتا ہی اور بندگان حق تعالے پر حدود الٰہی یعنے فرائض و واجبات و محرمات و ممنوعات کو محفوظ رکھتا ہو پس جسنے ایسے ولی کو دیکھ لیا اُسکو مبارک باد اور جسنے اُسکی خدمت کی اُسکو صد گونہ بشارت و مبارکباد ہی۔ یہ جو ہم نے بیان کیا اُسکی تصدیق آگے کی آیت ہی یعنے قولہ تعالے الذین آمنوا وکانوا یتقون - ایمان اُسکا تصدیق بنور الٰہی ہی یعنی تصدیق و یقین اُسکا نور سے حاصل ہو گیا۔ اور شہود الٰہی سے اللہ تعالے کو مشاہدہ کر لیا اور معرفۃ اللہ باللہ تعالے پا گیا کہ اُسکی معرفت کسی سبب سے نہیں سوائے کشف جمال قدم کے۔ اور تقویٰ اُسکا یہ ہی کہ سوائے حق تعالے کے سب سے۔ حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی اُسکو انقطاع ہی۔ پس اسکے ایمان سے اسکو کرامات ملتی ہین اور تقویٰ سے مشاہدات حاصل ہوتے ہین۔ پھر حق تعالے نے دنیا و آخرت مین اُسے اپنی رضا و وصال و مشاہدہ کے حصول سے انکے دونوں کو فرحت مین کر دیا بقولہ تعالے لهم البشرى فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ یعنی دنیا مین انکو مشاہدہ بیانی ملا اور آخرت مین مشاہدہ عیانی حاصل ہوگا۔ دنیا مین مکاشفات اور آخرت مین مشاہدات ہین۔ دنیا مین تجلی و آخرت مین قرب منزلت ہی دنیا مین دیدار الٰہی بیداری خواب مین نصیب ہی اور آخرت مین وہان دیدار مشافہہ ہی۔ قلت والحجۃ فی رویۃ المنام قولہ علیہ السلام اتانی ربی فی احسن صورۃ الحدیث اخرجہ الترمذی وصححہ واحمد فی مسندہ باسناد حسنہ ابن الجوزی فی العلل وقول الدارقطنی رح ان الحدیث لطرقہا ضعیف خطا لا یلتفت الیہ او یقال انہ اراد رحمہ اللہ تعالیٰ ان تلک الطرق التی اوردہا بمجموعہا ضعیفۃ مع ان کثرۃ الطرق اذا لم یکن فیہا وضاع تجعل الحدیث حسنا کما تقرر فی الاصول فلیتفکر پھر حق تعالے نے مکرر بشارت فرمائی کہ ازل مین جو مختار ہو گیا وہ اختیار متبدل و متغیر نہین ہوتا بقولہ تعالے لا تبدیل لکلمات اللہ حسن عنایت ازلی انکی اصطفائیت کی اختیار الٰہی ہی کبھی اسکی صفات مین تغیر و تبدل نہین ہے قلت وبہذا ظہر ان ما یجری علی من اصطفے فی الازل من موارد الامتحان ان غیر معروف کما وقع لماعز رضی اللہ عنہ لا یخرج عن الاصطفائیۃ ولذلک تری النبی صلی اللہ علیہ وسلم احسن الثناء علیہ بعد ما رجم الماعز رضی اللہ عنہ وانکر علی من وقع فیہ فلیتدبر۔ پھر حق تعالے نے فرمایا۔ ذلک ہو الفوز العظیم۔ یہی فوز عظیم ہی عظمت یہ کہ اس قہر سے نجات پائی جسمین جم غفیر بے تعداد شیاطین و اقوام کفار و مشرکین راندے گئے جنکے مقابل مین اہل حق بمنزلہ سپید تل کے سیاہ اونٹ مین ہین اور حق تعالے کی سلطنت و عظمت مین اس کثرت سے مخلوق مطرود فرمانے سے ذرہ بھی کمی ممکن نہین ہی پس ولی کو کتنا بڑا فوز عظیم مل گیا کہ اس قہر سے چھوٹا اور کیا بڑا فضل پایا کہ حضرت خلاق العلیم غیر متناہی عظمت و کبریاء و صفات والے رب العزۃ کا مشاہدہ و وصال پایا۔ اس سے بڑھکر کون فوز ہوگا۔ واسطی رح نے کہا کہ چار نام پاک سے اولیاء کے حظوظ ہین اور ہر ایک کو ان پاک نامون مین سے ایک کے ساتھ قیام ہی اور وہ پاک نام یہ ہین ہو الاول والآخر والظاہر والباطن۔ پس جو انکی ملابست کے بعد انسے فنا ہوا وہ کامل تمام ہی قلت یعنی پہلے ان اسماء کے مشاہدات مین منور ہو کر پھر انسے بھی فانی ہوا تو اکمل ہوا اور جو اسم الظاہر کے حظ مین آیا تو اسکو عجائب قدرت کا ملاحظہ ہی اور جو اسم الباطن سے مشرف ہوا وہ انوار اسرار سے منور ہی اور جو اسم الاول سے مشرف ہوا وہ ماسبق سے مشغول ہی اور مشرف باسم الآخر مربوط بمستقبل ہی اور ہر ایک کو اپنی طاقت و طبیعت کے اندازہ پر ان پاک نامون مین کشف ہوتا ہی مگر آنکہ کسی بندہ کی حق تعالے نے اپنے فضل سے تولی فرمائی۔ بعض نے کہا کہ اہل ولایت کے دل ہر بات سے محفوظ ہوتے ہین کیونکہ وے مواز حق ہین۔ بعض سے کہا گیا کہ اولیاء کی علامت کیا ہی فرمایا کہ انکے ہموم مع اللہ تعالے و انکا شغل باللہ تعالے و فرار الی اللہ تعالے ہی۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ دنیا مین اولیاء الٰہی اپنے قلوب سے پرواز کر کے اقسام فوائد و حکمت کے میوے کھاتے ہیں

چشمہ معرفت سے پانی پیتے ہین پس وہ فضول سے بھاگتے اپنی دنیاسے گریز کرتے اور مولی سبحانہ تعالے سے انس پاتے اور دوسے اپنی
جان سے بھی وحشت کہاتے ہین یہان تک کہ فرشتۂ اجل وموت آجاوے اور بعض شیخ نے کہاکہ اولیاء کے نفوس انکے قلوب کو اٹھاتے
ہین اور اعداء کے قلوب انکے نفوس کو اطفال کی طرح اُٹھائے ہوئے نفوس کی راحت رسانی کرتے رہتے ہین بطریقہ شرک وکفر ومعصیات
کے۔ شیخ ابویزید رح نے کہاکہ اولیاء الٰہی مانند عروس کے پردہ نشین ہین انکو سواے محرم کے کوئی نہین دیکھتا اور محرم وہ ہی جو حجلۂ انس
مین پہونچے۔ ابو علی الجوزجانی رح نے کہاکہ ولی وہ ہی جو اپنی حالت مین فانی ہی اور مشاہدہ حق سبحانہ تعالے مین باقی ہی اسکا متولی
حق سبحانہ تعالے ہی کیونکہ ولی کو خود اپنی خبر نہین اور سواے حق تعالے کے کسی کے ساتھ اسکو قرار نہین ہی۔ ابوحفص رح سے پوچھا گیا
کہ ولی کون ہی فرمایا کہ جو کرامات سے مؤید کیا گیا مگر خود کرامات سے غائب ہی۔ قال المترجم یہ ایک حالت ولی کا بیان ترغیب مین
ہی اور اسکی نظیر بغرض سمجھانے کے یون ہی کہ آدمی ایک پتلی سے کام لیوے کہ کام اسکے ہاتھون ہوا مگر خود اسکو شعور نہین ہی اسی واسطے
عوام الناس کو منع کیا جاتا ہی کہ ولی کی خوشامد وغیرہ سے یہ نیت مت رکھو کہ وہ کچھ کریگا کیونکہ وہ خود فانی ہی جو امر الٰہی موافق قضاء وقدر
کے جاری ہوگا اسی کے موافق وہ پتلی حرکت کریگی مگر اللہ تعالے عزوجل کی اسپر کرامت ہی کہ وہ محل جریان قضاء وقدر ہی اشار الیہ الشیخ
الجیلانی قدس اللہ اسرارہ ورضی اللہ عنہ فی فتوح الغیب وصرح بہ غیر واحد فاستقم۔ محمد بن علی الترمذی رح نے کہاکہ ولی کی روح پر خواب
مین اور قلب پر ہر حال مین تلطف الٰہی سے وارد ہین تو روح اسکی جاکر عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہی اور اسکا قلب اوپر سیر کرتا ومناجات
مجالس وبشارت مین حاضر ہوتا ہی۔ ابوسعید الخراز رح نے کہاکہ انکے لیے حیات دنیا وآخرت مین بشارت ہی وسے ہردم اسکے حضور مین
حاضر ہین لیکن حق تعالے عزوجل کی بارگاہ رفیع ومعالم وسیع ونعمہاے غیر متناہی سے انکو لحظہ لحظہ وہ کچھ حاصل ہوتا رہتا ہی کہ قبل علم و
عطاء کے انکو اسکی خبر ہی نہ تھی لہذا جب بارادۂ الٰہی آگی اطلاع بحسب مقدور رہی تو انکے مراتب متفاوت ومناصب متعدد اور ہر ایک کے
لیے طریقۂ خاص وانکشاف مقامات ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ مترجم کہتا ہی کہ اولیاء کی محبت اللہ تعالے ہی کے واسطے
ایک نعمت عظمی ہی اور ایسے بندون سے دل مین محبت رکھنا بدین معنی کہ ضرور دوسے دنیا یا برزخ مین موجود ہین اور اکابر انکے صحابہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین یہی کافی ہی کچھ انکی شناسائی یا ملاقات ضرور نہین ہی ہان حاصل ہوجاوے تو نہایت خوب ہی
ولیکن کثرت سے عوام الناس خالی کوئی خرق عادت دیکھکر معتقد ہوجاتے اور اسی کو پہچان تصور کرتے ہین حالانکہ یہ محض غفلت ہی اور بہت
خوفناک کیونکہ یہ امر شیطان سے بھی ممکن ہی جبکہ وہ ہردم گمراہ کرنے کے درپے ہی تو خرق عادت دو شخصون سے ہوتا ہی ایک ولی اللہ تعالے
سے اور یہ کرامت ہی دوم ولی الشیطان سے اور یہ ضلالت ہی پس عوام کو چاہیے کہ زہد وتقوی کی شناخت مقرر کرین ورنہ برباد
ہونگے ولیکن صد افسوس کہ انکو ولی سے اللہ تعالے کی محبت سے الفت نہین بلکہ دنیا حاصل ہونے کی طمع سے چاپلوسی ہوتی ہی اور
یہ بات خواہ مخواہ انکو ولی الشیطان سے ملتی ہی کیونکہ ولی اللہ کہین انکو دنیا مین پھنساویگا بلکہ یا دنیا سے بچاویگا۔ فلیتامل واللہ تعالے
ہو الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ یہ حال تو اہل الحق کا تھا جو کامل موحد واہل الآخرہ ہین۔ پھر حق تعالے نے اپنی
قدرت کاملہ وعظمت کا اور اہل وسواس واعداء کا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالی۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ

وقف لازم

اور نہ غم کھا انکی بات سے اصل سب زور اللہ کو ہی وہی ہی سنتا جانتا سنتا ہی اللہ کا ہی

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جو کوئی ہے آسمانون مین اور جو کوئی ہے زمین مین اور یہ جو پیچھے پڑے ہین شریک پکارنے والے اللہ کے

شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْ

سوائے کچھ نہین مگر پیچھے پڑے ہین خیال کے اور کچھ نہین مگر اٹکلین دوڑاتے وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

جسنے بنادی تمکو رات کہ چین پکڑو اسمین اور دن دیا دکھانے والا اسمین نشانیان ہین

لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○

اُن لوگون کو جو سنتے ہین

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اور نہ غمگین کرے تجھے کافرون کا قول۔ یعنے کفار و مشرکین جو کلمہ توحید چھوڑکر کلمہ شرک کہتے ہین اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین گستاخی و بے ادبی کرتے ہین اور ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ولی خصوصًا رسول مکرم اپنے مولیٰ عز وجل کی شان مین ایسی بات دشمنون کی زبان سے سُنکر ملول ہوگا یا کفار مشرکین جہالت سے انکار رسالت کرتے اور آپ کو ساحر وغیرہ کہتے یا سخت گستاخی سے آپ کو دھمکاتے اور سخت الفاظ کہتے تو یہ سب امور آپ کی غمگینی کا باعث ہوتے اس سے منع کردیا بطور تسلی دینے کے کہ اے رسول مکرم تو اولیاء الٰہی مین سب سے افضل ہے تو غمگین نہو۔ واضح ہو کہ آپ کا غم خالی اسوجہ سے نہ تھا کہ آپ کی شان مین مدح نہین بلکہ مذمت کرتے تھے اور مدح پسند تھی۔ یہ ہرگز نہین کیونکہ آپ نے مدح کرنے والون کو سخت منع کیا اور رد کا اور مداح کو بسبب مغرور کردینے کے مارڈالنے والا ٹھہرایا ہے چنانچہ احادیث صحیحہ کثیرہ اسپر صریح دلیل ہین بلکہ غمگین ہونے کی ایسی وجہین تھین کہ جو بمقتضاے شان رحمۃ للعالمین کے انھین کفار کیطرف راجع تھین مثلًا رسول اللہ سے بے ادبی موجب کفر و ضلال ہے اور وہ موجب دائمی عذاب چنانچہ قولہ حریص علیکم الآیۃ اور حدیث وانا اخذ بحجزکم الخ اسپر دلیل ہے اگر کہا جاوے کہ اوپر کی آیت مین اولیاء کو غم و خوف نہونا بیان ہے اور یہان اثبات ہے تو جواب یہ کہ نفی خاص خوف و غم کی یعنی متعلق بدار آخرت ہے اور یہ غم یہین تک کے لیے ہے یا نفی اسکی مضاف بالموت ہے اور حیات مین تو ایمان درمیان خوف و امید کے دائر ہوتا ہے اگرچہ ایمان اولیاء کا کشف سے منجر بعین الیقین و بالاتر ہوجاتا ہے جیسا کہ حدیث حارثہ بن مالک رضی اللہ عنہ کیف اصبحت یا حارثہ الخ اسپر دلیل ہے ولیکن نظر بعظمت و جلال الٰہی اور اپنے خاتمہ و انجام کے ابلیس ملعون کے حال سے عبرت لیکر ہر بندہ خوف کرتا ہے۔ بالجملہ حق تعالیٰ نے کفار کے کلمہ شرک بکنے و توہین وغیرہ کرنے سے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ غم مت کھا۔ نافع رح کی قراءۃ مین یحزنک بضم اول وکسر الزاء المعجمہ از باب افعال ہے ولیکن حزنہ و احزنہ دونون ایک ہی معنی مین ہین۔ **اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا** جملہ استینافیہ بمعنی تعلیل ہے اور ایک قراءۃ مین اَنَّ بالفتح آیا تو بحذف لام یعنی لاَنَّ پس یہ دلیل ہے کہ اِنَّ بالکسر بھی بمعنی تعلیل ہے۔ حاصل یہ کہ تو انکے قول سے غمگین مت ہو اس لیے کہ غلبہ تو جمیع سب کا سب فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے کسی دوسرے کے لیے اسمین سے کچھ نہین پس وہ تعالیٰ انکو مقہور کرکے تجھکو انپر منصور فرمائیگا۔ یہی سنت الٰہیہ ہے لقولہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیۃ۔ اگر کہا جاوے کہ اسمین تو سوائے اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے بھی غلبہ قرار دیا اور قولہ تعالیٰ ولِلّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین الآیۃ۔ مین مومنون کے لیے بھی قرار دیا ہے۔ تو کہا اس مقام پر جمیعًا اسے تاکید کی جو دلیل اس امر کی ہے کہ کلام مین حقیقی معنے

لیے جاوین اور مجاز و مبالغہ کا احتمال دور ہو تو جواب یہ ہی کہ بے شک غلبہ فقط اللہ تعالے ہی کیواسطے ہی جیسے یہان فرمایا اور رسولون و مومنون کے لیے جو عزت ہی وہ اللہ تعالے ہی کے فضل سے انکو حاصل ہی پس عزت مین سے کچھ بھی کسی دوسرے کے اختیار و قدرت مین نہین ہی۔ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہی سمیع علیم ہی پس کافرون کے بداقوال سنتا اور انکے انجام کو جانتا ہی پس اللہ تعالے چاہے تو دم مین کفار عذاب و فنا مین گرفتار ہون لیکن کمال رحمت سے ہر ایک کا وقت مقرر کیا تاکہ دنیاے فانی کا حصہ لے لیوین کہ آخرت انکے لیے عذاب ہی عذاب ہی اور یہ وہم کافرون کا کہ انکے معبودات و شرکاء کچھ اختیار رکھتے ہین جو انکو نفع و ضرر پہونچا سکتے ہین محض باطل ہی۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ خبردار ہو کہ اللہ تعالے ہی کا ہی جو آسمانون مین اور جو زمین مین ہی۔ مَن کا اطلاق عقل والون پر آتا ہی جو ملائکہ و جن و انسان ہین۔ جب یہ عقل والے جو مخلوقات مین سے اشرف ہین اللہ تعالے کے عبید مملوک مخلوق خدمتی اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہوئے کوئی انمین شریک و معبود ہونے کے لایق نہین تو باقی چیزین جنکو عقل ہی نہین اور ارذل ہین وے تو بدرجہ اولے لایق عبادت کے شریک وغیرہ کسی ایسی چیز کے مستحق نہین ہو سکتے جو اللہ تعالے کی شان پاک کے واسطے مخصوص ہی لہذا مشرکون کی تجہیل فرمائی بقولہ تعالے ۔ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اس کلام مین ما نافیہ ہی یا استفہامیہ یا موصولہ ہی پس اگر موصولہ ہی تو مَن پر عطف ہی اور معنی یہ کہ اللہ تعالی ہی کے لیے عبد مخلوق مسخر ہی ہر وہ عقل والا جو آسمان و زمین مین ہی اور ہر وہ بے عقل چیز جسکو لیسے لوگ پوجتے ہین جو سواے اللہ کے شرکاء کو پوجتے ہین یعنے بت وغیرہ جنکو مشرکین اپنے زعم مین شرکاء عبادت جانتے تھے اگر کہا جاوے کہ سواے اللہ تعالی کے کہان بلکہ اللہ تعالے کو بھی پوجتے تھے تو جواب یہ کہ اللہ تعالے ایک معبود ہی جسکا کوئی شریک ہو نہین سکتا تو جب وے شرکاء کو مستحق عبادت زعم کرتے تو اللہ تعالے کی عبادت اس زعم کے ہوتے ہوئے ممکن نہین رہی۔ اور اسمین کافرون پر تعریض ہی کہ مخلوقات الٰہی مین خود عقل والے و افضل ہو کر بے عقل والے حقیر کو اپنا معبود بناتے ہین ایسے جاہل احمق ہین۔ اگر ما استفہامیہ ہی تو یہ معنی کہ کون چیز ہی جسکی پیروی کرتے ہین وہ لوگ جو اللہ تعالے کے سواے شرکاء پوجتے ہین یعنے خواہ وہ بھی آسمان و زمین کی مخلوقات مین سے مسخر بقبضۂ قدرت الٰہی ہی کچھ اور نہین ہو سکتی ہی پھر اسکو کیا سمجھکر پوجتے ہین پھر آگے قولہ ان یتبعون الا الظن بیان ہی۔ اور ایک قراۃ مین تدعون بتاء خطاب ہی تو معنی یہ ہونگے کہ کس کی اتباع کرتے ہین وہ لوگ جنکو تم سواے اللہ تعالے کے پوجتے ہو شرکاء ٹھہرا کر جیسے مسیح علیہ السلام یا ملائکہ وغیرہم اور حاصل آنکہ جنکو تم شرکاء بناکر پوجتے ہو وہ کس کو پوجتے تھے یعنی ضرور اللہ تعالے کو پوجتے تھے پھر تمھین کیا ہوا کہ اسمین انکی پیروی چھوڑکر مخالفت کرتے ہو۔ علی ہذا اول برہان سے سمجھایا کہ ہر ذی عقل وغیرہ سب مخلوق و بندۂ الٰہی ہی کوئی معبود نہین ہو سکتا پھر انکو ملزم ٹھہرایا کہ جنکو مانتے ہو یہان تک کہ انکی پوجا کرنے لگے ہو وہ سب تو اللہ تعالے کو پوجتے اور اسی کو معبود مانتے تھے تمھین کیا ہوا کہ اسمین انکی پیروی سے مخالفت کرتے ہو۔ اگر ما نافیہ ہی اور یہی مفسر رح نے مرجح قرار دیا تو یہ معنی ہین کہ سب ذی عقل و بیعقل تو مخلوق الٰہی ہی اور نہین پیروی کرتے وہ لوگ جو پوجتے ہین سواے اللہ تعالے کے شرکاء کو حقیقت مین شرکاء کی۔ یعنے شرکاء بناکر پوجنے والے جنکو پوجتے ہین وے درحقیقت شرکاء نہین ہین بلکہ انھون نے اپنے نزدیک انمین الوہیت مان لی ہی لہذا فرمایا۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہین پیروی کرتے ہین مگر گمان کی۔ یعنی بدون حق برہان و حجت کے خالی گمان کے پیرو ہین اور بحکم قولہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ حق کے واسطے گمان کچھ بھی کافی نہین ہی انکے گمان سے کچھ

انکو راہ حق نہ ملی اسیواسطے گمراہ ہوے اور تفسیر قولہ ولا الضالین- مین آیا کہ النصاریٰ ضلال- نصاریٰ گمراہ ہین تو اسی وجہ سے کہ خالی گمان کے پیرو ہین اور عنقریب بیان آتا ہے- واضح ہو کہ اس تقدیر مین جبکہ ما نافیہ ہووے شرکاء کو نصب دو وجہ سے ہو سکتا ہے اور ایک شرکاء محذوف ہے اول یہ کہ شرکاء جو مذکور ہے یتبع سے منصوب ہے اور یدعون کا مفعول محذوف ہے کیونکہ مذکور اس محذوف پر دلالت کرتا ہے اور دوم یہ کہ جو مذکور ہے مفعول یدعون ہے اور یتبع کا مفعول محذوف ہے بہرحال تقدیر کلام یہ ہے ما یتبع الذین یدعون من دون اللہ شرکاء شرکاء اے الذین یدعون من دون اللہ شرکاء لا یتبعون شرکاء علی الحقیقۃ بل ما یتبعون الا الظن- یعنی جو لوگ سوائے اللہ تعالےٰ کے شرکاء کو پوجتے ہین وے نہیں پیروی کرتے ایسون کی جو حقیقت مین شرکاء ہون بلکہ انھون نے انکو شرکاء زعم کر لیا ہے پس نہین پیرو ہین مگر اپنے زعم کے اور ایسے زعم سے انکو کچھ فائدہ نہین ہے کیونکہ یہان عبادت کے لیے معبود حق چاہیے جو خالق و مالک ہو اسکی الوہیت پر دلیل قطعی یقینی ہو وہ نہین بلکہ وسوسے گمان کی پیروی کرتے ہین- وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ اور نہین ہین وے لوگ مگر اٹکل لگاتے ہین یعنی کسی حق حجت پر نہین بلکہ اپنے اٹکل پر چلتے ہین لہذا بھٹک کر شیطانی راستہ پر ہو رہے ہین- پھر انکو متنبہ کیا کہ اللہ تعالےٰ نے تمکو پیدا کر کے ہوش گوش عقل دی اور اپنی قدرت والوہیت و تقدیس کی نشانیان صاف ظاہر کر دین پھر ایسے اندھے باؤلے کیون ہو چنانچہ فرمایا- هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا نہار روز روشن اور اسکو مبصر مجازاً فرمایا کیونکہ نہار خود دیکھنے والا نہین بلکہ اسمین دیکھنے والا دیکھ لیتا ہے- اور لتبصروا فیہ- بمقابلہ لتسکنوا فیہ- کے نہین فرمایا تاکہ جو ظرف سبب ہے اسمین اور خالی ظرف مین فرق ہو جاوے- اور رات پیدا کرنے کی علت غائی ذکر فرمائی یعنی لتسکنوا فیہ- اور رات کا وصف حذف کیا اور دن کی علت غائی حذف کی یعنی مثلاً لتتحرکوا الی طلب الحوائج- اور وصف ذکر کیا یعنی مبصراً پس یہ بلاغت ہے کہ ہر ایک مذکور دوسرے مقابل محذوف پر دلالت کرتا ہے گویا یون فرمایا- ہو الذی جعل اللیل مظلما لتسکنوا فیہ والنہار مبصرا لتتحرکوا اے ہوا لحکم- آپ پاک خالق نے بنا دیا رات کو تاریک تاکہ تم اسمین سکون اختیار کرو اور بنا دیا دن کو روشن تاکہ اپنی ضروریات مین حرکت کرو- تنبیہ ہے کہ اسکی قدرت نہایت کاملہ اور نعمت نہایت بزرگ ہے وہی مستحق عبادت ہے جسکی الوہیت پر یہ قطعی دلائل قائم ہین پھر تم اپنے اٹکل پر بتون وغیرہ کو کیسی الوہیت مین شریک کرتے ہو اور عقل سے بالکل خالی بنتے ہو- یہان لطیفہ[له] اشارہ ہے کہ قدرت کاملہ الٰہی سے ہر مخلوق ایسے محکم صنع پر ہے کہ بحکم قولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ- ارواح جو سبب کے سبب بحکم دوسری حدیث کے ظلمت مین پیدا ہو ئین انمین سے بعض کو نور الٰہی سے حصہ ملا سووے روز روشن کیطرح مبصر الوہیت الٰہی اور نور بصیرت سے ہدایت پر ہین اور باقی مثل شب مظلمہ کے دنیا ڈھکی دبیلے ہوے مطمئن ہین- فافہم- یہ کمال قدرت الٰہیہ ہے- إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ اسمین بے شک نشانیان ہین ایسی قوم کے لیے جو سنتی ہین یعنے پند و نصیحت و عبرت کی سنوائی سنتے ہین کیونکہ سننے کا یہی فائدہ ہے ورنہ آواز کان مین پڑنا تو گاے گدہ چارپایون کو بھی حاصل ہے کہ ینعق بما لا یسمع الا دعاء و نداء الآیۃ- چرواہے کی آواز سنتے اور کچھ نہین سمجھتے ہین یہی حال کفار و مشرکین کا ہے ف— فی العرائس قولہ تعالےٰ ہو الذی جعل لکم اللیل الآیۃ- رات مین عاشقون و اہل محبت کا سکون انکی مناجات کے لیے ہے جسکی قدر وہی لوگ خوب جانتے ہین سہ اقضی نہاری بالحدیث و بالمنی + ویجمعنی باللیل والہم جامع + اے یجمعنی جامع باللیل مع الہم- اور دن کو انوار قدرت انمین ساری ہونے کے لیے روشن بنایا کہ آفتاب صفات ہر لحظہ طلوع کرتے ہین پس وہ آئینہ ہے کہ عارف اسمین تجلی حق تعالےٰ کو دیکھتے ہین الا تری الی قولہ تعالےٰ اللہ نور السموات والارض الآیۃ- بعض نے کہا کہ رات کو سکون خلوت و

اور دن کو مبصر کیا کہ نظر عبرت سے مخلوقات الٰہی کو دیکھاین برخلاف انکے کفار و مشرکین رات مین موت کی نیند سوتے اور دن مین موت کا کاروبار کرتے ہین پس وہ بالکل مردہ ہین اور وحدانیت الٰہی سے محض غافل چنانچہ باوجود ان دلائل واضحہ کے شرک پر آمادہ بالکل نہایت گستاخی کے ساتھ شرک کرلے ہین۔ بقولہ تعالےٰ

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

کہتے ہین اللہ نے کوئی بیٹا کیا وہ پاک ہی وہ بے نیاز ہی اسی کا ہی جو کچھ ہی آسمانون اور زمین مین

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

کچھ سند نہین تم پاس اسکی کیون جھوٹھ کہتے ہو اللہ پر جو بات نہین جانتے

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ؕ مَتَاعٌ

کہہ جو لوگ باندھتے ہین اللہ پر جھوٹھ بھلا نہین پاتے تھوڑا سا برت لینا

فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ

دنیا مین پھر ہماری طرف ہی انکو پھر آنا پھر چکھاوینگے ہم انکو سخت عذاب

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

اسکے منکر ہوتے تھے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور مشرک کہتے ہین کہ بنا لیا اللہ تعالےٰ نے فرزند یعنی بیٹا لیا۔ یہ منجملہ اٹکل کی باتون کے ہی جو عقل سے بالکل منافی ہین مگر وہم کی قوت البتہ ایسے خیالات واٹکل لگاتی ہی کیونکہ وہ صورتین گڑھا کرتی ہی اور یہ قوت فن ریاضی کے لیے ضروری ہی جیسا کہ یونانیون نے تصریح کی ہی اسیواسطے بچون کو جنکی عقل ضعیف اور قوت واہمہ قوی ہوتی ہی پہلے ریاضات سے شروع کرتے ہین پس حساب و پیمائش و مثلث و جبر و مقابلہ و طبعیات و طب وغیرہ فنون اسی ریاضی کی شاخین ہین جو بچپن مین خوب آتی ہین یا جوانی مین جنکے بدن مین عقل قوی نہوئی بلکہ واہمہ قوی رہی انکو بھی یہ فنون خوب آتے ہین اسیواسطے نصاری قوم والے جو حضرت عیسیٰؑ کو بیٹا کہتے ہین اس قوت مین نہایت قوی ہین اسی واسطے فنون ریاضیہ مین انکو خوب دستگاہ ہوتی ہی اور ملکی انتظام کی تصویرین خوب ذہن مین لاتے ہین اور کلین وغیرہ خوبصورت چیزین خوب بناتے ہین بالجملہ یہ قول محض عقل کے خلاف ہی اور وہم کی قوت سے بہت مناسب ہی اسیواسطے اکثر عقلاء و علماء کا قول ہی کہ عقیدہ نصاری کا جسقدر ضعیف و نحیف ہی اسقدر دنیا مین کسی قوم کا مذہب و اعتقاد ضعیف نہین ہی اور اللہ تعالےٰ نے بھی رد فرمایا بقولہ۔ سُبْحٰنَهٗ پاک ہی اللہ تعالےٰ ایسے کلمات کفر سے بیضاوی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات عالی کی اس سے تنزیہ فرمائی کیونکہ بیٹا بنانا تو اُسی سے تصور مین ٹھیک ہوسکتا ہی جسکے اولاد ہوسکے اور اللہ تعالےٰ کی جناب مین اسکا تصور ہی نہین ہوسکتا پھر یہ کیا بات ہی کہ بیٹا بنایا اور اس کلام الٰہی مین بندون کو انکے احمق قول سے تعجب دلایا کہ سبحان اللہ ذرا اس احمق بات کو دیکھو۔ هُوَ الْغَنِيُّ وہی تو غنی ہی پس جب اللہ تعالی ہر چیز سے غنی ہی اور یہ اسکی صفت پاک ہی تو فرزند کی حاجت کہان سے آئی۔ اور کیا ضرورت پیش آئی۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کا ہی جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہی۔ پس جب سب اسی کی مخلوق و مملوک و بندے

ثلثة ارباع ع ۱۲

سب ہین تو فرزند کون ہوسکتا ہی کیونکہ فرزند مثل باپ کے ہوتا ہی وہ مملوک کیونکر ہوگا- اور قسم ہی اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ
کی کہ جیسے اللہ تعالے کا بیٹا یا شریک ہونا محال ہی ویسے ہی جسکا یہ عقیدہ ہو وہ اللہ تعالے کو ہرگز نہین پہچانتا اور نہ اسپر ایمان لایا کہ
اور اسلئے ایسا کلمہ زبان سے نکالا کہ جسپر کوئی دلیل نہین اور جسکے سننے سے اہل حق کی روئین تھرآتی ہین- کما قال تعالے وقالوا اتخذ
الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا الآیۃ- پھر مشرکین کی جہالت
وانکا قول باطل ہونے کو خوب واضح کر دیا بقولہ تعالے- اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا جار مجرور متعلق بسلطان یا اسکی
صفت یا متعلق عندکم ہی- گو یا یون کہا گیا کہ ان عندکم من سلطان کائن بہذا- یا- ان عندکم بہذا من سلطان- یعنی نہین ہی
تمہارے پاس اسپر کوئی حجت یعنی ٹھیک دلیل- اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بھلا تم باتین بناتے ہو اللہ تعالی پر
وہ جسکا تمکو علم نہین ہی- یعنی جب بلا دلیل تم نے اللہ تعالے پر ایسی بات کہی تو ضرور دروغ باندھا اور اس سے بڑھکر کون گنہگار
اپنے آپ کو خوار کرنے والا ہوگا جو اللہ تعالے پر بہتان باندھے پھر ایسا بہتان جو اسکی الوہیت کے منافی ہی- قال البیضاوی ح
اسمین انکی جہالت وگستاخی پر سخت ملامت ہی- واضح ہو کہ اسمین اہل الحق کے واسطے یہ دلیل ہی کہ جو بات یا جو فعل ایسا ہو کہ اسپر
کوئی دلیل شرعی نہو وہ قول وفعل جہالت ہی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل ایمان جن امور پر اعتقاد رکھتے ہین وہ سب امور
ایسے ہونے چاہیے ہین جو قطعی دلیل سے ثابت ہون اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعتقادی باتون مین تقلید کر لینا جائز نہین ہی کذا ذکرہ
البیضاوی وغیرہ- مترجم کہتا ہی کہ ایسے ہی ائمہ علماء رحمہم اللہ تعالے نے بدلیل ایسی ہی آیات واحادیث کے تصریح کر دی ہی
کہ اعتقادات مین تقلید نہین جائز ہی اور گویا اسپر اجماع ہی اور بعض نے جو اسمین کچھ کلام کیا ہی وہ صحیح نہین ہی یا اختلاف فقط لفظی
ہی اور دونون کا مطلب ایک ہی ہی کیونکہ مثلاً یہ بات کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی اگر کسی دوسرے کی تقلید سے مان لیا اسطرح کہ
وہ مانتا ہی تو مین بھی کہتا ہون اسکے کچھ معنی نہین ہین جب تک کہ یہ یقین نکرے کہ بے شک اللہ تعالے واحد لاشریک ہی اور
لا الہ الا اللہ کے یہی معنی ہین- اور یہین سے علماء نے لکھا کہ مثلاً اگر ایک لڑکا مسمی زید کے باپ نے اسکے ساتھ ایک لڑکی مسماۃ ہندہ کے
باپ کے بیاہ دینے سے ہندہ سے نکاح کر دیا پھر دونون بالغ ہوئے پس اگر لڑکا یا لڑکی کوئی حالت بلوغ مین اپنے ایمان و اعتقاد کو موافق
دین اسلام کے نہین جانتا تو وہ مومن نہین اور نکاح باطل ہوا اور واضح ہو کہ یہ ضرور نہین کہ وہ مکتب کے لڑکون کیطرح آمنت باللہ
وملائکتہ وکتبہ ورسلہ الخ فصیح عبارت مین بیان کرے بلکہ خالی عبارت کچھ مفید نہین جب تک کہ اسکے معنی نجانے اور معنی جاننا
کافی ہی اگرچہ عبارت فصیح مین ادا نہ کر سکے اور مسئلہ فتاوائے عالمگیریہ وغیرہ مین مصرح ہی- اب اہل اسلام جو عموماً اس سے بالکل غافل
ہین اپنی اولاد کو اعتقاد حق کی تعلیم فرض عین سمجھین اور ہوشیار ہون کہ یہ بلائے عام پھیلی ہوئی ہی- پھر مترجم کہتا ہی کہ باب اعتقاد
مین اللہ تعالے کی ذات وصفات کو جسطرح قرآن مجید واحادیث صحیحہ مین آیا اور دیگر امور آخرت کو جنپر ایمان کا مدار ہی جاننا مراد ہی
لہذا فروع اعمال جن سے توشۂ آخرت کمانا مقصود ہی انمین بالاجماع دلائل ظنیہ کافی ہین اور ان اعمال کے اعتقاد چونکہ تابع ہین یعنی
اصل مقصود عمل ہی اور اعتقاد تابع ہی بلکہ وہ خالی آگاہ ہوکر کام کرنے کے لیے ہی تو اسمین اصل کے موافق دلیل ظنی کافی ہی مثلاً وتر اگر واجب
ہی تو مقصود یہ کہ اسپر مواظبت کرے لہذا اسکے وجوب کا اعتقاد بھی تابع اسکے ہوا لہذا امام شافعی وغیرہ کے نزدیک سنت ہی تو سنت ہونیکا
اعتقاد کریگا اور یہ عقائد ایمانیہ یعنی اصول مین سے نہین ہی- یہین سے اہل اسلام پر واجب ہی کہ آپس مین ان اعمال کے کرلے یاد کرنے

پر باہم رنجش نکرین کیونکہ یہ تو اپنا اپنا توشۂ آخرت ہر شخص بہ اتباع حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کماتا ہی ہان یہ شرک ہوجائیگا کہ کوئی یہ کہے کہ ہمین اللہ تعالیے ورسول صلعم کے کلام وحدیث سے بحث نہین بلکہ ہم تو فلان امام کی بات اپنینگے جو وہ کہے وہی کرینگے ہمپر اُسی کی تقلید فرض ہی ہمکو اَور کچھ کام نہین تو یہ بُری بات اور شرک ہوگا۔ ہان ادب کے ساتھ یون کہے کہ بے شک جو اللہ تعالیٰ واسکے رسول پاک صلعم نے فرمایا وہی ہمپر واجب وفرض ہی اور کسی دوسرے کا قول اسطرح ہمپر فرض نہین لیکن چونکہ آیات واحادیث مین ناسخ ومنسوخ ومحکم ومأول ومجمل وغیرہ ہین اور مجھے اسقدر علم نہین لہذا مین کسی عالم سے دریافت کرکے اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول صلعم کے حکم پر عمل کرونگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہی کہ نجانو تو عالم سے پوچھ لو پھر مجھے بھلا معلوم ہوتا ہی کہ مین امام الفقہاء ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا اجتہاد دریافت کرلون کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری ہوجائیگی تو مجھے اسی پر عمل کرلینا کافی ہوگا اور رہا وہ شخص جوکہ اتنا علم رکھتا ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کے اجتہادی دلائل دیکھ لے اور دوسرے فقہاء کے بھی دیکھ لے اور حقیقت سمجھ لے وہ اپنی ذات کے واسطے احسن پر عمل کرے ولیکن عوام کو فتنہ مین نہ ڈالے اور اپنی تقلید کی طرف نہ بلاوے والکلام الواضح فی ہذا فی مقدمتی للفتاوے الہندیہ ترجمہ العالمگیریہ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق - پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات بدین معنی کہ مثلاً علیم وخبیر وارادہ کرنے والا اور جسقدر صفات الٰہی ہین سب کا علم بوحی خاص ہی اور اسمین رائے وقیاس وغیرہ کو کچھ مجال نہین اور اسلیے بطریق کلی علم ہوگیا کہ جو امر کہ نقص ہو مثلاً بدلیل شرعی اس سے اللہ تعالیٰ پاک منزہ ہی اور اکثر اقوام دنیا مین ایسے ہین کہ اپنی عقل کو اصل قرار دیکر علم صفات الٰہی کو اسکے تابع کرتے ہین اور یہ درحقیقت کا فرہین بھلا کیونکر ہوسکتا ہی کہ ہماری عقل جو ادنیٰ مخلوق ایک حکمت الٰہی کا ظہور ہی یعنے وتعالیٰ خالق ہی اسلئے ہماری عقل کو بھی مانند دیگر اشیاء کے پیدا کردیا تو عقل کا کام معرفت ہی نہ اثبات صفت لہذا جب تک قطعی دلیل سے ثابت نہو تب تک مانند مشرکین کے بیٹا وغیرہ کا اعتقاد کفر ہی اور ایسے ہی جو امر ثابت ہو مثلاً دیدار الٰہی قیامت مین تو عقل سے انکار کفر ہی - علیٰ ہذا اکثر اقوام دنیا مین آخرت سے درحقیقت منکر ہین بوجہ اسکے کہ وہ محسوس نہین حالانکہ ایمان یہی ہی کہ دنیا کو اپنے واسطے مسافر خانہ سمجھکر یہان سے وہان کے واسطے زادراہ باتباع رسول اللہ صلعم جمع کرکے لیجاوے اور آخرت کو پیش نظر رکھے پھر مشرکین نے یہ دھوکا اُٹھایا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹے تھے وہ سبکے لیے کفارہ ہوگئے اب تم دنیا خوب لوٹو حالانکہ یہ ایسی بات ہی کہ نجس وغلیظ چیز سمیٹنے کا حکم کیا ولیکن شیطان کے فریب مین آکر اسکے قائل ہوے اگرچہ صریح خلاف عقل اور جناب باری تعالیٰ کی شان مین فرزند ہونا محض نقص وبالکل محال ہی اور کوئی دلیل نہین جس سے اس عقیدہ کا ثبوت ہو حالانکہ عقائد کے لیے قطعی ثبوت ضرور ہی تولامحالہ انکا یہ اعتقاد اللہ تعالیٰ پر بہتان وافتراء ہوا - قال تعالیٰ - قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ بے شک جو لوگ کہ افتراء باندھتے ہین اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کو فلاح نہین پاتے - افتراء ہمیشہ جھوٹ ہوتا ہی لیکن آیت مین ایسے بیان سے زیادہ شناعت کا اظہار ہی باین طور کہ جھوٹ بات تو ہر کسی کے ساتھ بُری ہی پھر اللہ تعالیٰ سے شرم کرے برخلاف اسکے شرم چھوڑے اور جھوٹ بولا اور بڑھکر یہ کہ اللہ تعالیٰ پر وہ جھوٹ جو بدتر ہوگیا افتراء باندھا پس انتہاء درجہ بدبخت ہوگیا تو کیونکر فلاح پاوین پھر فلاح یہ ہی کہ دوزخ سے نجات ہو اور جنت عطا ہو کیونکہ دنیا چندروزہ محض فانی ہی - افسوس ہی کہ لوگ اپنی جہالت سے دنیا کی مالداری کو نیک بختی سمجھتے ہین حالانکہ یہ بالکل الٹا ہی کیونکہ دنیا مبغوض وملعون ہی اور جو اسمین ہی سوائے یاد الٰہی وعلم شرع الٰہی کے سب ملعون ہی تو ایسی ملعون چیز جسکو دی گئی وہ نیک بخت کیسے ہوا بلکہ جسکے پاس بہت ہو اسکو اپنے حق مین خوف چاہیے مگر آنکہ وہ اس سے دل اُٹھا کر اللہ تعالیٰ

کی راہ مین خیرات کردے بہرحال دنیاوی دولت و ثروت کچھ بھی فلاح نہین ہو بلکہ دنیامین ایمان و تقویٰ وہدایت و استقامت فلاح ہو
اور عاقبت مین اسکا نتیجہ وہ حصول فلاح ہو واللہ تعالے ولی المومنین والحمد للہ رب العالمین - اور مال و اسباب دنیاوی فانی
کچھ فلاح نہین جسپر مغرور ہو کر شرک و کفر و افترا پر آمادہ ہوے بلکہ یہ غرور انجام مین ہلاک سے بدتر ہو کما قال تعالے **مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا**
اے ذلک الافترا متاع الخ خبر مبتدا محذوف ہو یعنے یہ افترا انکا قلیل متاع دنیاوی ہو جس سے کافر ہونے مین ڈھونڈھنا ٹھیک کرتے تھا
چنانچہ نصرانی عالمون بلکہ بادشاہ قسطنطین نے اس عقیدہ پر سب علماء نصاریٰ سے دستخط کرائے اور بعضے حقانی علماء نصاریٰ جنھون
نے اس سے انکار کیا انکو عذاب سخت سے مارا اور باقی اپنی زندگی کے لالچ دستخط کرنے پر راضی ہوگئے - یا مبتدا محذوف جو تم ذکر
مناسب خبر ہو یعنے انکی زندگی چند روزہ متاع قلیل دنیاوی ہو آخرمر کر دار الآخرۃ کی طرف رجوع کرینگے یا خبر محذوف ہو اے لہم متاع
فی الدنیا یہی اولیٰ ہو یعنے انکے لیے فلاح کچھ نہین بلکہ قلیل متاع دنیاوی ہو کہ چند روزہ زندگی بھر اس دنیا سے جو محنت و مشقت کا
گھر ہو تکلیف ملی ہوئی زندگی اُٹھاوین - **ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ** پھر ہماری ہی طرف انکا لوٹنا یا مرجع ہو یعنی بعد موت کے دار الآخرۃ
کی طرف پھرینگے اور وہان ان اعمال کا بدلا جو کچھ ملیگا وہ بیان فرمایا کہ - **ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ** پھر چکھاوینگے ہم
انکو سخت عذاب سو یہ کچھ بلاوجہ نہین بلکہ - **بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ** اے بسبب کفرہم - ما مصدریہ ہو یعنے یہ عذاب شدید بدلا
انکے کفر کرنے کا ہو - یہان اگر اللہ تعالے چاہتے تو انکو عذاب شدید چکھا وے لیکن ترحم سے حلم دیدیا کہ دنیاوی زندگی بھر اس
دنیا کو جو آخرت کے بدلے مول لے لی ہو جسقدر مقدر ہو سمیٹ لین بشرطیکہ دنیاوی عذاب سے بچنا مقدر کیا ہو پھر موت کے وقت سب
چھوڑ کر آخرت مین جہنم کا عذاب چکھین نعوذ باللہ تعالے من عذابہ الشدید - پھر اگلی امتون کے اپنے انبیاء علیہم السلام سے کفر و
سرکشی کرنے والون کے انجام کو بیان فرمایا - بقولہ تعالے -

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي ۘ

اور سنا انکو احوال نوح کا جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہی تمپر میرا کھڑا ہونا

وَتَذْكِيرِي بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ

اور سمجھانا اللہ کی باتون سے تو مین نے اللہ پر بھروسا کیا اب تم سب بلکہ مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریک پھر

لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۞ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

نہ رہے تمکو اپنے کام مین شبہہ پھر کر چلو میری طرف اور مجھکو فرصت نہ دو پھر اگر ہٹ جاؤگے

فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۞

تو مین نے چاہی نہین تمسے مزدوری میری مزدوری ہی اللہ پر اور مجھکو حکم ہی کہ رہون حکم بردار

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ

پھر انکو جھوٹھلایا پھر ہمنے بچا دیا اُسکو اور جو اُسکے ساتھ تھے کشتی مین اور انکو قائم کیا جگہہ پر اور ڈبا دیے جو

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۞

جھوٹھلاتے تھے ہماری باتین سو دیکھ آخر کیا ہوا جنکو ڈرایا تھا

وقف لازم

بعد توضیح آیات بینات کے قصص انبیاء سابقین بیان فرمائے کہ آنحضرت صلعم کو تسلی اور کفار کو عبرت ہو پس فرمایا۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور پڑھ دے ان پر۔ نَبَاَ نُوْحٍ خبر نوح علیہ السلام کی۔ یعنی امر عجیب الشان جو نوح کو اپنی قوم کی دعوت میں ابتداء و انجام میں پیش آیا اور وہ یہ ہے۔ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جب اپنی قوم سے کہا کہ۔ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اے قوم اگر بھاری و شاق ہوا تم پر میرا مقام و میرا نصیحت کرنا آیات الٰہی سے۔ مقام بفتح اول قرآن کی اتفاقی قرات ہے اور بعض نے لکھا کہ ابو رجاء و ابو مجلز و ابن الجزری نے بالضم پڑھا۔ و معنی اول موضع قیام اور معنی دوم موضع اقامت و نفس اقامت۔ پھر اگر مقامی کنایہ اپنی ذات سے ہے تو معنی یہ کہ میرا ہونا و نصیحت کرنا تم پر شاق ہوا۔ یا مراد اس سے مکث طویل ہے کیونکہ ساڑھے نو سو برس دعوت فرمائی ہے۔ یا مراد اس سے کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کرنا جیسا کہ واعظین کا قاعدہ ہے اور یہی اولیٰ ہے اس لیے کہ اسی دعوت سے کفار کو عداوت انکی باتوں وانکے جان و مال سے پیدا ہو گئی پس یہ اول دونوں کو شامل و اصل ہے۔ حاصل یہ کہ اگر تم میری نصیحت سے ملول ہو کر میرے دشمن ہوئے ہو۔ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ تو میں نے اللہ تعالےٰ پر توکل کیا۔ جملہ جواب شرط ہے یعنے میں اسکے مقابلہ میں تمہارے ساتھ یہی کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ پر توکل کروں جیسے میری عادت چلی آتی ہے یا خاص توکل مراد لیا۔ اور اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط یہ ہے کہ۔ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ اے اعزموا۔ اجمع الامر اے نوی و عزم علیہ۔ یعنی کسی کام پر عزم کر لیا تو اجمع الامر بولتے ہیں۔ یعنی جب ایسا ہے تو تم لوگ اپنے امر پر عزم کر لو اور اصل اس محاورہ کی یہ ہے کہ آدمی پہلے متفرق رہتا ہے کبھی کہتا ہے کہ یہ کروں اور کبھی وہ کروں پھر کسی بات پر مجتمع ہو جاتا ہے تو نوح علیہ السلام نے گویا انکو اللہ تعالےٰ کے صدق وعدہ پر بھروسا کرنے سے مطلع کیا کہ تم سب میری ایذا دینے پر مجتمع ہو جاؤ اور ابن الانباری رح نے کہا کہ امر بیان وجوہ کید و مکر ہیں یعنے کوئی طریقہ میری مضرت کا نچوڑ و سب جمع کرو۔ وَشُرَكَآءَكُمْ اے مع شرکائکم۔ اپنے شرکاء کے ساتھ ہو کر۔ قالہ الزجاج والفارسی و کشاف نے اسی کا مؤید قرار دیا جو بعض قراءۃ میں شرکاء بالرفع عطف بر ضمیر متصل پڑھا گیا اور بوجہ فصل کے بدون تاکید جائز ہے اور بعض نے کہا کہ وامر شرکاءکم۔ بحذف مضاف ہے اور بعض نے کہا کہ وادعوا شرکاءکم بحذف فعل ہے اور حضرت ابی بن کعب رض کی قراءۃ بھی یہی مروی ہے اور نافع رح سے ایک روایت میں فاجمعوا از جمع آیا۔ مقصود یہ کہ انکو آگاہ کیا کہ مجھے تمہاری کچھ پروا نہیں اور مجھے اللہ تعالےٰ پر بھروسا ہے تم سب مجتمع ہو اور عزم کر لو میری ایذا پر۔ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہ ہو جاوے تمہارا کام تم پر گھٹا۔ قالہ الزجاج رح یعنے در پردہ مت رکھو کہ تم لوگوں کو آپس میں کھلے نہیں بلکہ آپس میں خوب صاف کھلے کھلے یہ ارادہ مستحکم کر دو کہ نوح کو ہلاک کرو۔ ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ پھر میری طرف یہ امر جسکا عزم کیا ہے پورا کرو۔ بعض قراءۃ میں افضوا بالفاء آیا بمعنی پہونچانا۔ یا کھلکر نکل آنا۔ مراد یہ کہ پھر سب کے سب جمع ہو کر مجھ پر چڑھائی کرو اور جو بدی چاہتے ہو مجھکو پہونچاؤ۔ وَلَا تُنْظِرُوْنِ اے ولا تمہلونی۔ اور مجھے کچھ مہلت مت دو۔ حاصل آنکہ انکو ایسے گناہ و کفر کا حکم خواہ مخواہ نہیں دیا بلکہ انکو گویا دلیل و صدق کے ساتھ آگاہ کیا کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لا شریک ہے بغیر اسکے حکم کے کچھ نہیں ہو سکتا چنانچہ میں تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا تم اسطرح مجتمع ہو جاؤ۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے میری نصیحت سے منھ موڑا تو تمہاری نادانی ہے۔ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ میں نے تو تم سے کچھ اجرت و مال نہیں مانگا بلکہ بے غرض خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے تمہاری بھلائی کو نصیحت کی پھر تم پر کیوں بھاری ہوئی۔ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اور میرا اجر

تو اللہ تعالےٰ ہی پر ہے یعنے مجھے تو میرے پروردگار ہی نے اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ دیا ہے پس مجھے اُسی پر یقین کامل ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ثواب ملنے پر یقین کامل رکھے پس حضرت نوحؑ نے اپنے ثواب کا یقین کیا اور انکے ایمان لانے یا منھ موڑنے کی کچھ پروا نہ کی اور کہا کہ میرا ثواب اللہ تعالےٰ کے فضل پر ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور مجھے حکم دیا گیا کہ مین مسلمین سے ہو جاؤن یعنے اللہ تعالےٰ کے حکم کا مطیع و منقاد ہون اور خلاف نہ کرون اور نہ کسی دوسرے سے امید رکھون۔ فَكَذَّبُوْهُ پھر کافرون نے اسکو جھٹلایا یعنے جھٹلانے پر اڑے رہے اور سب نصیحت برباد کی اور سرکشی انتہا کو پہونچائی اور ظاہر کردیا کہ حجت مین کوئی دقیقہ مخفی نہ تھا بلکہ محض عناد اور تمرد سے جھٹلانے مین انتہا کردی۔ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ پس نجات دی ہم نے اسکو غرق سے اور ان سب کو جو اسکے ساتھ تھے کشتی مین یعنے ایمان لائے تھے اور انکی تعداد اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ اسّی تھے چالیس مرد و اسیقدر عورتین۔ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ اور کردیا ہم نے ان سب کو خلیفہ یعنے غرق ہو جانے والون کے پیچھے زندہ رہجانے والے وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور غرق کردیا ہم نے ان کافرون کو جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو یعنے طوفان مین ڈبا کر ہلاک کردیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ سو تو دیکھ کہ کیسے ہوا انجام انکا جنکو انذار کیا گیا تھا۔ تہویل ہے اور کفار کو تہدید و تحذیر ہے اور آنحضرت صلعم کو تسلی دی۔ فــــی العرائس وقولہ وامرت ان اکون من المسلمین یعنے مسلمین اسلام نوح علیہ السلام اور یہ جلال و عظمت کبریائی کے حضور مین انقیاد نفس ہے کیونکہ بحر توحید و تجرید و تفرید مین حدث سے انانیت نفس کا خطرہ آجاتا ہے اس سے نفی کی اور کمال ادب سے انقیاد رکھا کیونکہ نوح علیہ السلام انبیاء اولوالعزم سے ہین جو صحو مین رہے کہ انکے اسرار ہمیشہ تحت ذیل انوار تھے۔ بعض نے کہا کہ اسلام یہ کہ سالم رہے سر باطن اسکا قلب سے اور قلب اسکا نفس سے اور نفس اسکا زبان سے اور زبان اسکی کذب و غیبت و بہتان سے۔ قلت وفی الحدیث مسلم وہ ہے جسکی زبان و ہاتھ سے لوگ سلامت رہین۔ قولہ تعالےٰ۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا

پھر بھیجے ہمنے اُسکے پیچھے کتنے رسول اپنی اپنی قوم مین پھر لائے اُن پاس کھلی نشانیان سو ہرگز نہوے کہ یقین لاوین

كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

جو بات جھوٹھلا چکے پہلے سے اسیطرح ہم مہر کرتے ہین دلون پر زیادتی والون کے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر ہم نے بھیجا بعد نوح علیہ السلام کے رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ رسولون کو انکی قوم کی طرف یعنے ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب علیہم السلام کو انکی اقوام کی طرف ارسال فرمایا۔ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس لائے یہ رسول اپنی قوم پاس بینات یعنی کھلے معجزات لائے کہ صاف انکے دعوے نبوت ثابت ہوتے تھے۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا پس ٹھیک نہوے کہ ایمان لے آوین کیونکہ کفر پر جم رہے تھے اور ازل مین مطرود ہو چکے تھے تو ایمان لانے والے نہ تھے۔ بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ اس بات پر جسکو رسولون کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ یا جسکو قوم نوح والے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے یا جس بات کو ازل مین جھٹلا چکے تھے کیونکہ ازل کا اقرار اسلئے باکراہ تھا۔ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ایسے ہی ہم مہر کردیتے ہین حد سے بڑھنے والون کے دلون پر۔ قال البیضاوی رح ایسی آیات الٰہی صاف معرفت دیتی ہین کہ

جو افعال واقع ہوتے ہیں سب اللہ تعالے کی قدرت و مشیت پر ہیں اور بندہ اُنکا کمانے والا ہو اور یہی اہل السنۃ کا اجماعی مذہب ہو اور اسی پر تمام انبیاء گذرے ہیں - پھر اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون کے قصہ سے شبہات کو دور کیے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

پھر بھیجا ہمنے انکے پیچھے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اُسکے سرداروں پاس اپنی نشانیاں دیکر پھر تکبر کرنے لگے

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا

اور وہ تھے لوگ گنہگار پھر جب پہونچی انکو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے

لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا یُفْلِحُ

یہ تو جادو ہے صریح کہا موسیٰ نے تم یہ کہتے ہو تحقیق بات کو جب تمہارے پاس پہونچی کوئی جادو ہے یہ اور بھلا نہیں پاتے

السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا

جادو کرنیوالے بولے کیا تو آیا ہو کہ ہمکو پھیر دے اُس راہ سے جس پر پائے ہمنے اپنے باپ دادے اور تم دونوں کو

الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ۝

سرداری ہو اس ملک میں اور ہم نہیں تمکو ماننے والے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ پھر بھیجا ہم نے بعد ان رسولوں کے جنکا ذکر اوپر ہوا - مُّوسٰى وَهٰرُوْنَ موسیٰ کو نبی اول اور ہارون کو مستقل نبی و موسیٰ کا وزیر کرکے - اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اسکے ملأ کی طرف یعنی اسکے اشراف قوم کی طرف یا مطلق قوم کی طرف - بِاٰيٰتِنَا اپنی آیات کے ساتھ یعنی نو معجزات سے جو صریح عاجز کرنے والے تھے اور فرعون باوجود دعوی الوہیت کے انکے مقابلہ سے عاجز آگیا تھا اور اسکی قوم احمق پھر بھی اسکو مانے جاتی تھی - فَاسْتَكْبَرُوْا پس فرعون و اسکی قوم نے استکبار کیا یعنے دونوں انبیاء کی اتباع سے سرکشی کی - وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور فرعون والے تھے ایک مجرم قوم - یعنی ازل میں مجرم قرار پائے تھے یا یہ لوگ جرم کرنے کے عادی ہو رہے تھے اسی واسطے اپنے پروردگار کے رسول کو نہ مانا اور اسکو دور کرنے کی جرأت کی - فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا پھر جب آگیا انکے پاس حق ہماری طرف سے یعنے پے درپے معجزات واضحات سے حق کھل گیا کیونکہ شک بالکل مٹا اور مقابلہ محال ہوا - قَالُوْۤا تو کمال تمرد و عناد سے کہنے لگے کہ - اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ بے شک یہ تو جادو کھلا ہوا ہو یعنے جادو ہونا ظاہر ہو یا فن سحر میں بہت واضح ہو - قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ موسیٰ علیہ السلام بولا کہ کیا تم کہتے ہو حق کو جب تمہارے پاس آگیا کہ یہ سحر ہو یعنے حق کو سحر کہتے ہو - مقولہ حذف ہوا کیونکہ ماقبل اسپر دلالت کرتا ہو اور قولہ اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ سحر ہو - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ مقولہ نہیں ہوسکتا کیونکہ فرعونیوں نے تو سحر ہونا قطعی کہا تھا اور یہ بطریق استفہام ہو بلکہ یہ جملہ مستانفہ انکے قول پر انکار کے لیے ہو یعنے تم حق کو سحر کہتے ہو کیا یہ سحر ہو - اور اگر استفہام تقریری لیا جاوے تو ہوسکتا ہو یعنے تم اس حق کو سحر قرار دیتے ہو - وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ اور حال یہ ہو کہ جادوگروں کو کبھی فلاح نہیں ہوتی - پس میں جان بوجھکر کیوں سحر کرونگا - یا سحر ہوتا تو مٹ جاتا اسطرح ظاہر ہونا جسکا مقابلہ نہیں ہوسکتا سحر نہیں ہو - قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا بولے کہ بھلا

تو ہمارے پاس آیا ہی کہ ہم کو موڑ دے اس طریقہ سے جس پر ہم نے اپنے باپ دادون کو پایا۔ یعنی تو ہم کو ہمارے باپ دادون کی راہ سے موڑکر اپنی طرف مائل کرنے کو آیا ہی۔ وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ اور تاکہ زمین مین تمھین دونون کے لیے بڑائی ہو یعنے تم بادشاہ بن بیٹھو اور ہم تمھارے تابع ہون۔ وے لوگ بادشاہ کو صفات مین متکبر قرار دیتے تھے۔ حاصل آنکہ فرعونی بولے کہ تو اسواسطے آیا کہ ہم کو اپنی طرف موڑے اور بادشاہ بن بیٹھے۔ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ اور ہم تو کبھی تم دونون پر ایمان لانے والے نہین ہین۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہی کہ مقابلہ جادوگرون سے پہلے بھی بعض فرعونیون نے قطعی دائمی کفر پر اصرار ظاہر کیا تھا اور شاید یہ آخری مقولہ اُنکا یہان بیان فرمایا۔ بالجملہ ماننے سے انکار کرکے مقابلہ پر آمادہ ہوے چنانچہ بیان فرمایا۔ لقولہ تعالے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ

اور بولا فرعون کہ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا پھر جب آئے جادوگر کہا انکو موسیٰ نے

أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ

ڈالو جو تم ڈالتے ہو پھر جب اُنھون نے ڈالا موسیٰ بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے

اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ

البتہ اب اللہ اُسکو بگاڑتا ہی اللہ نہین سنوارتا شریرون کے کام اور اللہ سچا کرتا ہی سچ کو

بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

اپنے حکم سے اور پڑے بُرا مانین گنہگار

واضح ہو کہ فرعون نے ربوبیت کا دعوی کیا اور تمام قبطیون وغیرہ سے اپنی بندگی کراتا تھا جب موسی علیہ السلام معجزہ عصا اور ید بیضا کے ساتھ بھیجے گئے اور وہ عاجز ہوکر انکو ساحر کہنے لگا اور معجزہ کو جادو ٹھہرایا تو حضرت موسی علیہ السلام سے مقابلہ کی نیت کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسکا قصہ متفرق مقامات کلام مجید مین ہر مقام کے سیاق نصیحت وعبرت کے موافق بیان فرمایا چنانچہ یہان اوپر کے سیاق مین کفار عرب کا موعود آخرت مین شک وغیرہ کرنے کا فعل وہی فرعونی خصلت تھی کہ کہنے لگے احق ہو قل اے وربی انہ الحق۔ پھر نبوت سے مقابلہ بانکار و افعال پر آمادہ ہوے جیسے فرعون نے کیا۔ کما قال تعالے۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ اور فرعون نے کہا یعنے اپنے لوگون سے کہ لے آؤ میرے پاس ہر جادوگر خوب جاننے والے کو یعنے جو فن سحر کو خوب جانتا ہو۔ حمزہ و کسائی نے سحار علیم پڑھا اور یہ مبالغہ ہی۔ پھر فرعون کے حکم سے بکثرت جادوگر دور دور سے جمع ہوے اور مقابلہ کا ایک روز سمندر کے کنارے میدان اسکندریہ مقرر ہوا اور اُسدن ہزارون لاکھون آدمی اس وسیع میدان مین جمع ہوئے فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ پھر جب جادوگر لوگ آئے یعنی میدان مین کھڑے ہوے۔ اور موسی مع ہارون کے دوسری جانب کھڑے ہوے قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ تو موسی نے جادوگرون سے کہا۔ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ میدان مین ڈالو جو تمھین ڈالنا ہی پہلے ساحرون نے پوچھا تھا تو موسی نے یہ جواب دیا اور مقصود یہ تھا کہ مخلوق پر ظاہر ہوجاوے کہ یہ سب جادو تھا جو نظرون مین ایسا ہولناک معلوم ہوتا ہی پھر معجزۂ الٰہی اسکو باطل کردے تاکہ سب لوگ معجزہ کی تصدیق کرین اور یہ مراد نہین کہ اُنسے جادو کرنے کو کہا تاکہ بیشک ہو

ع ۱۲ ۸ ۱۳

کہ جادو کرنا اور اسکا حکم دینا دونون کفر و حرام ہین چنانچہ فرمایا۔ **فَلَمَّآ اَلْقَوْا** پھر جب ساحرون نے پھینکا یعنے رسیان و سوٹے
ڈالے کہ وہ سحر سے اژدہے نظر آئے اور رینگنے لگے اور لوگون کی نظرون مین سحر عظیم لائے حتی کہ موسیٰ ع کچھ جھجکے پھر بوحی الٰہی مطمئن
ہوکر۔ **قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ** موسیٰ ع نے کہا کہ یہ جو تم لائے ہو یہی جادو ہی اور جس معجزہ کو فرعون و اسکی قوم نے جادو
قرار دیا تھا وہ جادو نہین ہی۔ ابو عمرو رح کی قراءۃ مین آلسحر بہ الف ہی تو ماجئتم مین ما استفہامیہ ہی اور معنی یہ کہ موسیٰ ع نے کہا
کہ یہ کیا تم لائے ہو کیا جادو ہی۔ یا یہ جادو ہی۔ **اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ** البتہ اللہ تعالےٰ اسکو باطل کریگا یعنے میٹ دیگا یا اسکا
باطل ہونا ظاہر کریگا اس دلیل سے کہ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ** اللہ تعالےٰ نہین ٹھیک کرتا یعنے ثابت و قوی
نہین کرتا بدکارون مفسدون کا کام۔ جملہ استینافیہ گویا علت کلام سابق ہی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اسمین دلیل ہی کہ جادو بھی
افساد ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ بے شک اسکا کرنا ائمہ فقہاء کے نزدیک کفر ہی اور حرمت کبیرہ ہونے پر اجماع ہی۔ پھر بیضاوی رح
نے لکھا کہ یہ بھی دلیل ہی کہ جادو تمویہ ہی اسکی کچھ حقیقت نہین ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اہل سنت کے نزدیک جادو واقعی امر ہی اگرچہ
اسکا کرنا کفر ہی لہذا سراج مین خطیب رح نے قول بیضاوی رح کی تاویل کی کہ مراد یہ ہی کہ وہ بھی آلات و ادویات سے بنانے کے مانند عمل
مین لایا جاتا ہی اور یہ مراد نہین کہ وہ کوئی چیز ہی نہین ہی اور مترجم کہتا ہی کہ بیضاوی کی مراد فرق درمیان معجزہ و سحر کے ہی یعنے معجزہ
اُن چیزون مین سے ہی جو افعال الٰہیہ حقہ ہین اور سحر ان افعال مین سے جو باطل ہین جیسے توحید و کفر ہی کہ توحید حق ہی اور کفر اگرچہ
ہزارون مخلوق کا اعتقاد ہی مگر باطل ہی اور خالق ہر ایک چیز کا اللہ تعالےٰ ہی اور یہ مراد نہین کہ سحر کوئی چیز نہین بلکہ از قبیل مکر و فریب
کے حیلہ گری ہی کیونکہ سورہ بقر مین صاف اسکی تحقیق گذری علاوہ برین یہان فرمایا کہ ان اللہ سیبطلہ یعنی اللہ تعالےٰ اب اسکو باطل کریگا
پس اگر وجود ہی نہوتا تو باطل کرنا کچھ معنی نہین اور بطلان ظاہر کرنا ایسا ہی ہی جیسے بدر کے واقعہ مین کفر کا بطلان ظاہر فرمایا اور حق کو ثابت
کیا ویسا ہی یہان فرمایا۔ **وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ** اور جماتا ہی اللہ تعالےٰ حق کو اپنے کلمات سے یعنی حکم و قضا سے۔ **وَلَوْ
كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ** اگرچہ مجرم برا جانا کرین۔ کیونکہ مجرمون کی پسند تو فساد و بدکاریان ہین۔ واضح ہو کہ پھر موسیٰ ع نے اپنا عصا ڈالا جو ساحرون کی رسیان
و لکڑیان وغیرہ سب نگل گیا لہذا آخر جمع عظیم کی طرف بڑھا جس سے بھگدڑ کے تلے اور پر گرنے سے ہزارون آدمی مرے اور ساحرین
چونکہ فن سحر سے خوب واقف تھے یقین کر گئے کہ یہ سحر نہین جیسے اہل عرب بلیغ و فصیح تھے یقین کر گئے کہ قرآن مجید کلام بشر نہین ہی اور
یہ انکا عناد تھا کہ اسکو سحر کہنے لگے جیسے فرعون نے ساحرون کے ایمان لانے کو حیلہ نکالکر انکو پھانسی کی دھمکی کے لئے یہ کہنا شروع کیا کہ
موسیٰ انکا سردار استاد ہی یہ سب سے بڑا ہی یہ محض اسکا عناد تھا۔ قال تعالےٰ

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ
پھر کسی نے نہ مانا موسیٰ کو مگر کتنے لڑکون نے اسکی قوم سے ڈرتے ہوئے فرعون سے اور انکے سردارون سے یہ کہ
يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ
انکو بچلا نہ دے اور فرعون چڑھ رہا ہی ملک مین اور اُسنے ہاتھ چھوڑ رکھا ہی اور کہا موسیٰ نے اے قوم
اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا
اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسا کرو اگر ہو حکم بردار تب بولے ہمنے اللہ پر بھروسا کیا اے رب ہمیں

لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝
نہ آزما زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا اسکو اپنی مہر کر اس منکر قوم سے

فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤی پس تصدیق نہین کی موسیٰ ع کی - اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ مگر قوم فرعون کی ذریت نے یعنی قلیل نے - یہ تفریع ہی بیان سابق پر یعنے اس تحقیق الحق اور ابطال الباطل سے سب کفار کا مسلمان ہونا چاہیے تھا خصوص جبکہ ساحر لوگ مسلمان ہوگئے تھے مگر یہ نہوا بلکہ کوئی ایمان نہ لایا سوائے قلیل کے اور وہ مومن از آل فرعون و اسکی بی بی آسیہ اور اسکا خزانچی مع جورو کے اور مانند انکے چند آدمی قوم فرعون کے مسلمان ہوے وہ بھی - عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ ڈرتے ہوے فرعون اور اپنے ملا یعنے ارکین سلطنت سے - اَنْ یَّفْتِنَهُمْ یہ کہ فتنہ مین ڈالے فرعون انکو - یعنی ذریت بھی اسلام لائی تو ایسے ڈرتے تھے کہ فرعون انکو عذاب مین نہ ڈالے جس سے ایمان سے پھر جانے کا خوف تھا - ہذا ما رواہ العوفی عن ابن عباس واختارہ ابن کثیر رحمہ اللہ ان الذریۃ من غیر قوم موسیٰ - بعض نے قومہ کی ضمیر موسیٰ ع کیطرف راجع کی یعنی بنی اسرائیل مین سے بوڑھے بسبب خوف فرعون کے ایمان نہ لائے اور نوجوان ذریت ایمان لائی اور ملائہم کی ضمیر فرعون کیطرف بدین معنی کہ وہ انکا بادشاہ تھا تو ضمیر تعظیمی مین عادت جمع لانے کی مفرد کے لیے ہی - فقولہ ملائہم اے ملائہ - اور ابن کثیر رح نے با وجود اختیار ابن جریر کے اسکو رد کر دیا کیونکہ بنی اسرائیل سب قدوم موسیٰ ع کو جانتے اور مشہور رہی کہ سب ایمان لائے اور آیات اسپر شاہد ہین - اور بعض نے کہا کہ فرعون سے مراد آل فرعون ہی جیسے ربیعہ و مضر و قریش وغیرہ تو ملائہم - یعنی اشراف آل فرعون ہوا - ابن کثیر رح نے ان وجوہ کو مستبعد قرار دیا - اور جو پہلے مذکور رہا وہ اولیٰ ہی - کیونکہ یفتنہم مین بھی پھر تاویل کی ضرورت نہین ہوتی کہ یہان فرعون کی طرف ضمیر مفرد اس لیے کہ ظاہر ہو کہ ملاء کا خوف بسبب فرعون کے تھا - فافہم - وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ اور بے شک فرعون علو چاہنے والا تھا زمین مین - وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ اور بیشک وہ مسرفین سے تھا یعنے تکبر و سرکشی مین حد سے بڑھ گیا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعویٰ کیا حالانکہ تکبر کسی حد تک ہو حرام ہی - یہ آیت دلیل ہی کہ یہ لوگ فرعون و قوم فرعون ایسے بندون مین سے نہین جنکے لیے اللہ تعالےٰ نے دار الآخرۃ کا وعدہ فرمایا بقولہ تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا - یعنی یہ دار الآخرۃ ہی ہم اسکو ان بندون کے لیے کرینگے جو زمین مین نہین چاہتے ہین علو اور نہ فساد الخ - وَقَالَ مُوْسٰی اور کہا موسیٰ نے یعنی جب مومنون کو فرعون سے خوفناک دیکھا تو کہا - یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تو اسلیے پر از انجملہ یہ اعتقاد کہ وہی جو چاہے کرے تو اسی پر توکل کرو اسی پر بھروسا کرو - اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ اگر تم انقیاد کرنے والے قضاء الٰہی کے اور اسی پر اخلاص رکھنے والے ہو - بیضاوی رح نے کہا کہ یہان حکم کو دو شرط پر معلق نہین کیا کیونکہ وجوب توکل تو ایمان پر معلق ہی کیونکہ یہی اسکا مقتضا ہی اور اسلام سے مشروط اسکا حصول ہی کیونکہ تخلیط کے ساتھ وہ نہین پایا جاتا ہی اور نظیر اسکی یہ ہی کہ اگر تجھے زید بلاوے تو چلا جانا اگر تجھسے ممکن ہو - قال المترجم واضح ہو کہ ایک حکم دو شرط سے معلق ہو سکتا ہی مثلاً کسی نے غلام سے کہا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوا تو تو آزاد ہی اگر تو نے زید سے کلام کیا - اور آیت کے معنی بنا بر قول بیضاوی رح کے یہ ہوئے کہ اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو تو ایمان کا مقتضا ہی کہ توکل ہو پھر جب تم مخلص ہوسے اور انقیاد کر لیا تو تم کو توکل حاصل ہو جائیگا اور محصل یہ کہ تم مومن خالص ہو کر توکل کی صفت سے آراستہ ہو جاؤ - فرعون نے بعد واقعہ ساحرون کے بنی اسرائیل مین سے نرینہ اولاد کو قتل و اسیر سختی شروع کی تھی - فَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا تو بولے

کہا کہ اللہ تعالے ہی پر ہم نے بھروسا کیا۔ قال البیضاوی رح یہ لوگ مومن مخلص تھے انھوں نے دعا کی۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اے رب ہمارے ہمکو مت کیجیو فتنہ قوم ظالم کے لیے یعنی ہمپر انکو مسلط نہ کیجیو کہ فتنہ مین ڈالین۔ کذا روی عن مجاہد وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور ہم کو نجات دیجیو اپنی رحمت سے کافر قوم سے یعنی فرعونیون کے مکر سے ولنکے قبیح دیدار سے۔ پس انکے اخلاص سے انکی دعا قبول ہوئی۔ طیبی رح نے کہا کہ دعا کا قبول ہونا قولہ تعالے ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المہین من فرعون الآیہ سے معلوم ہوا۔ قال البیضاوی رح توکل کو دعا پر مقدم کرنے مین تنبیہ ہے کہ دعا کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے توکل کرلے تاکہ دعا قبول ہو۔ واضح ہو کہ فتنہ کسی قوم کے لیے یون بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قوم اسپر اسطرح غالب ہو کہ اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگے جیسے نصارے اپنے غلبہ سے اپنے کو حق پر سمجھتے ہین حالانکہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین جبکہ امت اسلامیہ مین فساد آجائیگا تو نصرانی تمام روے زمین مین سب سے زیادہ اور غالب ہونگے۔ پس یہ حدیث صریح اسلام کی حقیت پر شاہد ہے وقد رایت فی تفسیر الحافظ ہذا المعنی روے عن ابی مجلز وابی الضحی۔ اور نظیر اسکی دوسری حدیث ہے جسمین مومن متقی کی نسبت پہاڑون مین گلہ بکریون کا لیکر عبادت پروردگار کا حکم دیا ہے فرمایا ویدع الناس من شرہ۔ اور لوگون کو اپنے شر سے الگ کردے یعنی لوگ اس پرہیزگار کو ایذا دینگے اور عذاب مین پڑینگے تو یہی اسطرح رہے کہ وے فتنہ مین نہ پڑین وعلی ہذا یہ فائدہ نکلا کہ مومن اپنی ذات سے کسی شخص کی گمراہی نہین چاہتا اللہم ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ونجنا برحمتک من القوم الکافرین ف۔ فی العرائس قولہ تعالے ان کنتم اٰمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین۔ یعنی اگر تم نے اللہ تعالے کو پہچان لیا اور اسکی ربوبیت کی بندگی کے ساتھ مطیع و منقاد ہو تو اسی پر توکل کرو کیونکہ معرفت و انقیاد و عبودیت ہونا موجب ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اپنے خالق کے سپرد کرے کہ وہ جسطرح چاہے اسمین تصرف کرے اور یہ بندہ اسکے شربت امتحان کو اگرچہ کیسا ہی تلخ ہو لذت کے ساتھ نوش کرے۔ ابراہیم الخواص رح سے پوچھا گیا کہ معنی قولہ فعلیہ توکلوا۔ کیا ہین فرمایا کہ سبب کو اللہ تعالے کی طرف سے بلا واسطہ جان لے۔ پھر واضح ہو کہ بنو اسرائیل کے کنائس و بیعہ مصر مین چلے آتے تھے فرعون نے انکو خراب کر دیا تو اللہ تعالے نے حضرت موسی و ہارون کو حکم دیا۔ لقولہ تعالی

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً

اور حکم بھیجا ہمنے　موسی کو　اور اُسکے بھائی کو کہ ٹھہراؤ　اپنی قوم کے واسطے مصر مین سے گھر　اور بناؤ　اپنے گھر　قبلے کیطرف

وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور قائم کرو نماز　اور خوشخبری دے ایمان والون کو

خطیب رح نے ذکر کیا کہ مفسرین نے اس واقعہ کی کیفیت مین تین وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ ابتدائی حکم حضرت موسی و انکے ساتھیون کے لیے آیا تھا کہ کافرون کی ایذا رسانی وغیرہ سے بچنے کے لیے اپنے گھرون مین خفیہ نماز پڑھین جیسے ابتداء اسلام مین مکہ مین مومنین کو حکم ہوا۔ دوم یہ کہ جب موسی ع بھیجے گئے تو فرعون نے عداوت سے بنی اسرائیل کے معبد و کنائس خراب کر دیے تو حکم ہوا کہ گھرون مین مساجد بنا کر نماز پڑھین۔ سوم یہ کہ فرعون کی عداوت سے اللہ تعالے نے موسی و ہارون کو علانیہ مساجد بنانے کا حکم کیا اور انکی حفاظت کی کفالت فرمائی۔ قلت الوجہ الثانی اقرب منہ الاول فافہم قال تعالے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی موسی و اسکے بھائی ہارون کو اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا یہ کہ تم دونون منزل و ٹھکانا بناؤ اپنی قوم کے لیے بِمِصْرَ بُيُوْتًا شہر مین بیوت جنھین رہا کر دیا عبادت

کے لیے وہان جایا کرو- وَّاجْعَلُوْا اور بناؤ تم دونون مع اپنی قوم کے- بُيُوْتَكُمْ اپنے بیوت کو یعنی انھین گھرون کو- قِبْلَةً قبلہ یعنی مُصلّٰی جگہ نماز پڑھنے کی کذا قالہ ابراہیم ومجاہد وابو مالک والربیع والضحاک وزید بن اسلم- یامراد مساجد ہین یعنی مساجد بناؤ جو بجہت قبلہ ہون- کذا رواہ عکرمة عن عباس- اور بجہت قبلہ یعنی کعبہ ہون کذا قال مجاہد وقتادہ والضحاک- موسیٰ خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے- مترجم کہتا ہی کہ ابن القیم رح نے تحقیق کیا کہ قبلہ انکے لیے معین نہوا تھا صرف اجتہاد پر تھا چنانچہ صخرہ بیت المقدس اختیار کیا اور یہ کلام الٰہی اسکا مؤید ہی اور شاید ابتدا مین بجانب کعبہ ہو پھر شام مین حکم اجتہادی ہوا وفیہ لنظر فان جہة المشرق اتخذوا قبلة وذلک بمعارضہ کما لایخفی- وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ان بیوت مین جو بجہت قبلہ ہین- بیضاوی رح نے کہا کہ ابتدا ے حال مین انکو گھرون مین نماز کا حکم تھا کہ کافر ظاہر ہوکر انکو فتنہ مین نہ ڈالین قلت ہکذا قالہ مجاہد وابراہیم وغیرہم اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ امر شاید واللہ اعلم اس جہت سے تھا کہ جب فرعون کی طرف سے انکو بلائین سخت پہونچین تو انکو کثرت نماز کا حکم ہوا کما قال تعالے یا ایہا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰة الآیة- اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم پر جب کوئی امر بھاری ہوجاتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اخرجہ ابو داؤد وغیرہ- اسیطرح بنو اسرائیل کو حکم ہوا کہ اپنے بیوت قبلہ رخ بناکر انمین نماز قائم کرو- وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بشارت دے اے موسیٰ مومنون کو یعنے دنیا مین نصرت وفتح کی اپنے دشمنون پر اور آخرت مین جنت ونعمت باقیہ کی- واضح ہو کہ اول آیت مین موسیٰ وہارون کو خطاب کیا کیونکہ معابد بنانا سرپرست کے مشورہ سے ہوتا ہی اور یہی دونون حضرت رسول تھے پھر درمیان مین ضمیر جمع فرمائی کیونکہ واجعلوا بیوتکم قبلة مین قبلہ بنانے کا حکم ہی جسکو ہر ایک پر بنانا فرض ہی پھر آخری بشارت مین خطاب مخصوص موسیٰ علیہ السلام پر کردیا کیونکہ بشارت دینا صاحب الشریعہ کا کام ہی اور وہ فقط موسیٰ علیہ السلام تھے کیونکہ ہارون انکے وزیر تھے جیسے ابراہیم ؑ کے ساتھ لوط ؑ تھے- پھر آخر مین بشارت اس لیے فرمائی کہ غرض اصلی عبادات مین یہی بشارت ہی اور وہ چیز جسکی بشارت ہی اس لیے مبہم رکھی کہ وہ عقل بشری سے باہر ہی- پھر لطیف اسرار کے ساتھ دعاے موسیٰ کو ذکر فرمایا- بقولہ تعالے

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے دی ہی فرعون کو اور اُسکے سردارون کو رونق اور مال دنیا کی زندگی مین

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

اے رب اسواسطے کہ بہکاوین تیری راہ سے اے رب مٹادے اُنکے مال اور سخت کر اُنکے دل

فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○

کہ نہ ایمان لاوین جبتک دیکھین دکھ کی مار

وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰ نے یعنی اپنے پروردگار سے دعا کی درحالیکہ ہارون ؑ حاضر تھے کہ- رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ اے رب ہمارے تو نے عطا کیا فرعون کو- وَمَلَاَهٗ اور اسکے گروہ یا اشراف کو- زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زینت واموال یعنی لباس وگھوڑے وخادم وغیرہ جنسے تزین ہوتا ہی اور روپیہ اشرفی ملک وغیرہ جو انواع اموال ہین تو نے سب فرعون اسکے ملا کو دیے دنیا کی زندگی مین- رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ اے رب ہمارے تاکہ وے بھٹکین یا بھٹکاوین تیری راہ سے- قال ابن کثیر رح بعض نے لیضلوا بالفتح پڑھا یعنے خود بھٹکین اور بعض نے بالضم پڑھا یعنے دوسرون کو بھٹکاوین- قال البیضاوی رح صیغہ امر ہی اور بددعا

بلفظ امر اسطرح اسوجہ سے فرمائی کہ فرعونیون کے ساتھ ممارست سے حال معلوم ہوگیا کہ انکے سوائے اب یہ لوگ کسی اچھے حال پر نہ آوینگے جیسے آدمی لعنت کرتا ہی ابلیس پر- اور بعض نے کہا کہ لام عاقبت ہی اور متعلق اتیت سے ہی یعنے تونے دیا تاکہ انجام یہ ہو کہ تیری راہ سے بھٹکین- اور محتمل ہی کہ لام علت ہو یعنے اسواسطے دیا کہ بھٹکین کیونکہ کفر پر نعمتون کا ملنا استدراج ہی تاکہ کفر پر ثابت قدم رہین اور نیز یہ کہ جب انھون نے ان اموال واملاک کی وجہ سے ایمان چھوڑا بخوف آنکہ موسی علیہ السلام کو بادشاہت ہو تو گویا اسواسطے انکو یہ زینت واموال ملے کہ راہ سے بھٹکین پس بطریق تاکید کے مکرر ہوگا اور تنبیہ ہوگی کہ بد دعاء سے مقصود یہ کہ انکی ضلالت وکفر کا حال عرض کیا اور یہ توطیہ آگے کی بد دعاء کے لیے ہی- قلت وسیاتی التحقیق فی ذلک- بہر حال پہلے موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ تونے فرعونیون کو دنیا مین یہ اموال دیے کہ راہ سے بھٹکین- پھر موسی علیہ السلام نے دوسرون کی خیر خواہی سے چاہا کہ یہ مانع ان کافرون کے پاس سے دور ہو تاکہ اور لوگ جو بھٹکے ہین انکا فانی ہونا جانکر ایمان پر آوین تو دعاء کی کہ- رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ — اے رب ہمارے انکے مالون پر طمس کر دے یعنی اموال کو ہلاک کر دے- قالہ ابن عباس ومجاہد یا محو کر دے- ضحاک وابو العالیہ وربیع نے کہا کہ اللہ تعالے نے ان اموال کو اس دعاء پر پتھر کر دیا مگر اپنے نفس ویسے ہی غالب تھے جیسے پہلے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو خبر پہونچی کہ انکی کھیتیان پتھر ہوگئین اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ محمد بن کعب رض نے عمر بن عبد العزیز کو سورۂ یونس سنائی تو اس آیت پر عمر نے پوچھا کہ طمس کیا تھا فرمایا کہ جملہ اموال پتھر ہوگئے تو عمر نے غلام سے ایک تھیلی جو بقیہ قوم فرعون کی انکے ہاتھ آئی تھی منگوائی جسمین چنے و انڈے وغیرہ سب پتھر کے ہوگئے تھے- قال المترجم ظاہر یہ ہی کہ پھر بدعاء موسی علیہ السلام انپر سے یہ عذاب دور ہوگیا تھا وعلی ہذا احتمال ہی کہ بعض اموال ویسے ہی رہگئے ہون تاکہ عبرت رہے- بالجملہ بد دعاء کی کہ اموال طمس کر دے- وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ- اور سخت کر دے انکے دلون پر- یعنی دلون کو قاسی کر دے اور انپر مہر کر دے کہ ایمان کے لیے نہ کھلین- قالہ ابن عباس رض- فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ- پس نہ ایمان لاسکین یہان تک کہ دکھ والا عذاب دیکھین- جواب دعاء ہی یا طور بلفظ نہی دعاء ہی- قلت حرف حتی عدم ایمان کی انتہاء ہی یعنے ایمان نہ لاوین یہان تک کہ یہ عذاب دیکھین- پھر اسوقت ایمان کا وقت ہی نہین ہی- اور یہ ایک دلیل قوی حنفیہ کے لیے ہی کہ حتی کے بعد حکم کا انتظار ہوتا ہی اور وہی پہلا حکم متعین نہین ہوجاتا چنانچہ یہان یہ نہین ہوا کہ عذاب الیم دیکھکر ایمان لاوین- قال ابن عباس رض عذاب مذکور غرق البحر ہی- بعض نے اشکال کیا کہ رسول اپنی قوم کی ہدایت چاہتا ہی نہ گمراہی پھر بد دعاء کیونکر ہی اور جواب یہ کہ نبی اپنی قوم پر بحکم الٰہی بد دعاء کرتا ہی یا آگاہ فرمادیتا ہی کہ انمین کوئی مومن نہوگا جیسے نوح علیہ السلام کو بقولہ واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن الآیۃ- تبھی انھون نے بد دعاء کی کہ- رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا الآیۃ- ایسے ہی موسی ع نے بعد العلم یہ دعاء فرمائی ہی- ولہذا قولہ لیضلوا بالفتح بصیغہ امر ہونے مین اشکال نہین ہی پھر

دعاء قبول فرمائی- بقولہ تعالی-

قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○

فرمایا قبول ہوچکی | دعا تمہاری | سو تم دونون ثابت رہو اور سیدھے چلو | راہ انکی | جو | انجان ہین

قَالَ اللہ تعالےٰ نے بوحی فرمایا- قَدْ اُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا قبول کرلی گئی تم دونون کی دعاء- یعنی موسیٰؑ کی دعاء جسپر ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے- کما قال ابو العالیہ رح وابو صالح وعکرمہ ومحمد بن کعب والربیع یعنے تم دونون نے جو بربادی آل فرعون کی دعاء کی وہ ہم نے قبول کرلی- قال ابن کثیر رح اس آیت سے حجت لی گئی کہ نماز مین امام نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور مقتدی خاموش رہا پھر اُسنے آمین کہی تو وہ بمنزلہ مقتدی کی قراءۃ کے ہو کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی تھی اور ہارونؑ نے آمین کہی تھی اسپر اللہ تعالےٰ نے ہارون کی بھی دعاء قرار دی اور فرمایا کہ قد اجیبت دعوتکما- فَاسْتَقِيمَا پس تم دونون استقامت پر رہو- ابن جریج عن ابن عباس یعنے میری فرمانبرداری پر چلے چلو یہی استقامت ہو اور ابن جریج نے کہا کہ کہتے ہین کہ اس دعاء کے بعد فرعون چالیس برس رہا اور محمد بن کعب وامام زین العابدین نے کہا کہ چالیس روز رہا- اور بیضاوی رح نے لکھا کہ فاستقیما یعنی دعاء کرنے اور حجت پوری کرنے پر جمے رہو اور جلدی مت کرو کیونکہ جو تم نے مانگا وہ ضرور ہونے والا ہو ولیکن اپنے وقت پر ہوگا- قلت منجملہ دعاء کے شد القلوب ہو یعنے دلون کا سخت ومطبوع ہونا وہ فی الحال حاصل ہو اور واحدی رح نے کہا کہ اسمین دلیل ہو کہ اللہ تعالےٰ جسکا دل مشدود کرنا چاہے کردیتا ہو ورنہ موسیٰؑ دعاء نہ کرتے- نحاس رح نے کہا کہ علی بن سلیمان سے مین نے سُنا کہ موسیٰ وہارون دونون کی دعاء ہونے پر قولہ ربنا دلیل ہو کیونکہ رب نہین کہا قلت ہذا لیس لشئی بل یدل علی العکس فانہ ادخل معہ فی الدعاء اخاہ مع توحدہما- قولہ تعالےٰ- وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اور نہ پیروی کرنا راہ ان لوگون کی جو جانتے نہین ہین- یعنی جاہلون کی راہ نہ لینا جو جلدی اثر چاہتے ہین یا انکو وعدۂ الٰہی پر وثوق واطمینان نہین ہوتا ہو- اور یہ قول ویسا ہی ہو جیسا کہ نوح علیہ السلام کو فرمایا کہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین- پس اس سے یہ نہین ہوا کہ موسیٰ وہارون نے اتباع سبیل جہال کی ہو جیسے نوحؑ جاہلون مین سے نہین ہوئے اور جیسے قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک- سے آنحضرت صلعم سے شرک کا قرب بھی نہین ہوا بلکہ بنو اسرائیل کو تنبیہ ہو کہ قبول دعاء سے لازم نہین کہ اسیوقت مراد ملجاوے بلکہ وقت مقدر پر ملتی ہو- ف- فی العرائس قولہ تعالےٰ قد اجیبت دعوتکما الآیۃ- حق سبحانہ تعالےٰ نے انکو مقام دعاء بتلایا تاکہ مقام قبولیت کو پہچان لین جسنے مقام قبولیت کو نہ جانا اس سے دعاء وسوال ٹھیک نہین ہوتا پس مقام قبولیت وہ مقام رضوان وبسط وانبساط ہو اور نیز اسمین ایک گونہ تنبیہ ہو کہ واردات امتحانی برداشت کرنے مین تمہارے ضعف سے ہم نے تمہاری دعاء قبول فرمائی پس بعد اسکے صبر وامتحان مین مستقیم رہو کیونکہ معرفت سے رضاء بالقضاء اور سکون فی البلاء حاصل ہوتی ہو- ذوالنون رحمہ اللہ نے کہا کہ دعاء مین استقامت یہ ہو کہ مراد ملنے کی تاخیر مین غمگین نہو اور جلدی ملنے سے تسکین نہو اور خصوص وبدلو است نہو- بعض نے کہا کہ راہ صدق پر رہو- قال المترجم اسمین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ابوجہل فرعون الامۃ وغیرہ کفار قریش کی ایذا وغیرہ پر صبر وتحمل کی تعلیم اور شامل تا قیامت ہو اور اسمین صریح تفہیم وتعلیم ہو کہ کسی قوم کے لیے دنیاوی عروج ہونا اور غلبہ ہونا کچھ بھی نہین بلکہ وہ قوم کافر ہو تو علامت کمال ضلالت ہو جیسے آج کل معائنہ ہو پھر حق تعالےٰ نے نتیجہ دعاء ظاہر ہونے کا حال یاد دلایا- بقولہ تعالےٰ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ

اور پار کیا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھے پڑا اُنکے فرعون اور اُسکا لشکر شرارت سے اور زیادتی سے جبتک کہ

أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ

پہونچا اُسپر ڈوبنا کہا یقین جانا مین نے کہ کوئی معبود نہین مگر جسپر یقین لائے بنی اسرائیل اور مین ہون

الْمُسْلِمِيْنَ ○ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ

حکم بردارون مین اب یہ کہنے لگا اور تو بے حکم رہا پہلے اور رہا بگاڑ والون مین سو آج بچا دینگے ہم تجھکو

بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ؑ

تیرے بدن سے تو ہووے تو اپنے پچھلون کو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتون پر دھیان نہین کرتے

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ جاوزنا از مجاوزت بمعنی تجاوز کرنا ویقال جاوز المکان اے اس مقام سے تجاوز کر گیا جبکہ اس مقام سے چلکر نکل گیا اور اسکو پیچھے چھوڑ دیا ہو اور باء تعدیہ ہی اور معنی یہ کہ اور تجاوز کرا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو الْبَحْرَ سمندر سے اور مراد بحر السویس یعنے بحر قلزم ہی اور چھ لاکھ مرد جنگی علاوہ بال بچون و بوڑھون کے تھے اور یہ سب بارہ فرقہ بارہ فرزندان یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے جو یوسف علیہ السلام پاس آگئے تھے اور حسن رح کی قراءة مین جوزنا بمعنی جاوزنا ہی اور اسمین دلیل ہی کہ اللہ تعالے خالق افعال ہی چنانچہ عبور کرنا جو انکا فعل تھا اللہ تعالے نے اپنی طرف نسبت فرمایا اسی لیے کہ خالق اس فعل کا اللہ تعالے ہی۔ والمعنی اور پار اتار دیا ہم نے بنو اسرائیل کو بحر قلزم سے حتی کہ اُس کنارہ سرحد کنعان پر آگئے اور فرعون اسیوقت اول کنارے پر مع لشکر پہونچ گیا تھا۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا اتبع اور تبع ایک معنی مین اور اصمعی نے کہا کہ تبعہ بدون الالف جب کہتے ہین کہ پیچھا کرکے پا جاوے اور اتبعہ جب کہ پیچھا کرے خواہ پاوے یا نہ پاوے۔ وکذا قال ابو زید رح۔ والمعنی۔ پھر پیچھے چلا انکے فرعون مع اپنے لشکر کے درحالیکہ باغی تھا اور عدوان کرنے والا تھا۔ یا از راہ بغاوت و عدوان کے۔ اور بعض نے کہا کہ بغیا و عدوا۔ درحالیکہ باغی تھا حد سے بڑھنے والا باتون مین اور عادی تھا حد سے بڑھنے والا کامون مین۔ عکرمہ نے کہا کہ عدوا اور عتوا اور علو جہان قرآن مین آیا ہی سرکشی و غرور کے معنی مین ہی تو معنی یہ ہونگے کہ براہ تکبر و غرور اسنے پیچھا کیا۔ قال ابن کثیر رح فی تفسیرہ۔ اس آیت مین اللہ تعالے نے فرعون اور اُسکے لشکر کے ڈوبنے کی کیفیت بیان فرمائی اور بنو اسرائیل جب مصر سے فرعونیون کی غفلت مین نکلے اور وہ بقولے چھ لاکھ مردان جنگی سوائے ذریات کے تھے اور قبل ازین انھون نے قبطیون سے اپنے یہان شادی مین بہت زیور مانگے لیے تھے وہ بھی ساتھ لیے نکلے تو فرعون کا حمق جوش مین آیا اور تمام مملکت سے کثرت لشکر ہولناک جمع کرکے بنو اسرائیل کا پیچھا کیا اور مملکت مین کوئی سردار پیچھے نہین رہا پھر چلتے چلتے آفتاب نکلتے وقت اُن تک پہونچ گیا پس جب دونون جماعتین مقابل ہوئین تو اصحاب موسی ع نے کہا کہ انا لمدرکون۔ ہم پکڑے گئے۔ اور یہ اسوجہ سے کہ یہ جہان پہونچے تھے سمندر کا کنارہ تھا اور فرعون مع لشکر پیچھے تو سوائے لڑائی ہو جانے کے اور کیا خیال ہو سکتا ہی پس موسی علیہ السلام سے بار بار پوچھنے لگے کہ کیونکر رہائی ہوگی۔ اور موسی ع نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اسی راہ چلنے کا حکم کیا ہی بولے کہ پھر ہم تو پکڑے گئے فرمایا کہ کلا ان معی ربی سیھدین۔ ہرگز نہین میرے ساتھ میرا رب ہی مجھے راہ دیگا پس یہی ہوا کہ اللہ تعالے نے حکم بھیجا۔ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔ اعجاز موسوی ظاہر کرنے کو عصا سے سمندر مین مارنے کا حکم کیا تو بارہ بارہ مثل تودہ کوہ کے پانی جم گیا اور بارہ راستہ ہر سبط کے لیے ایک راستہ ہو گیا اور ہر دو راستہ کے بیچ کا پانی مشبک جالدار

تھا کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا رہے اور حکم الٰہی سے ہوا نے زمین خشک کر دی۔ کما قال تعالےٰ فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی۔ پس بخوف حضرت موسیٰؑ انکو لیے ہوئے پار اُترے اتنے ہی مین فرعون کنارے پہونچا اور اُسکے ساتھ ایک لاکھ ادہم حصان گھوڑون پر تھے علاوہ دیگر رنگون کے پس جب اسنے یہ دیکھا تو خوفناک ہو کر چاہا کہ پھر جاوے مگر رہائی کہان حکم قضا جاری ہو چکا اور دعاء الرسول علیہ السلام قبول ہو چکی۔ یہ ہوا کہ جبرئیلؑ ایک گھوڑی مادہ پر سوار برابر فرعون کے گذرے اور فرعون کا گھوڑا ہنہنایا اور جبرئیلؑ نے گھوڑی دریا مین ڈالدی پس ساتھ ہی فرعون کا گھوڑا کودا اور فرعون بے قابو ہو گیا اور اسنے اپنے سردارون کو بہادری دلائی کہ بنو اسرائیل سے ہم زیادہ لایق ہین پس سب کے سب سمندر مین گھسے اور میکائیل پس لشکر تھے جو پھڑتا اسکو ہانک کر لا دیتے حتیٰ کہ جب سب کے سب سمندر مین مجتمع ہوئے اور راہ اسی حال پر تھی جسطرح بنو اسرائیل گذرے تھے اور فرعون مع لشکر کے بیچ سمندر مین پہونچا تو سمندر کو حکم الٰہی ہوا کہ اسپر ٹوٹ جا پس موجون نے تھپیڑے مارنے شروع کیے اور فرعون مع لشکر غوطے کھانے لگا۔ قال تعالےٰ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ یہان تک کہ جب فرعون کو ڈوبنے نے لیا یعنی اسپر سکرات موت ظاہر ہوئے تو۔ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ۔ اسنے بانہ۔ لَاۤ اِلٰهَ۔ بولا فرعون کہ مین ایمان لایا اس طور کہ نہین ہے کوئی معبود۔ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ مگر وہی جسپر بنو اسرائیل ایمان لائے ہین۔ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور مین مسلمین سے ہون۔ حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین انہ لا الہ بکسرہ ہے انّ بطریق استیناف کے بدل اور تفسیر آمنت ہے۔ اسطرح مبالغہ سے ایمان لایا اسے وقت کہ جب ایمان قبول نہین لقولہ فلما راؤا باسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راؤا باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ہنالک الکافرون۔ اور جب تبولیت کا وقت تھا تو سخت منھ موڑے بلکہ گمراہ کرنے والا رہا۔ لہذا جواب فرمایا بقولہ۔ آٰلْـٰٔنَ کیا اب ایمان لاتا ہے کہ جب اپنی جان سے مایوس ہوا اور تجھے کچھ اختیار نہین رہا۔ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ اور قبل اسکے مدۃ العمر نافرمان رہا جب تیرے ایمان اختیاری کا وقت دراز تھا۔ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ اور تو مفسدین سے تھا جو اسدم کہتا ہے کہ مسلمین سے ہون حالانکہ پہلے خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرنے والا تھا۔ قال تعالےٰ۔ وجعلنا ہم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون۔ وقال تعالےٰ یقدم قومہ یوم القیامۃ فاوردہم النار وبئس الورد المورود۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ جو یہ قول فرعون کا اس حال مین اس سے حکایت فرماتا ہے یہ اسرار غیب مین سے ہے جس سے اپنے رسولؐ کو آگاہ فرماتا ہے خطیبؒ نے سراج مین ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ فرعون تین مرتبہ ایمان لایا ایک تو قولہ آمنت۔ دوم قولہ انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل۔ سوم قولہ وانا من المسلمین۔ پھر قبول نہونے کی کیا وجہ ہے علماء نے اسکے بہت سے جوابات دیے ہین ازانجملہ یہ کہ اسنے نزول عذاب ومعائنہ کے وقت اقرار کیا اور یہ مقبول نہین لقولہ تعالےٰ فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راؤا باسنا الآیۃ۔ ازانجملہ یہ کہ فرعون نے اس بلیہ سے چھٹکارے کے لیے یہ کلمہ کہا اور مقصود اقرار توحید نہ تھا لہذا بیفائدہ ہوا قلت یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ قولہ الآن یمعنی الآن تؤمن۔ ہے اب تو ایمان لاتا ہے۔ صریح ہے کہ وہ شرعی ایمان لاتا تھا فافہم ازانجملہ یہ کہ فرعون دہریہ تھا خالق عالم سبحانہ تعالےٰ کا مقر نہ تھا لہذا اسنے کہا کہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل۔ تو ایمان مین شک ہونے سے قبول نہوا۔ قلت یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ دہریہ ہونا منصوص نہین بلکہ رازیؒ کا گمان ہے اور الہ بنو اسرائیل پر ایمان لانا کچھ مشکوک نہین جیسے ساحرون نے کہا تھا کہ آمنا برب موسیٰ وہارون۔ اور قبول ہوا ایسے ہی یہان ہے۔ فافہم۔ ازانجملہ یہ کہ وہ الہ بنی اسرائیل پر ایمان لایا اور بعض بنی اسرائیل سمندر سے پار آ کر اسوقت گوسالہ پوجنے لگے اور اسکو الہ بنایا تو فرعون اس گوسالہ کا معتقد ہوا اور یہ اُسکے حق مین زیادہ ضلالت کا باعث ہوا قلت یہ بہت ضعیف ہے حتیٰ کہ کسی کلام کی ضرورت نہین ہے۔ ازانجملہ یہ جواب ہے

کہ فرعون نے فقط اللہ تعالے کا اقرار کیا اور نبوت موسی وہارون کا مقر نہوا پس اگر کوئی ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے جب تک محمد رسول اللہ
نہ کہیگا مومن نہوگا اسیطرح یہان بھی ایمان فرعون قبول نہوا - قلت یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ ایمان بنی اسرائیل و اسلام کی اسنے تصریح کر دی اور
یہ خود متضمن اقرار نبوت ہی اور بقولہ الآن سے اسکا ایمان شرعی ظاہر ہی کما ہو غیر خاف فہم پھر مترجم کہتا ہی کہ وجہ وجیہ وہی اول ہی کہ ایمان وقت
یاس نہیں قبول ہی لہذا ابن کثیر رح وغیرہ محققین نے اسی پر اقتصار کیا - اور شیخ محی الدین بن العربی جنہنے زعم کیا کہ فرعون مومن مرا ہی
ولیکن محققین علماء نے اس قول کو رد کر دیا بدلیل قولہ وجعلناہم ائمۃ یدعون الے النار الآیۃ وقولہ یقدم قومہ یوم القیامۃ الآیۃ - اور یہی صحیح ہی
واللہ تعالے ہو الموفق - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرعون کا یہ قول پڑھا اور فرمایا کہ مجھسے جبرئیل نے
کہا کہ جب فرعون نے یہ کہا تو اسوقت آپ مجھے دیکھتے کہ مین سمندر کی کیچڑ لیکے اسکے منھہ مین ٹھونستا تھا بخوف آنکہ اسکو رحمت الٰہی پہونچ نجاوے
(جو ازلی کافر تھا ۱۲)
رواہ احمد والترمذی وحسنہ وصححہ و ابو داؤد الطیالسی والحاکم علی شرط الصحیح وغیر واحد - ابن عباس نے کہا کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اپنی
انگلی سے وحدانیت کا اشارہ کیا اور قول لا الہ الا الذی امنت الخ بلند آواز سے کہا پس جبرئیل نے خوف کیا کہ رحمت الٰہی اسکے غضب
([illegible] فساد کرے ۱۲)
پر سابق ہی پہونچ نجاوے تو بازو سے سمندر کی کیچڑ لیکر اسکے منھہ پر مار کر توپ دیا - رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہما عنہ موقوفاً و
مرفوعاً اور علماء تابعین کی ایک جماعت نے مرسل اس حدیث کو روایت کیا اور ضحاک بن قیس نے وعظ مین لوگون سے اسکو بیان کیا
خطیب رح نے سراج مین لکھا کہ جبرئیل نے فرعون سے فتوی طلب کیا تھا بتعریض موسی ع کہ جو بندہ اپنے مولی کی نعمت مین پلا و پرورش
پاکر حق فراموش کرکے خود مولائی کا دعوے کیا اسکی کیا سزا ہی تو اسنے لکھا تھا کہ سمندر مین غرق کیا جاوے سو جبرئیل نے بعد غرق
اسکو وہی دکھایا قلت خبر غیب ہی تاوقتیکہ باسناد صحیح ثابت نہو ہم نہیں کہہ سکتے ہین واللہ اعلم بالصواب - امام رازی رح نے اس
حدیث مین اشکال طویل کیا جسکا خازن رح نے جواب دیا ہی اور ملخص یہ ہے کہ جبرئیل کے اسکا منھہ توپ دینے کا کیا فائدہ ہی اگر ایسی حالت
مین وقت تکلیفی یعنے جبر ایمان وغیرہ کا مدار ہی باقی تھا یا نہین پس باقی تھا تو کیون توبہ سے روکا اور نہ تھا تو کچھ فائدہ نہین ہی جواب یہ ہی
کہ باقی تھا مگر جبرئیل اشرف الملائکہ موصوف بقولہ لیفعلون ما یؤمرون ہین جو اللہ تعالے کا حکم ہوا انھون نے کیا اور اللہ تعالی قادر مختار
ہی جو چاہے کرے جسکو چاہے ہدایت دے اور جسکو چاہے گمراہ کرے پس یہ بمنزلہ مہر کرنے وغیرہ کے ہی - کما قال تعالے ونقلب افئدتہم
وابصارہم کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ الآیۃ - مترجم کہتا ہی کہ مشہور یہ ہی کہ وقت باس کے زمان تکلیف نہین رہتا تو اولی یہ ہی کہ اظہار
کمال رحمت الٰہی ہی کیونکہ رحمت الٰہی سابق بر غضب ہی کما اشار الیہ ابن عباس رض فیما مر عنہ - اور طبرانی نے اوسط مین ابو ہریرہ رض سے
مرفوع روایت کی کہ جبرئیل نے مجھسے کہا کہ روے زمین پر فرعون سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض نہ تھا تو جب ایمان لایا تو مین نے
اسکے منھہ مین کیچڑ بھرنی شروع کر دی کہ مبادا اسکو رحمت پہونچ جاوے وروی ابن مردویہ عن ابن عمر نحوہ وابو الشیخ عن ابی امامہ نحوہ و
اسنادہ فیہ کثیر بن زاذان رجل یجہلہ ابن معین وابو حاتم والبواقی ثقات - ولا یذہب علیک ان الکلام فی الحدیث اجزاء الایمان ان لقف
عندہ ان لم یحصل فہمہ فلیتدبر امورا لا یحیط بہا فہم العامۃ بل الخاصۃ ایضاً لا الہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال - بالجملہ فرعون کو کہا گیا
کہ اب ایمان لاتا ہی اور پہلے عاصی و مفسد تھا - قال تعالے - **فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ** سو آج ہم تجھے نجات دینگے - یعنی جس غرق مین
تیری قوم والے قعر بحر مین پڑے اس سے ہم تجھے نجات دینگے - یا تجھے نجوہ پر ڈالینگے یعنی اونچے ٹیکرے پر کنارہ سمندر کے -
مؤید اول ہی قراءۃ ننحیک بحاء مہملہ یعنی دور کر دینگے تجھکو ناحیۃ البحر یعنے ساحل سمندر پر - **بِبَدَنِكَ** تیرے بدن کے ساتھ -

یہ موضع حال مین ہی اسے عاریًا عن الروح - یعنی درحالیکہ نجات مین تو خالی بدن ہوگا بدون روح کے قالہ الحسن وغیرہ یا پورا بدن
بدون نقصان وتغیر کے ہوگا۔ قالہ عبداللہ بن شداد یا بغیر لباس کے ننگا ہوگا یا بدن سے زرہ مراد ہی یعنے تیری زرہ سمیت۔ قالہ ابو صخر
اور اُسپر سونے کی ایک زرہ تھی جس سے وہ صاف پہچانا جاتا تھا۔ وقال ابن عباس رض وغیرہ رح کہ بعض بنو اسرائیل نے غرق فرعون
مین شک کیا تو اللہ تعالے نے بحر کو حکم کیا کہ فرعون کا جسم بلا روح کے باہر اونچی زمین پر پھینک دے مع اسکی زرہ زری کے۔ سو یہ نجات
دینا ہوا سطے تھا - لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً تاکہ تو ہوجائے اپنے پچھلون کے لیے نشانی - پچھلون سے مراد بنو اسرائیل ہین کیونکہ
انکے دل مین اسکی ہیبت ایسی سمائی تھی کہ اُسکے مرنے پر یقین نہ کیا یہانتک کہ ساحل پر اسکو مرا ہوا دیکھ لین - یا - مراد پچھلی امتین
ہین جو اسکا حال سُنکر تکبر وتجبر سے عبرت کرین کہ جسکا یہ انجام ہی اور جان لین کہ بندہ کیسے ہی بڑے مرتبہ پر ہو بہر حال وہ مقہور
مجبور ہی اُسمین ربوبیت کا کچھ لگاؤ ہی نہیں ہی - بعض قراءۃ مین - لمن خلفک بقاف آیا بصیغہ ماضی یعنے نشانی ہوجاوے
اپنے خالق کے لیے کیونکہ فقط تجھکو اسطرح ذلیل مطرود کنارے ڈالنا تاکہ لوگ تجھے خوب پہچان لین بڑی دلیل اس بات کی ہی کہ
خالق عزوجل بڑا قادر مختار علیم وخبیر ہی - وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ اور بے شک لوگون مین
سے بہتیرے ہماری آیات سے غافل ہین - یعنی فکر وغور نہین کرتے تاکہ عبرت پکڑین - مترجم کہتا ہی کہ افسوس ہی کہ اس امت
مین بہتیرے ایسے ہین جو دنیاوی حیات ونام کے لیے آیات الٰہی ومعجزات باہرات سے انکار کرتے ہین اور اس خوض وفکر مین
سرگردان ہین کہ کمال قدرت الٰہی کو محسوسات مین محصور کرین اعوذ باللہ منہم ومن صنیعہم القبیح - واضح ہو کہ واقعہ غرق فرعون
ونجات بنو اسرائیل بروز عاشوراء (دسوین محرم) واقع ہوا - چنانچہ یہود مدینہ اسدن روزہ رکھتے اور کہتے کہ اسدن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب
ہوئے تو آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہودیون کی بہ نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام سے احق ہین تو تم اسدن روزہ
رکھو - رواہ البخاری قلت صوم یوم عاشوراء واجب تھا جو رمضان سے منسوخ ہوا اب جو چاہے رکھے اور چاہے نہ رکھے قلت ان هذا
الیوم الذی اظہر موسیٰ علیہ السلام علی عدوہ کان یومًا معینا ولکن اعتبر فی دور السنین فیما بعد ایضًا فدل علی ان الصفة تعتبر فی زمن
بعد زمانہ وکذلک حدیث عمر رض فی قولہ تعالے الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ فی کون الجمعۃ عیدًا بدلیل انہ لم ینکر ان یجعل ذلک الیوم عیدا
بل بین کونہ یوم عید لنا فلیتامل فیہ - واعلم ان الشیخ ابن العربی قال بعد تفسیر قولہ ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا الآیۃ ان فی السورۃ
بعضہ ما لا یقبل التاویل وبعضہ معلوم مما مر انتہی وکانہ رجع عن قولہ المشہور من ان فرعون مات مومنا کما یشیر الیہ قولہ فلیتامل واللہ اعلم
وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ
اور جگہ دی ہمنے بنی اسرائیل کو پوری جگہ دینی اور کھانیکو دین ستھری چیزین سو وہ پھوٹے نہین جبتک آئی اُنکو
الْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○
خبر اب تیرا رب اُنمین فیصلہ کریگا قیامت کے دن جس بات مین وہ پھوٹ رہے تھے
واضح ہو کہ تبویہ منزل مین اتارنا یقال بوات زیدا منزلا - یعنے زید کو مین نے ایک حویلی مین اُتارا - مبوا ظرف اور اضافت اسکی صدق
کی طرف بلاغت عرب ہی کہ جب کسی چیز کی مدح کرتے تو صدق کی طرف مضاف کرتے ہین ومنہ قولہ لہم قدم صدق عند ربہم - اور
طیبات ایسی چیزین رزق کی جن سے لذت حاصل ہو اور کہا گیا کہ حلال چیزین - آیت مین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر انعام سے

شروع اور اُنکے کفران نعمت پر حتم کیا چنانچہ فرمایا۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا اور بے شک ہم نے اُتارا اور بسایا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔ اولاد یعقوب کو یعنی انکے بارہ بیٹون کی اولاد بارہ فرقون کو جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے مُبَوَّاَ صِدْقٍ منزل صدق مین۔ وہ زمین مصر یا شام یا اردن فلسطین یا بیت المقدس وفارس ہر اقوال ہین اور مفسر و بیضاوی وغیرہ نے مصر و شام اختیار کیا اور مشہور یہ ہر کہ بعد خروج مصر کے بنی اسرائیل پھر اسمین داخل نہین ہوے اور ابن جریر وغیرہ نے اختیار کیا کہ داخل ہوئے۔ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ اور رزق دیا ہم نے انکو مستلذات یا حلالات سے یا حلال لذیذ سے قال فی السراج وقال الحافظ فی التفسیر اسمین اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل پر دینی و دنیاوی انعام فرمائے بیان فرماتا ہر اور مبوا صدق سے مراد لی گئی کہ وہ مصر و شام ہر چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا تو مصر پر موسوی دولت بتمام قائم ہوئی لقولہ تعالیٰ واورثنا القوم الذین استضعفوا مشارق الارض ومغاربہا التی بارکنا فیہا وتمت کلمۃ ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما کان یصنع فرعون وقومہ وما کانوا یعرشون۔ ولقولہ تعالیٰ فاخرجناہم من جنات وعیون وکنوز ومقام کریم کذالک واورثناہا بنی اسرائیل الآیۃ۔ ولیکن بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ برابر اسی پر مستمر رہے کہ بلاد بیت المقدس جو ملک خلیل علیہ السلام ہر وہان جاکر رہین اسمین قوم عمالقہ رہتے تھے انسے لڑنے مین بنو اسرائیل کچے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے چالیس برس انکو تیہ مین قید کیا جسمین پہلے ہارون پھر موسیٰ علیہما السلام کا انتقال ہوا اور کثرت سے اسرائیلی مرے پھر نوجوان اولاد کو لیکر یوشع بن نون پیغمبر علیہ السلام لیکر نکلے اور خوب خوب جہاد کیے حتیٰ کہ بیت المقدس اللہ تعالیٰ نے فتح کیا اور مدت تک بنو اسرائیل کی سلطنت وہان رہی اور انبیاء و اولیاء ہوے یہان تک کہ بگڑے اور بخت نصر شاہ بابل نے قتل وغارت کیا پھر بنو اسرائیل کو ذل گیا پھر اسکو شاہان یونان نے فتح کیا اور مدت دراز تک انکے زیر حکم رہے اور اس حال مین بہتیرے مشرک و بیدین ہوے پھر اسی حال مین اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم ؑ کو بھیجا مگر یہود نے بادشاہ یونانی کو عیسیٰ ؑ کی ذات سے غدر کا خوف دلا کر قتل کرانا چاہا پس اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ؑ کو اٹھا لیا اور جس حواری نے مرتد ہو کر عیسیٰ ؑ کی گرفتاری چاہی تھی اُسی پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ؑ کی شباہت ڈالی اُسی کو پکڑ کر سولی دیدی اور یقین کیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مارا اور پیچھے اس حواری کے نسبت گم ہو جانے اور پھر آکر الہام کرنے کا اعتقاد کیا پھر بعد مسیح علیہ السلام کے قریب تین (۳۰۰) سو برس کے قسطنطین فیلسوف جو بادشاہ تھا نصرانیت مین داخل ہوا بعض نے کہا کہ تقیہ کیا تھا اور بعض نے کہا کہ حیلہ سے دین بگاڑنا چاہا تھا بہرحال اسی کے لیے اسقف یعنی علماء نصاریٰ نے قوانین بنائے جنمین محض رائے کی مداخلت سے بدعات نکالین اور اسنے انکے لیے بیعہ وکنیسہ ونقلو ریق وبیت اللحم وغیرہ چیزین بنوائین اور مسیح کے بیٹے ہونے پر زبردستی مار پیٹ سے دستخط کرائے اور بہتیرے خود راضی تھے غرضکہ اسی طرح تحریف وتبدیل وتغیر ووضع وغیرہ کے ساتھ برائے نام نصرانیت کا دین نام رکھکر خوب پھیلایا اور درحقیقت دین مسیح پر سوائے چند راہبون کے جو بھاگ کر جنگلون و پہاڑون مین سے تھے کوئی باقی نہ رہا اور رفتہ رفتہ بالکل معدوم ہو گیا اور اس زمانہ مین نصاریٰ کے قبضہ مین اسی بادشاہ کے بنائے ہوے شہر قسطنطینہ سے لیکر روم وشام وموصل وغیرہ سب آگیا اور قسطنطین نے قمامہ وبیت لحم و بیت المقدس کے کنائس وشہہا ے حوران وبصرہ وغیرہ باستحکام بنائے اور اسی وقت سے نصرانیون نے صلیب کو پوجنا شروع کیا اور مشرق کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی اور کنائس مین تصویرین بنائین اور سور کا گوشت حلال کر لیا اور سوائے اسکے اور بہت

بدعات اپنی اعتقادیات و عملیات مین نکالین جنکا شمار دشوار ہی بالجملہ برابر رین نصرانیت جو اسطرح توحید سے متغیر کرکے شرک کا اصل اصول کر دیا گیا اور اسپر نصرانیت کا نام رکھ لیا گیا تھا پھیلتا رہا اور یہ تمام ملک انھین لوگون کے قبضہ مین رہے یہان تک کہ اللہ تعالے نے اہل البلاد پر رحم فرماکر رسول مکرم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آخر آپ کے صحابہ رضہ نے یہ ملک ان نصرانیون کے قبضہ سے نکال لیے تاکہ دین توحید پھیلے - اور لکھا کہ قولہ رزقناہم من الطیبات - اسے حلال پاکیزہ نافع جو شرعاً مباح وطبعاً خوشگوار ہین - مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکرر احادیث مین آگاہ فرمایا تھا کہ تمام شام وغیرہ سب تمھارے قبضہ مین آجاوینگے ولیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو یعنے اوقات مقدر ہین جلدی مت کرو - اور پھر جہان اپنی امت کے بگڑنے کا حال بیان فرمایا منجملہ ان احادیث کے ایک یہ ہی کہ تین قرن تک ایمان کامل ہی پھر نقصان آویگا حتی کہ جو امور اب اس زمانہ مین مسلمانون مین نظر آنے لگے سب کی خبر فرمائی ہی اور صحیح فرمایا کہ قیامت کے قریب نصارے سب سے زائد اور قوی و غالب ہونگے - یہ معجزہ شریف اسوقت معائنہ ومشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہی حتی کہ آگاہ فرمایا ہی کہ مسلمانون کے قبضہ مین خالی تین صوبہ رہجاوینگے اور اسکے آثار بھی سلطنت روم کے ضعف سے ظاہر ہین وللہ الامر من قبل ومن بعد یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید - پھر اللہ تعالے نے نصاری ویہود کا انجام کار بیان فرمایا - بقولہ - فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ سو آپس مین پھوٹ نہین ڈالی یہان تک کہ آگیا انکے پاس علم - یعنی بنو اسرائیل بعد علم توریت کے مختلف ہوکر اعتقاد و اعمال مین بگڑے اور بعد بعثت مسیح ؑ کے بنو اسرائیل مع ان لوگون کے جو انکے دین پر یہود و نصارے تھے توریت و انجیل پڑھنے و احکام جاننے کے بعد آپس مین مختلف ہوے ایسا اختلاف کہ ایک دوسرے کی تضلیل کرتا ہی - خلاصہ یہ کہ علم سے جو کتاب آسمانی ہی یہ نتیجہ ہونا چاہیے تھا کہ آخرت و توحید پر جزم و یقین کرتے برخلاف اسکے مسیح ؑ کو بیٹا وغیرہ بنانے کے فاسد و باطل اعتقاد نکالے اور حدیث مین ہی کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوے اور نصاری کے بہتر فرقہ ہوے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوجاوینگے جنمین سے ایک جنت مین اور باقی دوزخ مین ہین پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ جنتی کون ہی فرمایا کہ جسپر مین اور میرے صحابہ ہین - رواہ الحاکم ہکذا والحدیث فی السنن والمسانید وقیل لفظ کلہم فی النار الا واحدۃ - مدرج ہی واللہ اعلم ولیکن معنی صحیح ہین - یہ تفسیر تو اس بنا پر ہی کہ ما اختلفوا سے بنو اسرائیل کا اپنے دین مین اختلاف کرنا مراد ہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ انکا اختلاف آنحضرت صلعم کے ساتھ مراد ہی یعنے پہلے تو توریت و انجیل سے صفت و نعت محمد صلعم پڑھکر برابر یقین کرتے چلے آتے تھے یہان تک کہ جب قرآن مجید سے یا مبتدا تو معجزات سے آپکا صدق ظہور رسان چکے تو دنیاوی لالچ و ہوا و ہوس سے مختلف ہوکر ایمان سے اعراض کر گئے - إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ بے شک تیرا رب انمین فیصلہ و حکم کردیگا قیامت کے روز جس امر مین وے اختلاف کرتے تھے - اسمین تسلی ہی کہ استعجال مت کرو اور انکے فیصلہ کا وقت عنقریب قیامت مین موجود ہی اور حدیث مین ہی کہ آپ نے دو انگلیان ملائین اور فرمایا کہ مین بھیجا گیا قیامت کے ساتھ ایسے یعنی جیسے دونون انگلیان یعنی نہایت ملا ہوا کہ بعد آپ کے کوئی نبی نہوگا - اور یہ جو عوام مین مشہور ہی کہ چودھوین صدی مین قیامت ہی اسکو اللہ تعالے جانے اور یہ قول قابل تصدیق نہین کیونکہ اسکا علم اللہ تعالے کو ہی کوئی دوسرا نہین جانتا ہی اور بظاہر بھی فتح قسطنطنیہ و خروج دجال و نزول عیسی علیہ السلام جو پیہم واقع ہونگے ابھی باقی ہین ولیکن آثار بہت قریب ہین - واللہ تعالے اعلم -

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ

سو اگر تو ہے شک مین اس چیز سے جو اُتاری ہمنے تیری طرف تو پوچھ اُنسے جو پڑھتے ہین کتاب

قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ

تجھسے آگے بیشک آیا ہی تجھکو حق تیرے رب سے سو تو مت ہو شبہہ لانے والا اور مت ہو اُنمین

مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ

جنھون نے جھوٹھلائین باتین اللہ کی پھر تو بھی ہووے خراب ہونے والا جنپر ٹھیک آئی

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

بات تیرے رب کی وہ نہ مانینگے اگرچہ پہنچین انکو ساری نشانیان جبتک نہ دیکھین

الْاَلِيْمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا

دکھ کی مار سو کیون نہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پھر کام آتا انکو یقین لانا مگر یونس کی قوم جب یقین لائی

كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

کھولدیا ہمنے اُنپر سے ذلت کا عذاب دنیا کے جیتے مین اور کام چلایا انکا ایک وقت تک

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ - پھر اگر تو شک مین ہو اس چیز سے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ تو پوچھ لے ان لوگون سے جو پڑھتے ہین کتاب کو تجھسے پہلے - علما نے اس آیت کی تفسیر مین اس بنا پر تاویل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شک جائز نہین ہی کیونکہ اگر آپ کو خود شک ہو تو دوسرے کو بدرجہ اولی ہوگا اور نیز شرع قطعی مین شک کو مجال نہین ہی علاوہ برین اگر شک ہو تو اللہ تعالے کے نازل کیے ہونے مین ہوا پھر اہل کتاب کے پوچھنے سے جو غالبا کفار رکھتے کیونکر شک رفع ہوگا لہذا تاویل ظاہر ہی اور ایسا ظاہری تاویل کا کلام بلیغ ہوتا ہی جیسے کسی عالم کی مدح کرین کہ اگر آپ کو اپنے عالم ہونے مین شک ہو تو اپنی تصانیف دیکھیئے یعنی آپ کی تصانیف نہایت عمدہ تو آپ کا علم نہایت اعلی ہی پھر تاویلی اقوال یہان کئی ہین ازانجملہ یہ کہ بطریق فرض مراد ہی یعنے بالفرض اگر تجھے شک ہو ان قصص مین جو ہم نے تجھپر نازل فرمائے ہین تو اہل کتاب سے دریافت کرے کہ ایسا ہی انکی کتابون سے ثابت وانکے نزدیک محقق ہی اور حاصل اسکا یہ کہ یہ قصص اپنی تحقیق مین کچھ بنائے ہوے قصے کہانیان نہین ہین اور کتب سابقہ مین سے استشہاد جہان تک اللہ تعالے نے اعلام فرمایا جائز ہی اور قرآن مجید انکا مصدق ہی - قلتُ قرآن کے مصدق ہونے کے یہ معنی ہین کہ اہل کتاب مختلف ہوکر تحریف کر لے گئے تو جس امر کی قرآن تصدیق فرماوے وہ سچ ہی ورنہ محرف ہی - فافہم - اور اسمین اشارت ہی کہ اہل کتاب خوب جانتے ہین کہ جو نبی اُمی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہی بے شک صحیح وحی ہی بالمقصود یہ کہ آنحضرت صلعم کو جوش دلایا اور زیادہ استقامت دی بلکہ اس سے شک واقع ہونا تو درکنار رہا یہ بھی نہین کہ ایسا شک ممکن ہوسکے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا - لا اشک ولا اسئل یعنی مین نہ شک کرتا ہون اور نہ پوچھتا ہون - رواہ قتادہ رح مرسلا وروی عن ابن عباس ونحوہ عن سعید بن جبیر والحسن رح - اور ابن کثیر رح نے کہا کہ اسمین امت کے لیئے بھی زیادہ تثبیت ہی کیونکہ انکو معلوم ہوگیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات اگلی کتب۔۔۔ مین

موجود ہین قلت وفیہ نظر فافہم - اور بعض مفسرین نے زعم کیا کہ فی الجملہ شک روا ہی تو قاضی عیاض رح نے شفاء مین اسکو رد کیا ہی کہ یہ زعم
غلط اور ایسا جائز نہین ہی - مترجم کہتا ہی کہ بے شک قاضی رح نے سچ کہا اور جسنے امکان شک کا زعم کیا وہ خاطی ہی تو وقوع شک کا
زعم محض غلط و واہی ہی اور قرآن پاک مین بسبیل فرض کئی جگہ خطاب ہی نحو قولہ یاایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین الآیۃ - اور
قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک الآیۃ - باوجودیکہ یقین اس امر کے شرک کرنے کا امکان بھی نہین ہی - اور جیسے عیسیٰ کو کہا - اذ قال اللہ یا عیسیٰ
ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ - حالانکہ ایسا کہنا مسیح ع کی طرف سے محتمل بھی نہین ہی - بعض نے کہا کہ
یہ تو قطعی تھا کہ رسول اللہ صلعم کو شک نہین ولیکن اسواسطے خطاب کیا کہ جواب مین تصریح کرے کہ مین کچھ بھی شک نہین کرتا
پس سامع کے دل مین صدق کی وقعت عظیم ہو اور نظیر اسکی قول الٰہی ملائکہ کو کہ اھٰؤلاء ایاکم کانوا یعبدون - بدین غرض کہ صریح
جواب دین لقولہ سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن الآیۃ - اور جیسے عیسیٰ ع سے تصریح برات کا جواب مقصود ہی
از انجملہ یہ تاویل ہی کہ جیسے سلطان کسی امر مین اپنے امیر کو خطاب کرتا ہی حالانکہ تعمیل اسکی امیر کے ماتحت لوگون سے مقصود ہوتی ہی
ایسے ہی یہان آنحضرت صلعم کو خطاب کیا اور مقصود امت والے ہین خصوص کفار قریش جو یہود اہل کتاب کو علم والا جانتے تھے پس
تنبیہ کی کہ اے قریش اگر تم کو اسمین شک ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھکر مطابقت کر لو - اور ثعلب و مبرد رحمہما اللہ کا یہی مقصود ہی
جو انھون نے کہا کہ معنی آیت کے یہ ہین کہ قل یا محمد للکافر فان کنت فی شک الخ یعنے محمد صلعم پر نازل فرمایا کہ تو کافر منکر سے کہدے
کہ اگر تجھے اس منزل مین شک ہو تو اہل کتاب سے تصدیق کر لے قلت یہ توجیہ اچھی ہی ولیکن آنحضرت صلعم نے جب کہا کہ مین شک
نہین کرتا اور نہ پوچھون تو معلوم ہوا کہ خطاب آپ ہی کو ہی اور جواب یون ممکن ہی کہ کلام بظاہر آنحضرت صلعم کو تھا تو اسی راہ سے
آپ نے جواب عرض کر دیا اور تحقیقاً امت کو تھا انیز اگر شک کرینگے تو حجت قائم ہی اور اسی سے دفع ہو گیا جو بعض نے زعم کیا کہ
یہ توجیہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ اسکا انکار نہین کہ ظاہر خطاب آپ کو ہی پس زعم کرنے والے کو معنوی کلام ہونے سے ذہول ہو گیا - و
قال الزجاج ان اللہ تعالیٰ خاطب الرسول وہو شامل للخلق - یعنی خطاب آنحضرت صلعم کو کیا اور وہ امت کو شامل ہی اور مراد زجاج کی واللہ اعلم
یہ کہ جس کسی کو مخلوق مین سے شک ہو وہ اہل کتاب سے پوچھے ولیکن بظاہر آنحضرت صلعم کو خطاب کیا تاکہ بدون واسطہ آنحضرت صلعم کے
کسی کو خطاب کرنا لازم نہ آوے اور یہی معنی ہین جو بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین - فان کنت ایہا السامع فی شک مما انزلنا الیک اے بواسطہ
نبیک انزلنا الیک - بالجملہ تاویلات دو وجہ پر ہین اول آنکہ خطاب آنحضرت صلعم کو اور آپ ہی مقصود از خطاب بھی ہین تو کلام بطریق فرض ہی
یعنے بالفرض اگر تجھے شک ہو الخ اور دوم یہ کہ خطاب آپ کو ولیکن آپ مقصود نہین ہین کیونکہ کبھی خطاب سے دوسرا مقصود ہوتا ہی جیسے تعریض
وغیرہ مین محاورات معروف ہین تو اس صورت مین جو مقصود ہی وہ امت ہی یا ہر سننے والا - اور بعض نے کہا کہ خطاب بھی شاید غیر کو ہو دے
ولیکن بعید ہی اور احسن وجہ دوم ہی کیونکہ افید و اشمل ہی چنانچہ ظاہر خطاب سے آنحضرت صلعم نے کہا کہ مین نہ شک کرون نہ پوچھون
اور مقصود خطاب سے امت والون کو تثبیت ہی - قال البیضاوی رح اسمین تنبیہ ہی کہ جب دین مین کسی کو شبہہ پیش آوے تو فوراً اہل علم
یعنے قرآن و حدیث جاننے والون سے پوچھکر تسکین کرے قلت بہت ضروری ہی ورنہ وسوسہ شیطان قبول کر کے غوطہ کھانے لگیگا کیونکہ درحقیقت
اسکو علم الٰہی و اسرار سے خبر نہین اور حق تعالیٰ نے جو دین مستقیم بھیجا بے شک نہایت صحیح و مضبوط ہی اسمین اپنی ہی سمجھ کا قصور ہو گا ورنہ کسی
شبہہ کو گنجایش نہین ہی - **لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ** قسم ہی کہ آگیا حق تیرے رب کے پاس سے ایسا حق واضح بدلائل

قاطعہ کہ جسمین شک کو دخل نہین - فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پس تو مت ہو جیوان لوگون مین سے جو شک کرتے ہین
اپنے یقین سے متزلزل ہونا تثبیت ہی امت کو اور تعریض ہی کافرون سنکدون پر کہ باوجود واضح حق کے شک کرتے ہین طیبی رح
نے کہا کہ فلا تکونن فاء تفریع ہی تولہ فان کنت فی شک الخ پر - اور قولہ - وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
یہ تفریع ہی لقد جاءک الحق - پر لینے حق آگیا تو مت ہو جیو ان کافرون سے جنھون نے آیات آلہی کو جھٹلایا فَتَكُوْنَ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ تاکہ تو زیان کارون سے ہوجاوے - یعنی اگر بالفرض جھٹلانے والون مین سے ہوا تو زیان کارون مین سے
ہوجائیگا - یہ بھی تثبیت ہی اور کافرون و اہل کتاب پر تعریض ہی کہ آیات آلہی کی تکذیب کرکے زیانکار ہوگئے اور جو کوئی انکو
دنیا مین بادشاہ دیکھ کر کسی منزلت پر جانے وہ خود آخرت سے کافر ہی کیونکہ متاع دنیا مع دنیا سب ملعون اور یہ زندگی موت
یا فنا ہی پھر ضرور زیانکار ہونا معلوم ہی اور رہا دنیا کی نعمتین تو اسوجہ سے کہلاتی ہین کہ ایمان والا انکے ذریعہ سے درجات آخرت
اس امتحان مین کامل ہوکر حاصل کرلیتا ہی فافہم - واضح ہو کہ کفار قریش اپنی جہالت سے یہ بھی سمجھا کرتے کہ آنحضرت صلعم شاید
ہمارے دین کی طرف رجوع کرجاوین تو اس آیت سے کافرون کی طمع کاٹ دی اور یہ ایسا ہی ہی جیسے قولہ فلا تکونن ظہیرا للکافرین
پھر جب اہل الشرک پر اسطرح حجت قائم کی اور اہل کتاب پر اس تصدیق سے کہ کتب سابقہ مین نعت وصفت وبعثت آنحضرت صلعم صریح
ہی - کما قال تعالےٰ النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ وقال یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم الآیۃ - باوجود
اسکے اہل الشرک کو شک لے اور اہل الکتاب کو طمع دنیا وحسد وعناد اور تحریف و تبدیل کی چاٹ نے گھیرا تو فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ
حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ - بے شک جو لوگ ایسے ہین کہ انپر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہوچکا کہ یہ لوگ اصرار کرکے
کافر رہینگے یا یہ کہ بے پروا مین نے انکو جہنم کے لیے پیدا کردیا ہی تو وے ایمان نہین لاوینگے - وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ اگرچہ
آجاوین انکے پاس سب نشانیان یعنے جو ازلی کا مقدر و مطبوع ہوے ہین اگر اس امتحان گاہ مین غیب آخرت پر ایمان لانے
کے لیے اللہ تعالےٰ کا رسول اپنی رسالت پر آخرت و توحید ثابت کرنے کے لیے ہر نشانی جو وہ چاہین لادے اور ہر معجزہ دکھلاوے
تو بھی ایمان نہ لاوینگے - حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہان تک کہ عذاب الیم دیکھین پس جب عذاب الیم دوزخ و آخرت
کا دیکھ لیا تو خواہ مخواہ سچ مان لینگے اسوقت کوئی نفع نہین ہی چنانچہ فرعونیون نے تمام معجزات باہرات دیکھے اور عجیب عجیب وقائع
انکو پیش آئے اور محسوسات کی پابندی انکی طینت تھی اسی کے معجزات تھے مگر ایمان نہ لائے اور جو ایمان لاتا ہی وہ روحی نور سے
بتوفیق و فضل آلہی بصیرت والا ہوکر ایمان لاتا ہی اگرچہ ایک معجزہ بھی نہ دیکھے کیونکہ علم معانی و اسرار جو دار الآخرۃ کی گویا حد
ہی اس سے بڑھکر معجزہ کیسا ہوگا کیونکہ محسوس معجزہ تو اسواسطے تھا کہ مان کر راہ چلے تب معانی تک پہونچے پھر دار الآخرۃ
مین قدم رکھے اور مومن کو پہلے ہی معانی نظر آگئے اسواسطے اس امت مین جو مومن ہوے مثلاً صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم انکو
علوم القرآن و اسرار آلہی مین حزم و پہاڑون برابر یقین کے ساتھ خوب دستگاہ تھی کہ اب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات
والتسلیمات راہ استقامت مین محکم اصول و فروع پر ہی اور انکے ایمانی انوار سے کافرون کو خبر نہین ہوسکتی ہی پس اس معجزہ معنی کے ایمان
والے دار الآخرۃ تک یہین زندگی مین پہونچے بدلیل حدیث حارثہ بن مالک جو سابق مین گذر چکی بخلاف بنو اسرائیل وغیرہ کے جو
محسوس معجزات پر ایمان لائے کہ ہنوز انکو وہ بصیرت نہین ملی جس سے معانی تک پہونچین پھر دار الآخرۃ تک رسائی ہو اسیواسطے

بیچ ہی ہین کہین گوسالہ پوجنے لگے اور کہین بت پرست ہوئے اور جو انکی پیروی والے کہلاتے ہین معانی سے محض لایعقل ہین ہان
محسوس چیزون ہین بڑی دستگاہ رکھتے ہین جس سے اہل معانی کو نفرت ہی کیونکہ اُسکا کوئی انجام یا مدار و بہتر نہین ہی سوائے حیات
دنیا مین متاع دنیاوی کی کثرت حصول کے اور یہ خود ہیچ ہی لہذا جن لوگون کو محسوس کی پیروی ہی وہ آخرت کے معانی پر مشکوک رہتے
ہین اگرچہ حسی معجزات پر مان جاوین اسی واسطے قریش کو اللہ تعالے نے یہ قصص سنائے اور فرمایا وما منعنا ان نرسل بالایات
الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفاً- یہان سے انزال معجزات سے خالی تخویف کا
فائدہ ہونے کی وجہ بھی ظاہر ہوگئی- پس قریش جو واہی تباہی معجزے محسوسات کے مانگتے تھے اسی وجہ سے نہ دیئے کہ یہ مطبوع کافر کی
علامت ہی کہ خالی محسوسات پر ایمان لاوے تو وہ معانی تک کب پہنچیگا لہذا ہر معجزہ اسکو کارآمد نہوگا جیسے فرعون کو کارآمد نہوا حتی کہ اسنے
عذاب الیم دیکھا اور اسوقت ایمان بیکار ہی بعلے جب عالم محسوس مین غیب الاخرۃ پر ایمان لاتا تو ان آیات معجزات سے البتہ نفع پاتا
مگر مطبوعی مقدری کافر کو کچھ نفع نہین دیتا ہی لہذا فرمایا۔ **فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ** اے فلا کانت اہل قریۃ امنوا الخ
یعنے یہ شہرون والے جنکو آخر ہم نے ہلاک کر دیا ہی عذاب دیکھ لینے سے پہلے کیون نہین ایمان لائے اور فرعون کی طرح اس عذاب
دیکھنے تک نہ تاخیر کی ہوتی- **فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا** کہ اس شہر والون کو انکا ایمان نفع دیتا اور ضائع بیوقت بیکار نجاتا کیونکہ معائنہ
سے پہلے وقت امتحان ہی مین ایمان واقع ہوتا برخلاف فرعون کے کہ عذاب معائنہ کرنے کے وقت ایمان لایا تو بیکار گیا- پھر اللہ تعالے
نے ایک قوم کو استثناء کیا بقولہ- **إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ** علماء نے اس استثناء مین کلام کیا کہ منقطع ہی یا متصل ہی پس دونون
ہوسکتے ہین، تو منقطع ہونے کی صورت مین تقریر یہ ہی کہ فلولا یعنی ہلا حرف تحضیض ہی جسکے معنی آمادگی دلانے و برانگیختہ کرنے و ابھارنے
کے ہوتے ہین پس قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا- سے اہل عبرت و موجودہ لوگون کو آمادگی دلائی کہ اگلے قریات یعنی
عذاب سے برباد ہو جانے والے قریہ کے لوگون مین سے کسی قریہ والون نے یون کیون نہ کیا کہ دیر نہ کرتے اور شک مین نہ پڑے رہتے
کہ دیکھو عذاب کی وعید معلوم نہین سچ ہی یا جھوٹ ہی بلکہ ایمان لے آتے تاکہ انکو وقت تکلیفی یا ایمان غیب مین ایمان نافع ہوتا کیونکہ
عذاب واقع ہو جانے وگھیر لینے سے پہلے ہوتا پھر قوم یونس کو بیان کیا کہ لیکن قوم یونس اسکا یہ حال ہوا کہ اسنے عذاب واقع ہونے
کے قریب تک تاخیر کی تھی لیکن ہنوز عذاب واقع نہوا تھا کہ ایمان لے آئے- **لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** پھر جب وے ایمان لے آئے تو ہم نے اُنسے دور کر دیا عذاب خواری کو حیات دنیا مین **وَمَتَّعْنَاهُمْ
إِلَىٰ حِينٍ** اور تمتع دیدیا انکو ایک وقت تک یعنی انکی آخر زندگی مقدری تک کہ وہ وقت موت ہی- آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا مین
کفار پر جو عذاب آتا ہی وہ عذاب الخزی ہی یعنے دنیا مین خوار کر دیے گئے اور بعد اسکے موعود عذاب الآخرہ وہ عذاب جہنم بہت سخت
ہی اعوذ باللہ منہ اور یہان وہ محسوس نہین ہی تاکہ امتحان مین کلام الٰہی کی تصدیق کرنا ظاہر ہو- بالجملہ اگر استثناء منقطع ہی تو الا بمعنی
لکن ہی اور طیبی رح نے کہا کہ قریہ سے مراد اسکے لوگ ہین جنکے حق مین یہ وصف صحیح ہی کہ فلولا کانت الخ کیون نہ ایمان لائے کہ انکو
نفع دیتا انکا ایمان پس وے ایمان سے موصوف نہوئے برخلاف قوم یونس کے کہ ایمان سے موصوف ہوئے تو گویا مستثنی منہ اور
مستثنی دونون دو جنس مختلف ہوئے تو استثناء منقطع ہوا اور اس صورت مین استثناء متصل کرنے سے معنی بگڑینگے اسلیے کہ لولا
حرف تحضیض ہی تو یہ معنی ہوے جاتے ہین کہ ہلاک کیے ہوئے قریات کو ایمان نافع پر آمادگی دلائی سوائے قوم یونس کے- حالانکہ

مراد یہ کہ ایمان نافع کیون نہ لائے قریات مہلکہ اور بے ایمان مرے ولیکن قوم یونس کو ایمان نافع مل گیا - یہ تو استثناء منقطع کی تقریر تھی - اب رہا یہ کہ استثناء متصل بھی ہو سکتا ہی اسکی یہ تقریر ہی کہ لولا اگرچہ حرف تحضیض ہی مگر متضمن معنی نفی کو ہی چنانچہ لولا آمنت کے معنی کیون نہین ایمان لائے - پھر چونکہ یہان تحضیض کے معنی حقیقی خود ان قریات مہلکہ کے حق مین نہین ہین کیونکہ وے تو ہلاک ہو چکے اب انکو آمادگی کیونکر ہوگی بلکہ آمادگی کا فائدہ موجودہ قریات و پچھلون کو ہی لہذا قریات مہلکہ کے حق مین گویا نفی ایمان نافع کا بیان ہی گویا یون کہا کہ ما آمنت قریۃ بالایمان النافع الا قوم یونس یعنی کوئی گانون والے ایسا ایمان نہ لاے جو انکو نافع ہوتا سواے قوم یونس کے اس تقریر سے استثناء متصل درست ہی - حاصل آنکہ جملہ منفی ہی اور استثناء سے منفی کا اثبات قوم یونس کے لیے ہی - وقال بیضاوی - بعض قراءۃ مین قوم یونس بالرفع بنابر بدل ہونے کے پڑھا گیا تو یہ استثناء متصل ہونے کا مؤید ہی و مختصر قصہ قوم یونس جو انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ صافات مین مفصل بیان کیا جائیگا یہ ہی کہ یونس نینوی کو جو جزیرہ موصل سے ہی بھیجے گئے مگر اس شہر والون نے انکو جھٹلانے پر اصرار کیا تو انکو عذاب کا خوف دلایا کہ تین روز تک یا چالیس روز تک تمپر عذاب آویگا مگر انھون نے پروانہ کی پس یونس وہان سے نکل گئے پھر جب میعاد قریب آئی تو آسمان دھوان دھار ہو گیا اور اٹک کر انکے شہر کے گرد چھا گیا تو ہیبت ناک ہو کر حضرت یونس کو ڈھونڈھنے دوڑے مگر نہ پایا اور عذاب کا انکو یقین ہوا اور حضرت یونس کو رسول برحق جان گئے پس فقیرون کے موٹے کپڑے پہنکر عورتین بچے و جانورون سمیت ریت میدان مین نکل گئے اور ہر مرد و عورت و مان و بچہ کو جدا کر دیا اور آپس مین گریہ وزاری شروع کی اور صدق دل سے اخلاص کے ساتھ توبہ کی اور سخت نادم ہوے اور دور رو کر ایمان لانے کا جناب باری تعالےٰ مین اظہار کیا اور چالیس روز تک یہی حالت رہی اور اپنی حماقت پر نہایت غم کے ساتھ ہراسان تھے اور کھانے پانی سے متنفر پس ارحم الرحمین ذو الجلال والاکرام نے رحم فرمایا اور عذاب انسے دور کر دیا اور یہ جمعہ کے روز دسوین محرم کو واقع ہوا - ابن کثیر رح نے قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت الآیۃ مین یعنی استثناء کی لطیف توجیہ کی طرف اشارہ کیا اگرچہ بنظر سیاق کسیقدر بعید ہی چنانچہ کہا کہ اگلی امتون مین سے جہان جہان رسول بھیجے گئے سبھون نے تکذیب کی - کما قال تعالیٰ - وکذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون - و مانند اسکے آیات کثیرہ ہین کقولہ یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن - اور حدیث صحیح مین ہی کہ انبیاء مجھپر پیش کیے گئے تو گذرنا شروع ہوئے پس کوئی نبی گزرا کہ اسکے ساتھ چھوٹے سے آدمیون کے ٹکڑے تھے اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی مرد تھا اور کسی کے ساتھ دو مرد اور کوئی تھا کہ اسکے ساتھ ایک بھی نہ تھا پھر امت موسیٰ کی کثرت پھر سب سے بڑھکر اپنی امت کی کثرت بیان فرمائی - بالجملہ غرض یہ کہ قری مذکورہ مین سے کوئی قریہ تمام و کمال اپنے نبی پر ایمان نہ لایا کہ اسکو ایمان پھلتا سواے قوم یونس کے کہ نینوی کے رہنے والے تھے سب کے سب ایمان لائے - پھر قتادہ رح سے قصہ قوم روایت کیا کہ کسی قریہ کو بعد کفر کے عذاب آجانے پر ایمان لانے سے کچھ نفع نہوا کہ چھوڑے جاتے سواے قوم یونس کے کہ جب عذاب قریب ہوا تو اللہ تعالےٰ نے انکے دلون مین توفیق توبہ ڈالی اسطرح کہ فقیرون کے کپڑے پہنے آخر تک نقل کیا جسمین چالیس رات انکی گریہ وزاری مصرح ہی اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نینوی زمین موصل سے ہی پھر لکھا کہ ایسا ہی ابن مسعود و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہم سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے مروی ہی اور لکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بجاے فلولا کانت کے فہلا کانت پڑھتے تھے قلت کلاہما واحد - پھر لکھا کہ ابو عمران نے ابو الجلد سے روایت کی کہ انھون نے اس حال مین لغیماتش عالم کے یہ دعا مانگنی شروع کی تھی - یا حی حین لا حی و یا حی محیی الموتی و یا حی لا الہ الا انت - یعنی ان پاک اسماء و صفات سے دعا مانگتے تھے - قلت کانہم الہموا الاسم

الاعظم الذی اذا دعی بہ استجیب وقد مر انہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم - احدی ثلث ما ابہم فیہا الاسم الاعظم - اور نعیل بن عباس رح سے روایت
ہی کہ انکی یہ دعا رہتی کہ اللہم ان ذنوبنا قد عظمت الخ یعنے اللہم رب ہمارے بے شک ہمارے گناہ بڑے بھاری ہیں لیکن تو رب ہمارا
سب سے اعظم واجل ہی ہمارے حق مین وہ کر جو تیری شان کے سزاوار ہی اور وہ مت کر جسکے ہم بندے مستوجب مین قلت دعائین
دونون اچھی ہین ولیکن یہ امر کہ انکے الفاظ کیا تھے تو اسکو اللہ تعالےٰ عز وجل جانتا ہی وہو الاعلم بالصواب - پھر واضح ہو کہ آیت مین
عذاب دور کرنا حیات دنیاوی مین مذکور ہی اس سے مفسرین کے دو قول ہوے ایک یہ کہ فقط دنیا مین وے عذاب الخزی سے بچے
جیساکہ آیت مین ہی اور عذاب الجزاء آخرت انپر باقی ہی - اور دوسرا قول یہ ہی کہ نہین بلکہ دونون عذاب سے نجات پائی لقولہ تعالیٰ
وارسلناہ الی مائۃ الف اویزیدون فآمنوا فمتعناہم الی حین الآیہ - پس انپر مومن ہونے کا اطلاق کیا اور ایمان عذاب آخرت سے نجات
دینے والا ہی - قال الحافظ اور یہی قول اظہر ہی واللہ اعلم - قلت اسی قول پر یقین وجزم نہین کیا کیونکہ آیہ ارسلناہ الخ مین مچھلی کے
پیٹ سے نجات دینے کے بعد ارسال بیان فرمایا ہی اور نینوی سے نکل جانے کے بعد مچھلی کا واقعہ ہی تو محتمل ہوا کہ شاید یہ دوسری قوم
ہو - اور خروج مغاضبا کے بعد مچھلی کا واقعہ بدلیل حدیث ابن مسعود رض ہی جو آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ یونس نے اپنی قوم کو
دعوت فرمائی انھون نے قبول سے منھ موڑا تو انکو آگاہ کر دیا کہ فلان روز اسطرح تمپر عذاب آویگا اور خود نکل گئے اور انبیا جب اپنی
قوم کو عذاب کا وعدہ دیتے تو خود نکل جاتے تھے پھر جب قوم پر عذاب نے اپنا سایہ ڈالا تو نکلے اور عورت و اسکے بچہ مین اور بکری و اسکے
بچہ مین جدائی کر دی اور اللہ تعالےٰ کی جناب مین چلا چلا کر رونا شروع کیا اور اللہ تعالےٰ نے انکا صدق جان لیا پس انکی توبہ قبول
فرمائی اور عذاب کو ان سے پھیر دیا اور یونس علیہ السلام راستہ مین بیٹھے راہ گیرون سے خبر پوچھتے تھے کہ ایک آدمی گذرا اس نے بیان
کیا کہ انھون نے ایسا ایسا کیا تو کہا کہ مین ایسی قوم پاس پھر نجاؤنگا جنھون نے مجھے جھٹلایا اور وہان سے چل دیے درحالیکہ مغاضبت
لینے مراغم تھے - رواہ ابن مردویہ - قلت حدیث مین فوائد بہت ہین ازانجملہ یہ کہ قریش پر کچھ عذاب نہ آیا جب تک آنحضرت صلعم
وہان تھے پھر جب ہجرت کر کے مدینہ آگئے تو دوسرے ہی سال بدر مین قریش کو بطریق سزا کے تھوڑی مار دی گئی جو بڑے معجزہ کے
طور پر آیات الٰہی سے واقع ہوا باوجودیکہ آنحضرت صلعم انکی ہلاکت کی خواہش نہین کرتے تھے بدلیل آنکہ بحکم الٰہی جبرئیل نے عرض کیا
کہ آپ چاہین تو ان گستاخون کو ہلاک کیا جاوے آپ نے شکر الٰہی کے بعد درخواست کی کہ پروردگار مجھے امید ہی کہ انکے نطفہ مین
ایمان والے پیدا ہونگے - اور جو قنوت مین آپ نے ولید بن الولید وغیرہ کی رہائی کے لیے دعا کی اور ابوجہل وغیرہ کے اوپر لعنت کی
تو یہ درخواست عذاب نہین ہی بلکہ رحمت سے مطرود اور کفر پر مرتا ہوگا اور یہ دوسری بات ہی چنانچہ ابوجہل کافر مر گیا - پھر مترجم
کہتا ہی کہ قوم یونس سے عذاب آخرت دور ہونے پر یقینی دلیل ملتی ہی اسطرح کہ جب قبل عذاب نازل ہونے کے توبہ کی توفیق ایمان
پایا تو وقت تکلیف ثابت ہی اور یونس علیہ السلام پر مدت تک انکا ایمان لانا معلوم تو قطعاً مومن ہوئے پھر شک کی کوئی وجہ نہین ہی اور رہا
یہ کہ آیت مین کشف عذاب بتقیید حیات دنیا ہی تو فائدہ اسکا یہ ہی کہ یون وہم نکیا جاوے کہ شاید قبول ایمان واسطے دفع عذاب آخرت
ہو مگر دنیا مین عذاب دیدیا گیا ہو جیسے گوسالہ پوجنے والے بنو اسرائیل سے قبول توبہ و دفع عذاب آخرت مین دنیاوی قتل دور
نہوا اور جیسے محصن زنا کار سے دنیاوی سنگسار کیا جانا دور نہین ہوتا اگرچہ ایسے شخص سے توبہ قبول بلکہ آخرت کے عذاب سے نجات ہونا
بعض خصوص وقائع مین صحیح حدیث مین آیا ہی اور خصوص وقائع کی قید سے مترجم نے اشارہ کیا کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک عذاب آخرت

موکول بحکم حق تعالےٰ ہی چاہے عذاب کرے اور چاہے عفو کرے جو کہ امید ہوا ور دنیاوی سزا سیاست شرع ہی نہ تطہیر ذنب اور حدیث میں جن بعض کے حق تطہیر میں ذنوب آئے وہ خاص واقعہ اسی شخص نیک کے ساتھ تھا اور لوگ آپس میں بحسب نیات وصدق وغیرہ کے متفاوت ہوتے ہیں پس سب کا ایک قیاس نہیں ہو سکتا۔ فافہم ہکذا سنح للمترجم ولا یخص بہ لنفسہ لعلہ سبق الیہ غیرہ واللہ اعلم

ف — فی العرائس فی اشارات تلک الآیات قولہ تعالےٰ فان کنت فی شک الآیۃ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازل میں تو مصطفےٰ رسول نبی مکرم مخصوص بمقام محمود و شفاعت کبریٰ و سردار انبیاء تھے لیکن دنیا میں موافق سنت الٰہیہ عزوجل کے اصطفائیت ازلی تک وصول کے منازل میں جب اچانک پہلے ہی دلائل نبوت و رسالت وارد ہوئے اور ہنوز حال میں سرمدیت حاصل نہ تھی کیونکہ ابتداء تھی تو حال و سر باطن میں معارضہ ہوا کہ آپ کو حال گم ہونے کا خوف ہوا پس حق تعالےٰ نے خطاب خاص سے تسلی فرمائی اور اگلی کتابوں کی طرف حوالہ دیا کہ انہیں ازلی اصطفائیت وفضائل وعموم رسالت وکمالات کاملہ مذکور چلے آتے ہیں جس سے اطمینان ہو کہ کسی حال سے ازلی اصطفائیت میں تغیر نہوگا کچھ متردد مت ہو اور فی الجملہ امتحان میں سنت الٰہی عزوجل جاری ہی۔ وقد قال تعالےٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ۔ ہاں سلسلہ خطاب ووحی میں فترۃ ہونا برداشت کا مقام ہی اور اسی میں حال جاتے رہنے سے خوف تھا کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ شوق خطاب ووحی اور انتظار یک خوشخبر جبرئیل میں زمانہ فترت الوحی میں کیونکر کوہ حراء سے اپنے آپ کو گرانے کا قصد کیا تھا یہاں تک کہ جبرئیل نے حاضر ہو کر سلام الٰہی ووحی سے تسلی وتسکین دی اور کیسے کہا تھا کہ زملونی زملونی مجھے اڑھاؤ۔ پس خو طلع بشری یہاں کچھ تعجب کی بات نہیں ہی اگرچہ شان رفیع ہو اور مشاہدہ قدم اگرچہ بقوت روح بچشم سر باطنی ہو کہ صدیقین کے درجہ تک پہونچا اور ارواح مقربین کو فنا کر دیا ہو تو بھی کون معارضہ نفس سے بچتا ہی اور یہ معارضہ از جانب حق سبحانہ تعالےٰ بطریق امتحان وعبرت کے واقع ہوتا ہی تاکہ طالب صادق پر آفتاب عنایت وسعادت سایہ افگن ہو پس حق کو بحق دیکھکر استقامت سے متصف ہو بھلا تو نہیں دیکھتا کہ کیونکر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔ یعنی میرے دل پر کچھ دھند چلاہٹ سی آجاتی ہی اور میں ہر روز ستر بار اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ قلت قد رواہ مسلم۔ اور نیز آپ نے فرمایا کہ نحن اولیٰ بالشک من ابراہیم الحدیث۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت ہم کو بدرجہ اولیٰ شک کرنا چاہیئے الی آخر الحدیث وہو فی الصحیح۔ ولیکن تو ہوشیار ہو کہ یہ شک کچھ وعدہ ووعید الٰہی میں نہیں ہی بلکہ محض معارضہ نفس دفع کرنے اور خطرات دور کرنے میں ہی جو کہ ابتدائے حال میں قبل استقامت کے ہجوم کرنے میں بھر جاتے رہتے ہیں جب استقامت ہو جاوے تو نہیں دیکھتا کہ بعد استقامت کے فرمایا کہ لا اشک ولا اسئل۔ نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ پوچھتا ہوں۔ قال المترجم یہ حدیث تو اسی آیت کے نزول پر فرمائی تھی لہٰذا اگر کوئی کہے آیت ابتدائی حالت ہو تو اتنی دیر میں استقامت کے کیا معنی ہیں تو مترجم کی طرف سے جواب یہ ہی کہ شیخ عارف کا یہ منشا نہیں ہی کہ ابتدائی حال میں آپ سے شک واقع ہوا بلکہ اس تمام تقریر سے حاصل یہ مقصود ہی کہ آپ سے بحسب الذات یعنی کسی معاملہ میں شک ممکن تھا اگرچہ موٹی باتیں ایمان آخرت کی ایسی نہیں کہ انہیں انبیاء کو شک ہو تو قولہ فان کنت فی شک بطریق فرض صادق ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہی ولیکن آپ سے کبھی شک کا وقوع نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا کبھی نہ شک کیا اگرچہ استقامت کا مرتبہ حاصل نہ ہوا تھا کہ خطاب آیہ نازل ہوا۔ پھر مترجم کہتا ہی کہ دراصل لفظ شک کے تحقیق سے غفلت ہی جس سے اشکال وارد ہوتا ہی لہٰذا واضح ہو کہ شک عوام مداخلت اوہام انکے عقول کے ادراک میں بطریق خلط یا معارضہ ہی پس یہ عوام ہی سے مخصوص ہی کیونکہ وہم کو مداخلت

باقی ہی اور وہان ادراک عقل ومشاہدہ سر باطن ومشاہدہ قلب مین لبعضے معانی ہوتے ہین جنسے عمومًا وقوف بھی ممکن نہین کیونکہ جب تک یہ کیفیت طاری نہو تب تک درک نہین ہوسکتا اور دلیل اسکی قولہ نحن اولی بالشک - ہی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو شک بمعنی عام نہین تھا جو منافی ایمان ہو اس سبب سے کہ قولہ قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی - صریح ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کو تصدیق کامل تھی پھر اُسی مین شک کے کیا معنی ہین لہذا شک کے لفظ سے وہ معنی نہین مراد ہین جو عوام کے خیال مین متبادر ہوتے ہین بلکہ معنی مناسب انبیاء وغیرہ منافی تصدیق کامل ہین - فان قلت فلعله طمانینة وہی من صفات الیقین الکامل فیکون ہناک یقین کامل الصفات ویقین ناقص فیہا قلت الیقین من العوارض فلا یجوز ان یکون لہ صفات لعدم جواز کون العارض معروضًا وان جاز ان یعرض العروض الجوہری عارض بواسطة عارض آخر کالضحک بواسطة التعجب للانسان الا انہم تسامحوا فعدوا عوارض العارض او نوعا منہ من مباحث الموضوع کما ہو المشہور تامل - پھر شیخ نے کہا کہ جو ہم نے ذکر کیا تھا اس سے تعجب نہونا چاہیے کیونکہ حق عز وجل حق ہی ہی اور مخلوق پھر مخلوق ہی ہی اور حاشا وکلا کہ آنحضرت صلعم کو کچھ شک ہوا ہو یہ تو یہی بات تھی کہ آپ جلال القدم کے دیدار مین تھے کہ وہان اپنے آپ کو غریب عجیب دیکھتے اور رعائت وفلوح رویت سے تعجب کرتے تھے جیسے وہ شخص جسنے نہین دیکھا ہی امر ازلیہ واحکام ربوبیت مین متحیر ہوتا ہی پس قدم مین حدوث مضمحل ہوا اور قدم کو دیکھا اور نہین دیکھا کہ مین قدم کو بحدوث دیکھا پس ان دونون دیدار مین مدہوش ہوے کہ خطاب ازل سنتے تھے پس انوار قدم مین حدوث کو متکلف بافعال پاتے تھے اور یہ امر عجیب ہی - ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک ای مما شرفناک وفضلناک - یعنی اگر شک ہو اسمین جو ہم نے تجھے فضل وشرف دیا ہی تو اہل کتاب سے پوچھ لے کہ وے کیونکر تیرے اوصاف جمیل وفضائل شریف کو اگلی آسمانی کتابون مین مفصل پاتے ہین - قولہ تعالے ان الذین حقت علیہم کلمة ربک - سر ازلی نے ازل سے قہر ولطف کے لیے لوگ چاہے کہ ہر ایک اپنے مقام سے صادر اور اسی طرف راجع ہوا ورانکے اوصاف متفاوت ہون پس حق سبحانہ تعالے نے اس تر کو اپنے کلمات سے اہل سعادت کے سعید ہونے اور اہل شقاوت کے شقی ہونے کا جواب دیا پس نشان لطف مقبولون کے چہرون پر اور نشان قہر مقہورون کے منھ پر لازم ہوئے لہذا اہل لطف تو ازل سے ابد تک لطف مین ہین اور جو کچھ ازلی ارادت ومشیت واحکام قضاء وقدر صادر ہوتے ہین انکو قبول کرتے ہین اور اسکے برعکس حال اہل قہر کا ہی کہ ازل سے ابد تک قہر مین ہین کہ احکام ازل سے مخالفت قہری لیتے ہین اسواسطے انکو آیات الٰہی وانبیاء واولیاء نظر نہین آتے بلکہ برعکس دیکھکر مخالف ومنکر ہین واسطی رح نے کہا کہ جسکو نور ازلی نہین ملا وہ صفاء وقت نہین جانتا کیونکہ یہ نتیجہ نور ازل ہی قلت بہ تبدیل عبارت ہی اور اصل حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے نے مخلوق کو تاریکی مین پیدا کیا اور اسپر اپنا نور چھڑکا جسکو پہونچا وہ مومن ہوا اور جسکو نہ پہونچا وہ منکر ہوا - قولہ تعالے لما امنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا - اس سے آگاہ کیا کہ شان مشیت الٰہی ہر عقل وفہم سے باہر ہی چنانچہ طریقہ مواخذہ یہ تھا کہ بعد معائنہ عذاب کے پھر کسی طرح چھٹکارا نہو مگر یہان قوم یونس کی تضرع وعاجزی وزاری کو قبول فرمایا اس سے اشفا ہوا کہ امر الٰہی سبحانہ بمقدار عقول نہین ہی اور کسی درک کو اسکی حکمت مین مجال نہین ہی - قوم یونس نے تضرع کیا تو صبح وصال نے مطلع جمال سے بعد گم ہونے تاریکی ضلال کے طلوع فرمایا اور آفتاب الوہیت کے انوار نے انکو تاریکی قہر سے چھڑا لیا کیونکہ رحمت اسکی غضب پر سبقت لیے ہوے ہی اور اگر کشف نہوتا تو پردۂ انکار مین رہکر جل جاتے - اور نیز جبکہ ایمان لائے بعد کشف انوار کے انکے

دلون مین تو دوری و فراق کا عذاب انسے دور ہوا قلت یہ اشارہ ہی- پھر حق تعالے نے بیان فرمایا کہ اہل اختصاص و اصطفائیت بدون کسی علت و اکتساب کے محض بمشیت ازلیہ ہی اور اجماع ہی کہ نبوت محض فضل ربانی ہی اور یقین ہی کہ ولی کسی اپنے فعل سے نہین ہو جاتا بلکہ کرم و لطف سابقہ ہی کہ جس قوم کو چاہا بلند کیا یعنے ایمان و عرفان دیا اور جس قوم کو چاہا پست کیا یعنے کفر و ضلالت مین ڈالا پس تصریح کردی کہ چاہتا سب کو دیدیتا- بقولہ تعالے-

وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

اور اگر تیرا رب چاہتا یقین ہی لاتے جتنے لوگ زمین مین سارے ہین تمام اب کیا تو زور کریگا لوگون پر

حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ

تاکہ ہوجاوین باایمان اور کسی جی کو نہین ہوتا کہ یقین لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہی

الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

گندگی انپر جو نہین بوجھتے

وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار اے محمد صلعم تو ضرور ایمان لاتا ہر شخص جو زمین مین ہی- كُلُّهُمْ سب کے سب کہ کوئی انمین سے چھوٹ نہ رہتا- جَمِيْعًا درحالیکہ مجتمع ہوتے ایمان پر اور کوئی مختلف نہوتا- اسمین صاف حجت ہی کہ اللہ تعالے نے سب مجموع کا ایمان نہین چاہا اور جسکا ایمان اسنے چاہا وہ ضرور ایمان لاویگا پس اسی کی مشیت پر ایمان و کفر ہی تو اُسی کے ارادہ سے ایمان والا ہوجاتا ہی اور اُسی کی مشیت سے کافر ہوتا ہی پھر چونکہ آنحضرت صلعم یہ حرص کرتے تھے کہ تمام روے زمین کے لوگ مومن ہوجاوین اور غمناک ہوتے کہ کیون مومن نہین ہوتے تو اس آیت مین تسلی فرمائی اور تصریح کردی کہ- اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ کیا تو اکراہ کرتا ہی لوگون پر- حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یہان تک کہ مومن ہوجاوین- یعنی بطریق استفہام انکاری فرمایا کہ جو امر کہ اللہ تعالے نے کسی قوم سے نہین چاہا ہی کیا تو انکو اکراہ کرتا ہی کہ مومن ہی ہوجاوین پس خلاف مشیت الٰہی نہین ہوگا اور قولہ افانت ضمیر کی تکرہ فعل پر مقدم کرنے مین دلالت ہی کہ خلاف مشیت کے ہونا محال ہی تو اکراہ کرنے سے اسکا حاصل کرلینا ممکن نہوگا اور جب تو اکراہ کرکے حاصل نہین کرسکتا تو تیرے معمولی طریقہ سے جو وعظ و نصیحت و آمادگی دلانا وغیرہ ہی بدرجہ اولے وہ مومن نہونگے اور بیضاوی رح نے ذکر کیا کہ بعض روایت مین اسکا سبب نزول بھی یہی ہوا کہ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے مومن ہوجانے کو بہت چاہتے تھے- بالجملہ اللہ تعالے عز و جل کی حکمت بالغہ کو کوئی آدمی یا مخلوق ہو ہرگز احاطہ نہین کرسکتا کیونکہ اسکا علم غیر متناہی ہی پس ضرور اسکی حکمت ہی کہ سب کے سب مجموع ایمان نہ لاوین ورنہ ہم کہتے ہین کہ دو حال سے خالی نہین کہ یا تو اسنے سب کا ایمان چاہا یا نہین چاہا پس اگر چاہا تو خلاف اسکے چاہنے کے کیونکر ہوسکتا ہی کیونکہ وہ کسی امر مین عاجز نہین ہی اور اگر نہین چاہا تو بھی کیونکر برخلاف ہو سکتا ہی اسیواسطے معلوم ہوا کہ اسنے سب کا ایمان نہین چاہا اور سب مومن ہوتے تو اسمین اسکی حکمت بالغہ عین عدل و انصاف ہی پس آنحضرت صلعم کو منع کردیا کہ جو اسنے چاہا ہی اسکے خلاف تم حرص مت کرو- اور یہ کئی آیات مین مصرح ہی کقولہ تعالے ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین- وقولہ تعالے افلم ییاس الذین آمنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس

جمیعا۔ اسیواسطے اس آیت مین انکار کیا بقولہ افانت تکرہ الناس۔ اسے تلزمہم۔ یعنی کیا تو لوگون کے ذمہ لازم کرتا ہی یا چپکاتا ہی خواہ مخواہ ایمان کو۔ حتی یکونوا مومنین۔ یہان تک کہ ضرور مومن ہوجاوین یعنے یہ خلاف مشیت الٰہی نہین ہوگا لہذا قال تعالے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء الآیۃ۔ قال تعالے انما علیک البلاغ وعلینا الحساب۔ قال تعالی انما انت مذکر۔ لست علیہم بمصیطر۔ مانند اسکے دیگر آیات ہین جو صریح دلالت کرتے ہین کہ اللہ تعالے ہی جسکو چاہتا ایمان دیتا اور جسکو چاہتا نہین دیتا ہی اسیواسطے مصرح فرمایا بقولہ۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ اسے وما صح وما استقام لہا ذلک۔ اور نہین مستقیم ہی کسی نفس کے لیے یہ کہ ایمان لے آوے یعنی خود کسی نفس کو قدرت نہین کہ مومن ہوجاوے۔ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ مگر باجازت یعنی بارادہ وحکم الٰہی۔ پس جب اللہ تعالے چاہتا ہی تو وہ شخص ایمان لاتا ہی اور بدون اسکی توفیق کے نہین لا سکتا آنحضرت صلعم کو تسلی دیدی کہ جب ایسا ہی تو اپنی جان کو سب لوگون کے مومن ہوجانے یا کسی خاص کے لیے مشقت مین مت ڈال کیونکہ تیرا کام خالی ابلاغ رسالت الٰہی ہی اور مومن کردینا اللہ تعالے ہی کے قبضۂ قدرت مین ہی۔ واضح ہو کہ ایمان معرفت الٰہی عزوجل وحضور اسکے شہود مین ہی اور کوئی مخلوق ہو یہان تک کہ درختون کی پتیان وزمین کے ذرہ سب اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین جسطرح مشیت وارادہ الٰہی انکو حرکت دینا چاہتا ہی اسیطرح حرکات کرتے ہین اگرچہ جاہل آدمی ہر ایک حرکات وسکنات کو اپنے قابو سے سمجھے مگر درحقیقت یہی ہی کہ بارادت الٰہی ہی تو نہین دیکھتا کہ ہر ایک حرکت وسکون کسی چیز کا ہو وہ علم الٰہی مین پہلے سے معلوم تھا کیونکہ اگر نہ معلوم ہوتا تو کیا اللہ تعالے کو اسکا علم نہ تھا یہ محض غلط گمان ہی کیونکہ اللہ تعالی کی شان پاک مین کسی بات سے جاہل ہونا کسی طرح صحیح نہین ہی پس ضرور ہر امر اسکو معلوم ہی خواہ وہ ابھی واقع ہوا ہو یا نہوا ہو کیونکہ اسکی ذات وصفات مین کسی طرح تغیر نہین و بدلتا کہ کبھی کچھ ہو پھر کچھ اور ہو یا کمی بیشی ہو ہرگز صحیح نہین ہی تو اسکا علم بھی ازل سے ابد تک یکسان ہی لہذا جس مخلوق بندہ سے جیسا اسکے علم مین ہی ویسا ہی واقع ہوگا اور یہ بھی ممکن نہین کہ اسکے قبضۂ قدرت سے باہر ہو کر کوئی مخلوق جو چاہے کرے تو ضرور ایمان یا کفر اسی کے قبضۂ قدرت مین ہی پھر ایمان جو معرفت ونعمت ووصول بدرجۂ کرامت ہی جسکو چاہتا ہی یہ درجۂ عالی عطا فرماتا ہی بدون اسکے انعام کے نہین ہوسکتا۔ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ اسے عذاب یا خواری یا کفر جو مقابل ایمان ہی یعنے اور کردیتا ہی کفر کی پلیدی کو۔ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ان شخصون پر جو سمجھ نہین رکھتے ہین یعنے عقل کو کام مین نہین لاتے کہ اللہ تعالے کی آیات واضحات سے اسکی توحید وصفات تک پہونچین وایمان حاصل کرین۔ لفظ الذین اسم موصول واسطے ذوی العقول کے ہی پھر انکو لایعقل قرار دیا تو اسی وجہ سے کہ اللہ تعالے نے عقل والون سے کردیا مگر انھون نے عقل سے کام نہ لیا۔ اور مراد یہان سمجھ سے دینی سمجھ ہی جسکا نتیجہ باقی ومعتبر ہی اور جن لوگون کو دین کے برخلاف دنیاوی متاع ونام وشوکت وحشمت حاصل کرنے مین سمجھ ہی وہ دراصل جہالت ہی کیونکہ فانی چیزون کے حصول مین مشقت ودانائی محض نادانی ہی اور مومن تو دنیا سے بقدر ضرورت حاصل کرتا ہی کہ زاد راہ آخرت جمع کرے اسی سے کہا گیا کہ دنیا کھیتی ہی کہ اس سے آخرت کے لیے غلہ لیا جاتا ہی پھر اگر مومن کے حیلہ سے رزاق عزوجل نے اسکو رزق وسیع دیدیا تو وہ بھی پسندیدہ ہی کہ آخرت کا توشہ اسنے اچھی طرح بھرا۔ بالجملہ دنیا کے اموال مین اگر انھین پر نظر ہی تو یہ بھی رجس اور وہ شخص بھی رجس ہی کہ اسکو عقل نہین ہی اور اگر اسکی نظر آخرت پر ہی اور ان اموال سے مانند روزہ نماز کے توشۂ عقبی چاہتا ہی تو مضائقہ نہین ولیکن اس نیت سے بھی اموال کے

جمع مین کوشش کرنا ضرور مذموم ہی کما صرح بہ الغزالی رحمہ اللہ ہان اگر اللہ تعالے حلال حیلہ مین کسی کو رزق وسیع عطا فرما دے
کیونکہ رزاق وہی ہی تو اسکو لیکر خیرات وصدقات سے اور جو روا اور بال بچون وغیرہ کے نفقات سے ثواب جمیل حاصل کرے
بتوفیق اللہ تعالے - آیت مین تلویح ہی کہ عطاے ایمان و اسکی توفیق از حضرت حق سبحانہ تعالے اپنی حضوری کی اجازت وکمال
انعام ہی برخلاف کفر کے کہ وہ پلیدی ہی لہذا جو قومین شرک وکفر مین مبتلا ہین انکی کثرت بہت ہوتی ہی اور قولہ تعالے لو اعجبک
کثرۃ الخبیث صریح تنبیہ ہی کہ کفر وشرک والے ہر زمانہ مین اس ملعون دنیا مین کثرت سے رہینگے یون ہی مشیت الٰہی جاری ہی
اور وہ پاک خالق علیم سبحانہ تعالے اپنی حکمت بالغہ کا خود ہی دانا تر ہی پس ہوشیار رہنا چاہیے کہ کوئی قوم مشرک جو توحید سے
خارج ہی چاہے کسیقدر کثرت سے ہو کبھی اسکے حق ہونے کا وہم و وسوسہ شیطان کی طرف سے دل مین نہ لاوے اور دنیا خود
ملعون اور جو اسمین ہی وہ بھی ملعون تو پلید دل کو یہ پلیدی بھی لائق ہی لہذا دنیاوی دولت وحشمت سے کسی کو حق پرست خیال
کرو کہ یہ محض استدراج ہی لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود فتوحات پے درپے وخزاین بے شمار حاصل ہونے کے خلیفہ سے
ادنیٰ تک دنیا کے اموال ترک کیے ہوے فقیری لباس مین بسر کرتے اگرچہ اموال غنیمت کو خالی اس خوشی سے لیتے کہ اسکی خیرات
وغیرہ سے ذخیرہ ثواب آخرت مین ترقی ہوگی پس مومنون پر فرض ہی کہ انکا اقتداء کرین اور انکے مانند نظر کو دنیا سے دور اور آخرت
پر محصور رکھین واللہ یونق من یشاء ویہدی والیہ المرجع والمآب **ف - فی العرائس** قولہ تعالے ولو شاء ربک لآمن من فی الارض
کلہم جمیعا - اگر او تعالے عز وجل جو خالق الکل ہی ایسا چاہتا تو ضرور ہوتا اور وہ ہر شان مین ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے وہ کرے اور
جو کرے وہ عین عدل وصواب وکمال حکمت بالغہ ہی پھر چونکہ سب مومنین نہین ہین تو ظاہر ہوا کہ اسنے نہین چاہا بلکہ ایک قوم
کو رحمت سابقہ کی غذاء دی وہ مومن ہوے اور باقیون کو قہر ازلی کی غذاء دی وہ تمام مقہور وملعون غذائین یعنے دنیا کو کھا کر
مطرود اور ملعون ہین پس لطف وقہر اسکی دونون صفتون کا ظہور بکمال حسن وحکمت اس مخلوقات سے ظاہر ہی پھر چونکہ اہل ایمان
کو معرفت سے اپنے ہمجنس مخلوقات پر رحم آتا ہی کہ یہ لوگ غذاء ملعون پر حریص ہو کر انگارے کھاتے ہین اور آتش جہنم مین گھسے جاتے ہین
لہذا وے لوگ اپنی سمجھ کے موافق طمع وحرص کرتے ہین کہ کاش یہ لوگ بھی کسیطرح ایمان لاکر آنکھون والے ہو جاوین اور دیکھین کہ
یہ کیا عجائب اسرار الٰہی ہین کہ جس سے آنکھین کھلین اور حیرت سے دیکھکر ہزار شکر کرین کہ افسوس ہم کس خواب غفلت مین تھے
کہ جس راہ جاتے تھے وہ بالکل آگ وعذاب ہی اور الحمد للہ تعالے جسنے ہمکو اس سے نجات دیکر راہ راست عطا فرمائی غرض کہ اہل ایمان
کو اپنی ہمجنس مخلوق کفار ومشرکین پر یہ طمع رہتی ہی ولیکن حکمت بالغہ الٰہی سے آگاہی نہین ممکن ہی لہذا حق سبحانہ تعالے نے اس
کلام پاک سے انکی طمع خواہ مخواہ کافرون کے مومن ہو جانے سے قطع کر دی اور واضح رہے کہ یہ غرض نہین ہی کہ کوئی مومن کسی کافر کی
نسبت مو[illegible] جانے کی طمع نہ کرے کیونکہ یہ تو پسندیدہ خصلت اور عین صواب ہی بلکہ تنبیہ یہ ہی کہ خواہ مخواہ کسی کے مومن ہو جانے
پر اور جب تک نہو غم کھانے پر قدرت نہین اور نہ ایسا اسکے اختیار مین ہی اور خلاصہ یہ کہ بندہ مومن تمام مخلوقات پر شفقت ورحمت
رکھتا ہی اسطرح کہ اسکا چال چلن ایسا ہو جاوے کہ چند روزہ زندگی کے بعد وہ رضوان الٰہی پاکر دائمی راحت جنت مین ہو جاوے لہذا
ہر ایک کو نصیحت کرتا ہی ولیکن اس سے غمناک نہو کہ اس نے کیون نہ مانا بلکہ جان لے کہ یہ خاص اللہ تعالے ہی کے اختیار مین ہی
اور وہی اپنی مخلوق کا دانا تر ہی تو جس کو لیاقت معرفت الٰہی کی نہو گی وہ کبھی ایمان نہین لاویگا اور لیاقت نہونا جبھی معلوم ہو سکتا ہی

کہ وہ شخص کافر مرجاوے ورنہ فی الحال سوائے حق تعالے کے کسی کو نہین معلوم ہی لہذا نصیحت ورہنمائی سے کسی وقت ہاتھ اُٹھانا نہین چاہیے اور اسکا راہ پر آجانا یا نہ آنا تو اسکو جناب الٰہی کے سپرد رکھے کہ یہ اُسی کے اختیار مین ہی حتی کہ جو ظاہرین مومن ہی موت تک اُسکا ایمان پر ثابت رہنا بھی اللہ تعالے ہی کی قدرت مین ہی لہذا حق تعالے نے فرمایا۔ وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ جس نفس کو استعداد معرفت ومحبت نہین اور سابقہ ازل مین حسن عنایت سے سرفراز نہین ہوا وہ کیونکر ایمان و معرفت پر ہوگا کیونکہ ایمان یہی ہی کہ صفات الٰہی کا دل مین یقین ہو اور آفتاب صفات سے انوار عارف کے دل مین آوین لیس جہی جگہ کہ اللہ تعالے عزوجل چاہے۔ بعض نے کہا کہ ایمان اسی پر ظاہر ہوتا ہی کہ ازل مین جسکو نور ملا اور سعادت حاصل ہو چکی ہی پھر انوار صفات سے تصدیق قلب عارف کے مظاہر آیات واضحہ مخلوقات آسمان وزمین ہی تو اولیاء واعداء دونون کو ان انوار دیکھنے کی طرف بلایا۔ لقولہ تعالے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ

تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہی آسمانون مین اور زمین مین اور کچھ کام نہین آتین نشانیان اور ڈراتے اُن لوگون کو

لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ

جو نہین مانتے سو اب کچھ راہ دیکھتے ہین مگر اُنھین کے سے دن کی جو ہو چکے ہین اُنسے پہلے تو کہہ

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ

اب راہ دیکھو مین بھی تمھارے ساتھ راہ دیکھتا ہون پھر ہم بچا دیتے ہین اپنے رسولون کو اور جو ایمان لائے اسیطرح

حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ع

ذمہ ہی ہمارا بچاوینگے ایمان والون کو

ع ۱۱ ۱۵

اوپر کی آیت مین تھا کہ یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ یعنی آیات الٰہی مین جو لوگ عقل سے کام نہین لیتے کہ وحدانیت وقدرت الٰہی پر یقین کرکے ایمان پر ہو جاتے تو کفر کی نجاست انھین پر ہی اب اس آیت مین لوگون کو مخلوقات کی آیات مین نظر و غور وفکر کرنے کا حکم دیا لقولہ تعالے۔ قُلِ انْظُرُوْا الخ یعنی ارشاد و ہدایت کر و حکم دے اے محمد صلعم لوگون کو کہ دیکھو و فکر کرو کہ۔ مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا ہی ان آسمانون و زمین مین۔ یعنی کیا عجائب صنعت الٰہی انمین ہی تاکہ تم کو حضرت صانع عزوجل کی وحدت وکمال قدرت ظاہر ہو۔ ماذا۔ استفہامیہ ہی جو انظروا کے عمل سے معلق ہی اور اگر یا موصولہ ہی تو مفعول انظروا ہی اے انظروا ما فیہما من العجائب یعنی جو عجائب ان دونون محسوسات کے درمیان محصور ہین انکو دیکھو تاکہ خالق عزوجل کی کمال قدرت سے جانو کہ وہی وحدہ لا شریک لہ ہی وہان کسی بت یا مسیح یا ملائکہ وغیرہ کے شرک کو گنجائش نہین اور کسی غیر کو کچھ بھی قدرت خودمختاری ممکن نہین ہی۔ پھر واضح ہو کہ انظروا خطاب یا تو خاصتہً کفار کو ہی جیسا کہ بعض مفسرین نے زعم کیا۔ یا عام ہی کہ کفار و مومنین سب کو شامل ہی اور یہی صحیح ہی کیونکہ رات مین ایک ساعت تفکر کرنا تمام رات عبادت سے افضل ہی کما مر مفصلاً فی قولہ ویتفکرون فی خلق السموات والارض الآیۃ۔ اور اسی طرف ابن کثیر رح نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالے اپنے بندون کو اپنی مخلوقات مین تفکر کرنے کی رہنمائی فرماتا ہی کہ آسمانون کے عظیم جسم وکواکب ثوابت وسیارات وشمس وقمر و انکے فوائد وہیآت پر غور کرو اور آسمان مزین وسقف محفوظ ہی کہ اسکے آگے جس کو تجاوز نا

نہین اور ہر ایک متحیر ہو کر اٹکل و قیاس دوڑاتا ہی حتی کہ بعضے ملحدین جو وجود آسمان کے قائل نہین وے بھی سر بگریبان ہون کہ باوجود
اس انکار کے بھی عقل دنگ ہی کہ آخر اسکے کوئی حد بھی ہی یا نہین ہی - زمین مین پہاڑ و پتھر و درخت طرح طرح کے بے شمار ہر ایک کی خاصیت
علیحدہ و صفت و صورت مختلف اور پھل پھول رنگ رنگ کے عجیب و غریب پھر کبھی روز روشن ہی اور کبھی تاریکی شب کا ہجوم ہی کبھی
کمی اور کبھی بیشی در بروج مین تحویل وغیرہ عجائب صنع الٰہی نہایت محکم اور با این ہمہ حیوانات بے شمار جنکے مقامات مسکن با وضاع
متفاوت اور ہر ایک کا رزق بفضل حضرت خالق عز و جل بدون تجاوز کے اوقات معینہ پر پہونچنا وغیر ذالک پس پاک ہی وہ معبود حق سبحانہ
جسکی قدرت و احاطہ علم کا کوئی پار نہین پا سکتا پھر یہ سب فانیات ہین کہ کسی وقت و موسم مین موجود اور کبھی فانی ہین لہذا ان فانی
اشیاء کو چھوڑ کر خالق عز و جل کیطرف دل لگا کر اسی کی حضوری فرض و واجب ہی کہ آخر بعد چند روزہ حیات کے دار السلام رضوان الٰہی کے ساتھ دائمی نعمت سے
سرفرازی ہو جہان فنا نہین جہان کچھ فکر و تکلیف نہین ہی ان سلامت نعمت ہی جسکا بیان حد امکان سے باہر ہی پس یہ عجائب صنع الٰہی صریح واضح دلیل
حق تعالیٰ کی کمال قدرت و خودمختاری و الوہیت و پاکی اور وحدانیت و فردانیت پر ہین کہ جنمین کچھ بھی پوشیدگی نہین ہی ولیکن با این ہمہ عجیب قدرت ہی
کہ بعض اقوام کو یہ بصیرت دی اور بہتیرون کو اندھا کر دیا ہی اور یہ وہی لوگ ہین جو آیات الٰہی مین عقل سے کام نہین لیتے اور جانورون کے مثل ہو رہے
بلکہ بدتر ہین چنانچہ فرمایا - وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ اور نہین بے پروا کرتے ہین آیات و نذر ایسی قوم سے جو ایمان
نہین لاوینگے - آیات جمع آیۃ بمعنی علامت چنانچہ یہی مخلوقات مذکورہ جو اپنے خالق عز و جل کی وحدانیت و کمال پر علامت ہین - نذر جمع نذیر یعنی
رسول یا وہ امر جس سے انذار کیا جاوے یعنی تخویف کے ساتھ آگاہ و ہوشیار کیا جاوے - معنی یہ کہ جو قوم کہ علم الٰہی مین موافق اسکی مشیت
کے مومن نہین ہوئے ہین کافر ہی مطبوع ہین انکے واسطے چاہے یہ آیات واضحات ہون اور چاہے کلام انذار ہو کچھ مفید نہین اور
انکو کفر پر مرنے و عذاب مین گرفتار ہونے سے کوئی بھی اغنا و بے پروا نہین کرتا اور کچھ بھی کافی نہین ہی پس وے بھی سب مخلوق
سموات و ارض اندھون کی طرح دیکھتے اور نذر یعنی رسل انکو انذار سناتے ہین تو بہرون کیطرح سنتے ہین مگر ایمان نہین لاتے گویا
وعدہ عذاب وغیرہ مین شک کیے جاتے ہین لہذا فرمایا - فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ استفہام بمعنی نفی ہی یعنے نہین انتظار کرتے ہین
اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ مگر مثل ایام ان لوگون کے جو انسے پہلے تھے - عرب کے لوگ محاورہ مین ایام
کسی واقعہ پر جو نعمت کا یا عذاب کا یادگاری کے قابل ہووے اطلاق کرتے ہین اسی سے یوم البعاث وغیرہ جو لڑائیان عرب والون
مین ہوئین اور جو کچھ واقعات پیش آئے انکو ایام العرب کہتے ہین اور اسی معنی مین ہی قولہ تعالیٰ فذکرہم بایام اللہ - یعنی اللہ تعالیٰ
کے انعام کرنے کے واقعات انکو یاد دلا دے - اور اردو زبان مین بھی یہ محاورہ موجود ہی کہ فلان شخص کو اسکے دن یاد دلا دیے
فلان شخص کیا اپنے دن بھول گیا - اور یہان وقائع عذاب کفار مراد ہین اور معنی یہ ہین کہ نہین انتظار کرتے ہین یہ کفار جو محمد صلعم کو جھٹلاتے
اور کفر پر اصرار کیے جاتے ہین مگر یہی کہ انکے ساتھ بھی واقع ہو مثل وقائع انسے اگلے کافرون کے - یعنی جب کسی طرح ایمان نہین لاتے تو
اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عذاب نازل ہو جیسے اگلے کافرون کے ساتھ واقع ہوا پس گویا یہ بھی منتظر ہین کہ انکے ساتھ بھی ویسے ہی عذاب
کے واقعات پیش آوین جو اگلون کے ساتھ پیش آئے کیونکہ اسکے سوائے اور کسی چیز کے مستحق نہین ہین - لہذا تہدید فرمائی کہ
قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ تو کہدے کہ اگر یہی ہی تو پھر انتظار کرو مین بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والون
مین ہون - یعنی ایسے وقائع کا انتظار کرو مین بھی منتظر ہون یا تم میرے برباد ہونے کے منتظر ہو تو مین بھی تمہارے ہلاک کا منتظر ہون

مگر امل اولے ہی کیونکہ وقائع کے انتظار مین نتیجہ کا انتظار ہی اور نتیجہ ہلاکت کفار اور نجات رسول ہی جو اگلون کے ساتھ ہوا اسیواسطے اگلے کافرون کا جو واقعہ ہوا اسکا نتیجہ اسی وقت کا یاد دلایا کہ اگلے کفار بھی اپنے رسولون کی تکذیب کیے جاتے اور کسی طرح نہین مانتے بلکہ رسولون کو سخت ایذاء دیتے تھے اور رسول و ایمان والے برابر انکو نصیحت کرتے و صبر کرتے آخر انجام یہ ہوتا کہ۔ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا پھر ہم نجات دیتے ہین رسولون کو اور ان بندون کو جو رسول پر ایمان لائے یعنی اے کافرو انتظار کرو تو اس نتیجہ کا جو ہم نے اگلون سے کیا کہ انکو ہلاک کرتے اور رسولون و مومنین کو نجات دیتے ہین۔ كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ اے کذلک ننجی المومنین حق ذلک علینا حقا۔ پس حقا مفعول مطلق فعل محذوف ہی اور جملہ معترضہ ہی۔ المعنی ایسا ہی نجات دینا جو مذکور ہوا ہی ہم مومنون کو نجات دیتے ہین یہ ہمپر حق ثابت ہی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے جو کچھ انعام فرماوے سب فضل و کرم ہی یا جسکو عذاب فرماوے سب عدل ہی اسپر کسی کا کوئی حق نہین اور نہ اسپر کوئی امر واجب ہی کیونکہ اپنی ملک مخلوق مین جسطرح چاہے تصرف کرے لہذا چاہے مطیع و مومن کو عذاب کرے اور چاہے گنہگار کو بخشے اسپر کوئی اعتراض ممکن نہین اگرچہ وہ اپنے کرم سے ایسا نہین فرماتا ہی بلکہ مطیع کو ثواب و عاصی کو عذاب دیتا یا سوائے کفر و شرک کے معاف فرماتا ہی۔ یہی بالاجماع اہل السنۃ کا مذہب ہی جو آیات و احادیث سے صحیح و ثابت ہی پھر یہان قولہ حقاً علینا۔ کیونکر فرمایا جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اللہ تعالے پر حق واجب ہی کہ مومنون کو نجات دے تو جواب یہ ہی کہ یہان اپنے فضل و کرم کو بیان فرمایا ہی یعنی اپنے فضل اپنی طرف سے یہ لکھ دیا ہی کہ ہم ضرور مومنون کو نجات دینگے کما فی قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ الآیۃ۔ اور جیسے حدیث مین آیا کہ ان اللہ کتب کتابا الحدیث۔ پھر واضح ہو کہ کلام مین لطیف اشارت تبر غیب کی ہی اور تہدید بھی موجود ہی اسطرح کہ پہلے کافرون کے برتاؤ کو بیان کیا کہ ایسا برتاؤ کرتے ہین کہ اگلون کے مانند گویا انکے واقعات کے منتظر ہین پھر دھمکایا کہ کہدے اچھا انتظار کرو مین بھی منتظر ہون پس صریح انپر عذاب کا حکم نہین دیا پھر مومنین کا نجات دینا قطعی کر دیا اسیواسطے واقع ہوا کہ بدر مین کفار ذلیل ہو کر کچھ مار کھا گئے اور اسلام کو اعزاز ہو گیا پھر مکہ فتح ہو گیا اور ایمان والے دنیاوی فتنہ سے چھوٹے اگرچہ کافرون پر عذاب بالکل نیست کرنے والا نہین آیا۔ فافہم۔ ف — فی العرائس قولہ تعالے قل انظروا ماذا فی السموات الآیۃ۔ شمس و قمر و کواکب وغیرہ سے انوار صفات ظاہر ہین جو موجودی باقرار وحدانیت ذات ہین چنانچہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوات و السلام نے آخر یہ اقرار ظاہر کر دیا لقولہ انی بری مما تشرکون۔ اور ہر جہت سے بے جہت کی طرف رجوع کیا لقولہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات الخ۔ اور اشارہ کیا کہ جمیع جہات سے منھ موڑنا وہی رجوع بحق عز و جل ہی اور کعبہ معظمہ رخ بجہت توحید ہی ورنہ نوافل مین دیکھو کہ بحکم قولہ للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ۔ ہر جہت پر جانور کی سواری مین جائز ہی۔ حاصل اشارت یہ کہ صفات کی بصیرت ہو تو مخلوقات سے بحکم کمال صفت صنعت و خلقت دیکھ انوار ذات دیکھو کہ جمال قدم ظاہر ہی ولیکن جسکی آنکھ ہو اسکو جمال نظر نہین آتا ہی لہذا فرمایا۔ وما تغنی الآیات والنذر الخ آیات پیدا کرنے والے سے جو منھ موڑے اسکو آیات کیا نفع دیوین وہ نور ایمان سے محروم ہی اور محروم فرمانے والا وہی خالق آیات ہی اور خالی عقل تو اہل اللہ تعالے کو آخر مین ملتی ہی ورنہ ہر ایک اپنے وہم مین یا عقل جزوی مین گرفتار ہی پھر اسکو سبیل نجات کیونکر نظر آوے اور جب خذلان و محرومی کا اندھیرا چھایا تو عقل کا نور بے اثر رہا کیونکہ خود کوئی چیز بھی موثر نہین ہی بلکہ محروم کو اسکی عقل سے سبیل ہلاک نظر آتی ہی کیونکہ عقل وغیرہ اپنے خالق کی مراد پر مطیع ہین اور خالق

عز وجل نے کافر کو محروم رکھکر دنیا کی طرف متبع ہوا وہوس کردیا تو عقل بھی اس سے یہی برتاو کرتی ہی- قولہ تعالےٰ ثم ننجی رسلنا والذین آمنوا معہ- اشارت ہی کہ انبیاء علیہم السلام وانکی اتباع کرنے والے مومنین کو قہر الٰہی سے بلطف الٰہی نجات ہی وفی الحدیث اللھم اعوذ برضاک من سخطک الحدیث اور انبیاء کو حجاب خطرات سے نجات ہی اور عارفوں کو حجاب شہوات سے اور مومنوں کو غارت ابلیس سے کہ انکے ایمان کو شیطان اپنے وساوس سے نہین چھین سکتا کیونکہ محبت ایمانی ولطف ازلی انکا نگہبان ہی- بخلاف کفار کے کہ وہ شیطان کے تختہ مشق کیے گئے ہین کیونکہ قہر سے خذلان انپر ہردم طاری ہوتا جاتا ہی یہان تک کہ مرین درحالیکہ کفر مین کامل ہین دوسرا اشارہ ہی کہ انبیاء عین الجمع مین قہر سے معصوم ہین اور مومنین عین التفرقہ مین محفوظ ہین اول ذات کے دیدار مین اور دوم صفات کے انوار مین ہین- قولہ کذلک حقا علینا ننجی المومنین- کیونکہ ازل مین انکو کرامت کے لیے برگزیدہ فرمایا تو رعایت پاک کرنے کی ہر فتنہ ووسوسہ سے مقتضاے رحمت ازلیہ ہی- بعض نے کہا کہ رسولوں کو انکے نفس کی خواہش وارادت سے اور غفلت بہمہ وجوہ سے نجات ہی اور مومنین چونکہ انھین کی اتباع وقدم بقدم ہین تو انکو بھی وہی نعمت ملی جو انکے سردار پیشوا کو ملی ہی قلت اسی واسطے اہل الحق ہر زمانہ مین مریدون کو ہر اعتقاد واعمال مین راہ سنت لازم پکڑنے کی تاکید کرتے رہے تاکہ خواہش نفس ووسوسہ مین نہ پڑجاوین اور انکو خبر بھی نہو کیونکہ یہان عقل کو مجال تحقیق نہین ہی ؎ مپندار سعدی کہ راہ صفا + توان رفت جز در پے مصطفٰے + پھر اہل شک مشرکون کو اپنے یقین توحید سے ہوشیار کرنے کا حکم دیا بقولہ

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ
توکہہ اے لوگو اگر تم شک مین ہو میرے دین سے تو مین نہین پوجتا جنکو تم پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
اللہ کے سواے لیکن مین پوجتا ہون اللہ کو جو تمکو کھینچ لیتا ہی اور مجھکو حکم ہی کہ رہون

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
ایمان والون مین اور یہ کہ سیدھا کر منھ اپنا دین پر حنیف ہوکر اور مت ہو شریک والون مین

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ
اور مت پکار اللہ کے سواے ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا نہ برا پھر اگر تو نے یہ کیا تو تو بھی اسوقت ہو

الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ
گنہگارون مین اور اگر پہونچاوے اللہ تجھکو کچھ تکلیف تو کوئی نہین اسکو کھولنے والا اسکے سواے اور اگر چاہے تجھپر کچھ بھلائی

فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝
تو کوئی پھیرنے والا نہین اسکے فضل کو پہونچاوے وہ جسپر چاہے اپنے بندون مین اور وہی ہی بخشنے والا مہربان

واضح ہو کہ ابتداے سورہ سے حق تعالےٰ نے لوگون کو انکی اصلیت وحقیقت سے لیکر اصلی مراد تک مع توضیح دلائل وتحقیق حجج ودفع اوہام وبطلان شرک وغیرہ کے حق بیان فرمایا جس سے کافرون کا اپنے اٹکل کے تابع ہونا اور حق سے بھاگ کر شکوک کے اوپر جمنا ظاہر ہوا اور حق صریح مین اوہام دوڑانا کہ جادو ہی اور ماننا اسکے امور نفس وشیطان کے پیرو ہونا مصرح کردیا تو اپنے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنا اعتقاد حق باعلان کہدے لقولہ- قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ تو کہدے کہ اے لوگو یعنے اے اہل مکہ اور قیامت تک کے سب لوگ داخل ہیں- اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ اگر تم شک میں ہو میرے دین سے یعنی معجزات وآیات وفصاحت وبلاغت قرآن مجید سے عاجز ہوکر جادو وغیرہ کہکر اپنے کفر کی طرف مڑجاتے ہو لیکن مضطرب ومشکوک ہوکر اور جب تک شک باقی ہے کافر ہی یا میرے دین میں اعتقاد توحید وقیام قیامت وبعث وحشر بھی ہے اور تم ان سب میں شک کرتے ہو تو یہ یقین کرو کہ میں بالیقین بدون شک کے تمہارے پریشان وباطل دینوں سے بیزار ہوں- فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پس میں نہیں پوجتا ان لوگوں کو جنھیں تم پوجتے ہو اللہ تعالی کو چھوڑکر الذین اسم موصول عاقلوں کے لیے ہے اور بتوں میں عقل کیا روح بھی نہیں تو شاید لات وعزی وغیرہ جنکے نام پر بت بنائے وہ لیے گئے یا عموماً ملائکہ ومسیح وعالموں وفقیروں کو پوجنے والے لیے گئے کیونکہ خطاب شامل تاقیامت لوگوں کو ہے پس علم وقدرت وحکم وعبادت وغیرہ جو خالصاً خاصۃً اللہ تعالے ہی کے واسطے جسطرح ہیں اسطرح کسی غیر میں جاننا یا کرنا شرک وپرستش ہے پس اہتمام کرکے پہلے مشرکوں کے معبودوں سے جو فقط انکے زعم میں گڑھے ہوئے اور حقیقت میں باطل کچھ بھی نہیں محض مجبور مخلوق ہیں انسے بیزاری کردی کہ میں انکو یا انھیں سے کسی کو نہیں پوجتا اور جو امور خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے مخصوص ہیں وہ انمیں سے کسی کے لیے ثابت نہیں کرتا- پھر توحید حق کو ثابت کیا بقولہ- وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ ولیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ تعالے کی یعنی فقط اُسی کی- الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ جو تم کو وفات دیتا ہے یعنی وفات دینا اسی کے اختیار میں ہے پس حیات دینا وموت دینا اسی پاک عزوجل کے قبضۂ قدرت میں ہے تو باقی نعمتیں جو حیات باقی رکھنے وغیرہ سے متعلق ہیں لامحالہ اسی کی طرف سے ہیں جبکہ اصل یعنی پیدا کردینا اسی کی طرف سے ہے اور پیدا کرنا اور مارنا جب اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو سوائے احمق بیوقوف جاہل کے اور کوئی شک نہیں کرسکتا کہ جب چاہے دوبارہ پیدا کرسکتا ہے اسی اشارت کے لیے صفات الٰہیہ میں سے یتوفاکم یعنی وفات دینے کی صفت بیان کرنے کے لیے مخصوص کردی گئی اور نیز اس وجہ سے کہ موت کی ہیبت دلوں پر خصوص کافروں پر بہت ہوتی ہے اور اسوقت آدمی خوفناک ہوکر سب خیالات سے ایکطرف ہوجاتا ہے پس نیک نصیحت اچھی طرح اثر کرتی ہے اور نیز اس لیے کہ اوپر انکو تہدید کی تھی کہ اگلی امتوں کے مانند وقائع عذاب وہلاک کے منتظر ہیں یہاں متنبہ کردیا کہ موت جو لامحالہ واقع ہونے والی ہے اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو اگر عذاب الخزی سے بچ گئے تو بھی لامحالہ وہی موت دینے والا ہے پس اپنے اعمال کا بدلا چکھوگے- حاصل یہ نکلا کہ اٹکل کے ماننے والے وشہوات کے پنجہ میں گرفتار ہوکر اپنے خالق کو بھولنے والے اور اسی دار محنت پر قناعت کرکے عقل کھوکر اپنے مانند مخلوق کو بلکہ اپنے سے بھی حقیر چیزوں بتوں وغیرہ کے پوجنے والے لوگوں کو خطاب کرکے کہنے کا حکم دیا کہ اے کافرو اگر تمھیں میرے دین حق میں شک ہے تو خوب غور کرو اور آگاہ ہو کہ میرا دین حق یہ ہے کہ جنکو تم پوجتے ہو اللہ تعالے کو چھوڑکر انکو میں کسی حال میں کسی طرح نہیں پوجتا انسے بیزار ہوں ولیکن عبادت کرتا ہوں خالق ذوالجلال والاکرام کی جسکی صفات پاک بہت ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ حیات وموت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے لہذا حیات کی نعمت میں اسکے حکم کی فرمانبرداری واجب ہے تاکہ موت کے بعد جب اُسی کی طرف مرجع ہے تو رضا وخوشنودی ہو کیونکہ موت یقینی ہے ورنہ اگر نافرمانی وغفلت کی گئی تو قطعی موت کے بعد عذاب شدید وغضب الٰہی ہوگا کقولہ ہو یحیی ویمیت والیہ ترجعون- پھر اس پاک معبود عزوجل کے احکام جنکی تعمیل پر اسکی خوشنودی ہے ارشاد کیے

بقولہ- وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ- اور مجھے حکم دیا گیا ایک یہ کہ مین مسلمین سے ہون- یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اخلاص عبادت کرنے والا ہون بالکل شرک نہ کرون اور نہ نافرمانی کرون- دوم یہ کہ- وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ٹھیک سیدھا رکھ اپنے چہرہ کو دین کے واسطے درحالیکہ چہرہ تیرا حنیف ہو یعنے ہر کجی سے مڑکر راہ راست کی طرف مستقیم ہو یا ایسے دین کے لیے جسکی شان یہ ہے کہ دین حنیف ہے یعنے طریقہ مستقیم ہے بالکل اسمین کجی نہیں ہے- بیضاوی رحہ نے کہا کہ ان اقم عطف ہے ان اکون پر اگرچہ امر صیغہ طلب کا عطف مضارع صیغہ خبر پر ہے تو مقصود مین یہان کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ دونون پر حرف اَنْ مصدریہ ہے معنی مصدری کی دلالت یکسان ہو گئی اور معنی یہ ہین کہ مجھے حکم دیا گیا دین مین استقامت کا اور اسمین مضبوط رہنے کا اس طرح کہ فرائض وواجبات جو اعمال محمودہ ہین انکو ٹھیک ادا کرون یا قبلہ کا استقبال کرون- پھر دین کا دوسرا رکن یعنی ممانعت از اعمال قبیحہ کو بیان کیا بقولہ- وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اول یہ کہ تو مشرکون مین سے مت ہو جیو یعنی مسلمین سے ہو جیو- وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ اور دوم یہ کہ مت پکار لیو اللہ تعالےٰ کے سوائے ایسی چیز کو جو نہ نفع دے سکے تجھے اور نہ تجھے ضرر پہونچا سکے- یعنی نفع وضرر پہونچانا تو قولہ تعالیٰ فالکم کی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ حیات ومنافع اور موت ومضار اُسی حق تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین ہین تو اور کسی کے اختیار مین نہیں پس کسی کو مت پکار لو یا کسی کو مت پوجیو جسکی لامحالہ یہی حالت ہے کہ نہ اسکو نفع کا اختیار ہے اور نہ ضرر کا- پھر اسکے خلاف کرنے اور اسکے نتیجہ کو فرمایا بقولہ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ پھر اگر تو نے ایسا کیا یعنے اگر تو نے ایسی چیز کو پکارا تو اس حال مین تو ظالمون مین سے ہو گا- یعنی مخالفت کرنے سے یہی نہو گا کہ غیر نافع ومضر کو پکارنا بیفائدہ گیا بلکہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہو جائیگا اس لیے کہ جو بات مخصوص بخالق عزوجل تھی اسکو مخلوق مین ثابت کیا تو مخلوق کو خالق بنایا اور خالق حقیقی کو بھول گیا بلکہ مخالفت کی تو اس سے زیادہ بڑھکر کون ظلم ہے لہذا فرمایا ہے کہ ان الشرک لظلم عظیم الآیۃ یعنے شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے پس جتنا بڑا یہ ظلم ہے اسیقدر بڑی اسکی سزا ہے- واضح ہو کہ کلام مین لطیف اشارہ اس امر کا کہ مخصوص خطاب آنحضرت صلعم کو ہے یہ کہ استقامت توحید کامل طور پر یا ور امتثال امر و اجتناب از نہی بطور کامل یہ آپ ہی کی شان تھی کیونکہ رسول معصوم تھے تو آپ کا یہ دعوی بتوفیق الٰہی صحیح ہے اور بیان سے نکلا کہ جو کچھ حدیث مین صحیح ہو وہ تکمیل دین قویم اور صراط مستقیم ہے اور ترک اعوجاج نجیر ہے وفی الآیۃ اشارات وعلوم لا یحتملها البیان واللہ تعالےٰ الملہم پھر آنحضرت صلعم کو صریح توحید سے خطاب کیا کہ امت والے متنبہ ہون- بقولہ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اور اگر اللہ تعالےٰ کے حکم سے چھو دے- یعنی پہونچے تجھے کوئی ضرر تو- فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ کوئی اسکو کھولنے والا یعنی دور کرنے والا نہیں مگر وہی پس وہی جب چاہتا ہے بندہ کو ضرر پہونچاتا ہے پھر جب وہی چاہتا ہے تو دور ہو جاتا ہے اسمین کسی غیر کو کچھ دخل نہیں ہے اور بدون حکم الٰہی ومشیت مقدری کے کسی کو ضرر نہیں پہونچ سکتا اگرچہ تمام مخلوقات ایک طرف ہو جاوے اور نہ مُنسے وہ ضرر دور ہو سکتا ہے- وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ اسے وان یردک خیرًا- اور اگر تجھے بھلائی پہونچانی چاہے- فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ تو کوئی اسکے فضل کو پھیر دینے والا نہیں یعنے کوئی آڑ نہیں ہو سکتا کہ تجھے فضل پہونچنے سے مانع ہو- بیضاوی رحہ ونیشاپوری وغیرہ نے لکھا کہ خیر پہونچنے کی صورت مین اللہ تعالےٰ نے ارادہ فرمایا اور ضرر کی صورت مین مس فرمایا یعنے ضرر تو چھو جاوے اور خیر کو اللہ تعالےٰ ارادہ فرما دے باوجودیکہ ضرر ہو یا نفع ہر ایک اُسی کے ارادہ سے ہے تو شاید اس تنبیہ کے لیے ہے کہ خیر پہونچانا تو بالذات مراد ہے اور ضرر کا چھو جانا اگرچہ بارادۂ الٰہی ہے لیکن بقصد اولی نہیں ہے- قال بعض الفضلاء قلت وفی

ہذا النظر فان المس ہو امر وراء الارادۃ فہو مستلزم لہا انتہی کلامہ اقول لنظرہ ہذا احمل من الانظار التی لا یعبأ بہا فان مس الضر معلول الارادۃ ومغائر تہما لا ینکر باحد فضلا عن العلامۃ البیضاوی رحمہ اللہ بل مرادہ ان اللہ تعالے لم یقل فی جانب الضر ان اراد اللہ بک ضرا الخ کما قال فی الخیر مع کونہما جمیعا بارادۃ اللہ تعالے فذلک للتنبیہ علی ان الخیر بالقصد الاول ولذلک صرح بالارادۃ فیہ وان الضر لا بالقصد الاول ولذلک لم ینسب الی ارادتہ تعالے مع انہ بارادتہ تعالے کالخیر فافہم والناظر کانہ لم یدرک ما قالہ القاضی رحمہ اللہ تعالے - ومما یدل علی قوۃ الخیر ان الکلام یدل علی ان اللہ تعالے مزیل الضر ومصیب الخیر فدل ان الخیر مطلوب بالذات والضر مراد بالعرض وما بالذات اقوی مما بالعرض ویدل علیہ قولہ علیہ السلام عن اللہ تبارک وتعالے ان رحمتی سبقت غضبی - وان اللہ تعالے قال وہو الغفور الرحیم فاید الرحمۃ فدل ان الخیر مرغوب مطلوب والثانی لعرض لمصلحۃ فافہم - پھر بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ فلا راد لفضلہ - میں فلا راد لہ بجائے للخیر - کافی تھا ولیکن ضمیر کی جگہ فضل کو رکھنے میں دلالت ہے کہ جو بھلائی بندون کو اپنے ارادہ سے پہونچائی وہ محض فضل الٰہی ہے کچھ انکے استحقاق پر نہیں ہے - اور واضح ہو کہ کلام الٰہی میں استثنا نہیں یعنی مثلاً یون نہیں فرمایا کہ فلا راد لفضلہ ان شاء اللہ تعالے کیونکہ یہ حکم بندے کے لیے ہے کہ جب کسی کام کو کہے تو انشاء اللہ تعالے کے ساتھ کہے کیونکہ وہ فاعل مختار نہیں بخلاف ارادہ الٰہی کے کہ وہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتا ہان پہونچانا و ارادہ کرنا اسکی مشیت و اختیار میں ہے لہذا فرمایا - **يُصِيبُ بِهٖ** پہونچاتا ہے خیر کو **مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ** جس کسی کو اپنے بندون میں سے چاہے یعنی جس کسی کو پہونچانا چاہے اسکو خیر پہونچاتا ہے کوئی روک نہین سکتا - **وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ** وہی غفور رحیم ہے - پس اسکی رحمت کے سامنے پیش ہو اسطرح کہ نماز وغیرہ طاعات ادا کرو اور نا امید مت ہو اور محروم نہ رہو اسطرح کہ معصیت کیے جاؤ یا معصیات کی مغفرت سے نا امید ہو جاؤ کیونکہ توبہ سے شرک تک معاف ہو جاتا ہے - وعن ابن مالک ان رسول اللہ صلعم قال اطلبوا الخیر دہرکم کلہ وتعرضوا النفحات ربکم فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بہا من یشاء من عبادہ واسالوہ ان یستر عوراتکم ویومن روعاتکم - رواہ ابن عساکر وروی من وجہ آخر عن ابی ہریرۃ مرفوعا بمثلہ قلت وہذا المعنی ثبت مما فی الصحاح یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے تمام دہر بھر بھلائی مانگا کرو اور اپنے رب کی نفحات کے سامنے پڑو سینہ کے بل کیونکہ اللہ تعالے کی کچھ نفحات ہین اسکی رحمت کے جسکو اپنے بندون میں سے چاہتا ہے پہونچاتا ہے اور اللہ تعالے سے مانگو کہ تمھارے پردہ چھپاوے اور تمھارے دل مطمئن کرے - بالجملہ کلام میں بیان ہے کہ اللہ تعالے وہی خالق و موجد و مبدع و معید اور وہی معبود ہے کسی دوسرے میں یہ صفات نہین اور کوئی شخص کسی چیز کا خود مستقل خالق نہین ہے پس مخلوق کے ہاتھ اسکی طرف محتاجی کے ساتھ اٹھے ہوئے ہین اور مغفرت و رحمت اسکی طرف سے برستی ہے والحمد للہ رب العالمین ف ـــ فی العرائس قولہ تعالے وان اقم وجہک الخ اس مقام پر اشارت دین سے محبت و شوق و معرفت ہے یعنی اپنے دل و جان سب سے ایک طرف متوجہ ہو اور وہ یہی صفات ہین جو ہر مخلوق کی محبت سے پاک اور اللہ تعالی ہی کی طرف راجع ہین پھر مشاہدہ مین استقامت اختیار کر اور بدون کسی تصوری صورت یا خیالی گمان کے ہماری طرف متوجہ ہو کہ اسکو اسی کے ساتھ دیکھے اور اسی سے اس تک پہونچے اور نور ذات سے کمال کو پہونچے اور شان یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ برابر فرض کرو کہ انکشاف ہو تو عرش سے لیکر تمام مخلوق فنا ہو جاوے ومن ہہنا قال علیہ السلام حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ - اقول رواہ مسلم وقد روی الطبرانی باسناد جید ایضا - بالجملہ اشارت ہے کہ استقامت چاہیے کہ وصول از حق بحق ہو تعالی شانہ پھر غیر کی طرف التفات سے احتراز کے لیے تنبیہ فرمائی بقولہ ولا تکونن من المشرکین یعنی کسی حادث وغیر کی طرف التفات نہ کرنا - ابن عطاء رح نے کہا کہ لمت

حنیفیہ کی اقامت یہی ہے کہ معرفت میں صحیح مستقیم ہو یعنی معرفت ٹھیک کر اور کسی غیر کی طرف التفات مت کر- اقول عوام تو دنیاوی امور کی طرف دل لگاتے ہیں التفات تو ادنیٰ چیز ہے پھر خاص مومنین کو التفات بجانب نعمہائے آخرت و علیٰ ہذا درجہ بدرجہ مرسلین تک کبھی اپنے مناسب ادنیٰ التفات ہو سکتا ہے اور شاید باین معنی ہو قولہ علیہ السلام انہ لیغان علی قلبی الحدیث ولیکن اولیاء و صدیقین کو جو التفات ممکن ہے وہ آنحضرت صلعم سے مدفوع ہے پس شیخ نے جو اشارہ لکھا قولہ کسی غیر کی طرف التفات مت کر- تو غیر سے بیان اعتبارات صفات کے مانند ہوگا نہ مانند عام متبادر کے فافہم- پھر اپنی طرف جھکے رہنے اور غیر سے منہ موڑنے کی تاکید فرمائی بقولہ ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک الآیۃ- اسمین توکل کو خوب مضبوط کر کے ظاہر کر دیا کہ آسانی و سختی کے امتحان میں جو مغلوب ہو جاتا ہے وہ مراد سے محروم اور اللہ تعالیٰ سے محجوب و غیر کے ساتھ ہو کر خراب ہوتا ہے پس وہ ظالم ہوا کہ اسنے ربوبیت ایسی جگہ رکھی جو عبودیت میں بھی پوری نہیں ہو سکتی- شقیق بلخی رح نے کہا کہ مخلوق سے امید کرنے والا ظالم ہے کیونکہ ایسے سے نفع چاہا جو اپنی ذات کے نفع پر قادر نہیں یا ضرر کا خوف کیا جو اپنی ذات سے ضرر دور نہیں کر سکتا پس جو اپنے ذاتی نفع و ضرر پر قادر نہیں وہ دوسرے کے لیے کہاں سے درستی کر سکتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے صریح فرمایا بقولہ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو- اسمین خوب معرفت دیدی کہ کوئی ذرہ بدون ارادہ الٰہی حرکت نہیں کر سکتا اور ہر ایک پر مقادیر قضا و قدر جاری ہیں اور ہر نفع و ضرر بحکم قدیم ہے پس غیر کو درمیان سے دور کر دینا چاہیے و علیٰ ہذا اگر حجاب ہو تو سوائے نور وصال کے دور نہیں ہوگا اور اگر کشف جمال چاہے تو کوئی سبب و علت حتیٰ کہ اعمال تک اسکے مانع نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ اسباب حادث ہیں اور وہ مشیت قدیم چنانچہ فرمایا یصیب بہ من یشاء من عبادہ الآیۃ- ابن عطاء رح نے کہا کہ بندوں کو خوف و امید میں اپنی ہی طرف راہ بتلائی کہ وہی ضار و نافع ہے اور دوسرے میں کچھ قدرت نہیں ہے- پھر اللہ تعالیٰ نے اقامت حجت کے بعد بندوں پر الزام ثابت کیا اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اقامت تبلیغ وحی پر تسلی دیدی- بقولہ تعالیٰ-

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ

تو کہہ اے لوگو حق آچکا تمکو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آوے سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ؕ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ

اور جو کوئی بھولا پھرے سو بھولا پھریگا اپنے برے کو اور میں تم پر نہیں ہوں مختار اور تو چل اسی پر جو حکم پہونچے تیری طرف

وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ع

اور ثابت رہ جبتک فیصلہ کرے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

ع ۱۱ / ۱۶

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ تو کہدے اے لوگو یعنی اے اہل مکہ- قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ بیشک آگیا تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے حق یعنی رسول یا قرآن اور حجت قائم ہو گئی اب تمہارے لیے کوئی عذر لاعلمی و بےخبری وغیرہ کا باقی نہیں رہا اور بحکم فاما یاتینکم منی ہدی الآیۃ وعدہ پورا ہو گیا- فَمَنِ اهْتَدٰی پس جسنے ہدایت اختیار کی- یعنی ایمان کی راہ مستقیم اور پیروی اختیار کی- فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ تو اسنے اپنے ہی واسطے ہدایت اختیار کی- کیونکہ نیک راہ کا نفع اسی کو ہے اور حق تعالیٰ عز و جل کی رضامندی اسکو حاصل ہوئی جس سے وہ دائمی نعمت و فضل میں رہیگا- وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا

یعنی اپنے کفر پر اڑا رہا اور رسول و قرآن کو نمانا تو اللہ تعالےٰ پاک پروردگار غنی ہے اسکو کسی کے ایمان سے نفع نہیں اور کسی کے کفر سے ضرر نہیں ہے بلکہ جو گمراہ رہا۔ **فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا** وہ اپنی ہی ذات پر گمراہ رہا کیونکہ چند روزہ زندگی کے بعد اس گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ایسا پاک ذوالجلال ہے کہ تمام روئے زمین کی مخلوق کافر ہو تو اسکی سلطنت میں ذرہ برابر بھی کمی نہو اور خود کیا مجال ہے کہ کوئی گمراہی کر سکے بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ حرکت نہیں کر سکتا پھر جو گمراہ ہوا اسکا وبال اسی پر ہے۔ **وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ** اور میں تمپر کچھ وکیل یعنے نگہبان نہیں ہوں یعنے حق پہونچانے والا ہوں وہ پہونچا دیا اور تمپر نگہبان نہیں ہوں کہ تمھارے کفر کی مجھسے پرسش ہو بلکہ ہر ایک کی ہدایت و ضلالت کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا اور اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک مسخر ہے۔ پھر حکم دیا بقولہ۔ **وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ** اور تو پیروی کر اسکی جو تجھے وحی کیا گیا۔ یعنی خود اسکے موافق عمل کر اور لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے احکام اوامر و نواہی پہونچاوے۔ **وَاصْبِرْ** اور صبر کر یعنے کافروں کو دین حق کی دعوت کرنے میں اور انکی طرف سے اذیت برداشت کرنے میں صبر کر۔ **حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ** اسوقت تک کہ اللہ تعالےٰ حکم فرماوے۔ اسمیں اشارت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم کسی وقت میں آنے والا ہے اور مراد اس سے حکم جہاد ہے یا آنکہ اللہ تعالےٰ نصرت عطا فرماوے۔ **وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ** وہی خیر الحاکمین ہے اس لیے کہ اسکے حکم میں چوک جانے کا کچھ احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ظاہر و باطن کو اور ماضی و حال و مستقبل کو یکسان جانتا اور اسطرح جانتا ہے کہ ویسا جاننا کسی مخلوق سے ممکن نہیں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے اسطرح کہ کافروں پر جہاد کرنے و سختی کا حکم دیا اور یہی ابن عباسؓ کا قول ہے اور مترجم کہتا ہے کہ منسوخ کا لفظ یہاں اصطلاحی معنی پر نہیں ہے اور مراد یہ ہے جو شیخ مفسر رح نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی صبر کیا اور کفار سے تحمل کیا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے حکم کیا کہ مشرکوں سے قتال کریں اور سوائے ایمان کے کچھ منظور نہ کریں اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جزیہ قبول کریں ف

فی العرائس قولہ قل یا ایہا الناس آہ ظاہر تفسیر میں حق سے مراد قرآن ہے اور حقائق اشارات میں ظہور معرفت تجلی صفات ازل حق تعالےٰ ہے پس ہر لائق برکت کو اس تجلی سے برکت ملی جیسے ہر محروم سے پھر گئی اور قولہ فمن اہتدی الخ ظہور تجلی قدم ہے جسنے دیکھا وہ عدم سے وجود حیات ابدی میں آیا ورنہ مردہ سے بدتر ہے یعنی جسنے معرفت الٰہی پائی جو بدون تعلیم رسول اللہ صلعم و اتباع نبوت کے ممکن نہیں ہے وہ بجانب حق راجع ہوا اور اُسی کو ملا جو کچھ ملا اور جو اس معرفت سے جاہل رہا وہ ڈوبا اگرچہ اپنے زعم باطل میں نتیجۂ دنیا سے ظاہر و اسکی مذمت و غرور میں گرفتار ہو کر کیسا ہی حق پر سمجھتا ہو پھر شان کبریائی جل سلطانہ وہ پاک ہے کہ وہاں معرفت و جہالت دونوں کو کچھ مداخلت نہیں ولیکن معرفت اپنے لیے ہے اور نہایت فوز عظیم ہے اور ایسے ہی جہالت و کفر بھی اُسی کافر کے اوپر ہے اور نہایت قبیح مذموم ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ ہدایت و ضلالت کا متولی و قدرت والا کوئی نہیں سوائے حق تعالےٰ کے بقولہ وما انا علیکم بوکیل۔ یعنی وکیل نہیں کہ خواہ مخواہ تمکو ایمان پر لاؤں کیونکہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ اگر نعوت و صفات کی وجہ سے تفاضل ہوتا تو ذات معلول ہوتی بلکہ جو کچھ ظاہر فرمایا وہ مخلوق ہی کیلیے ہے پس احسان بھی مخلوق کے لیے ہے کما قال تعالےٰ ان احسنتم احسنتم لانفسکم۔ اگر ہدایت دینا جاری کیا تو بھی مخلوق کے لیے ہے بدلیل قولہ فمن اہتدی فانما یہتدی لنفسہ الخ اور ایسے ہی اگر شکر جاری کیا تو مخلوق کے لیے بقولہ تعالےٰ و من شکر فانما یشکر لنفسہ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے خود مصرح کر دیا بقولہ وان اللہ لغنی عن العالمین۔ پس جب وہ مخلوق سے خواہ آدمی ہو یا جن ہو یا فرشتہ ہو یا کفر ہو یا اسلام ہو

طاعت ہو یا معصیت ہو ہر ایک سے مستغنی ہی تو ہر ایک خیر و بھلائی اپنے کرنے والے کی ہوگی اور ہر شر و بُرائی اپنے کرنیوالے
کی ہوگی اور خود وہ قادر نہین بلکہ کمانے والا ہی اور تمام امر بقضاء و قدر الٰہی ہی - پھر اپنے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ امر الٰہی
کی متابعت کرے اور عبودیت مین مستقیم رہے اور بلاء و امتحان پر صابر رہے اور قضاء الٰہی پر راضی و شاکر رہے لقولہ واتبع مایوحی
الیک الخ جو کچھ خطاب ازل تیرے قلب مین نازل ہوکر تیری روح کو پاکیزہ کرتا ہی اسکی پیروی کر اور خوشبوے وصال پر سنبھلا رہنا
چاہیے مضطرب نہونا چاہیے کیونکہ امتحان رسالت کا وقت ہی یہان تک کہ اللہ تعالیٰ حجاب اٹھادینے کا حکم کرے جس سے عارفین و محبین و مشتاقین
دائمی بلاے حجاب سے چھوٹتے ہین وہی خیر الحاکمین ہی کہ اولیاء و اعداء مین تفریق فرمائیگا اور اہل سعادت و عرفان کو اہل شقاوت
و حرمان سے تمیز و علیحدہ کریگا - سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق مین احکام جاری کیے اور مخلوق کو ان احکام کی اتباع
کی قوت دی یہ اُسی کی قدرت و فضل ہی پھر صبر کرنا اتباع احکام الٰہی پر اور نفسانی تدبیر کو چھوڑنا یہی فی الحال نجات ہی رعونت
نفس سے اور انجام کار رہائی مخالفت سے واللہ تعالیٰ اعلم - واضح ہو کہ کشاف و بیضاوی مین جو سورہ یونس پڑھنے پر ثواب
بعدد مومنین قوم یونسؑ و کافرین کی حدیث مرفوع مذکور ہی اسکو ثعلبی و واحدی و ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کیا
ولیکن وہ موضوع ہی جیسا کہ ابن الجوزی نے لکھا کذا قال السیوطی رح واللہ اعلم

سورۃ ھود مکیۃ وھی مائۃ وثلث وعشرون اٰیۃ

سورہ ہود مکیہ ہی اور وہ ایک سو بائیس ۱۲۲ یا تیئیس ۱۲۳ آیات ہین اور مفسر رح نے کہا کہ مکیہ ہی باستثناء اقم الصلوٰۃ الآیۃ - اور یا
باستثناء فلعلک تارک الآیۃ و اولٰئک یومنون بہ - مترجم کہتا ہی اسکی تفصیل یہ ہی کہ حسن و عکرمہ و عطاء و جابر و مجاہد و ابن زبیر
کے قول مین یہ سورت مکیہ ہی اور ابن عباس و قتادہ رح نے فرمایا کہ باستثناء قولہ واقم الصلوٰۃ طرفی النہار الآیۃ - اور مقاتل رح
نے دونون آیتون کو مستثنی کیا ہی جنکو سابق ذکر کیا گیا والحاصل ابن عباس کے نزدیک مدنی ایک آیۃ ہی اور مقاتل رحمہ اللہ کے
نزدیک وہ نہین اسکے سوا دو آیتین ہین ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقرؤا ہود
یوم الجمعۃ رواہ الدارمی و ابو داؤد و البیہقی وغیرہم یعنے تم لوگ جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کرو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
کہا یا رسول اللہ آپ پر بڑھاپے کی سپیدی جلدی دوڑی - فرمایا کہ شیبتنی ہود الخ یعنے مجھے ہود و واقعہ و مرسلات و عم
یتساءلون و اذا الشمس کورت نے سپید کر دیا - اخرجہ الطبرانی و حسنہ الترمذی بعض علماء نے اس سورت کے سبب سے
شیب طاری ہونے کی یہ وجہ بیان کی کہ اسمین احوال قیامت و بعث و حساب و جنت و دوزخ وغیرہ کا ذکر ہی واللہ اعلم بمراد
رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم - بڑھاپا ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ۙ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا

کتاب ہی کہ جانچ لی ہین باتین اسکی پھر کھلی ہین — ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے — کہ نہ پوجو

إِلَّا اللَّهَ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا

مگر اللہ کو میں تمکو اُسکی طرف سے ڈر سناتا اور خوشخبری پہونچاتا ہون اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ

إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ

اُسکی طرف کہ برتاوے تمکو اچھا برتاوا ایک وعدہ مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی

وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ

اور اگر تم پھر جاؤ گے تو ڈرتا ہون تمپر ایک بڑے دن کی مار سے اللہ کی طرف ہے تمکو پھر جانا

وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الٓر اللہ تعالے وہی دانا تر ہی کہ اس سے اُسکی کیا مراد ہی۔ **كِتَابٌ** اے ہذا کتاب یہ کتاب ہی **أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ** احکام کی گئی ہین آیات اُسکی یعنے اُسکی نظم بدیع اور بلیغ ایسی محکم ہی کہ معنے یا لفظ کی راہ سے کسی خلل کو طاری ہونے کی گنجایش نہین (ج) یا محکم یعنی فساد اور نسخ سے ممنوع ہی کیونکہ آیات سے اسی سورت کی آیتین مراد ہین جنمین سے کوئی منسوخ نہین ہین یا احکام بحج و دلائل مراد ہین یا یہ معنی ہین کہ احکمت آیاتہ۔ اے جعلت حکمۃ کیونکہ یہ آیات امہات حکم نظریہ و عملیہ پر مشتمل ہین (ق) **ثُمَّ فُصِّلَتْ** پھر بیان کی گئین یہ آیتین باحکام وقصص ومواعظ (ج) یعنی یہ فوائد عقائد و احکام و مواعظ واخبار یا انکی تفصیل کے یہ معنی ہین کہ انکو سورت سورت کیا گیا اُتارنے مین نجم نجم کیا گیا یا ہر ضرورت کی تلخیص کر دی گئی (ق) **مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ** از جانب حکیم خبیر یعنی اللہ تعالے (ج) یہ جملہ کتاب کے لیے دوسری صفت ہی یا دوسری خبر ہی یا احکمت یا فصلت کا صلہ ہی پس یہ اُسکے احکام اور تفصیل کی تقریر ہی باعتبار اُسکے ظہور امر اور اخفا کی اکمل وجہ پر بیان کیا (ق) **أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ** ۔ اے بان لا تعبدوا الا اللہ۔ باین طور کہ مت پوجو مگر اللہ ہی کو (ج) وقیل لان لا تعبدوا۔ اور بعض نے کہا کہ ان مفسرہ ہی کیونکہ تفصیل آیات مین قول کے معنی ہین اور جائز ہی کہ کلام مبتدا ہو بغرض اغرا علی التوحید اور امر بہ بیزاری از عبادت غیر گویا کہا گیا کہ غیر کی عبادت چھوڑ کر اللہ عز وجل کی عبادت پر لزوم اختیار کرو۔ **إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ** بالثواب علی التوحید۔ بیشک مین تمہارے لیے اللہ تعالے کی طرف سے ڈر سنانے والا ہون عذاب الٰہی کا جو شرک پر مرے اور خوشخبری سنانے والا ہون ثواب الٰہی کی جو توحید پر ثابت رہے۔ ضمیر منہ راجع بحق سبحانہ تعالے ہی بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ کائن من جہۃ اللہ سبحانہ۔ ولیکن بظاہر یہ جید نہین کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہین ہوتی ہی تو نذیر کی صفت کیونکر ہوگا اور شاید کہنے والے کی مراد یہ معلوم ہوتی ہی کہ در اصل یہ صفت ہی اگر متاخر ہو ولیکن چونکہ متقدم واقع ہوا تو حال ہوگیا کما صرح بہ ابو البقاء پس صواب یہ ہی کہ کائنا من جہۃ اللہ۔ تفسیر کیجاوے۔ بعض نے کہا کہ منہ کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہی یعنے مین تمہارے حق مین انذار کرنے والا ہون کتاب کی مخالفت کرنے سے اور بشارت دینے والا ہون جو اسکے موافق ایمان لاوے اور نیک کام کرے۔ انذار کو مقدم کیا کیونکہ خوف دلانا اہم ہی جس سے انسان بد اعمال سے باز رہتا ہی۔ بعض نے کہا کہ یہ اللہ تعالی کا کلام بمانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ۔ کے ہی والاول اولے۔ **وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ**

اور یہ کہ تم استغفار کرو اپنے رب سے پھر اسکی طرف توبہ کرو پہلے استغفار کرنے پھر توبہ کرنے کو اس لیے فرمایا کہ استغفار وسیلہ
توبہ ہی پہلے بندہ اپنے رب سے اپنے گناہون کی پردہ پوشی یا انکا محو چاہیگا پھر پاک ہوکر اسی کی طرف رجوع لاویگا۔ بعض نے
کہا کہ استغفار کے پورے ہونے مین سے یہ بھی ہی کہ توبہ کرے۔ اور بعض نے کہا کہ استغفروا ربکم کے معنی یہ کہ اپنے رب سے
توبہ کرو۔ پھر ثم توبوا کے معنی یہ کہ اخلاص کے ساتھ اسپر مستقیم رہو اور بعض نے کہا کہ استغفار کرو اگلے گناہون سے پھر توبہ
کرو جو آیندہ سرزد ہوجاوین۔ بعض نے کہا کہ استغفار کرو شرک سے پھر توحید پر ہوکر اپنے رب کی طرف رجوع لاو۔ فراء رح
نے کہا کہ ثم یہان بمعنی واو ہی۔ بعض نے کہا کہ مغفرت ہی اصل مقصود ہی اور توبہ اسکے حصول کا سبب ہی پس جو آخر مین حاصل ہو
اسکو طلب مین مقدم کیا۔ بعض نے کہا کہ استغفار کرو صغائر سے اور توبہ کرو کبائر سے والاول اولی۔ پھر جو کچھ اوپر ذکر فرمایا اسپر
دو باتین مرتب فرمائین اول یہ کہ **يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا** امتاع در اصل اطالہ یعنی درازی دنیا چنانچہ دعا مین امتع اللہ بک
بولتے ہین تو معنی آیت کے یہ ہوے کہ اللہ تعم طول دیگا تمھارے نفع کو دنیا مین عمدہ پسندیدہ منافع سے کہ رزق مین فراخی و عیش
مین فراغت پاؤگے اور بعض نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا۔ یہ ہی کہ اللہ تعالے مومن کو جو میسر آوے اسپر رضامندی کی اور جو مقادیر
پیش آوے اسپر صبر کی توفیق اس زندگی مین عطا کرے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا۔ تم کو امن وراحت مین
زندہ رکھے **إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى** ایک مدت معلوم تک اور وہ تمھاری عمر مقدر کا آخر ہی۔ اور شاید تمتع الی اجل کے معنی
یہ ہون کہ تم کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ کرے۔ رزق واجل کو اگرچہ اعمال پر معلق کیا ولیکن وہ ہر ایک کی اضافت سے مقدر
ہی کیونکہ اللہ تعم جانتا ہی ہر بندہ کو کہ وہ ایسے اعمال مین مشغول ہوگا جو مثلاً اسکے ترقی عمر کا باعث ہونگے پس کوئی تغیر و
تبدل نہین ہوتا۔ واضح ہو کہ احادیث صحیحہ مین بھی اعمال پر مبنی تمتع پاکیزہ یا مزید عمر کا ذکر آیا مانند حدیث قدسی عبادی انما
ہی اعمالکم احصیہا الحدیث اور نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے کی احادیث پس آیات واحادیث متوافق ہین اور یہ صریح دلیل ہی
کہ نیکوکاری سے نجاح وفلاح دارین ہی۔ رہا یہ وہم کہ آیات واحادیث اسپر بھی متوافق ہین کہ امور مقدر ہین تو یہ بھی صحیح ہی چنانچہ
قولہ تعم ولو آمن اہل القری الآیۃ۔ وقولہ لاکلوا من فوقہم الآیۃ۔ وقولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس الآیۃ
پس خلاصہ جواب بیضاوی رح نے دیا یہ ہی کہ علم الٰہی عز سلطانہ اپنی مخلوق کو محیط ہی اور جسطرح اسنے جس مخلوق کو پیدا کیا سب اپنی
قدرت واختیار سے پیدا کیا ورنہ نعوذ باللہ لازم آتا ہی کہ اللہ تعم کو اپنی مخلوق سے آگاہی نہ تھی کہ یہ کیا کریگی پس خلاف علم الٰہی واقع
نہین ہوسکتا اور استطاعت مین ہر ایک کے کان ناک آنکھ حواس دیدیے ہین کچھ ظلم نہین کیا اور رزق پاک و فراخ اور عمر درازی
اعمال پر منوط فرمائی بحال خود منوط ہی پس جسنے ان اعمال کو اختیار کیا اسنے حصہ وافی پایا اور یہ وہی کریگا جسکے حق مین موافق علم الٰہی
کے یہ مقدر ہوچکا ہو جو ایسا نہ کریگا وہ محروم رہا اور یہ وہی ہوگا جو علم ازلی مین محروم رہا لہذا کوئی تغیر واقع نہین ہوسکتا۔ پس
واضح ہو کہ ہر عمل دنیا و آخرت دونون مین نیک نتیجہ دے وہی ہوگا جو بحکم الٰہی ہو ورنہ اگر کوئی قوم کسی ایسے افعال کو اختیار کرے
جو عقلی حسن و قبح موافق اچھے ہین مثلاً اسنے اپنے اخلاق مین سے یہ مقرر کیا کہ باہمی اتفاق رکھین اور قوم کو نفع پہونچانے
اور مشورہ سے دنیا کے کام کرین اور تمام لوگون کے لیے مدارس تعلیم باطنی جاری کرین اور ایک ساختہ تہذیب پر سب کو جمع کرین
اور ظلم وغیرہ ایذا سے کے موافق تہرنے دین تو اس قوم کو دوسری اقوام پر جنہین یہ باتین نہون ترقی ہوگی ولیکن ان اعمال کا

ع ۷

نتیجہ انکو دنیا مین بھر پور دیا جائیگا بمانند عروج سلطنت ومال ومتاع دنیاوی مگر یہ سب درحقیقت انکی نیت کے موافق بدلا ملا
جو محض فانی ہے پھر دار الآخرۃ باقی رہا اسکی لازوال نعمتون مین سے ایسی قوم کے لیے کچھ نہین ہے لہذا دین حق کی پیروی کرنے والے
جبکہ اپنی پیروی پر قائم ہون دونون جہان مین بہتری اُٹھاوینگے چنانچہ مزید فضل کیطرف تنصیص فرمائی بقولہ - وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي
فَضْلٍ فَضْلَهُ اور عطا کریگا ہر فضل والے کو اسکا فضل - یعنی جو کوئی دین حق کے واجبات پورے کرکے نوافل ومستحبات کا عامل
ہو اسکو اسکے اس واجب سے بڑھتی کی جزا بھی دنیا وآخرت مین عطا فرماویگا - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ وعدہ ہے مومن موحد کیلئے
کو کہ اسکو دونون جہان مین بہتری ملیگی - بالجملہ جسکی نیکیان موافق حکم الٰہی پوری ہون اور بڑھتی اسپر اللہ تعالے فضل عظیم فرماویگا
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسنے کوئی برائی کی اسپر ایک برائی لکھی جائیگی اور جسنے ایک نیکی کی اسکے واسطے دس
نیکیان لکھی جائینگی پھر جو اسنے برائی کی تھی اگر اسکے عوض دنیا مین اس سے عقوبت لے لیگئی تو اسکی دس نیکیان باقی رہین
اور اگر دنیا مین اس بدی کا بدلا اُس سے نہ لیا گیا تو آخرت مین دس سے ایک نیکی کم کر دیجائیگی اور نو اسکے لیے باقی رہجائینگی
پھر ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مراد ہلاک تو وہ ہوا کہ جسکی دہائیون پر اکائیان بڑھ گئین - رواہ ابن جریر - مترجم کہتا ہے کہ حضرت
ابن مسعود رض نے احادیث صحیحہ کا خلاصہ اپنے قول سے بیان کردیا اور مضمون صحاح احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے
شیخ ابو العالیہ نے آیت کی تفسیر مین کہا کہ دنیا مین جسکی طاعات بہت ہون اسکی خوبیان ومرتبے جنت مین بڑھتے ہوئے ہونگے - مترجم
کہتا ہے کہ ان بزرگون نے علاوہ باقی نتیجہ تفسیر مین بیان کردیا اور ظاہر سیاق اوپر سے یہ ہے کہ جو کوئی کتاب الٰہی ورسول اللہ کی پیروی
اللہ تعالے عز وجل کی طاعت پر قائم ہو بس اگر اسنے فرائض وواجبات کے عمل پر اکتفا کیا تو اللہ تع اسکو اسکوت مقدر تک
اچھی طرح تمتع فرماویگا اور اُمید قوی ہے کہ آخرت مین بخشش وجنت عطا فرماوے اور جسنے فرائض وواجبات پر نوافل ومستحبات
کی کثرت کی اور فضل حاصل کیا تو اسکو اسکا فضل بھی دنیا وآخرت مین عطا فرماویگا کیونکہ اللہ تعالے کی عظمت وکبریائی وفضل کی
انتہا نہین ہے یہ سچے بیان سے پوری ترغیب وبشارت فرمائی پس جو اب بھی نافرمان ہوا وہ بڑا بدبخت ہے لہذا منھ موڑنے
والے کو تہدید فرمائی - وَإِن تَوَلَّوْا تتولوا - اور اگر تمنے منھ موڑا یعنی خالص اللہ تعالے کی عبادت کرنے سے اور استغفار و
توبہ کرنے سے تم نے منھ موڑا اور شرک ونافرمانی پر رہے - فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ تو مین خوف کرتا ہون
تمپر عذاب یوم کبیر کا - وہ یوم القیامۃ ہے اور اسکو کبیر اسلیے کہا کہ اسدن بڑے بڑے ہولناک وقائع پیش آئینگے اور بعض نے کہا
کہ کبیر کا لفظ صفت عذاب ہے لیکن عذاب کبیر اور اسکو جر بسبب جوار یوم کے ہے - اس سے معلوم ہوا کہ کفر ولون سے یہ ضرور
نہین کہ خواہ مخواہ دنیا مین عقاب ہو اور ظاہر اعق یہ ہے کہ رسول کے موجود ہوتے پر جو اسکو ایذا دین انہ مانین وہ دنیاوی
عذاب مین بھی پکڑے جاوینگے اور بعد رسول کے دنیاوی عقاب ضرور نہین ہے - بیضاوی رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک عذاب
یوم کبیر سے سختیون کے ایام مراد ہین چنانچہ قریش کے لوگ اعراض کرنے سے قحط مین گرفتار ہوکر آخر مردار اور ہڈی کھانے لگے تھے
جبکہ آنحضرت صلعم نے بد دعا فرمائی تھی کہ پروردگارا انکو ہفت سالہ قحط مین مانند قحط زمانہ یوسف کے گرفتار کرے - پھر متنبہ کیا
کہ عذاب سے بچ نکلنے کی کوئی وجہ نہین ہے بقولہ - إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ اللہ تعالے ہی کیطرف تمہارا مرجع ہے یعنی اسدن رجوع
ہے - مرجع بمعنی رجوع - قال البیضاوی رح وہ شاذ از قیاس ہے - بالجملہ جسنے پیدا کیا اُسی کی طرف تمہارا رجوع ہے وَهُوَ عَلَىٰ

کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہی پس تمکو سخت عذاب دینے پر قادر ہی پس منھ موڑنے اور اسکی عبادت واسکے استغفار واسکی طرف توبہ کرنے سے اعراض کرنے سے باز رہو خصوص جبکہ طاعت اسکی موجب فلاح دارین ہی **فی العرائس** قولہ سورہ ہود- بسم اللہ الرحمن الرحیم- **الٓرٰ** الف اشارہ جمیع ادائلات کا جو الوہیت کے لیے سوابق ازل مین جاری ہوئے لام اشارہ جمیع لوازمات عبودیت کا کہ جسکے احکام ازل مین اہل عبودیت پر واجب ہوئے- را اشارہ راحات مشاہدہ ذات و صفات برائے ارواح و اشباح ہی- قولہ کتاب احکمت آیاتہ- جو آیات و اخبار کتاب عزیز مین مقام ذات و صفات سے ہین حدوث لسے بالکل پاک ہین کیونکہ اصل صفت قدیم ہین اور قدم مین کوئی تغیر و تبدل نہین ہی- قولہ ثم فصلت- یعنی بیان کی گئین یہ آیات واسطے ارواح عارفین و قلوب شائقین کے کہ انکے مقامات و حقائق کیونکر ہین پس اہل مشاہدہ و مکاشفہ کے لیے یہ آیتین معرفت ذات و صفات ہین انکو پہچنواتے ہین کہ احکام ربوبیت و عبودیت کیونکر ہین تاکہ وے لوگ ان آیات کے انوار شہود سے انوار حق کے شہود مین حاضر ہوں اور جان لین کہ جو احکام غیب جاری ہوتے ہین وہ تقدیری ہین- قولہ من لدن حکیم خبیر- یہ کلام ازلی محکم ہی صفات عرفان کا حکم ایسے خبیر کی طرف سے ہی جو انکی استعداد سے آگاہ اور عبودیت کے ساتھ محبت سے قبول کرنے مین خبردار ہی- بعض نے کہا کہ احکمت آیاتہ- یعنی عارفون کے دلون مین- ثم فصلت- یعنی عمل کرنے والون کے بدنون پر اسکے احکام عملی مفصل بیان ہوئے بعض نے کہا کہ احکمت آیاتہ- یعنی بکرامات- ثم فصلت- یعنی بہ مبانات- شیخ استاد رح نے کہا کہ احکمت آیاتہ- یعنی اسکی آیتین تغیر و تبدل سے محفوظ کی گئین- ثم فصلت یعنی نعوت حق تعالے از جلال صمدیت وغیرہ اوصاف پاک اور لوازم عبودیت کہ جو مخلوق پر لازم ہین- پھر ان اوصاف سے متصف کتاب نازل فرمانے کا سبب بیان کیا کہ بندے اپنے مولیٰ ہی کے بندے ہون کیونکہ مولیٰ عزوجل واسکے بندون مین حکم ربوبیت و عبودیت واجب اور محبت در اصل ہی لقولہ تعالیٰ الا تعبدوا الا اللہ- یعنی عبادت الٰہی مین جو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی اسکی طرف اخلاص کرین اور کسی امر کی طرف التفات نہ کرین- قولہ اننی لکم منہ نذیر و بشیر بیان فرمایا کہ رسول علیہ السلام عظائم قہر الٰہی سے ڈرانے والا اور لطائف وصال سے خوشخبری سنانے والا ہی- استاد رح نے کہا کہ نذیر بایں معنی کہ اللہ تعالےٰ سے فرقت کے عذاب مین پڑوگے اور بشیر بدوام وصال ہی- قلت- قولہ تعالیٰ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون قولہ لاینظر الیہم الآیۃ- مقصد یہ ہین کہ فرقت ہی مستوجب جملہ عذاب جہنم وغیرہ ہی- پھر حکم کیا کہ اسکے مشاہدہ کی طرف انتظار جاہین اور اسکے وصل کی نوید پر بخوشی سے جان فدا کرین اور اسکے طلب مین ملاحظۂ غیر سے استغفار کرین اور اسکے قہر سے اسکے لطف کی طرف رجوع لاوین توبہ کرین اور اپنے نفوس و ہوا وہوس سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی مراد اور اسکے حکم کی متابعت پر مستقیم ہون لقولہ وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ- ہر ایک کا استغفار جدا جدا ہی گنہگار تو جرم سے توبہ کرتے ہین اور متقی لوگ اپنی عبادت کو ناقص دیکھکر اُسی سے استغفار کرتے ہین اور عارف لوگ اپنے اسرار کے جرم سے استغفار کرین اور غیر کی طرف التفات نظر سے توبہ کرکے اُسی کی طلب انوار مین رجوع لاوین استغفار کو توبہ پر مقدم کیا اس لیے کہ استغفار تقدیس ہی اور توبہ تخلیص ہی استغفار تو لغزش سے ہوتا ہی اور توبہ غفلت سے ہوتی ہی سہل بن عبداللہ رح سے پوچھا گیا کہ استغفار کیا ہی فرمایا کہ پہلے فرمان قبول کرنے پر آمادہ ہونا پھر گڑگڑا کر جھک پڑنا پھر توبہ کرنا پھر مغفرت مانگنا- اور استغفار تو ظاہر سے ہی اور گڑگڑا کر جھکنا قلب سے ہی اور توبہ ہمیشہ مغفرت مانگنا اور اسی بین قصور سے استغفار ہی بعض نے کہا کہ قولہ استغفروا ربکم- یعنی ہر دعوی سے اور- توبوا الیہ- یعنی مذموم خطرات سے شیخ یوسف رح نے کہا کہ عوام کا استغفار اپنے گناہون سے

ہی اور خواص کا استغفار اپنے افعال دیکھنے سے نہ دیدار منت وفضل سے یعنی افعال اسی کا احسان و اسی کی طرف سے ہی تو التفات سے استغفار کرتے ہین یا یہ مراد ہی کہ افعال کو کچھ عمل کرنے والا دیکھکر استغفار کرتے ہین کیونکہ مدار درحقیقت اسی کے فضل و رحمت پر ہی واللہ اعلم اور جو سب سے خاص لوگ ہین وہ سوائے حق کے ہر چیز کے دیکھنے سے استغفار کرتے ہین۔ شیخ نے لکھا کہ جب مین تفسیر یہان پہونچا تو میرے بعضے مصاحبون نے عارفین کے حقائق استغفار کو پوچھا تو مین نے کہا کہ عارفین اس امر سے استغفار کرتے ہین کہ حق کے ساتھ انکا کوئی وجود ہوا در اس امر سے کہ معرفت مین اُنسے حضرت حق تعالی کی صفات کی حقیقت پہچانتے ہین تاکہ تحقیقی عبودیت سے عبادت ممکن ہو التقصیر دیکھکر استغفار کرتے ہین اگرچہ ساحت قدم مین حدوث کو کوئی مجال نہین ہی اور اس امر سے استغفار کرتے ہین کہ مقام صحو مین سکر مین اُنسے دعوی انانیت سرزد ہوا اور اس امر سے کہ مشاہدۂ ربوبیت مین عین عبودیت کا غاشیہ اُٹھائے ہوئے ہین چنانچہ تو آنحضرت صلعم کے قول پاک کو نہین دیکھتا کہ فرمایا - انہ لیغان علی قلبی و انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ - یعنی میرے دل پر غین لایا جاتا ہی اور مین دن مین اللہ تعالی سے ستر مرتبہ استغفار کرتا ہون - آنحضرتؐ کے وجوہ استغفار کے منجملہ اس مقام پر یہ ہو گا وجود حق مین لپنے وجود کو دیکھنے سے اور مشاہدہ صرف وحدانیت مین مشاہدہ التباس دیکھنے سے اور دیدار ازلیت کے بعد خطرہ انانیت سے استغفار کرتے تھے سپھر حق تعالی نے بیان فرمایا کہ بندے جب ماسوائے حق سے ہٹکر حق تعالی ہی کیطرف رجوع لاوین تو وہ انکو لقاء و وصال و فرحت کا بدلا عمدہ عطا فرماویگا لقولہ تعالی یمتعکم متاعا حسنا - سب سے زیادہ متاع خوب یہ ہی کہ ہمیشہ انوار مواجید و صفائے احوال مین اور روشنی ذکر اور حلاوت فکر مین اور نزول حقائق کشف ولطائف معارف مین رہے اور رضوان الٰہی و مشاہدہ سے تمام فرحت مین پاکیزہ زندگی بسر کرے کقولہ تعالی لنحیینہ حیوۃ طیبۃ الآیۃ - اور کیا خوب کہا ؎ مناٸی من الدنیا لقاءک مرۃ + فان نلتہا استوفیت کل مناٸیا + میرا الٰہی تمنا دنیا مین سے ایکمرتبہ تیرا دیدار ہی اگر مل جاوے تو مجھے بھرپور میری مراد مل گئی - قولہ تعالی - ویؤت کل ذی فضل فضلہ پس فضل مشاہدہ اسکو جسکو معرفت مین فضل ہی اور فضل وصال جسکو فضل شوق جمال ہی اور فضل کرامات جسکو فضل عبادات ہین اور فضل تحقیق جسکو فضل توفیق ہی اور فضل کفایت اسپر جسپر فضل عنایت ازلی ہی اور منجملہ فضل کے ہی کہ بندہ اسگلے گناہون پر نادم ہوا اور اپنی لغزشون سے استغفار و توبہ کرے اور دل سے خالق کیطرف رجوع لاوے - پھر جسکو یاد الٰہی کی توفیق ہی اسکو طمانینت قلب کا فضل ملتا ہی اور خلق کو فراموش کرنے سے دیدار احسان حق کو دیکھتا ہی اور یہ بھی فضل ہی کہ نسیم وصال سے حیات مین موانست ولذت حاصل رہے - واسطی رح نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا - یعنی پاکیزگی نفس و وسعت رزق و امر مقدر پر رضامندی - قلت قول حسن - اور سہل رح نے کہا کہ وہ ترک کرنا مخلوق کو اور متوجہ ہو جانا خالق عزوجل کیطرف ہی - ابو الحسن الوراق رح نے کہا کہ وہ نصیب ہو جانا اچھے نقراء عارفین کا ساتھ ہی جنید رح نے کہا کہ بندون کے لیے اس سے بہتر کچھ نہین کہ حقیقت سے لزوم پاوین اور اپنے سر باطن کو اللہ تعالی کے ساتھ محفوظ رکھین حسین رح نے کہا کہ وہ رضامندی اس امر پر جو میسر آوے اور صبر اس امر پر جو مقدر پیش آوے - واسطی رح نے کہا کہ فضل والا وہ بندہ ہی جسکو استغفار و توبہ کے بعد یہ نصیب ہوا کہ دل سے اللہ تعالی کیطرف جھکا رہے اور ہمیشہ خشوع کے ساتھ اپنے باطن کو جھکائے رکھے نصر آبادی رح نے کہا کہ جسنے فقط فضل پر نظر رکھی وہ فضل دینے والے کو دیکھنے سے ویسا ہی محروم رہجاتا ہی جیسے احسان کو دیکھنے والا محسن کے دیکھنے سے غافل ہوتا ہی - بعض نے کہا کہ ہر فضل والے کو اسکا فضل ملنا یہ کہ قرب و درجات مین سے ہر ایک جسکا مستحق ہی پاویگا - جوزجانی رح نے کہا کہ جسکے لیے فضل مقدر ہوا وہ پیدا ہو کر اس فضل کو بفضل الٰہی پاویگا - ابو عثمان رح نے کہا کہ قولہ ویؤت کل ذی فضل فضلہ - یعنی جسنے

اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھا وہ اپنی مراد کو پہونچیگا **مترجم** کہتا ہی کہ بعض تفاسیر ان مین سے مبنی بر احوال ہین اور ہر ایک کے لیے محل صحیح ہی اور آیت کریمہ ان سب کو شامل و محتمل ہی کیونکہ لفظ عام ہی اور ہر ایک فعل کے لیے مراتب ہین واللہ اعلم۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ

سنتا ہی وہ دوہرے کرتے ہین اپنے سینے کہ پردہ کرین اُس سے سنتا ہی جس وقت اوڑھتے ہین اپنے کپڑے وہ جانتا ہی

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

جو چھپاتے ہین اور جو کھولتے ہین وہ جاننے والا ہی جیون کی بات

آیت کی شان نزول مین مفسرین کے اقوال ہین مفسر رح نے لکھا کہ نزول اسکا اس شخص کے حق مین ہی جو بیخانہ پیشاب پھرتے وقت یا جماع کرتے وقت حیا کرتا کہ فرج کا وصول بجانب آسمان ہو۔ کما رواہ البخاری عن ابن عباس رض یعنی ایسے وقت مین وہ اپنا سینہ موڑتا اور اپنے آپ کو کپڑوں سے خوب ڈھانکتا کہ مخفی ہو۔ اور مفسر رح نے کہا کہ بعض قول مین اسکا نزول منافقون کے حق مین ہی قال فی الکمالین بعض منافقین تھے کہ جب آنحضرت صلعم حکم دیتے تو وہ اپنی پیٹھ موڑتا اور سر آگے ڈالتا اور منھ ڈھانپ لیتا تاکہ آنحضرت صلعم اسکو نہ دیکھین رواہ ابن جریر عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد۔ **بیضاوی** رح نے کہا کہ اس قول مین نظر ہی کیونکہ آیت تو بالاتفاق مکیہ ہی اور نفاق کا پیدا ہونا مدینہ سے شروع ہوا اور کمالین مین اسکا جواب دیا کہ اخنس بن شریق حلیف بنی زہرہ مکہ مین منافق تھا۔ **ابن کثیر** رح نے بعد روایات بخاری از ابن عباس لکھا کہ حضرت ابن عباس رض سے دوسری روایت مین اس آیت کی تفسیر مین آیا کہ مراد اس سے شک کرنا اللہ تعالے کے وجود مین اور گناہ کا مرتکب ہونا۔ ایسا ہی مجاہد و حسن وغیرہم سے مروی ہی۔ **ابن کثیر** رح نے کہا کہ مقصود یہ کہ قول بد و عمل بد کے وقت سینہ موڑتے کہ اللہ تعم کو آگاہی نہو گی۔ **مترجم** کہتا ہی کہ اولی یہ ہی کہ آیت کریمہ اپنے ماسبق سے مربوط رکھی جائے جیسے بیضاوی رح وغیرہ نے کیا ہی اور جو اسباب نزول کو ہین وہ سب اس ربط ماسبق مین شامل ہین حاصل یہ کہ اللہ تعم نے اب آگاہ فرمایا کہ سابق مین جو انذار و بشارت مذکور ہوے وہ انمین کارگر نہین ہوے اور نہ انکے دل نرم ہوے بلکہ وے عناد و کفر پر مصر رہے اسیواسطے حرف تنبیہ سے تعجب کیواسطے مصدر فرمایا بقولہ۔ **اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ** الا حرف تنبیہ تاکہ ہر مومن عاقل اپنے خالق سے معرفت والا انکی جہالت سے متنبہ ہوکر تعجب کرے کہ کسقدر اپنے رب سے جاہل ہین۔ یثنون از ثنی یقال ثنی صدرہ عن الشی جبکہ اس شے سے اپنا سینہ مزور و منحرف کرے پس کنایہ ہی اعراض سے قال البیضاوی ای یثنونہا عن الحق فیتحرفون عنہ۔ یعنی خبردار ہو کہ بے شک وے لوگ منحرف کرتے ہین اپنے سینے حق سے یعنی حق سے منحرف ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ ثنی بمعنی عطف ہی یعنی پیچ در پیچ بنا لینے اپنے سینون کو بل دیتے ہین اور اسکی تہ مین کفر و عداوت الرسول صلعم پیچ دیتے ہین اسطرح کہ یہ سب بد اعمال انکے سینون مین چھپکر مخفی رہین جیسے کپڑے کی تہ مین چیز پوشیدہ رہتی ہی چنانچہ منافقین کہا کرتے کہ جب ہم نے اپنے دروازے بند کر لیے اور کپڑون سے اپنے آپ کو لپیٹ کر ڈھانپ لیا اور محمد صلعم کی عداوت پر ہم نے اپنے سینے پیچ دیے تو ہم سے کون آگاہ ہوگا۔ **قال البیضاوی** رح یا معنی یہ ہین کہ پیچ دیتے ہین اپنے سینون کو کفر و عداوت الرسول صلعم پر۔ **قال البیضاوی** رح ایک قراۃ مین یثنونی صدورہم بیاء تحتیہ و بتاء فوقیہ آیا ہی اور یہ افعوعل مبالغہ ہی یعنی اثنونی یثنونی سے ہی۔ واضح ہو کہ وجہ دوم اولی ہی یعنی کپڑے کی تہ کی طرح اپنے

سینون کو عطف کرتے ہین۔ **لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ** تاکہ چھپاوین اللہ تعالے سے یعنی اپنے اسرار کو اپنے زعم مین اللہ تعالی سے پوشیدہ کرنے کو اسطرح عطف کرتے۔ پھر کلمہ تنبیہ کو مکرر کیا اسوقت کے بیان کے لیے جب ثنی صدور کرتے تھے اور فرمایا **أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ** خبردار ہو جسوقت ڈھانکتے ہین اپنے کپڑے۔ ابن عباسؓ نے کہا یستغشون اے یغطون روسہم یعنی جب اپنے سرون کو ڈھانپتے ہین۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو حقیقت پر محمول کیا یعنی خبردار ہو جبکہ بستر پر آتے اور لپیٹتے آپ کو کپڑون سے ڈھانپتے ہین۔ اور بر گذرا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد اس سے شک فی اللہ وعمل سیأت ہے اور ایسا ہی مجاہد و حسن وغیرہم نے کہا یعنی جب کوئی معصیت کا قول کہتے یا فعل کرتے تو وے اپنے سینون کو ثنی دیتے اور گمان کرتے کہ اس سے ہم یہ بات اللہ تعالیٰ سے چھپا لینگے۔ پس اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ خبردار جب وے تاریک رات مین اپنے آپ کو کپڑون سے ڈھانک لیتے ہین **يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ** اللہ تعالے جانتا ہے جو وے پوشیدہ کرتے ہین یعنی اپنے دلون مین۔ **وَمَا يُعْلِنُونَ** اور جو اعلان کرتے ہین یعنی زبانون و منھون سے حاصل یہ کہ علم الٰہی تعالے انکے سر و علانیہ سب کو یکسان محیط ہے اسپر کوئی چیز مخفی نہین ہو سکتی ہے۔ **إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ** وہ بے شک خوب جانتا ہے ذات الصدور کو۔ یعنی اسرار ذات الصدور کو یا دلون والے احوال کو پس حاصل یہ ہے کہ کفار اپنے خالق کو پہچانین کہ وہ انکے پوشیدہ و علانیہ سے یکسان آگاہ ہے کوئی امر اس سے پوشیدہ نہین پس کفر وغیرہ پر اصرار نہ کرین اور علی ہذا جو کوئی منافق ہے اپنے نفاق کو کبھی مخفی نہین کر سکتا۔ اور اسی سے یہ احکام نکلے کہ بندہ مردم اپنے خالق پاک عزوجل کے علم مین ہے وہ اسکو خوب دیکھتا و جانتا ہے پس جو امور اس نے مانند بیخانہ و پیشاب کے باجماع حلال کر جائز کیے ہین انکو کرے اور اگر کسی طرح چاہے کہ مین پوشیدہ رکھون تو معرفت سے محض بعید ہے کیونکہ خالق عزوجل کے علم محیط سے خارج نہین ہو سکتا۔ فافہم واللہ تعالے اعلم **ف۔** عرائس مین صرف قولہ تعالے یعلم ما یسرون و ما یعلنون کے معانی شاملہ کے اشارات مین لکھا کہ خطرات کو جانتا و علانیہ نظر کو جانتا ہے اسکے دیکھنے و جاننے مین دونون حال مین کچھ فرق نہین ہے۔ قلب کا ذکر جانتا اور علانیہ اخبار غیب جانتا ہے۔ حالات اسرار کو اور علانیہ معاملات کو یکسان جانتا ہے اللہ تعالے نے قلوب صدیقین کو اپنے انوار جلال سے پرتو دیا ہے لہذا خلائق کے دلون مین جو مضمر ہوتا و جو خطرات آتے ہین وے اپنے قلوب کے ابصار سے جو پرتو نور جلال ہے ایسا ہی دیکھتے ہین جیسے ظاہری آنکھ سے ظاہری امر کو دیکھتے ہین چنانچہ حق تعالے نے فرمایا۔ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اتقوا فراسۃ المومن الحدیث یعنی مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ فارس رح نے کہا کہ تم جو اپنے احوال پوشیدہ رکھو وہ ویسا ہی جانتا ہے جیسے علانیہ افعال کرتے ہو وہ تو تم کو پیدا کرنے و ایجاد کرنے سے پہلے تم سے خوب آگاہ تھا۔ فارس رح نے کہا کہ حرکات تو جوارح پر ہین اور مشاہدہ اسرار پر ہے بعض نے کہا کہ اوتعالے خوب علیم ہے جو پوشیدہ کرین اخلاص سے اور جو علانیہ کرین عبادات سے۔ پھر اللہ تعالے عزوجل نے اپنے محیط علم کو اور اپنی تمام مخلوق کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

تم الجزء الحادی عشر ویتلوہ الجزء الثانی عشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
هٰذا كِتٰبُنَا يَنطِقُ عَلَيكُم بِالحَقِّ
یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)
اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر
مواہب الرحمٰن
بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء
پارہ ۱۱
مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ
۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور